

URDU SOFT BOOKS
DOWNLOAD URDU PDF BOOKS AND ALL MONTHLY DIGESTS
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نہایت اہم التماس

قارئین انتظار کے لیے معذرت خواہ ہیں لیکن آپ بخوبی واقف ہیں کے دُنیا میں ہر کوئی اپنے کاروبار کے لیے محنت کرتا ہے تا کہ منافع حاصل کر سکے لیکن اگر ہماری وجہ سے کسی کے کاروبار کو نقصان کا اندیشہ ہو تو ہمیں جان بوجھ کر ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ دیکھیں ہر ڈائجسٹ کے پبلشر بہت محنت کے ساتھ ہر مہینے ڈائجسٹ شائع کرتے ہیں تا کہ وہ مارکیٹ میں فروخت ہو سکے اور اُن کو منافع حاصل ہو سکے لیکن آج کے اس انٹرنیٹ دور میں جب وہی ڈائجسٹ یا رسالہ مارکیٹ میں پوری طرح آنے سے قبل ہی آن لائن پی ڈی ایف میں مل جائے تو مارکیٹ سے خریداری بہت کم رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے پبلشر کا بہت نقصان ہوتا۔ لہذا اس سارے معاملے کو خاطر میں رکھتے ہوئے urdusoftbooks.com کی انتظامیہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کے آئندہ ماہ سے کوئی بھی ڈائجسٹ رواں مہینہ کی 30 تاریخ سے پہلے Upload نہیں کیا جائے گا تا کہ پبلشرز کا نقصان نہ ہو۔

خوشخبری

انشااللہ آئندہ urdusoftbooks.com پر تمام ڈائجسٹ بغیر واٹر مارک کے Upload ہوا کریں گے تا کہ قارعین کو پڑھنے میں دکت کا سامنا نہ کرنا پڑے

قارئین سے مزید درخواست ہے کہ urdusoftbooks.com کے لیے اپنے ویب براؤزر سے Adblocker ڈس ایبل کر دیں تا کہ ویب سائٹ پر سپانسر اشتہارات نظر آ سکیں اور ویب سائٹ کو تھوڑی سی آمدن ہو سکے انہی سپانسر اشتہارات کی آمدن سے ویب سائٹ کے ماہانہ اخراجات پورے کیے جاتے ہیں لہذا آپ کا تھوڑا سا تعاون urdusoftbooks.com کو مستقل آن لائن رکھنے میں بہت مدد گار ثابت ہوگا۔ شُکریہ

www.urdusoftbooks.com

KN Khalil Nanitalwala
Education Valley

Together We Can

The Orchid School
Early Years to O'Level

Affiliation: edexcel Approved Centre

Purpose Built Campuses with
Well Equipped and Air Conditioned Classrooms

OUR FUNDAMENTALS
- Well-designed Curriculum
- Activity Based Learning
- Values & Ethical Inculcation
- Islamic Education
- Inquiry Based Learning

OUR FACILITIES
- Well-equipped Science Labs
- Media Based Libraries
- Advanced ICT Labs
- Robotics Learning
- STEM Education

AFTER SCHOOL CLUBS
- Creative Arts
- Performing Arts
- Sports
- Taekwondo
- Music Classes
- Language Development
- Extra Learning Support

Register Now !!
www.theorchidschools.com

Clifton Chapter
clifton@theorchidschools.com
F-12, Block 5, Near Bilawal Chowrangi,
Clifton, Karachi
+92 300 0773430
+92 21 35373924

Gulshan Chapter
gulshan@theorchidschools.com
D-12, Block 13-D, Near Rab Medical,
Gulshan-e-Iqbal, Karachi
+92 300 0773408
+92 21 34990619

North Nazimabad Chapter
north@theorchidschools.com
F-67, Block B, Humayun Road,
North Nazimabad, Karachi
+92 300 0773406
+92 300 0773411

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



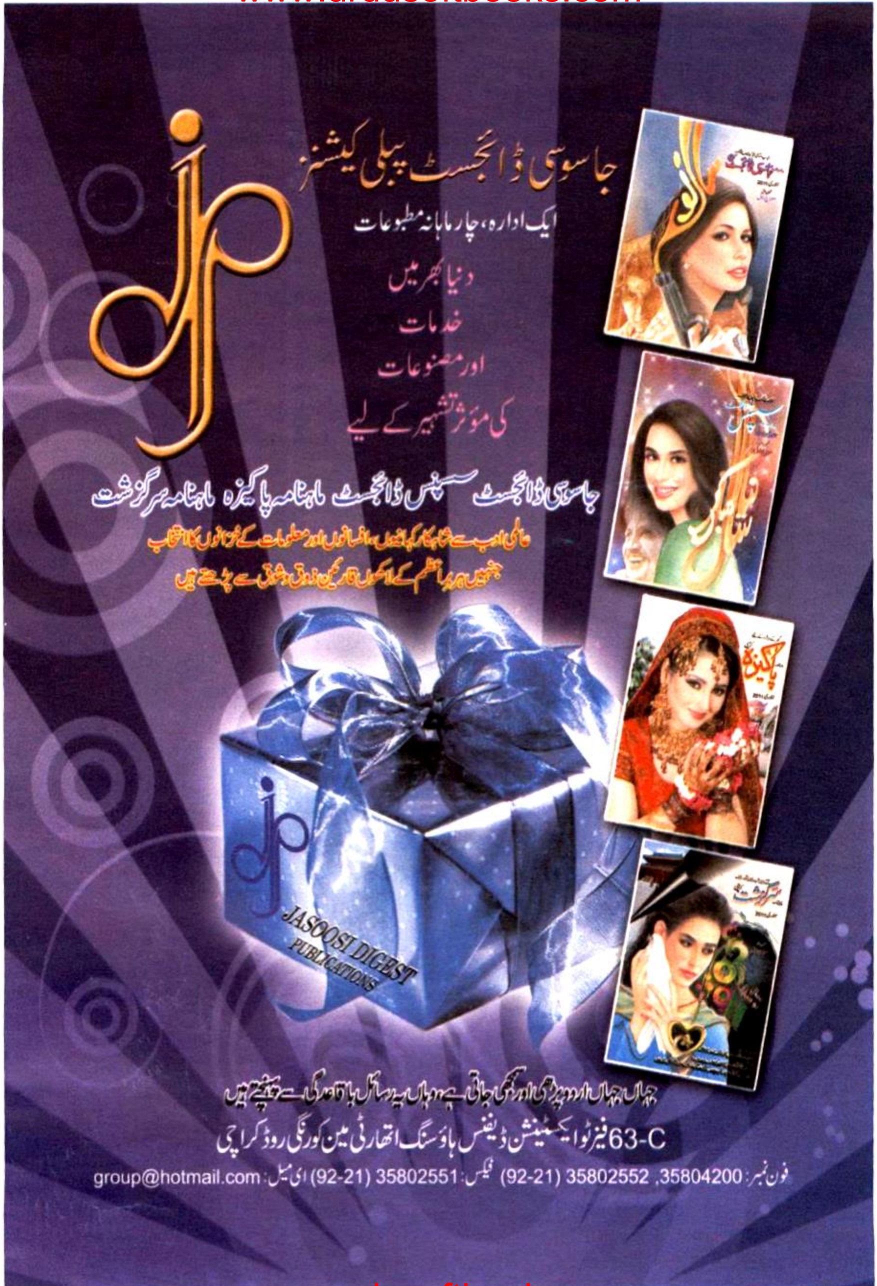
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ماہنامہ پاکیزہ کراچی

نگرانِ اعلیٰ : معراج رسول
مدیرۂ اعلیٰ : عذرا رسول
مدیرہ : نزہت اصغر
معاون : آمنہ حماد

MEMBER A.P.N.S. CPNE

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

منیجر اشتہارات
محمد شہزاد خان
0333-2256789

سرکولیشن منیجر
سید منیر حسین
0333-3285269

رمضان المبارک
کی
بابرکت ساعتیں
مبارک ہوں



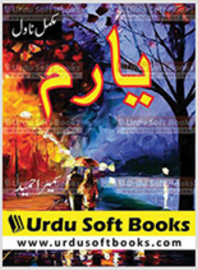
فوٹو گرافی : موسیٰ رضا
میک اپ : روز بیوٹی پارلر
[illegible]

قیمت فی پرچا (پاکستان) 70 روپے
قیمت فی پرچا (سعودی عرب) 12 ریال یا مساوی متحدہ عرب امارات
زرِ سالانہ (اندرونِ ملک) 900 روپے...... جلد: 46...... شمارہ: 06...... جون 2016ء

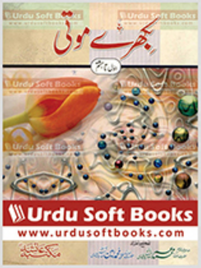
www.urdusoftbooks.com

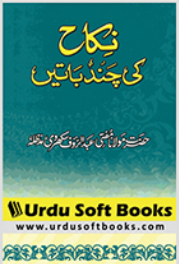
Download These Beautiful PDF Books

Click on Titles to Download

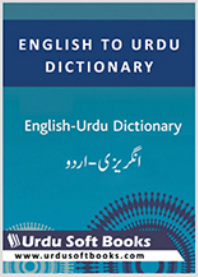






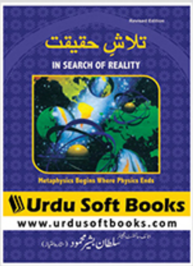


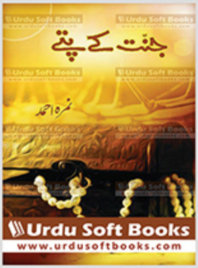


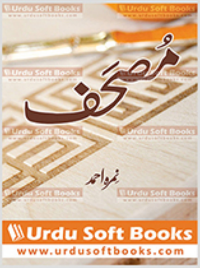
















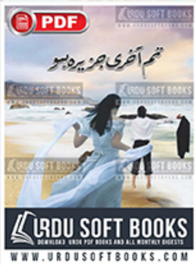






Download These Beautiful PDF Books

Click on Titles to Download







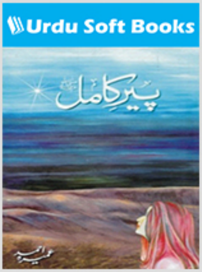


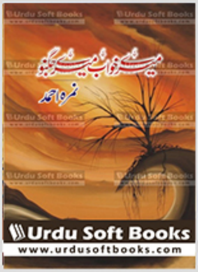


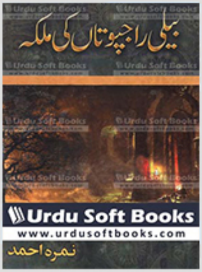
















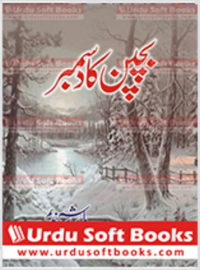






Download These Beautiful PDF Books

Click on Titles to Download





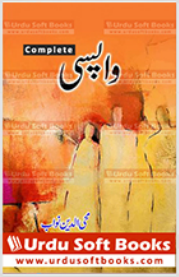
















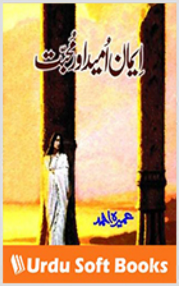












www.urdusoftbooks.com



اداریہ

سلسلے وار ناول

ناولٹ

افسانے

خصوصی مضامین

پبلشر و پروپرائٹر: ذیشان رسول • مقام اشاعت: گراؤنڈ فلور C-63 فیز II ایکس ٹینشن، ڈیفنس، مین کورنگی روڈ کراچی 75500

پرنٹر: جمیل حسن • مطبوعہ: ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

مستقل عنوانات

Office: 63-C, Phase-II (Ext), D.H.A. Commercial Area, main Korangi Road Karachi.
Postal Address: Box No. 662, G.P.O. , Karachi-74200
Phone: (021)35895313, Fax: 35802551, E-mail address: jdpgroup@hotmail.com

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

مجھے کچھ کہنا ہے......!

عزیز قارئین......السلام علیکم!

رمضان المبارک حبیب پاک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا مہینہ ہے۔ ان بابرکت ایام کو ہر مسلمان، چاہے کسی بھی خطے کا ہو پوری ایمانی قوتوں کے ساتھ نہایت عقیدت واحترام سے مناتا ہے اور اپنے پروردگار کی بارگاہ سے رحمت، نعمت، بخشش اور نجات کا طلب گار نظر آتا ہے۔ مسلمان گھرانوں میں روزمرہ کے امور کو نئے سرے سے ترتیب دیا جاتا ہے تاکہ نوافل وتلاوت کلام پاک کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت نکالا جاسکے اور ساتھ ہی دیگر مسلمان بھائیوں کی ضیافت کا اہتمام بھی کیا جاسکے جس کا یقیناً بہت ثواب ہے۔ ہر مسلمان اس کارِ خیر میں سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے......اگر تو یہ سبقت خالص حصولِ خوشنودیِ الٰہی کے لیے ہو تو یقیناً لائقِ تحسین اور لائقِ تقلید ہے ورنہ ریاکاری کے سوا کچھ نہیں۔

عشرۂ رحمت کے بعد اب عشرۂ مغفرت اور عشرۂ نجات ہم گناہ گاروں کو جہنم کی آگ سے آزادی کی نوید سنا رہے ہیں۔ اس عشرۂ نجات میں وہ طاق راتیں بھی آتی ہیں کہ جب رحمتِ الٰہی اپنے بندوں پر ٹوٹ کر برستی ہے اور انہی پُر رحمت شبوں میں سے ایک شب قرآن پاک کا نزولِ پُرنور ہوا جو تمام انسانیت کے لیے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ وہ کوئی بدنصیب ہی ہوگا جو ان عظیم شبوں کی اہمیت وفضیلت سے محروم رہ کر اپنے دامن کو بخشش ومغفرت سے سیراب نہ کر پائے۔ اگر روزہ رکھ کر جسمانی، اخلاقی، معاشرتی وروحانی فوائد حاصل ہونے کے ساتھ، ساتھ ضبطِ نفس اور تعمیرِ سیرت بھی ہو تو ''مقصدِ صوم'' حاصل ہوجاتا ہے۔

اس طرح ماہ رمضان کا انعام یعنی عیدالفطر کے فلسفے کو بھی مدِنظر رکھنا چاہیے کہ اس ماہ ہم اپنی عبادت ریاضت اور حسنِ معاشرت کے ذریعے پروردگار کا قرب حاصل کرتے ہوئے راہِ کمال پر گامزن ہوجائیں۔ چونکہ اسی ماہِ جون میں عیدالفطر کی نعمت بھی عطا ہوگی لہٰذا تمام پاکیزہ قارئین کو پیشگی عید مبارک کہتے ہیں۔ رمضان کی عبادات کا ثمر، عید کے روز اپنے مسلمان بھائیوں وعزیز رشتے داروں کی خبر گیری اور ضرورت مندوں کی داد رسی کی صورت ظاہر ہوتا ہے کہ ہم نے حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو بھی اہم جانا۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ ہمیں صحیح معنوں میں اس عظیم ماہ کے فیوض وبرکات عطا ہوں اور ایسی ہی نیکیوں اور امورِ خیر کی توفیق سارا سال ہوتی رہے۔ الٰہی آمین۔

آخر میں ایک گزارش احوالِ واقعی۔ کاغذ کی کم یابی اور گرانی کا شور ہر طرف برپا ہے۔ اخبارات ورسائل قیمت بڑھا رہے ہیں یا صفحات کم کر رہے ہیں۔ ہم نے بہ حالتِ مجبوری دوسری راہ اپنائی ہے تاکہ قارئین پر بوجھ نہ پڑے۔ دعا کریں کہ یہ حالات جلد بہتر ہوں۔

مدیرہ

نزہت اصغر

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

دین کی باتیں



اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو وہ کہتے اے موسیٰ ہمارے لیے اپنے پروردگار سے دعا کر، جس کا اس نے تمہارے ساتھ عہد کیا ہوا ہے اگر تو نے اس عذاب کو ہم سے اٹھا دیا تو ہم ضرور تجھ پر ایمان لائیں گے۔ اور تمہارے ساتھ ضرور بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے۔(۱۳۴) پھر جب ہم نے ان سے ایک وقت تک کے لیے جس تک وہ پہنچنے ہی والے تھے عذاب ہٹالیا تو وہ فوراً عہد توڑ ڈالتے ہیں۔(۱۳۵) ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ پھر اس بات کے عوض میں کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ ان سے غافل تھے۔ ہم نے انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔(۱۳۶) اور جو لوگ کمزور کر دیے گئے تھے۔ ہم نے ان کو اس زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی تھی۔ اور بنی اسرائیل کے حق میں بوجہ ان کے صبر کرنے کے تیرے پروردگار کا اچھا کلمہ پورا ہو گیا۔ اور فرعون اور اس کی قوم جو کچھ بنایا کرتی، اور بلند کیا کرتی تھی، ہم نے برباد کر دیا۔(۱۳۷) اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار گزار دیا۔ پس وہ ایسی قوم کے پاس پہنچے جو اپنے بتوں کی عبادت میں لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا اے موسیٰ ہمارے لیے ایک معبود بنا دے جیسے کہ ان کے کئی معبود ہیں۔ اس نے کہا یقیناً تم ایسے لوگ ہو جو جہالت کر رہے ہو۔(۱۳۸) یہ لوگ جس (دین) میں ہیں وہ یقیناً تباہ ہونے والا ہے۔ اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے باطل ہے۔(۱۳۹) (نیز) فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر تمہارے لیے کوئی دوسرا معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں سب جہانوں پر فضیلت دی ہے۔(۱۴۰) اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی۔ وہ تمہیں سخت سے سخت عذاب دیا کرتے تھے۔ وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کیا کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رہنے دیا کرتے تھے۔ اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔(۱۴۱) اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا، اور ہم نے دس اور ملا کر اسے پورا کیا۔ پس اس کے پروردگار کی مدت چالیس راتوں میں پوری ہوئی۔ اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا، تم میری قوم میں میرے خلیفہ بنو، اور اصلاح کرتے رہو۔ اور فساد کرنے والوں کے راستے کی پیروی نہ کرنا۔(۱۴۲) اور جب ہمارے مقررہ وقت پر موسیٰ آیا اور اس کے پروردگار نے اس سے کلام کیا۔ موسیٰ نے کہا اے میرے پروردگار تو مجھے دکھلا کہ میں تجھے دیکھ لوں فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا۔ لیکن تو پہاڑ کی طرف نظر کر۔ پس اگر یہ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا، تو مجھے تو عنقریب دیکھ لے گا۔ پس جب اس کے پروردگار نے پہاڑ پر اپنے (مخلوق) نور کا چمکارا ڈالا تو اسے ریزہ، ریزہ کر دیا۔ اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ پھر جب اسے ہوش آیا تو کہنے لگا (اے اللہ) تو پاک ہے میں نے تیری طرف رجوع کر لیا ہے اور میں سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔(۱۴۳) فرمایا اے موسیٰ یقیناً میں نے تجھے اپنی پیغمبری اور ہم کلامی (کا درجہ) دے کر تمام لوگوں پر برگزیدہ کیا ہے۔ پس جو میں نے تجھے دیا ہے اسے لے، لے اور شکر کرنے والوں میں سے بن رہ۔(۱۴۴) اور ہم نے اس کے لیے ہر چیز کی نصیحت، اور ہر چیز کی تفصیل تختیوں پر لکھ دی۔ پس تو اسے مضبوطی سے پکڑ لے اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کی خوبیوں کو اختیار کریں۔ عنقریب میں تجھے نافرمانوں کا گھر دکھا دوں گا۔(۱۴۵)

(سورۂ اعراف ۷، پارہ ۹۔ آیات ۱۳۴ تا ۱۴۵)

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

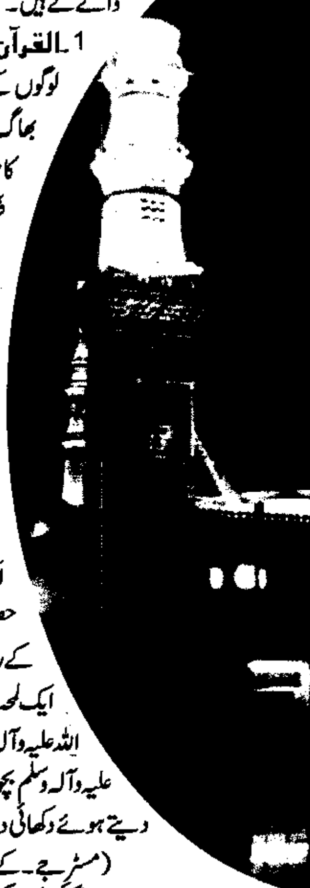
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

آنحضرت ﷺ کے اسمائے گرامی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ السَّیِّدِ الرَّؤُوْفِ الرَّحِیْمِ ؕ

سید کونین، ختم المرسلین، افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الٰہی وصفاتی اسمائے مبارکہ میں سے ایک نام سیدنا رؤف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے۔ جس کے معنی ومفہوم: نرم دل، مہربان، شفقت فرمانے والے کے ہیں۔



1۔**القرآن**: ترجمہ: (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کی مہربانی سے تمہاری افتادِ مزاج ان لوگوں کے لیے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر تم بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے تو ان کو معاف کردو اور ان کے لیے خدا سے مغفرت مانگو اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیا کرو اور جب کسی کام کا عزم مصمم کرلو تو خدا پر بھروسا رکھو بے شک خدا بھروسا رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (آیت،159، سورۂ آل عمران)

2۔**الحدیث**:۔ معمول تھا کہ جب فصل کا نیا میوہ کوئی خدمت اقدس میں پیش کرتا تو حاضرین میں جو سب سے کم عمر بچہ ہوتا۔ اس کو عنایت کرتے، بچوں کو چومتے اور ان کو پیار کرتے تھے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح بچوں کو پیار کر رہے تھے کہ ایک بدوی آیا۔ اس نے کہا تم لوگ بچوں کو پیار کرتے ہو میرے دس بچے ہیں مگر اب تک میں نے کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اگر تمہارے دل سے محبت چھین لی ہے تو میں کیا کروں......

(بخاری)

3۔**الرائے**: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل ایک بچے کی طرح نازک اور ایک ماں کی طرح خطا معاف کردینے والا تھا۔ فی الحقیقت یہ ایک خداداد عطیہ تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان حیثیتوں سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بت شکنی کا پیغام دے کر بھیجا گیا تھا۔ ایک لحہ کے لیے قطع نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حیثیت پر غور کیجیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انسان تھے اس کے بعد ان کی ذاتی زندگی پر نظر ڈالیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیلتے احباب کے ساتھ گفتگو فرماتے یا کسی خطا کار یا شکستہ دل کو تسلی دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ ایک اہل دل لوگوں کے دلوں کا مالک ہے۔

(مسٹر جے۔ کے۔ کور)

4۔**الفضائل**: اگر کسی کو حاکم وقت سے کوئی کام ہو اور وہ چاہتا ہو کہ حاکم اس سے اچھا سلوک کرے اور اس کا کام کردے تو وہ باوضو ہوکر۔۔۔ اس حاکم کے پاس جاتے ہوئے دس مرتبہ یہ اسم پاک سیدنا رؤف پڑھ لے، حاکم اس سے مہربانی سے پیش آئے گا اور کام ہوجائے گا۔

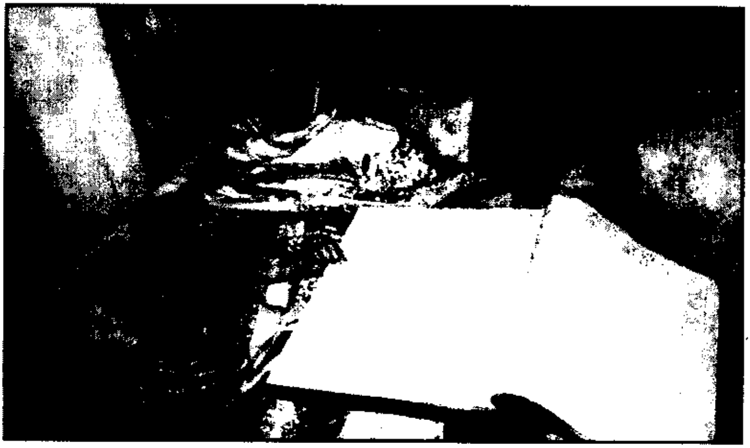
(قیصرہ حیات کی کتاب انوار اسماء النبی ﷺ سے اقتباس)

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



اللہ اور اس کا نور



قرآن پاک سے عشق کی پُرنور داستان ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کے قلم سے

باب ہفدہم

آج **سورۂ مومن 40** : سے آغاز کرتے ہیں

327۔ ”وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو باتیں ان کے سینوں میں پوشیدہ ہیں ان کو بھی۔“ (19)

328۔ ”جو برا کام کرتا ہے تو اس کو برابر، برابر ملتا ہے اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے وہاں ان کو بے حساب رزق ملے گا۔“ (40)

329۔ ”اور تمہارے رب نے کہا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔“ (40)

سورۂ حٰم سجدہ 41 :

330۔ ” بلاشبہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے اس پر استقامت اختیار کی تو ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ تو تم کوئی خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی خوش خبری حاصل کرو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔“ (30)

331۔ ”اور نیکی اور بدی دونوں برابر نہیں۔ آپ اچھے برتاؤ سے ٹال دیا کریں پھر یکایک آپ میں اور جس شخص میں دشمنی تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست ہوتا ہے۔“ (34)

332۔ ”اور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔“ (35)

سورۂ شوریٰ 42 :

333۔ ”اور وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

ہے۔‘‘(25)

334۔’’اور وہ ان کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے رہتے ہیں اور اپنے فضل سے ان کو بڑھا دیتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔‘‘(26)

335۔’’اور جو مصیبت بھی تم پر آتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں سے کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے آتی ہے اور بہت سے گناہ تو وہ معاف کردیتا ہے۔‘‘(30)

336۔’’اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔‘‘(31)

337۔’’جو مال و متاع تم کو دیا گیا ہے وہ دنیا کی زندگی کے فائدے کے لیے ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر اور قائم رہنے والا ہے۔‘‘(36)

338۔’’اور جو لوگ بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کردیتے ہیں۔‘‘(37)

339۔’’اور جو اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔‘‘(38)

340۔’’اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں۔‘‘(39)

341۔’’اور برائی کا بدلہ اسی طرح کی برائی ہے پھر جو درگزر کردے اور دوستی کرلے تو اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے۔‘‘(40)

342۔’’اور جو برابر کا بدلہ لے، لے بعد اس کے کہ اس پر ظلم ہو تو ایسے لوگوں پر کوئی گناہ نہیں۔‘‘(41)

343۔’’اور جو صبر کرے اور معاف کردے یہ البتہ بڑے حوصلے کے کاموں میں سے ہے۔‘‘(43)

344۔’’وہ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہے بیٹے عطا کرتا ہے۔‘‘(49)’’یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے اور جسے چاہے بے اولاد رکھتا ہے۔‘‘(50)

سورۂ زخرف 43:

345۔’’اور جو اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کرلے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہوجاتا ہے۔‘‘(36)

346۔’’اور یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے اور تم سب سے عنقریب پرسش ہوگی۔‘‘(44)

سورۂ دخان 44:

(یہ سورۂ شبِ قدر میں پڑھنے کا بہت ثواب ہے)

347۔’’اس روشن کتاب کی قسم(2) کہ ہم نے اس کو ایک مبارک رات میں اتارا ہے۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔‘‘(3)

348۔’’اس رات میں تمام حکمت کے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔‘‘(4)

سورۂ احقاف 46:

349۔’’جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے تو ان کو نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی غمگین ہوں گے۔‘‘(13)

350۔’’یہی لوگ جنت والے ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اس کا صلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔‘‘(14)

351۔’’اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔‘‘(15)

سورۂ محمد 47:

352۔’’جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ تو ان کی گردنیں اڑادو، یہاں تک جب تم خوب خونریزی کرچکو تو (قیدیوں کو) مضبوط سے مضبوط باندھ لو، پھر بعد میں یا تو احسان کرکے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر یہ حکم (یادرکھو)۔(4)

353۔’’اے مومنو! اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔‘‘(7)

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

354۔ ''اے مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔'' (33)

355۔ ''دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا ہے۔'' (46)

سورۂ فتح 48 :

356۔ ''اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔'' (8)

357۔ ''جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں تو (حقیقت میں) وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔'' (10)

سورۂ حجرات 49 :

358۔ ''اے مومنو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے پیش قدمی مت کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو بلاشبہ اللہ خوب سننے، خوب جاننے والا ہے۔'' (1)

359۔ ''اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کیا کرو، جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔'' (2)

360۔ ''اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو پھر تم کو اپنے کیے پر شرمندہ ہونا پڑے۔'' (4)

361۔ ''اگر مومنوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔'' (9)

362۔ ''مومن آپس میں بھائی، بھائی ہیں، تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔'' (10)

363۔ ''اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے۔ ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں، عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو۔ اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔'' (11)

364۔ ''اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچا کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے بھید نہ ٹٹولا کرو۔ اور نہ کوئی کسی کی غیبت کیا کرے۔ کیا کوئی تم میں سے اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟'' (12)

365۔ ''بلاشبہ اللہ آسمان اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور خوب دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔'' (18)

سورۂ زاریات 51 :

جنتی لوگوں کی پہچان

366۔ ''وہ رات کے تھوڑے حصے میں سوتے..... سحر کے اوقات میں اپنے لیے اللہ سے بخشش کی دعا مانگتے۔ اور ان کے مال میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں دونوں کا حق ہوتا ہے۔''

367۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کبریائی بیان کرنے کے بعد فرمایا۔ ''تو پھر بھاگ چلو اللہ کی طرف، میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' (50)

368۔ ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔'' (56)

سورۂ نجم 53 :

369۔ ''کیا انسان جس چیز کی آرزو کرتا ہے وہ اسے ملتی ہے؟'' (24)

370۔ ''جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں۔ مگر چھوٹے گناہوں (کو نظر انداز کردیں) بے شک تمہارا رب بخشش والا ہے۔'' (32)

سورۂ قمر 54 :

371۔ ''اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو کوئی ہے یہ نصیحت حاصل کرنے والا؟'' (آیات 40,32,22,12)

سورۂ واقعہ 56 :

372۔ ''جب قیامت واقع ہوگی (1) جس کا واقع ہونا جھوٹ نہیں ہے (2) (اے انسانو! تم تین قسم کے ہو جاؤ گے (7) دائیں جانب اچھے لوگ (8)

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

بائیں جانب برے لوگ (9) اعلیٰ درجے کے، اعلیٰ درجے کے ہیں۔ (10)

373۔ ''اس کتاب کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔'' (79)

سورۂ حدید 57 :

374۔ ''کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے پھر وہ اس کو دُگنا ادا کردے گا اور اس کے لیے عزت کا صلہ ہے (11) اس روز تم مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کے ایمان کا نور ان کے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے (12)

375۔ ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، یہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں اور ان کے لیے ان کا صلہ ہوگا اور ان کے (آسمان) کی روشنی اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہوں گے۔'' (19)

376۔ ''اللہ کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔''

377۔ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور اس کے رسول پر بھی ایمان لاؤ، وہ اپنی رحمت سے تم کو دُگنا اجر دے گا اور تم کو ایسی روشنی دے گا جن میں تم چلو گے۔ اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا ہے۔'' (28)

سورۂ مجادلہ 58 :

378۔ ''جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھتے ہیں (ظہار) اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرنا یا دو ماہ کے لگا تار روزے رکھنا یا 60 مسکینوں کو کھانا کھلانا، ہم بستر ہونے سے پہلے۔ (آیات 1 تا 4)

379۔ ''کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں نہیں ہوتی، جس میں چوتھا اللہ نہ ہو اور نہ پانچ آدمیوں کی جن میں چھٹا اللہ نہ ہو اور نہ اس عدد سے کم ہوتی ہے نہ زیادہ مگر یہ کہ اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔'' (7)

380۔ ''اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں کھل کر بیٹھو تو تم کھل کر بیٹھو، اللہ تم کو کشادگی عطا کرے گا۔ اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔'' (11)

381۔ ''اے ایمان والو! جب تم رسول سے سرگوشیاں کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات کر دیا کرو۔'' (12)

382۔ ''جو لوگ اللہ اور روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے اپنا ایمان تحریر کر دیا ہے اور اپنے فیض سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو بہشت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ہمیشہ وہیں رہیں گے کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔'' (22)

سورۂ حشر 59 :

383۔ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دیکھتا رہے کہ اس نے روزِ فردا (آنے والا دن) کے لیے کیا سامان تیار کیا ہے اور پھر اللہ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے... باخبر ہے۔'' (88)

384۔ ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا۔'' (21)

سورۂ ممتحنہ 60 :

385۔ ''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس جو دین آچکا اس سے انکار کرتے ہیں۔'' (1)

386۔ ''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں وطن چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کر لیا کرو۔ اگر وہ مومن ہیں تو ان کو کفار کے پاس واپس نہ کرو۔'' (10)

387۔ ''اے ایمان والو! تم ان سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ کا غضب ہے کہ وہ آخرت سے نا امید ہو گئے۔'' (13)

جاری ہے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

..... یہ کہاں آ بچیں کہ دل ہے

رفعت سراج

بنی اسرائیل کا سونے کا بچھڑا آج ڈالر، پونڈ، یورو، درہم و دینار کی شکل اختیار کر چکا ہے۔
دل جذبات کا استعارہ ہے مگر اب وہ دل کہاں . . .
سونے کے بچھڑے میں دل بھی سونے کا ہے . . .
دل کو رویا جاتا ہے، جگر کو پیٹا جاتا ہے . . .
کبھی ناقدروں کے حوالے کر دیا جاتا ہے، یاریاں ٹوٹ جاتی ہیں۔
الزام تراشیوں کا ایک طوفان بدتمیزی برپا ہو جاتا ہے۔
دل سے دل کو راہ بھی ہوتی ہے . . .
آج کا انسان یہ راہ سٹیلائٹ کے ذریعے search کرنے کی کوشش کرتا ہے۔
دل اور سونے کا بچھڑا . . .
عبادات، معاملات . . .
جنت گم گشتہ کے بے دخل باسیوں کی ازلی کہانی . . .

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا
غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا
ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

قسط ۔ 23

ساحل ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ درحقیقت اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا اور...... زارا کی آواز تو وہ بے ہنگم شور میں بھی پہچان سکتا تھا...... اس نے شاید پہلی مرتبہ اس کی اتنی دھیمی آواز سنی تھی...... ایسا دھیما پن جو دل میں خفتہ جذبات کو جگا کر رکھ دے...... سونے والے کو نیند سے بیدار کر دے، لیٹے کو بٹھا دے اور بیٹھے کو کھڑا کر دے...... کیا رومانس تھا آواز میں......

''ہیلو...... ہیلو......''

زارا کی آواز پھر سماعت سے ٹکرائی...... کیونکہ کوئی جواب نہ پا کر اسے یہ مغالطہ ہو رہا تھا کہ اس کی آواز ٹھیک سے ساحل کو سنائی نہیں دی...... یا کوئی communicationerror آ گیا ہے۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''جی، جی...... جی کون بات کر رہی ہیں؟'' ساحل نے چندرا کر پوچھا...... ایسا نتھا بھولا بن گیا جیسے واقعی اس نے نہ پہچانا ہو...... جانے اس نے ایسا کیوں کیا...... یا شاید وہ واقعی یقین کر لینا چاہتا تھا کہ اس وقت زارا ہی اس سے مخاطب ہے...... یہ اس کا وہم نہیں ہے۔

''زارا...... زارا بات کر رہی ہوں ساحل...... آپ کو میری آواز آ رہی ہے؟'' زارا تذبذب کی کیفیت میں پوچھ رہی تھی۔

''جی...... جی...... او اچھا زارا I am sorry آپ کی آواز اتنی آہستہ تھی کہ میں پہچان ہی نہیں سکا...... اتنی رات کو ایک لڑکی کی آواز سن کر اچھا بھلا بندہ پریشان ہو سکتا ہے...... خیریت تو ہے کیسے یاد کیا؟''

ساحل نے بڑے رومانٹک لہجے میں سوال کیا یوں جیسے سوال کے جواب میں زارا اسے داستانِ ہجر سنانے بیٹھ جائے گی۔

لیکن زارا کی آواز اور لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ اس کی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی......

یہ وہ زارا نہیں تھی جس سے وہ آج سے پہلے تک ان گنت ملاقاتیں کر چکا تھا جو بغیر کسی منصوبہ بندی کے تھیں، اتفاقاً ہو جایا کرتی تھیں...... کیا، کیا نہ یاد آیا...... وہ طنز کے تیر...... اور استہزائیہ حقارت، تکبر، غرور پھر تا جور کا اس کے سامنے بیٹھ کر دل کی باتیں کرنا...... اسے اپنی بات منوانے کے لیے دلائل دینا...... اور آخر کار زارا کا فون آ جانا۔

خوش قسمتی تھی کہ جھاڑ کانٹے کی طرح لپٹی چلی جا رہی تھی...... یہ تو وہ ہی مثل تھی کہ میٹھا زیادہ ہو جائے تو کھانا مشکل ہوتا ہے۔

''......actually میں نے تمہیں اس لیے فون کیا ہے۔''

وہ اب بھی اسے تم سے مخاطب کر رہی تھی اور وہ اب بھی اسے آپ کہہ رہا تھا۔

''جی، جی...... فرمائیں......''

ساحل یوں مؤدب ہو گیا جیسے زارا اس کی بیوی نہیں باس بننے جا رہی ہو...... پتا نہیں کیوں جو انسان مطلبی اور لالچی ہوتا ہے اتنا زیادہ میٹھا کیوں ہوتا ہے...... خوش اخلاقی تو ایسے لوگوں پر ختم ہو جاتی ہے...... ایسا شہد آگیں لہجہ کہ جو ماما کی لوری میں محسوس نہ ہو...... جو پھول کھلنے کی آہٹ ہو اور محسوس نہ ہو جو آبشاروں کی روانی میں محسوس نہ ہو...... فطرت کو پچھاڑ دینے والا حربہ...... سر سے لے کر پاؤں تک بس انسان اس بات پر تل جائے کہ سامنے والے کو اس کے خلوص کا یقین آ جائے۔

''میں تم سے فون پر بات نہیں کرنا چاہتی......''

زارا جانے کیا کہنے جا رہی تھی...... ساحل نے درمیان میں ہی اس کی بات اچک لی۔

''لیکن آپ فون پر ہی بات کر رہی ہیں۔''

''اُفوہ...... میرا جملہ تو مکمل ہونے دو......''

اب لگا کہ واقعی زارا بول رہی ہے...... وہی تحکم تھا وہی اعتماد جو اس کی فطرتِ ثانیہ محسوس ہوتا تھا۔

''جی...... جی...... آئی ایم سوری...... کہیے......؟''

''میں تم سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مجھے تم سے فون پر بات نہیں کرنی بلکہ مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں اور face to face کرنی ہیں...... اب تم یہ بتاؤ کہ مجھے تم کہاں ملو گے، گھر آؤ گے یا میں تمہارے گھر آؤں؟''

''م...... مم...... میرے گھر......؟''

ساحل نے گھبرا کر چاروں طرف نظر دوڑائی...... اُف خدایا اللہ نہ کرے کہ وہ کبھی اس کا گھر دیکھے...... آج تک جو

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کچھ ہوتا رہا ہے اس میں شاید کچھ کمی رہ گئی ہوگی...... گھر دیکھنے کے بعد تو وہ اسے اپنے گارڈ کے پیچھے کھڑا کرے گی، گن بھی نہیں دے گی ایک لاٹھی پکڑا دے گی......

''نہیں، نہیں آپ حکم کریں...... میں، میں خود آ جاؤں گا۔''

اس نے گھبرا کر جواب دیا تھا اور اپنا خشک گلا تر کرنے کی ساتھ، ساتھ کوشش کی۔

''اوکے...... دیکھو کل اماں آفس میں ہوں گی' ان کے آفس ٹائمنگو میں تمہیں گھر آنا ہوگا...... مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔''

زارا نے ایک راستہ سجھایا مگر ساحل پریشان ہوگیا۔

''لیکن زارا آپ کی اماں کی office timing...... میری بھی تو وہی ہوتی ہے، مجھے آفس سے اٹھنے کے لیے انہیں انفارم کرنا ہوگا۔''

''ہاں...... تو کچھ بھی کہہ دینا...... بتا دینا کوئی مسئلہ ہوگیا ہے یہ وہ......''

''لیکن، لیکن زارا...... کل میری سسٹر بھی آ رہی ہیں اور آپ کی اماں نے مجھے سسٹر کے ساتھ انوائٹ کیا ہے۔ مجھے ویسے ہی آپ کے گھر آنا ہے۔''

''ویسے ہی آنے سے پہلے ایسے ہی ملنا ہے جیسے میں کہہ رہی ہوں...... اگر اماں نے تمہیں چار بجے بلایا ہے تو تم

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

مجھے بارہ بجے سے پہلے، پہلے آکر ملنا......take care...and that's all" زارا نے اس کا جواب سننے کا تکلف بھی نہیں کیا اور اپنی طرف سے بات ختم کر کے رابطہ منقطع کر دیا۔

ساحل ہونقوں کی طرح cell phone کان سے لگائے بیٹھا تھا......اچانک ہی دھیان ہوا کہ رابطہ تو منقطع ہو چکا ہے......موبائل کان سے ہٹا کر چہرے کے سامنے کر کے یوں گھورنے لگا جیسے وہاں اسے زارا براجمان دکھائی دے رہی ہو۔

☆☆☆

سفینہ فریش ہو کر بہت خوش، خوش اپنے کمرے سے نکل کر لان میں پہنچی تھی...... کمرے سے لان تک پہنچنے کا دورانیہ چند منٹ کا تو ضرور تھا......اور ان چند منٹوں کے دوران بلا مبالغہ اس نے دس، بارہ مرتبہ تو اپنے سیل فون کی طرف دیکھا تھا......یوں جیسے وہاں سے کوئی معجزہ نمودار ہونے جارہا ہو......پھر ایک نسبتاً الگ تھلگ ایک طرف اِستادہ پتھریلی بینچ پر جا کر بیٹھ گئی تھی۔ گھڑی کے ہر گزرتے ہوئے پل کے ساتھ اس کے دل کی دھڑکن ہم آہنگ تھی......اس کے خیال میں پرنس کی کال اب آجانی چاہیے تھی......وہ بینچ سے ٹیک لگا کر موبائل گود میں رکھ کر سر اٹھا کر آسمان کی طرف تکنے لگی۔

اماوس کی راتیں چل رہی تھیں......چاند بہت سارا چمک کر چھپ چکا تھا......اِکا دُکا بادل کے ٹکڑے اڑتے دکھائی دے رہے تھے......آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا......اماوس کی راتوں میں ستارے خوب چمکتے ہیں جیسے کہ چاند کے دور ہوتے ہی اپنی حسرتیں نکال رہے ہوں چاند جوانِ کی آب وتاب کو اجاگر ہی نہیں ہونے دیتا......سترہ اٹھارہ دن اپنی چھب دکھلا کر جب اوٹ میں جاتا ہے تو ستاروں کے بھی دن پھرتے ہیں......وہ آسمان کی طرف تکتے، تکتے یونہی بے سرو پا خیالوں میں گم ہو گئی......اور خیالات کی گہرائی نے اسے چند لمحے کے لیے ماحول سے کاٹ کر رکھ دیا......وہ جیسے زمان و مکاں کی قید سے آزاد ہو چکی تھی......پلکیں جھپکائے بغیر بس آسمان کی طرف دیکھے جارہی تھی۔

اچانک ایک دم اسے خیال آیا کہ اسے بیٹھے ہوئے خاصی دیر ہو گئی ہے......پرنس کی کال ابھی تک نہیں آئی...... آپریٹر کی کال آتی تو شاید اسے شک بھی ہو سکتا تھا......لیکن بات تو لیڈی صوفیہ نے کی تھی......لیڈی صوفیہ نے کہا تھا کہ وہ اپنا سیل فون آن رکھے کچھ دیر بعد پرنس اسے کانٹیکٹ کرے گا......لیڈی صوفیہ اتنی غیر ذمے دار یا لا ابالی کسی بھی صورت نہیں ہو سکتی تھیں کہ وہ اپنی طرف سے کوئی بات کہہ دیتیں جس کے متعلق انہیں خود بھی یقین نہ ہوتا......یقیناً ان کی پرنس سے بات ہوئی ہو گی تبھی انہوں نے اس سے رابطہ کیا تھا......اور وہ بھی ماہین کے فون ذریعے......اب اسے جھنجلاہٹ ہونے لگی۔

"حد ہوتی ہے مذاق کی بھی......جب میں فون بند کر دیتی ہوں تو خوب try ہوتی ہے اب میسج کے بعد کب سے انتظار میں بیٹھی ہوں......موصوف کو فرصت نہیں ہے اگر مجھے اتنا تنگ کریں گے ناں تو پھر میں بھی بتا دوں گی کہ اصل میں تنگ کیسے کرتے ہیں......بڑے آئے نہیں تو......" اب اس کا موڈ خراب ہونے لگا تھا......انتظار کی کوفت اس کے رگ وپے میں اترنے لگی، طبیعت مکدر اور بے مزہ سی ہونے لگی......"یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی اتنی رات کو اتنا فضول سا مذاق کم از کم پرنس سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔"

وہ خود ہی اپنے خیالوں میں الجھنے لگی......وہ نفی و اثبات کے گورکھ دھندے میں پھنس رہی تھی......ایک خیال آتا تھا، دوسرا جاتا تھا......"صبر و انتظار کی بھی کوئی حد ہوتی ہے......پہلے کیا کم کوفت اٹھائی تھی جواَب کی پوری کی جارہی ہے......بس پانچ منٹ اور دیکھوں گی اس کے بعد اپنا فون پھر آف کر دوں گی......اور اس کے بعد جو ہو گا ناں اس کی ذمے داری پرنس پر ہو گی......بات ہی نہیں کروں گی......" وہ تصور ہی تصور میں پرنس پر ناراض ہو رہی تھی......اور اب سر جھکائے سیل فون کی تاریک اسکرین دیکھ رہی تھی......دیکھتے ہوئے دل یکبارگی بڑے زور سے دھڑکتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اگلے ہی پل اسکرین روشن ہونے والی ہے......لیکن پانچ منٹ مزید گزر گئے......فون اسکرین اسی طرح سے تاریک رہی......

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

کوفت کی شدت یا انتظار کی تکلیف......اس کا اثر اتنا شدید تھا کہ اس کی آنکھیں لبالب بھر گئیں......بالکل یونہی جیسے کسی معصوم سے بچے کے ہاتھ سے آئس کریم کا کپ (زمین) فرش پر گر گیا ہو اور وہ بے بسی کی کیفیت میں پگھلتی ہوئی آئس کریم کو دیکھ رہا ہو۔

☆☆☆

پرنس نے سوائے ہاؤس منیجر کے کسی ایک کو اس بات کی اطلاع نہیں دی کہ وہ گھر سے باہر جا رہا ہے اور اپنے ملازم کو وجہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں تھی البتہ اس نے یہ تاکید ضرور کی کہ اگر کسی وجہ سے لیڈی صوفیہ جاگ جائیں یا پرنس کا پوچھیں تو انہیں یہ نہ بتائے کہ وہ گھر سے باہر ہے......اس نے اس وقت ڈرائیور کو بھی ساتھ نہیں لیا تھا اور کار خود ڈرائیو کی تھی، چالیس پینتالیس منٹ کا راستہ تھا۔ اس دوران پرنس کی جو حالت ہو رہی تھی......وہ ناقابلِ بیان تھی۔

''اللہ کرے ثوبان نے maid کو بلا لیا ہو، اللہ کرے صندل ہوش میں آ گئی ہو......اس بچے کی سائیکالوجی تو بری طرح damage ہو رہی ہے......میں اس سے زیادہ ثوبان کے لیے کیا کر سکتا ہوں......میرا اللہ مجھے بتائے کہ میں اس معصوم فرشتے کے لیے کیا کروں......میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ ایک دم کوئی کرامت ظہور پزیر ہو جائے اور ثوبان کی آنکھیں ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے خوشی سے چمکنے لگیں......اور پھر زندگی کی ان انتہاؤں پر ان آنکھوں کی چمک ماند نہ ہو......''

وہ دل ہی دل میں بڑی جاں سوزی کے ساتھ ثوبان کے حق میں دعا کرنے لگا......اور یہ ایک بہت بڑی کائناتی سچائی ہے کہ جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ محبت کے لیے مخصوص کر لیتا ہے......وہ دل جن کے ساز پر محبتوں کے گیت گائے جاتے ہیں......وہ دل جو محبت کا اعلیٰ ترین شعور رکھتے ہیں ان دلوں کی خصوصیت یہی ہوتی ہے کہ وہ مظاہرِ فطرت اور بچوں سے بے انتہا پیار کرتے ہیں......جس دل میں ذرا برابر بھی سختی پائی جاتی ہے اسے ہر، ہر بچے پر پیار نہیں آتا......بچے کیونکہ عین فطرت پر ہوتے ہیں تو فطرت پسند انسان ان سے بہت لطف اندوز ہوتا ہے۔

یہ پرنس کی نفسیاتی مجبوری تھی......وہ کائنات کے اسرار و رموز کو پہچاننے کی لگن رکھتے ہوئے اپنا تخلیقی سفر طے کرتا چلا جا رہا تھا......اور ثوبان کا ملنا بھی اس کے نزدیک اللہ کی رحمت تھی جس نے بہت سے تخلیقی رازوں سے آنِ واحد میں پردے سرکا دیے تھے......سبحان سے ملنے سے پہلے کچھ احساسات ادھورے، ادھورے نامکمل سے محسوس ہوتے تھے......لیکن مسجد میں ہاتھ اٹھائے رو، رو کر دعائیں مانگنے والے اس بچے نے پرنس کے اندر چھپے ہوئے تخلیق کار کے دل میں جیسے ایک تڑپ بیدار کر دی تھی......اس بچے نے تو وہ کمال کیا تھا جو طویل، مراقبوں نے بھی شاید نہیں کیا تھا......مراقبے کے دوران وہ جن کیفیات سے گزرتا تھا ان کا تعلق عام انسانوں سے کم ہوتا تھا......لیکن ثوبان نے تو عام انسانوں کو ایسے لا کھڑا کیا تھا کہ بس اسے دکھوں کی انتہا اور اس کارگاہِ مشقت کے سفر نے اکملیت کی طرف روانہ کر دیا تھا......اس کے پاس سیل فون تو ہوتا نہیں تھا لیکن ایک قیمتی wrist watch اس کی کلائی میں گھر سے نکلتے ہوئے ضرور ہوتی تھی......وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بار، بار اپنی رسٹ واچ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے گھر سے نکلے پینتیس منٹ گزر چکے تھے اور اندازاً ابھی اس گھر تک پہنچنے میں دس منٹ مزید باقی تھے۔

☆☆☆

زارا یوں بھی عام طور پر رات کو جلدی نہیں سوتی تھی اور آج تو جیسے سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

صبح کا ہونا ایسے ہی تھا جیسے اس سے کسی نے روزِ قیامت ملنے کا وعدہ کیا ہو یا رات سے صبح تک کا فاصلہ بائیسویں صدی میں جانے کے برابر ہو۔ اسے نہ کھڑے چین تھا نہ بیٹھے، نہ لیٹے......ایک خیال آتا تھا دوسرا جاتا تھا......کبھی سفینہ سے حسد کی شدت اسے اونچی، اونچی آگ کی لپٹوں میں لپیٹنے لگتی تھی......اور یہ خیال تو جیسے سوہانِ روح تھا کہ وہ اسٹیٹس، وہ شان و شوکت وہ احساسِ برتری......وہ اشرافیہ میں سے ہونے کا اعجاز و افتخار اس سے چھن چکا تھا......اس پر تو اسے

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

صبر ہی نہیں آ کر دے رہا تھا..... اس سے پیشتر کہ تاجور اس کی کسی اور چھوٹی سی غلطی کو پکڑ کر اسے موجود اور میسر تمام سہولتوں اور نعمتوں سے ہاتھ اٹھا لینیں تو وہ کیا کر سکتی تھی..... وہ تو یوں جلدی، جلدی سوچ رہی تھی کہ بس کوئی ایسا جان بچانے کا راستہ مل جائے کہ زندگی بھر اس کے مالی اسٹیٹس کو کوئی خطرہ نہ ہو..... اس کی چال ڈھال میں کوئی فرق نہ آئے..... ساتھ، ساتھ شیطانی دماغ اس چکر میں بھی لگا ہوا تھا کہ تاجور کی کوئی ایسی کمزوری ہاتھ لگ جائے جس کی وجہ سے وہ لمبی تان کر سویا کرے..... اسے اطمینان ہو جائے کہ جو کچھ اسے میسر ہے وہ اس سے کبھی نہیں چھینا جائے گا، وہ کبھی محروم نہیں کی جائے گی..... لوگوں کو مجبوراً اس کا خیال رکھنا پڑے گا۔

منفی اور شیطانی سوچ بہت اونچی، اونچی اڑانیں بھرتی ہے لیکن شیطان کے پر بھی ایک مقام پر جا کر ضرور جلتے ہیں۔ وہ کم عقلی، بے وقوفی، حرص، طمع، لالچ، احساسِ برتری کے ہاتھوں مجبور تھی اور اپنے لیے ہی دراصل بڑے، بڑے نقصان کرنے کے منصوبے بنا رہی تھی..... جبکہ اس کے فرشتوں تک کو خبر نہیں تھی کہ جو منفی سوچ رکھتے ہیں ان کے اپنے کسی منصوبے کا انجام خوشگوار نہیں ہوتا.....

وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے ساحل سے ملنے کی بات کی ہے لیکن وہ اس سے بات کیا کرے گی..... ہاں اچانک اسے یاد آیا کہ وہ تو ساحل سے یہ پوچھنا چاہے گی کہ آخر اس میں ایسی کیا خاص بات ہے..... جس کی بنا پر ساحل نے اتنا بڑا فیصلہ کر لیا یا پھر یہ کہ کیا اس کی نام نہاد ماں تاجور نے اسے کوئی بہت بڑی پیشکش کی ہے..... شکوک و شبہات، وسواس اسے ایسی بے قراری دے رہے تھے جس کی دوا اس دنیا کے بازار میں تو کہیں نہیں مل سکتی تھی..... کبھی دانت پیسنے لگتی تھی، کبھی کھڑکی سے باہر جھانکنے لگتی تھی..... یوں جیسے پوری طاقت اکٹھی کر کے سورج کو وقت سے پہلے نکلنے پر مجبور کر دے گی۔

☆☆☆

سفینہ نے اگرچہ عزمِ صمیم کر لیا تھا کہ کچھ بھی ہو جائے وہ صبح تک تو اپنا فون آن نہیں کرے گی لیکن ایک جھما کا سا ہوتا تھا..... لیڈی صوفیہ کی آواز سماعت سے ٹکرانے لگتی تھی۔

"لیڈی صاحبہ ایسا نہیں کر سکتیں..... اور انہیں ایسا کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے..... خدانخواستہ کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہو گئی.....؟ لیڈی صاحبہ کی طبیعت تو اچانک بگڑ جاتی ہے، وہ خود بھی بتا رہی تھیں اور ایک مرتبہ شاید پرنس نے بھی ایسا کچھ ظاہر کیا تھا کہ کچھ پتا نہیں ہوتا اور گرینڈ مام کی طبیعت اچانک بگڑ جاتی ہے..... ہاتھوں پر آ جاتی ہیں..... اوہو..... اس طرف تو میری سوچ ہی نہیں گئی..... کیونکہ مجھے کبھی اس بات پر شک نہیں ہو سکتا کہ لیڈی صوفیہ اپنا ایک منٹ بھی فضول ضائع کریں گی۔ وہ تو مجھے تلاش کرتی ہوئی ماہین تک پہنچ گئی تھیں..... دونوں دادی، پوتا پریشان ہو رہے تھے اور وہ مجھ سے بات کر کے کتنی خوش محسوس ہو رہی تھیں..... ایسا ہو نہیں سکتا۔" اس کا دل مان کر نہیں دے رہا تھا..... بس ایک خیال آ کر جیسے ذہن سے چپک گیا تھا کہ ضرور لیڈی صاحبہ کی طبیعت خراب ہوئی ہو گی..... ایک تو ان کی عمر کا تقاضا ہے..... "بڑی بات ہے وہ 90 پلس ہو کر بھی اتنی attentive اور "IN" ہیں..... ہائے اللہ..... کسی کی نظر تو نہیں لگ گئی..... ایک تو یہاں یہ بڑی مصیبت ہے، کوئی جلدی چلا جائے تو مسئلہ..... کہ..... ہائے بیچارے کی کوئی عمر تھی..... اور اگر کسی کی عمر زیادہ ہو جائے تو حیرانی کہ ہائے اللہ یہ ابھی تک زندہ کیوں ہے....." سفینہ کو اب الٹی سیدھی سوچوں نے آ گھیرا..... غصہ، پریشانی میں تبدیل ہو گیا تھا۔

اگر لیڈی صوفیہ کی فون کال نہ آئی ہوتی تو شاید ابھی تک وہ غم و غصے سے بھری رہتی..... لیکن جتنی غصے کی شدید لہر اٹھتی تھی..... اس سے دگنی طاقت کی لہر اس یقین کی اٹھتی تھی کہ جو اسے اپنے دل میں لیڈی صوفیہ کے لیے جمع ہوا محسوس ہوتا تھا..... پھر اس سے رہا نہ گیا..... پھر اس نے اپنے فون سے لینڈ لائن نمبر ملایا..... یہ مجبوری تھی اس لیے کہ پرنس کے پاس فون جو نہیں تھا..... اب لینڈ لائن نمبر ہی سے حقیقت پتا چل سکتی تھی..... اب تو اس کے پاس جواز بھی تھا کہ اب تو

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

اس کی نسوانی انا بھی محفوظ تھی...... وہ کہہ سکتی تھی کہ میں نے اس لیے کال بیک کی ہے کہ میں ایک گھنٹے سے انتظار کر رہی ہوں...... اور یہ میری شرافت کی انتہا ہے کہ میں نے ایک گھنٹا انتظار کیا...... اب اس کے ہونٹوں پر ہلکی، ہلکی مسکراہٹ رینگنے لگی جیسے وہ اپنی بدگمانیوں پر خود ہی شرمندہ ہو رہی ہو...... اس کے کال کرنے کی دوسری ہی رنگ پر اس کی کال ریسیو ہو گئی...... اُدھر ائرپیس میں آپریٹر کی آواز گونج رہی تھی۔

''ہیلو...... السلام علیکم میم......؟''

یقیناً وہ سی ایل آئی پر آنے والی کالز کا بھی حساب رکھتا تھا۔ اس نے شاید سفینہ کو پہچان لیا تھا...... بہت مودبانہ انداز میں بات کی تھی۔

''جی، میں سفینہ بات کر رہی ہوں...... ایکچوئیلی مجھے لیڈی صاحبہ نے بتایا تھا کہ کچھ دیر میں پرنس مجھ سے کانٹیکٹ کریں گے...... لیکن کافی دیر ہو گئی، میں نے سوچا پتا کروں لیٹ ہونے کی کیا وجہ ہے؟''

سفینہ بہت محتاط انداز میں ایک، ایک لفظ ناپ تول کر بول رہی تھی۔

''آئی ایم سوری میم...... پرنس ایکچوئیلی آپ کو ہی کال کرنے جا رہے تھے کہ ایک دم ایک ایمرجنسی ہو گئی......''

لفظ ''ایمرجنسی'' پر سفینہ کو جیسے زور کا ایک دھچکا لگا تھا۔

''اوہ، یقیناً میرا خیال صحیح نکلا لیڈی صوفیہ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہو گی......'' پھر بھی اس نے وضاحت چاہی۔

''جی میں جاننا چاہوں گی کہ کس قسم کی ایمرجنسی......؟''

آپریٹر کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو اسے یوں لگا جیسے آواز بہت دور سے آ رہی ہو۔

''وہ...... دراصل میم ایسا ہے کہ ہمارے گھر میں ایک گیسٹ آئے ہوئے تھے recently انہیں ایک اور جگہ accomodate کیا گیا ہے۔ وہاں پر کوئی مسئلہ ہوا ہے بس اس سے زیادہ مجھے نہیں پتا...... کوئی بچہ ثوبان اس کا نام ہے اس کی مدر کی طبیعت شاید زیادہ خراب ہو گئی ہے تو اس وجہ سے پرنس فوراً چلے گئے تھے...... لیکن...... یو ڈونٹ وری...... جیسے ہی میرا پرنس سے رابطہ ہوتا ہے میں ان کو انفارم ضرور کروں گا کہ آپ کی کال آئی تھی اور آپ ان کا پوچھ رہی تھیں، اوکے......''

آپریٹر بہت منجھا ہوا اور مشاق تھا اسے پتا تھا کہ جتنی بات ہونی چاہیے تھی ہو چکی...... اس نے اپنی طرف سے ہی خدا حافظ کہنے کا موڈ بنا کر اوکے کہہ دیا۔

اس اوکے کے بعد اور جو کچھ اس آپریٹر نے کہا، سننے کے بعد اس کی تو ویسے ہی قوتِ گویائی سلب ہوئی جاتی تھی۔

اس نے اپنی طرف سے رابطہ منقطع کر دیا...... اور ٹکٹکی باندھ کر خلا کی طرف دیکھنے لگی۔

''ایمرجنسی...... ثوبان کی مدر...... پرنس اتنا زیادہ انوالو کیوں ہے پرنس جیسا بندہ جس کے سوشل کانٹیکٹس نہ ہونے کے برابر ہیں وہ کیوں اس بچے کو اور اس کی ماں کو اتنی اہمیت دیتا ہے...... اسے یہ تک خیال نہیں آیا کہ میں اس کی فون کال کا انتظار کر رہی ہوں۔'' سفینہ کا دل جیسے کسی اتھاہ میں اترتا جا رہا تھا...... بڑے بوڑھوں کے نزدیک اسے دل کا ڈوبنا کہتے ہیں۔

☆☆☆

نیند کی تو ایسی کی تیسی کر کے رکھ دی تھی زاہرا نے...... ساحل نے کروٹیں بدل، بدل کر اپنی دانست میں چلّا، چلّا کر نیند کو آوازیں دی تھیں...... مگر وہ تو جیسے افق کے اس پار جا کر گم ہو گئی تھی۔

''یہ اتنی رات کو فضول میں ڈسٹرب کرنے کی کیا ضرورت تھی یا تو مجھے کہہ دیتی کہ ابھی آ جاؤ...... کم از کم جو کچھ بھی ہے وہ سامنے آ جاتا، بات ہو جاتی...... چین سے سو جاتا چار گھڑی...... اب تو لگتا ہے بس اسی طرح سے رات گزرے گی۔''

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

وہ کوفت کے عالم میں اٹھ بیٹھا...... آلتی پالتی مار کر اپنے بالوں میں انگلیاں چلانے لگا...... ”کیا میں فون کر کے اس سے پوچھوں کہ ایسا کیا ہے کہ آمنے سامنے بیٹھ کر ہی بات کرنی ضروری ہے، کیا فون پر بات نہیں ہو سکتی......؟ معلوم نہیں کیوں...... فضول سی ایک بے چینی لاحق ہو رہی ہے۔ بہت ہی غیر ذمے دار سی لڑکی ہے یہ اور بہت ہی خود غرض بھی...... سامنے والے کی فیلنگز کا اسے احساس ہی نہیں ہوتا بس ایک یہ ہے اور ایک اس کا دل ہے...... باقی سب جائیں چولھے بھاڑ میں...... معاملہ سیٹ ہو جائے پھر دیکھنا کیسے "set" کرتا ہوں۔“ وہ تکیہ اٹھا کر گود میں رکھتے ہوئے بڑبڑا رہا تھا۔

ایک عجیب سی بے بسی کی کیفیت تھی سارا دن کا تھکا ہوا تھا کوئی مذاق بات تو نہیں، آخر کام کرتا تھا...... اور ڈبل کام کرتا تھا۔ ایک تو وہ کام تھا جو اسے کرنا ہی تھا دوسرا کام یہ تھا کہ اسے بہت آگے تک جانے کی دُھن تھی...... تاجور کو مطمئن کرنے کے لیے وہ ایڑی چوٹی کا زور تو لگاتا تھا...... لیکن وہ آخر انسان ہی تو تھا...... کام اپنی قوت سے اپنی طاقت سے زیادہ کرنے کی کوشش کرتے ہوئے تھک مرتا تھا...... بس دن بھر اسی رات کا آسرا رہتا تھا کہ جب ان ساری محنتوں اور مشقتوں سے جان چھوٹے گی تو وہ ہوگا اور اس کا آرام دہ بیڈ ہوگا اور پھر اسے کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا...... رات کو لیٹے گا تو صبح کی خبر لائے گا لیکن ...” یہ زارا نے تو عجیب تماشا کر کے رکھ دیا...... خود تو آرام سے پڑ کر سوگئی ہوگی مجھے جگا کر بٹھا دیا۔ میں بھی اسے سونے نہیں دوں گا...... دیکھتا ہوں اس کاری ایکشن آج رات ہی آجاتا ہے یا صبح تک کا انتظار کرے گی...... اگر آج رات ہی اس کاری ایکشن آجاتا ہے تو اس سے یہ پتا چلے گا کہ یہ صبح مجھ سے کیا بات کرنا چاہ رہی ہے، مجھے کیوں بلا رہی ہے؟“ اس کے شیطانی دماغ نے فوراً ایک آئیڈیا اپنی گرفت میں لے لیا۔

اب اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس نے نیٹ آن کیا اور محمد رفیع کے پرانے گانے chase کرنا شروع کر دیے...... اسے ایک گانے کی تلاش تھی جو اچانک ہی اس کے ذہن میں گونجنے لگا تھا...... عموماً آج کے نوجوانوں کو ان گانوں کی بازگشت کبھی، کبھی سنائی دیتی ہے جو ماضی کا حصہ بن چکے ہیں...... لیکن وہ پرانے گانوں کا دلدادہ تھا...... خاص طور پر محمد رفیع کے شوخ گانے تو اس کی جان تھے...... پتا نہیں رفیع کے گانے سنتے ہوئے اسے ایسا کیوں محسوس ہوتا تھا کہ رفیع اسی کے جذبات کی ترجمانی کر رہا ہے۔ وہ ہر گانے میں خود کو ہیرو محسوس کرتا تھا کہ یہ اسی کے لیے لکھا گیا ہے... اور اس پر پکچرائز ہو رہا ہے۔ اس نے تیزی سے تلاش کرنا شروع کیا آخر کار اسے وہ گانا نظر آ گیا...... اس نے گانا سنا تھوڑا سا یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ اس کے اندر کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں...... کوئی الٹا سیدھا لفظ تو نہیں...... پتا چلا کہ وہ گلے پڑ گیا ہے...... یہ سونگ وہ زارا کو سینڈ کرنے کے لیے سرچ کر رہا تھا...... آج کل تو ہر کام میں بہت سہولت ہو گئی ہے۔ آپ اپنی پسند کی چیز کسی کے ساتھ آرام سے شیئر کر سکتے ہیں...... پھر اسے ایک میسج کر دے گا اور کہے گا اس نے اس کے ساتھ ایک ارجنٹ چیز شیئر کی ہے...... ذرا وہ سن لے...... پھر دیکھتے ہیں اس کے بعد وہ کیا کرتی ہے...... اس نے رفیع کا گانا پلے کر دیا...... رفیع کی آواز ماحول میں گونج رہی تھی اس نے فل والیوم کھولا ہوا تھا۔

کھویا کھویا چاند کھلا آسمان
آنکھوں میں ساری رات جائے گی
تم کو بھی کیسے نیند آئے گی

اس نے زارا کے ساتھ یہ گانا شیئر کیا...... پھر ایک voice note بھی سینڈ کر دیا...... وہ بھی بہت ہی معصومانہ آواز بنا کر......” کہ آپ کے ساتھ ایک زبردست چیز شیئر کی ہے kindly پہلے سن لیں بعد میں سونے کا موڈ بنائیں۔“
اس نے voice note send کیا اور سیل فون ایک طرف رکھ دیا...... کیونکہ وہ اکیلا نہیں جاگ رہا تھا۔

☆☆☆

دروازہ کھولنے والی میڈ تھی...... میڈ کو جاگتا اور سامنے پا کر پرنس نے طمانیت کی سانس لی...... تنے ہوئے اعصاب

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

خود ہی ڈھیلے پڑ گئے۔ البتہ پرنس کو سامنے پا کر میڈ کی حالت غیر ہو رہی تھی...... جیسے مجرم کے ٹھکانے پر اچانک چھاپا پڑ گیا ہو۔ اس نے بہ مشکل سلام کرنے کی ہمت کی...... پرنس سر کی جنبش سے جواب دیتا آگے بڑھ گیا۔ پرنس نے یہ دیکھ کر اللہ کا لاکھ، لاکھ شکر کیا کہ میڈ نے ساری صورتِ حال سنبھال لی تھی۔ اس کے پہنچنے سے پہلے ڈاکٹر کو خود جا کر لے آئی تھی۔

صندل ہوش میں تھی اور پرنس سے، بہت شرمندگی کے ساتھ بار، بار معذرت کر رہی تھی۔

''بچہ ہے ناں...... بس پریشان ہو گیا...... آپ کو اتنی رات کو زحمت دی......''

''اب تو جو ہونا تھا ہو چکا...... یہ بتائیں کہ ہوا کیا تھا......؟ ثوبان بتا رہا تھا کہ آپ اچانک گر کر بے ہوش ہو گئی تھیں؟'' پرنس نے صندل کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنی رسٹ واچ پر نظر دوڑاتے ہوئے قدرے فکرمندی سے پوچھا۔

''جی...... کبھی، کبھی مجھے ایسے فٹس پڑتے ہیں...... ایک مرتبہ سر کے پچھلے حصے پر چوٹ لگی تھی اور میں آئی سی یو پہنچ گئی تھی...... اس کے بعد سے کبھی، کبھی ایسا ہو جاتا ہے۔'' صندل شرمسار اور عاجزانہ انداز میں گویا ہوئی۔

''چوٹ کیسے لگی تھی......؟'' پرنس نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس پر ایک نگاہ کی جو ویسے ہی اس کے سامنے بہ مشکل نظریں اٹھاتی تھی...... گویا احسان مندی کا سارا بوجھ پلکوں پر ہی دھرا رہتا تھا۔

ثوبان میڈ کے پاس باہر لاؤنج میں تھا۔ پرنس دروازے کے قریب کھڑا صندل کی خیر خیریت دریافت کر رہا تھا اس طرح سے کہ اسے باہر صوفے پر بیٹھے ہوئے ثوبان اور میڈ بھی صاف نظر آ رہے تھے۔

پرنس کے سوال پر صندل یوں خاموش ہو گئی جیسے جواب دینا نہیں چاہتی پھر قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

''چوٹیں تو لگتی رہتی تھیں...... ایک دن سر پر کچھ زیادہ لگ گئی......'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔

پرنس جواب سن کر یوں شرمندہ و نادم ہوا گویا ان چوٹوں کا ذمے دار وہ خود ہو۔

''اب میں چلوں گا...... آپ اپنا خیال رکھیے...... میں اس شخص کی ضمانت نہیں ہونے دوں گا...... جرم ثابت ہے تو پھر سزا ضرور ملنی چاہیے...... آپ ریلیکس کریں...... اللہ حافظ......'' یہ کہہ کر وہ صندل کی طرف نگاہ کیے بغیر باہر آ گیا۔

ثوبان اسے دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھا...... اور سہمی، سہمی نظروں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

''انکل آپ جا رہے ہیں؟''

پرنس نے پیار سے ثوبان کا گال چھو کر اثبات میں سر ہلایا اور میڈ کی طرف دیکھا جو پرنس کو سامنے پا کر مؤدبانہ سر جھکا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''آپ نے بہت loose کیا ہے...... اور مجھے بہت تکلیف دی......'' پرنس نے اب بے تاثر و سپاٹ لہجے میں ملازمہ کی سرزنش کی۔

''آئی ایم سوری......'' میڈ نے گھبرا کر معذرت کی۔

''آج کے بعد ثوبان سے پہلے آپ نہیں سوئیں گی...... خدانخواستہ کوئی ایمرجنسی ہو تو میرے پاس آپ کا فون آنا چاہیے...... ثوبان کا نہیں......''

''سر آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا...... وہ بچہ ہے اس نے گھبرا کر آپ کو فون کر دیا......''

''آئی ڈونٹ نو...... بٹ میں تو آپ کو چارج کروں گا۔'' پرنس کا سرد انداز اتنا پُراثر تھا کہ میڈ پر کپکپاہٹ طاری ہو رہی تھی۔ وہ بہ مشکل تھوک نگل کر اپنا حلق تر کر رہی تھی۔

ثوبان بچہ ضرور تھا مگر وہ بھی پرنس کے لب و لہجے کی تبدیلی کو محسوس کر رہا تھا۔

''بچوں کو جلدی سونا چاہیے۔'' پرنس نے جھک کر ثوبان کے گال چھو کر کہا۔

"early to bed early to rise it makes man healthy wealthy

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

"and wise" ثوبان بھی کچھ نیا محسوس کرتے ہوئے بہت محتاط اور سہا، سہا تھا...... جلدی سے گردن ہلا کر پرنس کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ وہ اس کی بات ضرور مانے گا۔

میڈ نے جلدی سے ثوبان کا ہاتھ تھاما...... اور صندل کے کمرے کی طرف چل پڑی۔

''بہت بڑا نقصان ہوا ہے آج...... سفینہ کا دل ٹوٹا ہے...... شاید تم مجھ سے شدید محبت کرنے لگی ہو...... جب محبت خالص ہوتی ہے تو آزمائی جاتی ہے، میری تڑپ نے تمہیں بھی تڑپا کر رکھ دیا......'' وہ اپارٹمنٹ سے باہر آ کر کار کی طرف بڑھتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

''کیسے مناؤں گا تمہیں......؟ بالکل اناڑی ہوں۔''

☆☆☆

زارا نے دس مرتبہ کا پڑھا ہوا پالو کوئلو کا ناول ہاتھ میں لے تو لیا مگر طبیعت مائل نہ ہوئی۔ مزہ تو تب آتا ہے جب دل نے خود یہ تقاضا کیا ہو کہ پڑھی ہوئی چیز کو دوبارہ پڑھا جائے...... اب وقت گزارنے کے لیے ناول کھول تو لیا تھا مگر یوں لگ رہا تھا جیسے نظر نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے...... سطریں اوپر نیچے چھلانگیں مارتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں...... اس نے تنگ آ کر وہ ناول ایک طرف پٹخ دیا...... کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا جتنا سوچنا تھا سوچ چکی تھی۔ اب ذہن بالکل خالی گنبد کی طرح تھا۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ سوچتے، سوچتے ایک مقام ایسا آتا ہے جب دماغ مزید کام کرنے سے معذرت کر لیتا ہے اور اس کے بعد انسانی ذہن خالی گنبد کی طرح ہو جاتا ہے...... اسے آوازیں بھی آتی ہیں، نظر سے دکھائی بھی دیتا ہے...... مگر کوئی خیال ایسا نہیں ہوتا جس کی گرفت کی جائے یا جسے اہمیت دی جائے۔

معاً اس کے فون کی اسکرین روشن ہوئی تو اسے یہ خیال آیا کہ شاید کوئی میسج ہے...... آج کل موبائل پر پیغامات وغیرہ کا تو ایک عذاب اترا ہوا ہے...... کوئی فوڈ چین والے ہوں یا برانڈڈ کپڑے، جوتے بنانے والے...... صبح آنکھ کھلتے ہی ایک یلغار ہو جاتی ہے...... اور ان باکس اتنا بھر جاتا ہے کہ اسے خالی کرنا بھی ایسے ہی لگتا ہے جیسے کسی نے جبراً کوئی ڈیوٹی لگا دی ہو...... اس نے طوعاً و کرہاً سیل فون اٹھا کر چیک کیا...... اور بری طرح چونک پڑی...... اس نے ساحل کا نمبر سیو کر لیا تھا...... ساحل کا وائس نوٹ واٹس ایپ پر آیا تھا...... وہ حیران ہو کر چند ثانیے تو دیکھتی رہی۔

''اُف خدایا، اسے کیا مصیبت آئی ہے...... اسے مجھ سے کیا بات کرنی ہے، ساری بات تو اماں سے کر چکا ہوگا......'' زارا نے کوفت اور تجسس کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ بڑبڑاتے ہوئے میسج واٹس ایپ اوپن کیا...... ماحول میں ساحل کی آواز گونجی......

''میں نے آپ کے ساتھ ایک بڑی زبردست چیز شیئر کی ہے آپ سے ریکوئسٹ کر رہا ہوں کہ سونے سے پہلے ضرور سنیے گا...... صبح کو سنیں گی تو بہت افسوس کریں گی...... ابھی سنیے......'' اس کے ساتھ ہی ساحل کی آواز cell سے آنا بند ہو گئی۔

زارا ہکا بکا فون کی طرف دیکھنے لگی۔

''ایسا کیا شیئر کیا ہے اس نے مجھ سے...... کیا مصیبت آئی تھی اسے اس وقت...... بس بات ہو گئی کہ صبح ملنا ہے، اب ساری رات یہ حرکتیں کرتا رہے گا...... اس کے تو دماغ ٹھکانے لگا دوں گی میں...... اسے پتا نہیں کون ہوں میں...... میرا نام زارا ہے...... زارا میں زندگی میں کبھی نہیں بھول سکتی کہ یہ ساحل ہے...... جب یہ پہلی مرتبہ مجھے ملا تو اس کے پاس بائیک ٹھیک کرانے کے لیے پیسے بھی نہیں تھے......'' اس کے ہونٹوں پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ ابھری اور اس نے چیک کرنا شروع کیا کہ آخر اس نے کیا چیز شیئر کی ہے...... اور سونگ سننے کے بعد تو اس کے دماغ کے پرخچے اڑ گئے۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

"ارے ابھی میں نے اس سے بات بھی نہیں کی اور اتنی اونچی ہواؤں میں اڑنے لگا.....اُف خدایا.....اس نے میری ساری رات برباد کر کے رکھ دی ہے.....کتنا چھچھورا ہے، لگتا ہے آج تک کسی لڑکی نے اسے لفٹ ہی نہیں کرائی.....اماں نے پتا نہیں کیا، کیا باتیں کی ہیں.....میں تو اسی لیے اس سے ملنا چاہ رہی ہوں تا کہ مجھے پتا چل جائے اماں نے اس سے کیا، کیا باتیں کی ہیں.....تا کہ پھر میں بھی پلان کروں کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔"

زارا نے پورا گانا سننے کے بجائے فون ہی powered off کر دیا.....اور پٹخنے کے انداز میں ایک طرف رکھ دیا۔

"اوہ مائی گاڈ....." اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔" اس نے میرے ساتھ سونگ شیئر کیا ہے.....اُف خدایا اس کی اتنی ہمت.....ہاں مگر.....اتنی ہمت اسے اماں نے ہی دی ہے ناں.....ٹھیک ہے اماں، آپ کا جو دل چاہے اسے دیتی رہیں پھر جو میرا جی چاہے گا میں اس سے لیتی رہوں گی....." اس نے دانت پیس کر دیوار کی طرف یوں گھورا گویا اسے وہاں جان کے دشمن قطار باندھے نظر آ رہے ہوں.....

☆☆☆

پرنس زندگی میں پہلی مرتبہ نامانوس سے احساسات سے دوچار تھا۔

گھر واپس آنے کے بعد عادتاً سونے سے پہلے شاور لینے کے بعد بھی ایک عجیب سی بے کلی محسوس کر رہا تھا۔

گاہے، گاہے اس کی نگاہ وال کلاک کی طرف اٹھ جاتی تھی.....لاشعوری طور پر گویا اندازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ صبح ہونے میں کتنا وقت ہے۔

احساسات نامانوس تھے مگر بوجھ محسوس ہوتا تھا.....احساسات تو نامانوس اس لیے تھے کہ زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی کی محبت میں مبتلا ہوا تھا۔

ایک مصور کی تصوراتی دنیا میں ہر دم ایک پیاری سی معصوم سی لڑکی فلک کی چلمنوں سے جھانک، جھانک کر مسکراتی تھی پھر چلمنیں گرا دیتی تھی.....پھر اچانک اس لڑکی کو جو دل گیا اور وہ سامنے آن کھڑی ہوئی.....اس کی دوستی خیال ہی خیال میں اتنی پختہ ہو چکی تھی کہ جب وہ مجسم سامنے آئی تو بالکل بھی اجنبی نہیں لگی۔

"یہ تو وہی ہے....." روح نے خوشی سے چلا کر سناٹے کو آوازوں سے بھر دیا تھا۔ زیادتی کی انتہا ہی ہو گئی.....

اس نے اداسی سے سوچا اور ٹاول سے بال خشک کرنے لگا۔ بے کلی اور شدید خنکی.....

"نیند تو اسے بھی نہیں آئے گی....."

پرنس کو وہی بے چینی لاحق تھی.....جو وصل سے پہلے محبوب و محب کو بری طرح تڑپاتی ہے.....شاید زندگی میں پہلی بار سونے کا ارادہ کرنے کے بعد یوں جاگ رہا تھا کہ سونے سے کوئی بڑا نقصان نہ ہو جائے.....جیسے بے در و دیوار کے ٹھکانے میں دبکا ہوا مسافر.....اپنی پونجی بغل میں دبائے ہر آن چوکنا ہو.....

معاً اس نے مراقبہ کرنے کی نیت کی.....کہ صرف ایک واحد راستہ تھا جو اسے پُرسکون کر سکتا تھا۔

اس کی نیند کا دورانیہ تو یوں بھی بہت کم تھا۔ مراقبے کے عادی لوگ تھوڑی دیر کی نیند کے بعد ہی تر و تازہ اور عملی ہو جاتے ہیں.....مراقبے سے پہلے وہ سانس کی مشق کے ارادے سے کمرے سے باہر آ گیا اس کا رخ لان کی طرف تھا۔

☆☆☆

دن تو جیسے تیسے گزر ہی گیا تھا۔

مگر آج کی رات تاجور کے دل و دماغ میں نام کو سکون نہیں تھا۔ دن بھر کی تھکا دینے والی مصروفیات.....پھر زارا کے معرکے سے نبرد آزمائی کے بعد شدید اعصابی ٹوٹ پھوٹ.....ان کے لیے آسان نہیں تھا کہ وہ بستر پر لیٹتے ہی گہری نیند میں ڈوب جائیں.....بحالتِ مجبوری انہوں نے بیڈ روم فریج سے یخ ٹھنڈا پانی نکال کر tranquilizer لی

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

(سکون آور دوا)... تھی۔

صبح کو ایک نیا معرکہ درپیش تھا...... جس کے لیے ضروری تھا کہ ان کا ذہن ہر طرح کی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے مکمل تیار ہو...... ٹرنکولائیزر لینے کے بعد بھی انہیں فوراً نیند آ گئی۔ ایک خیال بار، بار روشنی کے جھماکے کی طرح ذہن کے پردے پر ابھرتا تھا...... ''یہ زارا تو میری سوچ سے بھی زیادہ احمق نکلی...... کتنے آرام سے اس نے پرنس کا نام لے لیا...... اب اتنی چھوٹی بچی بھی نہیں ہے جیسے اتنا شعور نہ ہو کہ وہ اپنی بہن کے منگیتر کے بارے میں بات کرنے جا رہی ہے...... میرے خدایا......!'' تاجور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دبانے لگیں۔

''میرے تو وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ زندگی میں کبھی اس طرح کی سچویشن کو بھی فیس کرنا ہوگا...... شکر ہے کہ سفینہ یہاں سے بہت دور ہے...... اگر گھر میں ہوتی تو یونہی چلتے پھرتے زارا کے منہ سے نکلے ہوئے یہ الفاظ سن لیتی تو کیا ہوتا...... ساری عمر کی ریاضتیں پل بھر میں اکارت چلی جاتیں...... دل و جان سے کوشش کی اور اللہ میری نیت جانتا ہے کہ زارا کو میں نے بالکل اپنی اولاد کی طرح سینے سے لگایا تھا...... اگر میں زارا کے ساتھ مخلص نہ ہوتی تو اپنی بیٹی سے حقائق ضرور شیئر کر لیتی...... لیکن میں نے تو کبھی سفینہ کو بھی ہوا نہ لگائی کہ زارا اس کی سگی بہن نہیں ہے...... میں نے بہت گہرا مشاہدہ کیا...... بہت دنوں تک واچ کیا...... یہ فیصلہ کرنا میرے لیے کوئی آسان کام نہیں تھا...... میں نے اپنے بزنس کو پھیلانے کے لیے بڑے، بڑے فیصلے مردانہ وار کیے...... لیکن یہ فیصلہ کرنا ان تمام فیصلوں سے زیادہ بڑا تھا...... اس لیے کہ میں زارا کے لیے بھی وہی کچھ چاہتی تھی جو مجھے سفینہ کے لیے چاہیے تھا...... لیکن جس عورت نے بیس بائیس سال مردوں سے زیادہ محنت کر کے اپنا ایک مقام اپنا ایک اسٹیٹس mantain کیا ہو وہ ایک لے پالک بیٹی کے ہاتھوں گنوانے کی ہمت نہیں کر سکتی...... کوئی خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا...... ایک بیوہ عورت کے پاس ساری زندگی کی کمائی وہ عزت ہی تو ہوتی ہے جو معاشرہ اسے دیتا ہے...... میں نے بالکل ٹھیک کیا مجھے کوئی ملال نہیں...... آخر کار لڑکی کی شادی کرنا تھی...... کسی سے تو کرنا تھی...... ساحل میں آخر برائی کیا ہے...... سنبھال لے گا وہ اسے...... لیکن مجھے کتنا خیال کرنا ہوگا...... بہت احتیاط کرنا ہوگی کہ یہ بے وقوف لڑکی زندگی کے کسی موڑ پر سفینہ کے سامنے یہ فضول قسم کی بکواس نہ کر بیٹھے جو اس نے آج میرے سامنے کی...... سفینہ بہت حساس ہے...... اس کے لیے یہ سب کچھ برداشت کرنا ممکن نہیں ہوگا...... اسے تو میں نے نازوں سے پالا ہے...... محنتیں اور مشقتیں تو میں نے اپنے لیے طے کی تھیں......'' تاجور نے تیسری دفعہ کروٹ بدلی...... اور دونوں ہاتھ گال کے نیچے دبا کر پوری کوشش کرنے لگیں کہ کسی طرح سو جائیں۔

☆☆☆

الارم کی آواز کسی بگلِ حشر سے کم نہیں تھی اسے تو یوں محسوس ہوا جیسے ابھی، ابھی آنکھ لگی تھی کہ کسی نے جھنجوڑ کر اٹھا کر بٹھا دیا...... سر کو کئی بار جھٹکا تو یاد آیا کہ یہ الارم تو اس نے اس لیے لگایا تھا کہ آپا کو ائرپورٹ لینے جانا ہے...... افوہ اتنی گہری نیند کہ آنکھیں کھل کر نہیں دے رہی تھیں...... اس پر مستزاد یہ خیال کہ ابھی اسے ڈرائیو کر کے ائرپورٹ جانا ہے...... عجیب سی بے بسی کی کیفیت تھی دل چاہ رہا تھا کہ ساری دنیا کو آگ لگ جائے بس...... اسے کوئی اٹھائے نہیں...... وہ لمبی تان کر سو جائے...... وہ یہ سوچنے کے ساتھ ہی جتنا اٹھا تھا...... اسی انداز میں تکیے پر سر رکھ کر اوندھا ہو گیا...... لیکن جب نیند ٹوٹ جاتی ہے تو ذہن اپنا کام کرنا شروع کر دیتا ہے...... جب تک تکیے پر گرا نہیں تھا تب تک تو عزم صمیم تھا کہ اب جو مرضی ہوتا رہے وہ تو سو رہا ہے...... لیکن جیسے ہی ذہن جاگا اور متحرک ہوا تو ایک دم...... گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ ''اوہو...... آپا کے پہنچنے میں تو آدھا گھنٹا بھی نہیں رہا...... مجھے تو یہ اندازہ تھا کہ میں بس آدھے گھنٹے کے اندر، اندر ائرپورٹ پہنچ جاؤں گا...... جب تک آپا اندر سے سامان لے کر باہر آ جائیں گی۔'' احساسِ ذمے داری نے اعصاب میں جو ارتعاش پیدا کیا تو اب وہ قدرے سکون سے سیدھا ہو گیا۔ ''لو بھئی صبح ہو گئی آخر کار......'' اس نے

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

گہری سانس لے کر اب دوبارہ موبائل اٹھایا......اور یوں میسج چیک کرنے لگا......جیسے کسی محبت نامے کا انتظار ہو......کیونکہ دھیرے، دھیرے جاگتا ہوا ذہن......اب اسے گزری ہوئی رات کی طرف واپس موڑ رہا تھا۔

جیسے ہی نیند کا پردہ سرکا زارا سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ”بہت پکی ہے، میں تو سوچ رہا تھا کہ فوراً فون کرے گی اور اپنی پیاری، پیاری سی عادت کے مطابق جی بھر کر کھری، کھری سنائے گی......اور مجھے پتا چل جائے گا کہ آخر وہ مجھ سے کیوں ملنا چاہ رہی ہے......نہیں بھئی یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے......لیکن ہم بھی اس کو بڑے والے ”bowl“ میں ڈالیں گے......بالکل سیدھا کر دیں گے۔“

اس نے سیل فون رکھ کر دونوں ہاتھ ایک دوسرے میں پھنسا کر زوردار انگڑائی لی......ذہن اب مکمل طور پر جاگ گیا تھا......اور نئے کھلنے والے محاذ کے لیے بالکل تیار تھا۔

”چلو بھئی آپا کو ائرپورٹ سے لے کر آتے ہیں......پھر آپا سے کہتے ہیں آپ بہت تھک گئی ہوں گی......بقول آپ کے جانے سے پہلے تو سر پر سفر ہو جاتا ہے......اب آپ تھوڑی دیر سو جائیں، جی بھر کر آرام کیجیے......میں ذرا دو چار کام نمٹا کر آتا ہوں......آپا سوئیں گی اور میں اس کڑوے بادام کے پاس جا کر پتا کروں گا کہ آخر وہ مجھے اس عظیم سعادت سے کیوں نوازنا چاہ رہی تھی۔“ اس نے گہری سانس لی اور موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کر بیٹھ گیا۔

غضب کی قوتِ ارادی تھی اس کی بہت جلد ہی خود پر کنٹرول کر لیتا تھا......شاید جن کے منصوبے بہت عظیم ہوتے ہیں ان کے اعصاب بھی بہت مضبوط ہوتے ہیں۔

☆☆☆

”اے لڑکی......اے لڑکی......! کیا تم یہاں یونیورسٹی کے ہاسٹل میں لمبی تان کر سونے کے لیے آئی ہو......؟ اس دن کے لیے تمہاری ماں نے اتنی محنت کی تھی؟ کیا، کیا خواب دیکھے تھے اور تم......اب دن میں بھی خواب دیکھا کرو گی اور اپنی ماں کے خواب کا ستیاناس کرو گی......آخری دفعہ اٹھا رہی ہوں اب نہیں اٹھاؤں گی......“ ماہین نے اب تقریباً پانچویں مرتبہ سفینہ کو جگانے کی کوشش کی تھی......ہر مرتبہ سفینہ بہ مشکل آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھتی......پھر اثبات میں گردن ہلاتی جیسے وہ جاگ گئی ہے اور اشارے کی زبان میں کہہ رہی ہے کہ ہاں ٹھیک ہے......بس......تم اپنا کام کرو میں جاگ گئی ہوں......

ماہین اپنے چند ضروری کام نمٹا کر دوبارہ اس طرف متوجہ ہوتی تو دیکھتی کہ وہ پھر تکیہ بغل میں دبائے سو رہی ہے......اب تو حد ہو گئی تھی، ماہین کی نظریں گھڑی پر تھیں، اسے اب کالج پہنچنے کی عجلت تھی اور سفینہ کا یہ بے سدھ سونا اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

”ارے میں تو سو گئی تھی......کیا تم ساری رات پرنس سے باتیں کرتی رہیں......اب ظاہر ہے یہ حرکتیں کرو گی تو کب سوؤ گی، کب اٹھو گی......بس بھیا ہو گئیں تمہاری تو پڑھائیاں اب تو دوسری قسم کی پڑھائیاں شروع ہو گئی ہیں......میں جا رہی ہوں، تمہاری مرضی تم جاگو یا رات تک پڑی سوتی رہو......مجھے لگ رہا ہے تمہاری زندگی بھی اب الوؤں والی شروع ہو جائے گی......ویسے تو ہم اسٹوڈنٹس کی زندگی تو ہوتی ہی الوؤں والی ہے لیکن پھر بھی......کم از کم دن میں بھی پڑھتے تو تھوڑی سی بچت ہو جاتی ہے......ہمارا الو کے بجائے کوئی اور اچھا سا نام ہونا چاہیے۔“

ماہین اپنی طرف سے لمبی سی تقریر کر کے پوری کوشش کر رہی تھی کہ وہ سفینہ کو بستر سے اٹھا کر کھڑا کرنے میں کامیاب ہو جائے......لیکن سفینہ کے کان پر تو جیسے جوں ہی نہیں رینگ رہی تھی......ایسے بدمست انداز میں سو رہی تھی کہ ماہین بس اپنا سر پکڑ کر اس کی طرف دیکھتی رہ گئی......عجیب بے بسی کی کیفیت تھی، اپنی ہر طرح کی صلاحیت تو وہ آزما چکی تھی......اب اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دے اور اپنی راہ لے۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

اس نے اپنی کتابیں جلدی، جلدی سمیٹیں اور...... سفینہ کی طرف دیکھا...... "دیکھو میں تو خود لیٹ ہوگئی تھی اسی لیے میں آج ناشتا بھی نہیں کر رہی...... پیریڈ آف ہوگا تو کیفے ٹیریا جاکر کچھ کھالوں گی...... اگر تم انسان کا بچہ بننے کے موڈ میں ہو تو ناشتا کرنے کی ضرورت نہیں بس اٹھو تیار ہو...... اور فوراً پہنچ جاؤ...... پھر ہم اکھٹے کیفے ٹیریا میں ناشتا کرلیں گے...... او کے۔"

ماہین عادت سے مجبور تھی...... مایوس ہی نہیں ہوتی تھی...... ہر چند کہ اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ بس اور اسے کچھ نہیں کہے گی پھر بھی اس نے دروازے کے پاس رک کر ایک نئے سرے سے تقریر کرڈالی...... اور ساتھ، ساتھ وہ بغور دیکھ رہی تھی کہ اس کے ان تمام زریں کلمات کا سفینہ پر کتنا اثر ہوا۔

مگر اس کی حالت بدستور تھی...... ماہین دانت پیستی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی...... اور جاتے، جاتے دروازہ بند کرنا نہیں بھولی۔

☆☆☆

"اچھا ٹھیک ہے سونے دو اسے......" تاجور نے ملازم کے چہرے پر ایک سرسری سی نگاہ دوڑاتے ہوئے کھوئی، کھوئی سی کیفیت میں کہا۔

"جاؤ تم اپنا کام کرو......"

ملازم جو اب اگلے حکم کا منتظر تھا اسے انہوں نے وہاں سے ٹہلا دیا پھر ناشتے کے لوازمات پر ایک نگاہ ڈال کر...... کلائی میں بندھی گھڑی پر ایک نگاہ ڈالی...... آج وہ کافی لیٹ ہوگئی تھیں...... اپنے معمول سے تھوڑا سا ہٹ گئی تھیں...... عموماً وہ آٹھ بجے سے پہلے، پہلے ناشتے سے فارغ ہوجاتی تھیں، زیادہ تر تو زارا ناشتے کی میز پر ان کے ساتھ ہی ہوتی تھی...... کبھی، کبھی اسے دیر ہوجائے تو وہ اکیلے ہی ناشتا کرلیتی تھیں...... اس وقت بھی وہ بڑے سے ڈائننگ ہال اور چوبیس کرسیوں والی وسیع و عریض ڈائننگ ٹیبل پر تنہا ناشتا کررہی تھیں...... انہوں نے آج کے بعد دیگرے دو کپ چائے اور صرف ایک سلائس پر تھوڑا سا مکھن لگا کر کھایا تھا...... اور یہ ان کا آج کا کل ناشتا تھا...... کھانے پینے کی طرف طبیعت ہی نہیں جارہی تھی...... اور چائے بھی دو کپ انہوں نے اس لیے پی لی تھی کہ رات بھر جاگنے کی وجہ سے سر بھاری، بھاری ہورہا تھا...... ملازم کو انہوں نے زارا کو بلانے بھیجا تھا...... اس نے آکر بتایا۔

"بی بی سو رہی ہیں، آج کالج نہیں جائیں گی۔"

تاجور سوچ رہی تھیں "چلو اچھا ہی ہے...... آج یہ گھر پر رہے۔ گھر سے باہر چلی جاتی تو فضول میں ذہن الجھا رہتا...... پتا نہیں اس نے ساحل کا نمبر مجھ سے کیوں لیا تھا...... اس سے کوئی بات کی ہے؟ مگر یہ اس سے کیا بات کرسکتی ہے...... لیکن نمبر تو لیا ہے اور نمبر لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بات ضرور کی ہوگی...... اگر میں پوچھوں گی تو کون سا مجھے بتائے گی...... یہ تو مجھے بھی اب اچھی طرح پتا چل گیا ہے کہ جھوٹ بولنے میں اسے کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی......"

تاجور کا ذہن بہت بری طرح الجھ رہا تھا...... زندگی اچانک بہت تکلیف دہ ہوگئی تھی...... انہوں نے زندگی میں آسانیاں بہت کم جبکہ مشکلات بہت زیادہ دیکھی تھیں...... اور ان تمام مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا تھا...... مشکلات ضرور تھیں، تکلیف نہیں تھی اب مشکل بھی تھی اور تکلیف بھی...... تکلیف اس طرح سے کہ کچھ بھی واضح نہیں تھا...... آنے والے لمحات میں کچھ بھی ہوسکتا تھا...... اچانک انہیں کچھ خیال آیا...... وہ بری طرح چونک پڑیں...... اور ایک دم بدحواس سی ہوکر اپنی رسٹ واچ پر نظر دوڑائی۔

"او مائی گاڈ...... آج تو ساحل کی بہن نے بھی گھر آنا ہے...... آفس جانا ہے، اتنے سارے کام نمٹانے ہیں...... کتنے کام ہیں...... یا اللہ مجھے کیا ہوتا جارہا ہے۔ ایسی حالت تو میری کبھی نہیں ہوئی...... یہ لڑکی خود تو پاگل ہے،

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

لگتا ہے مجھے بھی پاگل کر کے چھوڑے گی......'' ان کی جھنجلاہٹ غصے میں تبدیل ہوگئی......اور غصے کا سارا بہاؤ زارا کی طرف منتقل ہوگیا......انہوں نے دو تین دفعہ اپنا سر جھٹکا......جیسے کوئی بوجھ اتار کر پھینکنے کا جتن کر رہی ہوں......پھر کرسی دھکیلتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

کرسی کھسکنے کی آواز سنتے ہی نوکر، بوتل کے جن کی طرح آنازل ہوا......اور سوالیہ نظروں سے تاجور کی طرف دیکھنے لگا......تاجور نے اس کی طرف دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا۔

''ہاں ٹھیک ہے یہ سب اٹھا کر رکھ دو......زارا تو میرا خیال ہے دیر سے ناشتا کریں گی......اور دیکھو ڈرائیور کو کہو گاڑی تیار کرے......بس پانچ منٹ میں، میں آرہی ہوں۔''

وہ ابھی، ابھی کیفیت میں احکامات جاری کرتی ہوئی تیزی سے ڈائننگ ہال سے باہر چلی گئیں۔

☆☆☆

''ارے بھیا......جس وقت جہاز اڑا اس وقت مجھے بہت ڈر لگا......ارے مانو مجھے تو یوں لگ رہا جیسے سیدھا کھڑا ہو رہا ہے اور ہم سر کے بل پیچھے گرنے جا رہے ہیں شکر ہے فوراً ہی سیدھا ہوگیا۔'' آپا ساحل کے برابر میں بیٹھی اپنے سفر کی روداد بیان کر رہی تھیں۔

''ہاں تو وہ آپ پہلی دفعہ جہاز میں بیٹھی ہیں ناں اس لیے ایسا لگا ہوگا۔''

''اے ہاں! تم تو جیسے جہاز میں ہی پیدا ہوئے تھے......تم کتنی دفعہ جہاز میں بیٹھے ہو ذرا یہ تو بتاؤ؟''

آپا نے سخت برا منا کر ساحل کی طرف دیکھا تھا۔

''ارے آپا! آپ تو جہاز میں بیٹھ بھی گئیں میں نے تو ابھی اسے اندر سے بھی نہیں دیکھا......بس کبھی، کبھی اپنے اپارٹمنٹ کی بالکنی سے ائرپورٹ سے جہازوں کو اڑتا ہوا جب دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں ایک دن آئے گا ہم لوگ زمین پر پاؤں کم ہی رکھا کریں گے......زیادہ تر تو ہواؤں میں ہی اڑا کریں گے۔'' ساحل نے یہ کہہ کر اپنی ہی بات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے زبردست قہقہہ لگایا تھا۔

آپا نے ذرا ہونق سی شکل بنا کر ساحل کی طرف دیکھا اور پھر بڑی سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔

''اے ہاں......واقعی......میری قسمت تو تم سے اچھی ہے، لو بتاؤ میں تو جہاز میں بھی بیٹھ گئی تم نے تو جہاز کو اندر سے بھی نہیں دیکھا......ارے تم کراچی آئے تھے تو بس سے ہی آئے تھے ناں......؟'' آپا حافظے پر زور ڈال کر ماضی کھنگالنے لگیں۔

''بس بھی کریں آپا......آپ یہ والی باتیں میڈم تاجور کے گھر کرنے نہ بیٹھ جایئے گا......بڑی مشکل سے اپنا ایک امیج بنایا ہے، بہت عزت کرتی ہیں میڈم ہماری......''

''ارے وہ تو صاف پتا چل رہا ہے، بیٹی دینے کو تیار ہوگئی ہیں، اس سے زیادہ عزت کیا دیں گی، یہ بھی کوئی بتانے والی یا جتلانے والی بات ہے۔''

آپا یہ کہہ کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگیں......اچانک انہیں خیال آگیا تھا کہ اتنی مدتوں کے بعد وہ کراچی شہر آئی ہیں......ذرا اچھی طرح سے تو دیکھیں کیا کچھ ہوگیا......کیا تبدیلیاں آگئیں۔

''آئے ہائے میں تو سوچ رہی تھی کہ کراچی بہت خوب صورت ہوگیا ہوگا، پہلے میں آئی تھی زمانے ہوگئے اس بات کو ارے پہلے اکا دکا گاڑیاں چلتی تھیں......اس زمانے میں کار ہر کسی کے پاس تھوڑی ہوتی تھی......اب جب سے یہ ادھار قرضوں میں کاریں ملنے لگی ہیں......مانو لوگوں نے تو سائیکلوں کی طرح کاریں خریدنا شروع کر دی ہیں......تم نے کیا یہ کار بینک سے ملی ہے قرضے پر لی ہے؟''

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

آپا کو اچانک خیال آیا کہ ان کے بھائی کی کار تو بہت شاندار ہے جبکہ اس کی تنخواہ اب اتنی تو نہیں ہوگی کہ کار لے کر بیٹھ جائے۔

''ارے آپا یہ کار مجھے میڈم نے دی ہے..... میں نے کون سا اپنی جیب سے لی ہے اور اللہ نہ کرے میں بینک کے قرضوں سے کاریں خریدتا پھروں..... اور اب تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے میڈم تاجور کی ساری گاڑیاں سمجھو اپنی ہی ہیں۔''

''ہاں، ہاں، ماشاء اللہ..... ماشاء اللہ.....''

آپا کو اچانک خیال آیا کہ ان کا بھائی بہت خوش قسمت ہے اس کے اوپر تو ہما کا سایہ پڑ گیا ہے..... بس چند دن گزرنے کی دیر ہے پھر ان کا بھائی بادشاہوں جیسی زندگی گزارے گا۔

''ہاں، ارے ہر کسی کو نہ بتانا..... جلنے والے بہت ہوتے ہیں، نظر لگ جاتی ہے..... تم نے سنا نہیں نظر بد تو ایسی چیز ہے اونٹ کو ہانڈی میں بند کر دیتی ہے..... بندے کو قبر میں اتار دیتی ہے۔''

''ارے آپا..... کیا ہو گیا ہے صبح ہی صبح آپ نے قبر کفن کی باتیں شروع کر دیں، میں نے بھی آپ کو خوشیوں بھری اچھی، اچھی باتیں کرنے کے لیے اس شہر میں بلایا ہے۔''

''ارے میں تو ایک مثال دے رہی تھی.....'' وہ برا مان گئیں۔

''آپا تو آپ اچھی مثالیں بھی دے سکتی ہیں، گلاب کے پھولوں سے بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں اور ماؤنٹ ایورسٹ کی مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں..... مثلاً آپ یہ کہہ سکتی ہیں کہ ماشاء اللہ، ماشاء اللہ میرے بھائی کا مقدر تو بہت بلند ہو رہا ہے..... ماؤنٹ ایورسٹ سے بھی اونچا جا رہا ہے اور مثال کے طور پر.....''

''اچھا اب تم چھوڑو یہ اپنی مثالیں وثالیں.....'' آپا نے فوراً اس کی بات کاٹ دی۔

''پتا نہیں کہاں سے اب یہ شملہ، ماؤنٹ ایورسٹ اور فلانے، فلانے تم لے آئے..... مجھے سیدھے، سیدھے تم یہ بتاؤ میڈم تاجور کے کہنے پر لڑکی سے تم شادی کر رہے ہو لڑکی میں کوئی گن ہیں؟ تمہیں اچھی بھی لگتی ہے..... سمجھ میں بھی آئی ہے؟''

آپا کو جو سوالات گھر میں بہت زیادہ تنگ کر رہے تھے اور ساحل کے فون بند کرنے کی وجہ سے ابھی تک دل کے اندر ہی مچل رہے تھے..... انہوں نے ایک تواتر سے اگلنا شروع کر دیے۔

''ارے آپا آپ لڑکی دیکھیں گی تو بس دیکھتی رہ جائیں گی..... بس یوں سمجھیں کہ تصویر ہے تصویر.....''

''اچھا بہت خوب صورت ہے؟'' آپا نے خوش ہو کر ساحل کی طرف دیکھا۔

''خوب صورت لفظ تو..... ارے آپا لڑکیاں تو سب ہی خوب صورت ہوتی ہیں..... وہ تو کچھ خاص ہے، جنت کی حور ہی سمجھ لیں۔''

''ارے واہ..... ماشاء اللہ، اللہ میاں میرے بھائی کو نظر بد سے بچائے..... ارے میرے بھائی کی تو لاٹری نکل آئی..... دولت بھی مل رہی ہے اور حسین بیوی بھی..... اللہ دشمنوں کی نظر سے بچائے تو بس یوں سمجھو..... میں تو آج سے مصلے کی ہو گئی..... ارے ایک ہی میرا بھائی، اللہ مجھے میرے بھائی کی ہزاروں خوشیاں دیکھنی نصیب کرے، میں تو اب روزانہ منزل پڑھ کر تم پر دم کیا کروں گی۔''

''ہیں.....'' ساحل نے ایک جھٹکے سے بریک لگا کر آپا کی طرف دیکھا تھا۔

''اب آپ گھر واپس نہیں جائیں گی، یہیں رہیں گی؟''

''ارے بھیا توبہ ہے حد ہے بد لحاظی کی..... دل رکھنے کو ہی کہہ دیتے..... آپا اب وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے..... بھائی صاحب اور بچوں کو بھی یہیں بلا لیجیے، میرے ساتھ یہاں رہے گا..... ارے میں کون سا یہاں تمہارے

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

گھر میں دھرنا دینے آئی ہوں، تم نے مجھے بلایا ہے تو آ گئی ہوں...... میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ اب میں روزانہ منزل پڑھوں گی اور تمہاری فوٹو پر پھونک مار دیا کروں گی۔"

"اچھا...... فوٹو پر پھونک مارنے سے کیا ہوتا ہے...... یعنی فوٹو میں اور ایک زندہ انسان میں کوئی فرق نہیں ہوتا......؟"

"ارے بھئی ہمارے پیر صاحب کہتے ہیں فوٹو پر بھی پھونک مار دو تو اثر ہوتا ہے۔"

"واہ بھئی واہ...... ایسے پیر اللہ سب کو دے...... کیا آسانیاں ہیں، کاش کوئی ایسا پیر بھی ہوتا جو کہتا جہاز کی تصویر پر بیٹھ جاؤ، تم اپنی منزل پر پہنچ جاؤ گے۔"

ساحل اب آپا کی طرف شرارت بھری نظروں سے دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا...... اس کی اور آپا کی ان پیر صاحب پر بہت بحث ہوتی تھی۔ جن کی وہ مریدنی تھیں اور ان کی بتائی ہوئی تسبیحات چلتے پھرتے پڑھتی ہوئی نظر آتی تھیں۔

"اچھا دیکھو مذاق ہوتا ہے ناں تو اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے...... بزرگوں کی شان میں گستاخی بعض دفعہ مہنگی پڑ جاتی ہے۔ ارے یہ اللہ والے ہوتے ہیں ان کے موکل چاروں طرف گھومتے پھرتے ہیں اگر پیر کے متعلق کوئی الٹی سیدھی بات کہے تو یہ موکل اسے پریشان کر دیتے ہیں...... کوئی اچھی بات منہ سے نہیں نکال سکتے تو اپنی زبان بند رکھو...... میں تمہیں پہلے بھی کہتی تھی آج بھی کہتی ہوں...... خبردار جو تم نے پیر صاحب کو کچھ کہا۔" آپا نے اب اچھی خاصی جھاڑ پلا دی......

"اچھا، اچھا ٹھیک ہے بابا...... میرے باپ کی توبہ......"

"پھر تم باپ کا نام لے رہے ہو...... ارے انہیں دنیا سے گئے ایک عرصہ ہو گیا...... مرحوم کی روح کو تکلیف مت

جولائی 2018ء کا دلفریب شمارہ

خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ

ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ

مزید

محفلِ شعر و سخن
خطوط کی محفل اور
مرزا امجد بیگ کا دلنشیں انداز

استعارہ

روشنی اور امید...... بکھرے اور ٹوٹے ہوئے لوگوں کو مہمیز کرنے کا ایک ایسا خوب صورت استعارہ جو ناممکن کو ممکن کر دکھائے......
آخری صفحات پر ناہید سلطانہ اختر کا دلربا انداز

نااتفاقی

مختلف سمتوں میں محوِ سفر، بادشاہ اور مصاحبین کے مخالف اذہان اور حصولِ اقتدار کے خطرناک اور حیران کن عزائم کا قصہ...... ڈاکٹر ساجد امجد کے خیالات کی پرواز

رنگ آسماں

رنگ برنگے لمحات اور خونیں واقعات کے سائے سائے بڑھتے کرداروں کے انوکھے روپ...... اے، آر، راجپوت کے قلم کا جادو

وقت

اپنے دامن میں کبھی دبے دبے قدموں کی آہٹ اور کبھی کسی طوفان کی دھمک چھپائے اچانک پہنچی وقت کی بساط اور زبردست چالیں حسام بٹ کے قلم کی روانی

اس کے علاوہ

تنویر ریاض، منظر امام، اعتزاز سلیم وصلی، انجم فاروق ساحلی، شاہ زین رضوان اور زویا اعجاز کی خوب صورت تحریریں آپ کی منتظر

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

پہنچاؤ..... مرنے والے اپنے پیاروں کے ایصالِ ثواب کا انتظار کرتے ہیں..... ہنسی مذاق کی باتوں میں مرحومین کا ذکر نہیں کرتے.....''

''توبہ ہے آپا..... آپ تو بس بات پکڑنے کی ماسٹر ہیں، ہر بات پکڑتی ہیں آپ..... اب میں آپ کو پہلے سے بتا رہا ہوں کہ اب آپ ایک نند بننے جارہی ہیں، آپ کو پتا ہے ناں کہ یہ رشتہ تو ویسے ہی بدنام ہے۔ اور اگر نند کو بات بات پر پکڑنے کی عادت ہو تو..... بات بہت بگڑ جاتی ہے۔''

''ارے میں تو اپنے بھائی کو سمجھاتی بجھاتی ہوں..... میرا کسی اور سے کیا لینا دینا..... تمہاری شادی ہوجائے خیر سے تم اپنے گھر میں شاد و آباد رہو..... میں کون سا یہاں آرہی ہوں کسی کی ٹانگیں کھینچنے اور باتیں پکڑنے..... تم فکر نہیں کرو..... آپا کو بلاؤ گے تو آئے گی، ایسے منہ اٹھا کر نہیں آئے گی تمہارے گھر..... ارے ہماری بھی کوئی عزت ہے، اب بھی تم نے بلایا تو میں آگئی اور بھئی بلانا بھی چاہیے تھا..... لے دے کے تمہارا ہے ہی کون..... اب تمہارے شادی بیاہ کی ذمے داری تو مجھ پر ہی ہے۔ یقین کرو امیر الدین.....''

''آپا آپا..... آپا.....'' ساحل نے آپا کو ایک دم ٹوک دیا۔ آپا حیران ہوکر اس کی شکل دیکھنے لگیں۔

''اب کیا ہوا.....؟ اب تو میں اپنی بات کررہی تھی تمہاری بات تو نہیں پکڑی تھی۔''

''آپا یہاں پر مجھے ساحل کہتے ہیں امیر الدین میرا نام ہے مگر کوئی میرا یہ والا نام نہیں لیتا..... اور مجھے بھی یہ والا نام اچھا نہیں لگتا..... اس لیے میں نے شاعری شروع کی تھی اور اپنا ایک تخلص رکھ لیا تھا..... کیونکہ بندہ اپنا تخلص رکھ لے تو تخلص سے ہی مشہور ہوجاتا ہے..... اب تو آپ سمجھ لیں میرا نام ساحل ہے.....''

ساحل نے آپا کو سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''ارے کوئی ڈھنگ کا نام رکھ لیتے یہ ساحل..... سمندر، دریا، پہاڑ بھلا یہ کوئی نام ہوا۔''

''مثلاً..... مجھے کیا نام رکھنا چاہیے تھا آپ ہی بتادیں.....؟''

''اب تو رکھ لیا اب بتانے کا کیا فائدہ..... چھوڑو ہٹاؤ ان..... باتوں کو..... میں تو تم سے یہ پوچھنے جارہی تھی کہ انہوں نے ہمیں صرف چائے پر کیوں بلایا ہے..... کھانے پر کیوں نہیں بلایا..... بھئی دیکھو ناں بہن تمہاری اتنی دور سے آئی ہے..... اور پہلی مرتبہ لڑکی دیکھنے جارہی ہے تو اتنی دور سے آنے والے مہمان کو چائے پر ہی تو نہیں ٹرخانا چاہیے..... اور جب کہ مہمان بھی بہت خاص ہوں..... بھئی اپنے کو تو یہ بات سمجھ نہیں آئی..... ارے ان کے ہاں چائے ڈکار آئیں گے تو پھر کھانا کہاں کھائیں گے..... اب کیا تمہارے گھر آکر میں چولھا ہانڈی کروں گی، نہ بابا نہ..... میں بہت تھکی ہوئی ہوں کل سے جاگ رہی ہوں۔'' آپا نے صاف، صاف کہہ دیا۔

''میں آپ سے کھانا نہیں پکواؤں گا..... ان کے گھر چائے پینے کے بعد واپس آئیں گے، آرام کریں گے پھر میں آپ کو کراچی کے بہترین ہوٹل میں شاندار ڈنر کرواؤں گا.....''

''ارے میرا سوال تو اپنی جگہ پر ہے کہ بھائی جب چائے پر بلا رہے ہیں تو چائے پر بھی دس چیزیں رکھیں گے ظاہر ہے تو کھانا ہی کھلادیتے.....''

''آپا، آپ ابھی اس شہر کے مزاج کو نہیں سمجھیں گی..... آپ جب یہاں آیا کریں گی کچھ وقت گزارہ کریں گی تب آپ کو اندازہ ہوجائے گا..... اس شہر کے لوگ اتنی جلدی اپنے گھر پر کھانا نہیں کھلاتے..... جہاں پہ بھی آپ جائیں گی وہاں آپ کو چائے پر ہی ٹرخا دیا جائے گا۔''

''اچھا..... اس کا مطلب ہے کہ بہت روکھے لوگ ہوتے ہیں یہاں۔''

''پتا نہیں سب ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں یا پھر لیکن میں جب سے یہاں آیا ہوں میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا کہ

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کوئی کسی دن غلطی سے فون کر کے کہہ دے کہ میرے گھر میں دال چاول پکے ہیں...... اگر آپ میرے ساتھ کھانا کھائیں گے تو بہت خوشی ہوگی۔''

''ارے دال چاول بنا کر کون کسی کو بلاتا ہے۔'' آپا نے برا سا منہ بنا کر دوبارہ کھڑکی کی طرف دیکھنا شروع کیا۔

''میں تو مثال کے طور پر بات کر رہا ہوں کہ یہاں پر کوئی بغیر مطلب کے کھانا نہیں کھلاتا...... بس یوں سمجھ لیں آپ......''

''ارے اب تو اس کا ہم سے مطلب پڑا ہے، ہم سے زیادہ کسی اور کے ساتھ ان کا کیا مطلب ہوگا...... بیٹی دینے پر تیار ہیں۔''

''صرف تیار نہیں آپا...... دے رہے ہیں۔'' ساحل نے پھر شریر نظروں سے آپا کا جائزہ لیا اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی...... آپا نے ہول کر ساحل کی طرف دیکھا۔

''ارے آہستہ چلاؤ......''

''ابھی تو صبح سویرے کا وقت ہے آپا سڑکیں صاف ہیں، دل کی حسرت نکالنے کا موقع مل رہا ہے...... تھوڑی دیر بعد آپ دیکھیے گا...... گاڑی کے ساتھ گاڑی ملی ہوتی ہے، دس منٹ کا سفر ڈھائی گھنٹے کا ہو جاتا ہے...... اتنا ٹریفک ہو جاتا ہے ان سڑکوں پر......''

''توبہ اللہ کیسی مشکل میں زندگی آ گئی ہے...... دس منٹ کا سفر ڈھائی، ڈھائی گھنٹوں میں کر رہے ہیں لوگ...... ارے اس سے تو اچھا ہے لوگ سائیکلوں پر پھرنے لگیں...... تو کام بھی وقت پر ہو جائیں۔'' آپا نے بڑبڑانے والے انداز میں کہا...... اور پھر کسی گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔

ساحل اندیشہ مند ہوا کہ جانے اب کس موضوع پر بات شروع ہونے جا رہی ہے...... اس نے گاڑی کی اسپیڈ ہی اس لیے بڑھائی تھی کہ جلد از جلد گھر پہنچ جائے...... اور آپا کو آرام کرنے کا کہہ کر اپنے ضروری کام نمٹانے کی کوشش کرے۔

''اے بھیا آہستہ...... ابھی شام میں دیر پڑی ہے۔''

آپا نے تیزی سے اوورٹیک کرتے ہوئے ساحل کو ہڑبڑا کر ٹوکا۔

''شام سے پہلے بھی تھوڑی پھوار پڑنے والی ہے۔'' ساحل نے صرف سوچا...... معنی خیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔

☆☆☆

زارا نے آنکھ کھلتے ہی اپنا سیل فون اٹھا کر ٹائم دیکھا تھا...... نو بجنے والے تھے...... وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

''مجھے تو اس وقت سے تیاری شروع کر دینی چاہیے تھے...... وہ تو ویسے بھی بہت جلدی میں رہتا ہے...... اب تو بلائے سے آ رہا ہے...... ہوا میں اڑتا پہنچ جائے گا۔'' وہ چھلانگ مار کر بیڈ سے اتری اور وارڈ روب کھول کر کھڑی ہو گئی...... ہینگر میں لٹکے ہوئے کپڑوں کا طائرانہ جائزہ لینے لگی۔

آج اسے کچھ خاص تیاری کرنی ہے...... کہ وہ بس بات کرنا بھول جائے کیونکہ آج صرف وہ خود بولنا چاہتی تھی...... اس نے رات سے ہی تیاری شروع کر رکھی تھی کہ اسے کیا کچھ کہنا ہے اور اس سے صرف جواب لینے ہیں۔

اس نے تیز فیروزی کلر کے ڈریس کا انتخاب کیا...... جو بظاہر بالکل سادہ تھا مگر رنگ میں اتنی تیزی و شوخی تھی کہ بس اس کے پہننے کی دیر تھی، سنگار مکمل ہو جاتا تھا...... صاف رنگت پر گہرا فیروزی رنگ پہننے والے کی مکمل آرائش ہوتا ہے، دیکھنے والا دور ہی سے دیکھ کر دل سنبھالنے کی کوشش کر سکتا ہے۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ڈریس سے میچ کرتی جیولری بھی ہاتھ کے ہاتھ نکالی......ہلکی اور نازک سی......لاکٹ، ٹاپس اور انگوٹھی......
پہلا مرحلہ طے ہو گیا تھا......اس نے واش روم جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ فوراً شدید بھوک کا احساس ہوا۔
''ناشتا کر لینا چاہیے......'' اس نے سوچا پھر خود ہی ارادہ بدل دیا...... ''فی الحال فریش جوس لیتی ہوں......ناشتا کرنے بیٹھ گئی تو دیر ہو جائے گی۔ ناشتا کرنے کے دوران ہی پہنچ گیا تو ہبڑ دبڑ میں تیار ہونا پڑے گا۔''
اور وہ بہت اہتمام سے تیار ہونا چاہتی تھی۔
اس نے بیڈ کے سرہانے لگی گھنٹی کا بٹن دبایا......تاکہ ملازمہ کو فریش جوس لانے کا کہے۔
''مجھے صرف جیتنا ہے......اس لیے کہ میں جہاں ہوں......اس میں میرا کوئی قصور نہیں......سب کو میری terms and conditions کو فالو کرنا ہوگا......اس کی نگاہ میں پہاڑ سرکا دینے والے عزم کی مضبوطی تھی۔

☆☆☆

ناشتے کے تکلف سے تو وہ بچ گیا تھا۔
آپا نے گھر میں داخل ہوتے ہی صاف کہہ دیا تھا کہ وہ جہاز میں اچھا سا ناشتا کر چکی ہیں......ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ سوا گھنٹے کی فلائٹ میں انہوں نے تین مرتبہ کولڈ ڈرنک بھی پی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جہاز کا کرایہ بہت ہوتا ہے۔ کچھ تو وصولی ہونی چاہیے۔
بس اب وہ آرام کریں گی تاکہ فریش ہو کر شام کی تیاری کریں......ساحل کو پہلے آفس میں حاضری لگانا تھی پھر کوئی بہانہ بنا کر وہاں سے نکل کر اس دشمنِ جاں سے ملنے جانا تھا جسے کافی دن پہلے منصبِ عشق سے معزول کر چکا تھا اور اب طوعاً و کرہاً اس جلیل القدر منصب پر بحال کرنے جا رہا تھا۔
''ٹھیک ہے آپا...... آپ آرام کریں...... میں آفس جا رہا ہوں......آفس پہنچ کر آپ کو فون کرتا رہوں گا......پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اس نے اپنی دانست میں آپا کو بے فکر کرنے کی کوشش کی تھی۔
''ارے کل سے جاگ رہی ہوں......اب تو لمبی تان کر سوؤں گی...... پریشان جاگے ہوئے ہوتے ہیں......سویا، مرا برابر......تم اپنے کام سیدھے کرو......بار، بار فون کرنے کی ضرورت نہیں......گھر میں ہوں......روڈ پر نہیں بیٹھی ہوں۔''
آپا نے بیڈ کی طرف للچائی نظروں سے دیکھا......انگ انگ تھکن سے ٹوٹ رہا تھا......ایک دم جھلا پڑیں۔
''او کے......'' ساحل کو آپا نے پھر ایک اضافی مشقت سے بچا لیا تھا......ماں ٹھنڈی چھاؤں ہوتی ہے اسے تو اس وقت درحقیقت آپا ماں سمان لگ رہی تھیں۔ وہ ہلکا پھلکا ہو کر تیاری میں لگ گیا۔

☆☆☆

زارا بہت اہتمام سے تیار ہو کر اب ناشتا کرنے ڈائننگ میں آئی تھی ناشتے کے لیے احکامات صادر کر چکی تھی۔
ناشتا تیار تھا......ڈائننگ میں داخل ہوتے ہی آملیٹ کی خوشبو نے اس کا سواگت کیا تو بھوک چمک اٹھی۔
اسے پتا تھا کہ اس وقت وہ گھر میں اکیلی ہے......یعنی گھر کے مکین جو کل تین تھے ان میں سے دو تو گھر سے باہر تھے، نوکروں کی فوج مکینوں کی تعداد سے تین گنا زیادہ تھی۔
اس نے ناشتا شروع ہی کیا تھا کہ تاجور ڈرائیور کے ہمراہ لاؤنج میں داخل ہوتی دکھائی دیں......کانٹا زارا کے ہاتھ سے گر پڑا......شیشے کی پلیٹ میں کانٹا گرنے سے ہلکی سی آواز پیدا ہوئی......آگے بڑھتی تاجور نے چونک کر ڈائننگ کی طرف دیکھا تھا۔

(جاری ہے)

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

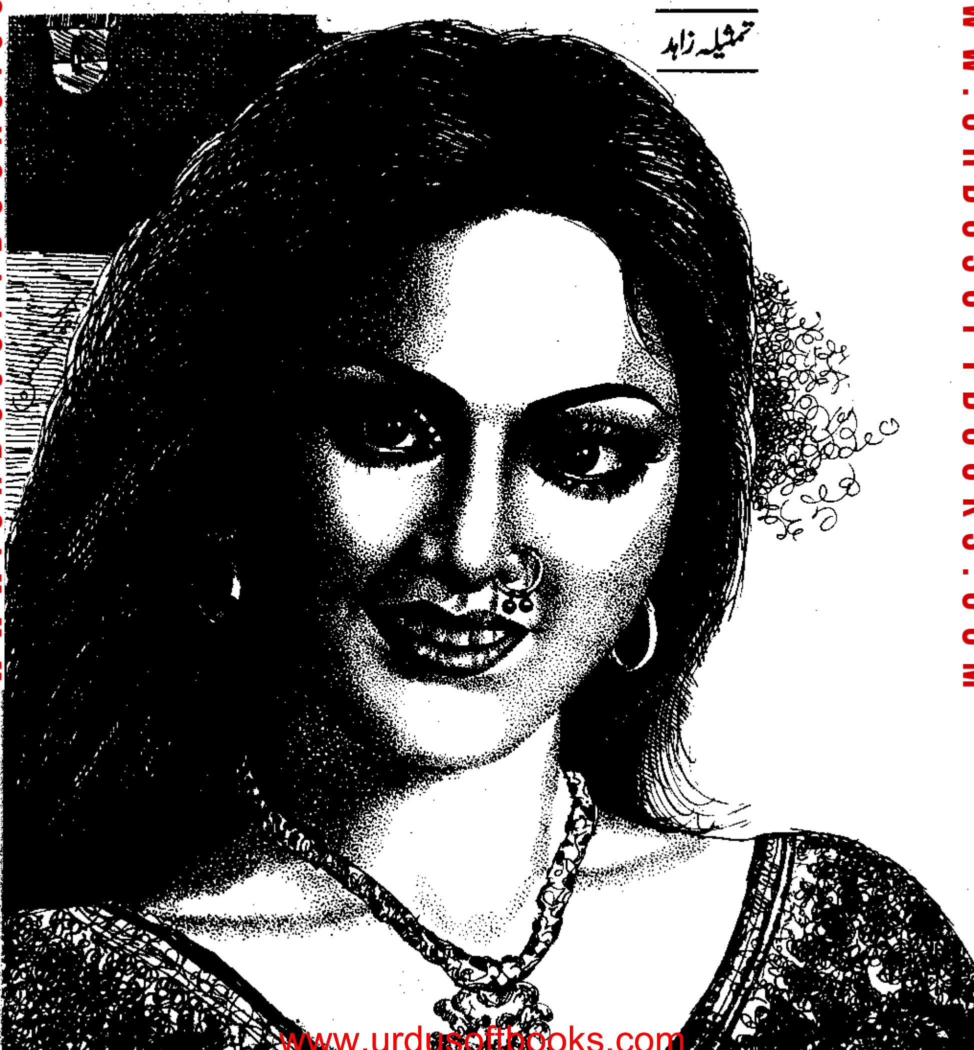
اس نے اپنا سر بے شمار سوچوں تلے اٹھایا تھا، وہ ابھی اپنے بستر پر لیٹے، لیٹے گھڑی کی سوئیوں کو آگے بڑھتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ ایک بوجھل سانس اندر کھینچ کر اس نے اپنے گرد لپٹی چادر ہٹائی اور واش روم میں جا گھسی۔ کچھ دیر بعد وہ اپنا کالج یونیفارم بدل کر آئینے کے سامنے کھڑی اپنی پشت پر پھیلے بال سلجھانے لگی۔ اس کے بال تو سنور گئے، ساری الجھنیں بالوں سے تو نکل گئیں لیکن...... لیکن اس کے گرد سوچوں کا تنگ ہوتا دائرہ اسے مزید الجھا رہا تھا اور وہ اب یونہی مکڑی کے جالے میں پھنسی تکلیف سے کراہنے کی کوشش کر رہی تھی جس کی دبی آواز خود اس تک مشکل سے پہنچ رہی تھی۔

"وہ اپنی گھٹی آواز کیسے بلند کرے......"

یہ سوچ کر اس نے بالوں کا برش سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھا پھر اپنے بالوں کی اونچی پونی ٹیل بنا کر

تحفۂ عید

تمثیلہ زاہد



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

دوپٹا سلیقے سے اوڑھ کر کمرے سے باہر نکل گئی جہاں حسبِ معمول صبح کی چہل پہل کا آغاز ہو چکا تھا۔

☆☆☆

وہ کالج کے کینٹے ٹیریا میں ایک درخت کے نیچے بیٹھی ہاتھ میں پکڑے رول کو دیکھ رہی تھی۔ سارا عالم اس لمحے اسے ساکت لگ رہا تھا۔

''رول کا اچھا خاصا معائنہ ڈاکٹر صاحبہ نے کرلیا ہو تو اب اسے نوش بھی فرمالیں۔'' فوزیہ نے ہاتھ میں پکڑی کولڈ ڈرنک اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا وہ مسکرا کر اپنی محویت پر شرمندہ ہو کر ''بس اچھا'' کہہ پائی۔

''کچھ اور کھاؤ گی؟ آج مابدولت کی پپی ٹو یو ہے، کیا یاد کرو گی کس سخی سے پالا پڑا ہے۔'' فوزیہ نے شاہانہ انداز میں پوچھا تھا۔

''نہیں......'' وہ مختصراً بولی......اس کا دل ہر چیز سے اچاٹ تھا۔

''کیا بات ہے آج کچھ چپ، چپ سی ہو۔'' فوزیہ نے کوک کا سپ لیا۔

''سنا ہے آج سر سلمان نہیں آئیں گے، لاسٹ پیریڈ تو فری ہی جائے گا۔'' اس نے بات کا رخ موڑا تھا۔ وہ اس کی بات نظر انداز کر گئی تھی۔

''یہ کون سی نئی بات ہے، موصوف ایم فل کررہے ہیں اور چھ دن سے غائب ہیں، ہماری انگلش کی کلاسز یوں ہی فری گزر رہی ہیں۔ میڈم نور سے بات کریں گے۔ ہمارے کورس کا بہت نقصان ہو رہا ہے۔'' فوزیہ آنکھیں گھماتے ہوئے بولی پھر جیسے اسے کچھ یاد آیا۔

''تم مجھے چیٹ نہ کرو سمجھیں، بات گھمانے میں تو ماہر ہو۔ سچ، سچ بتاؤ موڈ کیوں خراب ہے، میں تمہاری رگ، رگ سے واقف ہوں، ہماری دوستی کو چودہ برس گزر چکے ہیں۔'' فوزیہ نے منہ پھلا کر اسے جتلایا تھا پھر رخ موڑ لیا۔

''اونو......پلیز ناراض نہ ہو۔'' وہ منمنائی تھی، جانتی تھی اسے فریب نہیں دے سکتی۔

''اچھا پھر اب پھوٹ بھی دو کیا بات ہے۔'' وہ اب جھنجلائی۔

''میرا پروپوزل آیا ہے، بڑے تایا کے انتقال پر پھپھو آئی تھیں اور انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے رشتے کی بات پاپا سے کی جو انہوں نے فوراً مان لی۔'' لہجہ بجھا سا تھا۔

''یہ تو خوشی کی خبر ہے، اس میں منہ لٹکانے والی کیا بات ہے۔'' وہ اپنی جگہ سے اچھلی۔

''میں ڈاکٹر بن کر اپنا کیریئر بنانا چاہتی ہوں اور وہ چھ ماہ میں شادی کرنے کا کہہ رہے ہیں۔'' وہ روہانسی ہوگئی۔ دل کی بات زباں سے پھسلی تھی۔

''جنت بی بی، اچھے رشتوں کا آج کل کے دور میں شدید کال پڑا ہوا ہے۔ بس یہی سوچ کر تمہارے گھر والوں نے ہاں کی ہوگی اور پھر بڑوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ہی فیصلہ کیا ہوگا ناں......کیا معلوم انہیں شادی کے بعد تمہارے پڑھنے پر اعتراض نہ ہو۔'' اس نے بات کو نیا رخ دیا۔

''ایک مسئلہ اور بھی ہے۔''

''کیسا مسئلہ؟''

''مجھے ڈر لگتا ہے، پھپھو ساری زندگی اسلام آباد رہی ہیں، اب کراچی بیٹے کے ٹرانسفر ہونے کی وجہ سے شفٹ ہوگئی ہیں، ان کے گھر کے ماحول سے میں بالکل ناواقف ہوں، بچپن اور لڑکپن کی دو چار ملاقاتیں ان کے گھر میں سرسری ہوئی ہیں، نہ جانے کیسا رویہ ہوگا ان کا......؟'' اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور بہت بے دردی سے اپنے لب کچلنے لگی۔ دل سوال پر سوال کررہا تھا جواب ندارد۔

''تم بلاوجہ کی سوچوں تلے خود کو ہلکان کررہی ہو۔ سب کچھ وقت پر چھوڑ دو۔ دیکھنا تم بہت خوش رہو گی انشاءاللہ......'' اس نے تسلی دی۔

''ہاں ویسی ہی خوش جیسی تنو باجی ہیں۔'' اس کے لہجے میں طنز اتر آیا۔

''جانتی ہوں تنو باجی کو وہی تمہاری خالہ زاد کزن ناں......نہ ویسے تنو باجی کے خود کے نخرے بھی کم

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

نہیں...... میرے چاچو کے برابر والے گھر میں ہی رہتی ہیں اور دن میں کئی بار اُن کے گھر سے لڑنے، جھگڑنے کی آوازیں آتی رہتی ہیں، سارا محلہ جانتا ہے کہ وہ کس قدر تیز طرار اور ناشکری عورت ہیں، ایک ہی نند ہے جو مہینے بھر بعد اپنی شکل دکھاتی ہے اور وہ اپنے شوہر سے اسی دن لڑ جھگڑ کر میکے جا بیٹھتی ہیں، ہر وقت خرچے کا رونا روتی تنو باجی سے خود اُن کے شوہر نے تنگ آکر چپ سادھ لی ہے۔ شوہر کے حالات برے ہوں تو بیوی کو صبر اور سلیقے سے اپنا وقت بہتر انداز میں گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تنگ دستی کا رونا رونے سے اور لڑنے جھگڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور تمہاری تنو باجی کو تو ویسے ہی ایک کی چار لگانے کی عادت ہے۔ تم اپنا مقابلہ ان سے کیوں کرتی ہو، تم ایک سمجھدار اور پڑھی لکھی لڑکی ہو، یہ بھی سوچو کہ تمہیں اپنے فرائض کیسے نبھانے ہیں، اس کے بدلے جو دعائیں تم سمیٹو گی ان کی برکتوں کا کوئی نعم البدل نہیں۔''

فوزیہ کا ٹھہرا، ٹھہرا انداز اس کے دل میں اتر گیا۔ اسے اپنے جذباتی پن پر شرمندگی ہونے لگی۔ اسے اپنی اس اکلوتی دوست پر یونہی تو ناز نہیں تھا وہ اسے ہمیشہ صحیح راہ دکھاتی تھی۔ اس کے تمام حالات سے واقف بھی تھی۔ گھر والوں کو بھی فوزیہ کے بارے میں علم تھا۔ وہ اس کی نفیس طبیعت سے بھی واقف تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے گھر بلا تکلف چلی جاتیں۔ فوزیہ اپنے گھر میں سب سے بڑی تھی اور اس سے چھوٹی دو بہنیں۔ تینوں بہنوں میں غضب کی ذہنی ہم آہنگی تھی جبکہ جنت اپنے گھر کا اکلوتا پھول تھی۔ بہن، بھائی نہ ہونے کی شدید کمی وہ اپنی زندگی میں محسوس کرتی تھی۔ خاندان میں امی خود بھی اکلوتی تھیں اور بابا کے ایک بڑے بھائی جن کا انتقال ہو چکا تھا۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ ایک پھپو جو اسلام آباد میں رہتی تھیں ان کا بھی کم ہی آنا جانا تھا۔ ان کے دو ہی بیٹے تھے۔ ایسے میں فوزیہ کی رفاقت اس کی تنہائی کا بہترین نعم البدل تھی۔ وہ اکثر ایک دوسرے کے گھر آیا جایا کرتیں۔ امتحان کے دنوں میں فوزیہ اس کے گھر آجایا

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ



رمضان کی بابرکت ساعتوں کا آغاز
جاسوسی کی دل لبھاتی کہانیوں کا اعتزاز

اولین صفحات

حسن و عشق کے پیچ وخم...... دہشت و محبت کے سنسنی خیز رومانوی ملاپ کی داستان......

امجد رئیس کے قلم سے......

انگارے

دشمنوں کے شکنجے میں آہنی اعصاب کے مالک چیمپئن کا امتحان۔ محبت اور جنگ کی فضا میں آگے بڑھتا

طاہر جاوید مغل کے یادگار سلسلے کی ایک اور کڑی

آوارہ گرد

چلچلاتی دھوپ میں ہر دم ایک نئی مصیبت سے برسرِ پیکار نوجوان کی سرگزشت......

عبدالرب بھٹی کی سلسلے وار کہانی

سرورق کے رنگ

نفرت کے بیچ کھو جانے والی محبت اور جرم کی کہانی......

رشتوں اور ناتوں کے ٹوٹنے اور بکھرنے کا احوال

چینی نکتہ چینی

آپ کے تبصرے... مشورے... محبتیں...
شکایتیں... اور نئی نئی دلچسپ باتیں... کتھائیں

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کرتی تاکہ یکسوئی کے ساتھ پڑھائی کی جا سکے.....ان دونوں نے اسکول کے بعد اب کالج میں بھی ساتھ وقت گزارہ تھا۔ جس کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کے مزاج سے خوب آشنا تھیں۔ فوزیہ لمحے بھر میں جنت کا موڈ جان لیتی تھی۔ آج بھی یہی ہوا تھا۔

"پتا نہیں کیوں فوزیہ، ایسا دل واہموں کا شکار رہتا ہے، نہ جانے کل کیسا ہو، تم تو جانتی ہو میں نے الگ تھلگ اپنے آپ میں رہ کر اب تک زندگی گزاری ہے، میری زندگی میں میرے ماں، باپ کے علاوہ تم اور بس یہ کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ میں زندگی کا کوئی اور رخ دیکھ نہیں سکی ہوں۔ امی کی خالہ زاد کزن کی بیٹی تنو باجی کبھی کبھار آجاتی ہیں اور اپنی سسرال کا ایسا نقشہ کھینچتی ہیں کہ میں خوف کے مارے آنکھیں بند کر لیتی ہوں۔" جنت نے اپنی معصوم آنکھیں جھپکی تھیں اور ایک بار پھر اپنے دل میں اٹھے اندیشے دُہرانے لگی تو فوزیہ نے اپنا سر پیٹ لیا۔ وہ اس کی سادہ طبیعت پر بے اختیار مسکرانے لگی۔

اصل میں تنو باجی اپنے گھر میں بڑی تھیں ان کے اندر شروع سے ہی اس بڑے پن کا تفاخر اور احساسِ برتری مضبوطی سے اپنی جگہ بنا کر بیٹھا تھا۔ اب اس احساس تلے وہ ماتحت بن کر زندگی نہیں گزار سکیں۔ اور ان کی یہی عادت انہیں سسرال میں شاید وہ مقام نہیں دلا سکی جس کی وہ طالب تھیں۔ ان کی طبیعت میں اسی برتری کا احساس انہیں ہر پل اپنی ضد پر قائم رہنے کے لیے کہتا..... جبکہ وہ چاہتی تھیں کہ سسرال والے ان کے چاؤ چونچلے بھی اٹھائیں اور گھر میں ان کی حکمرانی بھی قائم رہے۔

"گھر میں کیا پکنا ہے، کس نے آنا ہے، کس نے جانا ہے تو یہ سب بھی تمہاری تنو باجی طے کریں، اب بہن میری ایسا تو ممکن نہیں ہے ناں، کسی کے گھر میں جگہ بنانے کے لیے پہلے آپ کو اپنے اندر تبدیلی لانی پڑتی ہے، وہ تو اپنی ذاتی تسکین کے لیے تمہارے گھر اپنا رونا رونے آجاتی ہوں گی تاکہ تمہیں بھی اپنا ہم خیال بنا سکیں اور تم ان کی باتیں سوچ، سوچ کر اب اپنی پھپو کے پروپوزل کو لے کر عدم تحفظ کا شکار ہو رہی ہو۔" فوزیہ کی بات سن کر اسے سچ مچ یہی محسوس ہو رہا تھا کہ واقعی فوزیہ نے کتنی آسانی سے اس کے دماغ اور دل پر پڑی ساری گرہیں کھول دیں۔ بات بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ وہ تو یہی سوچ، سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی کہ تنو باجی جس طرح اپنے ساس، سسر اور شوہر کی زیادتیوں اور گھر کے تنے ماحول کا ذکر کر کے روتی رہتی ہیں سسرال میں جا کر ہر لڑکی کے ساتھ یہی کچھ ہوتا ہوگا اپنے سگے رشتے بھی بدل جایا کرتے ہیں۔ شاید اس کے ساتھ بھی ایسا ہو۔

"تمہیں کیا معلوم جنت، سسرال میں کیا 'کیا نہیں ہوتا...... کیسے، کیسے عذاب نہیں سہنے پڑتے۔ ساس کوئی ماں تھوڑی ہوتی ہے جو بہو کو ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھے گی۔ وہ تو ساس بنتے ہی بہو کو پہلے دن سے اپنی اوقات میں رکھنا شروع کر دیتی ہے۔ اب دیکھو ناں...... کیا حال ہو گیا ہے میرا...... کیسی پھول جیسی کھلی، کھلی سی رنگت ہوا کرتی تھی۔ اب تو شکل پر ایسی پھٹکار برس رہی ہے کہ آئینہ دیکھنے کو دل نہیں کرتا...... برتن دھو، دھو کر ہاتھوں کا ناس ہو گیا ہے، گھر کا بچوں کا الگ اور بیمار ساس، سسر کا کھانا الگ بناؤ اس کے باوجود تعریف میں کوئی ایک لفظ نہیں بولتا۔ بہوؤں کو نوکرانی سے بھی کم کی حیثیت دیتے ہیں سسرال والے...... اس سے اچھا تو میکے کا آرام ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ناں شادی کا لڈو جو کھائے وہ پچھتائے جو نہ کھائے وہ بھی پچھتائے۔" تنو باجی کے کہے جملے جنت کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ چشمِ تصور سے وہ کبھی، کبھی خود کو مستقبل میں انہی حالات میں گھرا محسوس کرتی۔ شادی اس کے لیے جیسے ایک ممنوعہ شجر بن گیا تھا لیکن وہ صرف ایک رخ کو دیکھ رہی تھی۔ دوسرا رخ فوزیہ نے اس کے دل میں ایسا اتارا تھا کہ وہ جس آگ میں پچھلے کئی دن سے جھلس رہی تھی۔ اب خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ خود فوزیہ بھی اس کی مسکراہٹ دیکھ کر جان چکی تھی کہ وہ خود کو جس مکڑی کے جالے میں پھنسا محسوس کر رہی تھی وہ تو ریت سے بھی ہلکی دیوار ثابت ہوئی تھی اور وہ بہت آسانی سے نکل آئی تھی۔

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

☆☆☆

جنت کے احساسات کا عجیب عالم تھا۔ گزرے دو ماہ پر اسے حیرت ہو رہی تھی۔ کہاں تو وہ یہ سوچ رہی تھی کہ یہ سسرالی امتحان سر پر جو آن پڑے گا تو یہ پہاڑ سی مدت کیسے گزرے گی..... کیونکر کٹے گی؟ مگر اب جب سے انگلی میں یہ انگوٹھی سمائی تھی ہر شے خوب صورت لگنے لگی تھی۔ وہ اپنی بالکونی میں کھڑے ہو کر آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ رمضان کا چاند نظر آ گیا تھا۔ گلی میں بچوں نے خوب ہنگامہ مچا رکھا تھا۔ محلے کے بچے خوشی سے نعرے لگا رہے تھے۔ امی، بابا مغرب سے پہلے ہی پھپو کے ہاں تاریخ طے کرنے گئے تھے۔ پھپو نے کل ہی انہیں اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ تب ہی موبائل کی بیپ ہوئی۔ یقیناً فوزیہ کی کال ہو گی یہ سوچ کر جنت نے فون سیٹ اٹھا لیا۔ اسکرین پر شہریار اس کے منگیتر کا نام جگمگا رہا تھا۔ اس نے منگنی کے بعد ایک بار بھی اپنے منگیتر سے بات کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ جب بھی کال آئی۔ امی نے اٹھایا، اب تو امی بھی نہیں تھیں۔ اس کے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہونے لگے۔ دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے کال ریسیو کر لی۔

''السلام علیکم! شکر ہے آپ نے فون اٹھا لیا...... ورنہ......'' شہریار نے سلام کے بعد ایک ٹھنڈی آہ بھر کر کہا تو اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''ورنہ، ورنہ کیا؟''

''ورنہ پھر بہ نفس نفیس مابدولت کو آنا پڑتا۔''

''وہ کیوں؟''

''دل کی بات تھی ناں محترمہ...... ذرا دل سے کرنی تھی۔'' وہ اب شوخ ہو رہا تھا۔ اور وہ یوں سر جھکائے مسکرا کر سن رہی تھی جیسے وہ اس کے پاس کھڑا کانوں میں سرگوشیاں کر رہا ہو...... وقت تھم سا گیا تھا وہ کیا جواب میں کہے، کیا نہ کہے...... زبان گنگ ہو گئی تھی۔ اس کی مبہم باتوں نے دل میں ہلچل مچا رکھی تھی۔

''کون سی بات؟'' وہ بہ مشکل بولی۔

''آپ کو رمضان کا چاند بہت مبارک ہو......اور یہ بھی کہ ہم اس عید کو اکٹھے منائیں گے۔ آپ کو آنے والی عید کی ڈبل خوشیاں مبارک ہو۔''

''کیا مطلب......؟'' حیرت سے اس کے منہ سے نکلا۔

''مطلب یہ محترمہ کہ اس عید پر ہمارا نکاح ہے اور پھر دو روز بعد رخصتی ابھی بڑوں نے ہی فیصلہ کیا ہے۔''

''لیکن...... اتنی جلدی...... ابھی تو میرے میڈیکل کے ایگزام باقی ہیں۔'' وہ اتنی جلدی سب کچھ طے ہو جانے پر شاکڈ تھی۔

''مجھے معلوم ہے آپ فکر نہیں کریں، اپنی پڑھائی جاری رکھیے گا۔ ہماری طرف سے ایسی کوئی پابندی نہیں...... لیکن اپنی کتابوں میں ہماری زندگی کی کتاب پڑھنا مت بھولیے گا۔ بس یہی شرط ہے میری......'' وہ معنی خیز لہجے میں بول رہا تھا اور اس کے دل کے خدشوں کو بڑی آسانی سے دور کر دیا تھا۔

''مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔'' جنت نے جلدی سے کہہ کر فون ڈسکنکٹ کر دیا۔ خوشی کے مارے لب مسکرا رہے تھے۔ جنت نے اپنے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی کو دیکھا جو شہریار نے خود اسے پہنائی تھی اور اس کی مخروطی انگلی میں پہناتے ہوئے سرگوشی بھی کی تھی کہ یہ انگوٹھی اس کی ذات کی طرح خود اس کی پسند کی ہے۔ اس نے شہریار کا جو خاکہ دل میں کھینچ رکھا تھا وہ اس سے کہیں بڑھ کر تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کا دل ہی دل میں شکر ادا کرنے لگی۔ جس نے اسے کوئی غلط فیصلہ کرنے کی توفیق نہ دی۔ اس کی زندگی میں اتنی آسانیاں پیدا کر دیں...... اس کا دل مطمئن تھا۔ باہر ڈور بیل بجی تھی یقیناً امی، پاپا آ گئے تھے۔ اس نے دروازہ کھولا تو سامنے امی، پاپا کے چہروں پر اطمینان جھلک رہا تھا۔ امی نے آنسوؤں کے ساتھ خوشی سے معمور جذبات لیے اسے گلے لگا لیا۔ اور اس کے کانوں میں آنے والی عید کی خوشیوں کی نوید دے ڈالی پھر اس نے اللہ کی طرف سے ملنے والے تحفۂ عید پر تشکر کے مارے آنکھیں اپنے رب کے حضور سجدے میں گرا دیں۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ناولٹ

ساتواں حصہ

محبت لفظ ہے لیکن......

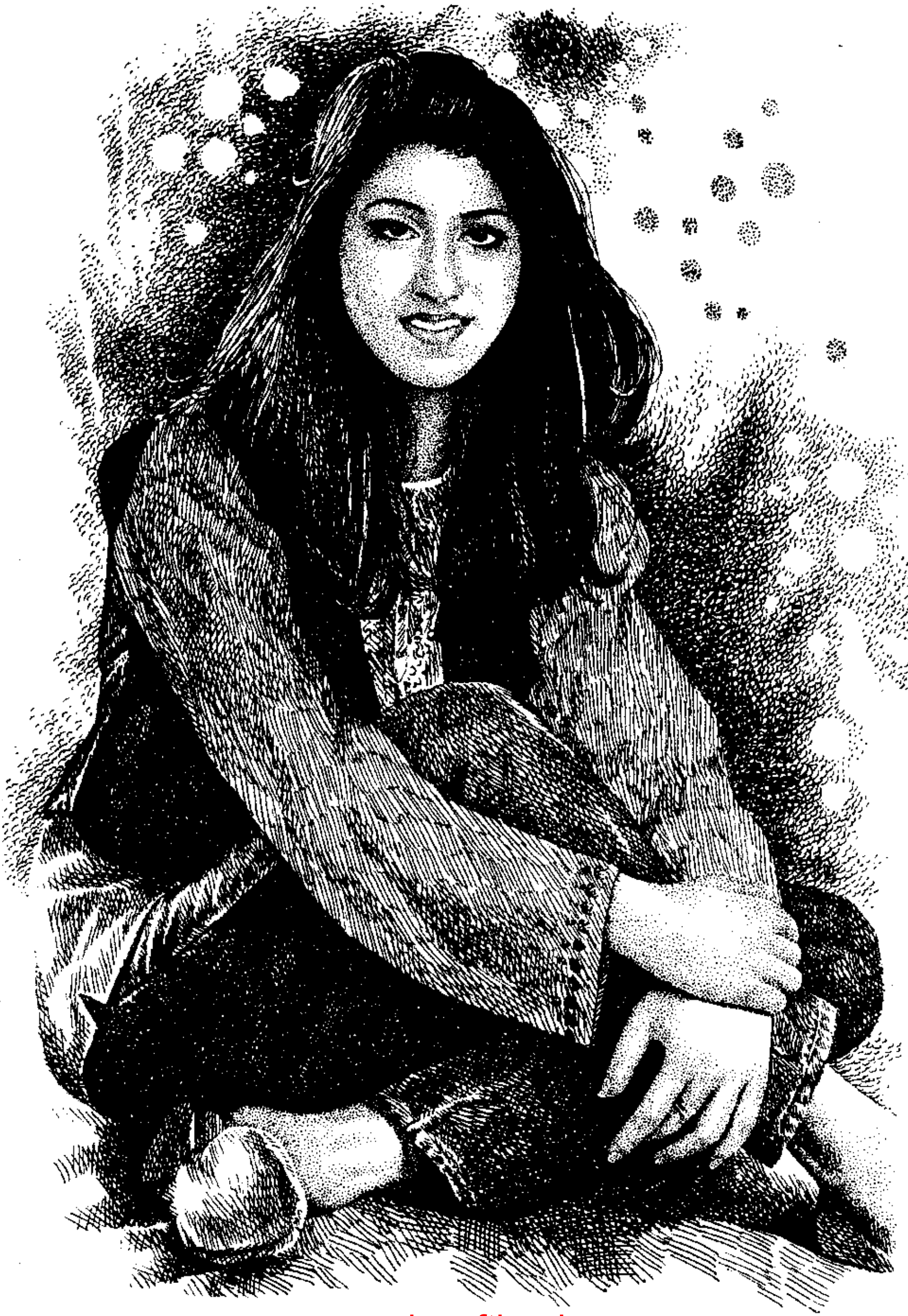
”ماں باپ کے سامنے بہت سوچ سمجھ کے بولا کرو کیونکہ کبھی کبھی ان کے سامنے بولا گیا کوئی بھی برا یا اچھا کلام ہماری پوری قسمت پہ حاوی ہو جاتا ہے۔“

خوب صورت جذبوں کی باریکیاں بیان کرتی حیا بخاری کی ایک دل نشیں تحریر

وہ کوئی فلرٹ نہیں تھا، اقرا کو دل سے چاہتا تھا۔ اقرا کی ضد پر اسے رشتہ بھیجنے سے انکار نہیں تھا لیکن موجودہ حالات میں یہ رشتہ کسی صورت اقرا کے گھر والوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہوتا۔ وہ پڑھا لکھا تھا لیکن فی الحال نہ اس کے پاس اچھی جاب تھی نہ ہی گھر کے حالات سازگار تھے، ایسے میں زرینہ بیگم بھی اس رشتے کے لیے راضی ہونے والی نہیں تھیں۔ تو حتمی انکار سے بچنے کے لیے اس نے بار، بار اقرا کو سمجھانا چاہا تھا کہ اگر وہ رشتہ فی الحال نہ

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

بھیجتے تو انہیں وقت مل سکتا تھا کیونکہ بالفرض اگر اقرا کے لیے کوئی دوسرا اچھا رشتہ آ بھی جاتا تو اقرا کی پڑھائی کا بہانہ بنا کر اسے ٹالا جاسکتا تھا۔ لیکن آغا کو یقین تھا اگر وہ رشتہ بھیج دیتا تو زرینہ بیگم ضرور چونکی ہو جاتیں اور ایسی صورت میں وہ کسی بھی اچھی جگہ اقرا کی بات ہی طے کردیتیں...... شاویز تو ان کے گھر کا بچہ تھا۔ اور وہ پہلے سے ہی اس بارے میں اقرا کو بھی قائل کرنے کی کوشش کررہی تھیں۔ اس طرح اگر وہ آغا اور اقرا کے تعلق کی بابت جان لیتیں تو ان دونوں کے لیے کافی مشکل کھڑی کرسکتی تھیں۔

''تم امی کی فکر مت کرو، انہیں میں منالوں گی، تم بس کسی طرح اپنی امی کو بھیج دو۔'' اقرا ہمیشہ کی طرح اپنی ضد پر اڑی رہی...... اور آغا کو مانتے ہی بنی تھی اس نے ماں کو کسی نہ کسی طرح رشتہ لے جانے کے لیے راضی کر کے ہی چھوڑا تھا۔

☆☆☆

زرینہ پھپو آئی ہوئی تھیں...... سین کچن میں مصروف تھیں۔ حمزہ، شاویز کے ساتھ کہیں باہر گیا ہوا تھا اور زرینہ، اماں کے سامنے بیٹھیں ہمیشہ کی طرح لالہ کی ذات پر نکتہ چینی جاری رکھے ہوئے تھیں۔

''جب بھی آتی ہوں، بیچاری سین اکیلے ہی کچن میں خوار ہوتی نظر آتی ہے۔''

''ہاں، تو تم کروالیا کرو ناں مدد......'' نانو نے عینک کے اوپر سے جھانکا۔

''کیوں، یہ لالہ کس مرض کی دوا ہے۔ کیا فائدہ اس پڑھائی کا کہ ماں کا بھی احساس نہ ہو۔'' زرینہ بیگم کا لہجہ کڑوا ہوا۔

''میری اقرا تو چائے کا کپ تک نہیں دھونے دیتی مجھے۔'' ان کے شفاف جھوٹ پر اقرا کا منہ بن گیا۔

''نانو صدقے جائے۔'' نانو نے البتہ پیار سے اس کی پیشانی چوم لی۔

''لالہ کہاں ہیں؟'' اس نے نانو سے پوچھا۔

''باہر ہی کہیں آوارہ گردیاں کرتی پھر رہی ہوگی۔'' زرینہ بیگم نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''اپنے کمرے میں ہے جاؤ۔'' نانو نے ان کی بات ان سنی کرتے ہوئے اسے کہا۔ وہ اٹھ گئی۔

''واہ بی بی صاحبہ کمرے میں ہیں۔ اور اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ آ کر پھپو کو سلام کرلے......'' وہ دوبارہ شروع ہوگئیں۔ نانو نے تاسف سے بیٹی کو دیکھتے ہوئے تسبیح کے دانے گرانے شروع کردیے...... وہ واقعی لاعلاج تھیں۔

☆☆☆

''آپ باہر نہیں آئیں...... میں نے سوچا آپ کے کمرے میں ہی آ کر آپ سے مل لوں۔'' وہ دستک دے کر کمرے میں آئی تو لالہ کو ہمیشہ کی طرح کتابوں میں گم دیکھا...... وہ بیڈ پر اس کے قریب ہی جگہ بنا کر بیٹھ گئی۔ لالہ نے ایک نظر اس کے اوپر ڈالی اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی۔

''ناراض ہیں؟'' وہ کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ اس بار لالہ نے ایک گہری سانس اندر کھینچی جیسے خود کو نارمل کررہی ہو۔

''اسٹڈی کیسی جارہی ہے تمہاری......؟'' چند لمحوں میں وہ خود کو کمپوز کرچکی تھی۔ اقرا نے ایک مسکراتی نگاہ اس کے خوب صورت چہرے پر ڈالی...... اس کے چہرے پر بے پناہ معصومیت تھی۔ ستواں ناک اس کے کردار کے غرور سے جیسے کھڑی تھی۔ ننھا یاقوتی دہانہ...... اور ایک لب پر نقش ننھا سا کالا تل...... لالہ کس قدر خوب صورت تھی۔ جبھی تو بھائی اس پر جان چھڑکتے ہیں۔

''اقرا......؟'' لالہ نے اپنے سوال کے جواب میں اسے گم صم پا کر حیرت سے اسے پکارا...... وہ چونکی۔

''میں نے پوچھا ہے کچھ تم سے؟'' اسے اقرا کی حالت عجیب سی لگی۔

''اچھی جارہی ہے۔'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اب بھی آغا سے ملتی ہو......؟'' ذرا سا آگے کی طرف جھکتے ہوئے لالہ نے سرگوشی کی تھی۔ سوال اس قدر اچانک تھا کہ اقرا چند لمحوں کے لیے خاموش رہ گئی۔

''مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش مت کرنا اقرا۔'' وہ بیڈ پر بکھری کتابیں سمیٹنے لگی۔

''نہیں لالہ...... میں نے اسے ملنے سے منع کردیا ہے۔'' اس نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

''وہ اتنے آرام سے مان گیا؟'' لالہ کو حیرانی ہوئی۔ وہ لڑکا اب اتنا بھی سلجھا ہوا نہیں لگا تھا اسے کہ اس

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

قدر آرام سے اقرا کا پیچھا چھوڑ دیتا...... اسے سچ میں حیرت ہوئی تھی۔

''میں نے اس سے صاف کہہ دیا ہے لالہ...... اگر وہ سچا ہے تو اپنی امی کو ہمارے ہاں بھیج دے۔'' وہ تفصیل بتانے لگی۔

'' اور پھر اس نے کیا کہا......؟'' لالہ بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''اس نے وعدہ کرلیا ہے، بہت جلد وہ اپنی امی کو بھیجے گا۔'' اس نے سادہ لہجے میں جواب دیا۔

''صرف وعدہ کیا ہے؟ یا وعدہ لیا بھی ہے کوئی؟''

''نہیں، وہ میری مجبوری سمجھ گیا ہے۔'' اس کے لہجے میں سچائی تھی۔ لالہ کو سکون سا ملا۔

''اس نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ آئندہ میرے راستے میں نہیں آئے گا۔''

''مجھے خوشی ہے اقرا، تم ایک غلط راستے سے لوٹ آئی ہو۔'' لالہ نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

''شاید کبھی نہ لوٹتی لالہ آپی......'' وہ بھی اداسی سے مسکرائی۔

''اگر آپ مجھے یہ نہ بتاتیں کہ میری... ماں کا کیا میرے سامنے آسکتا ہے۔'' اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔ نہ جانے کیوں لالہ نے نگاہیں پھیر لیں۔

''جو کچھ امی آپ کے بارے میں کہتی ہیں، وہ مجھ سے بھی برداشت نہیں ہوتا...... نہ جانے آپ کیسے سہہ لیتی ہیں۔'' وہ خاموشی سے سنتی رہی۔

''آپ بہت اچھی ہیں لالہ......'' اس نے لالہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ نم آنکھوں سے مسکرادی۔

''تم خود بھی تو کتنی اچھی ہو۔'' لالہ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

☆☆☆

ان لوگوں کے جانے کے بعد وہ کمرے سے باہر آئی تو گھر پر خاموشی کا راج تھا۔ نانو سونے کے لیے اپنے کمرے میں جا چکی تھیں۔ اور شاویز اپنے کمرے میں، کچن کی لائٹ البتہ ابھی تک آن تھی اور برتنوں کی کھٹ پٹ سے سبین کی موجودگی کا بھی اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ سیدھا کچن میں چلی آئی۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ کچن کا پھیلاوا سمیٹنے میں لگی تھیں۔

''بھوک لگی ہے؟ کچھ لائٹ سا بنادوں یا کھانا ہی کھاؤ گی؟'' اسے اندر آتے دیکھ کر وہ فوراً ہاتھ صاف کرتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

''نہیں، مجھے بس چائے پینی تھی۔'' وہ کیتلی اٹھا کر اس میں پانی بھرنے لگی۔

''میں بنادیتی ہوں۔'' سبین آگے آئیں۔

''آپ پہلے ہی کافی تھک چکی ہیں...... اندر جائیں، آرام کریں، میں چائے بنا کے باقی پھیلاوا سمیٹ لوں گی۔'' اس نے برنر آن کرتے ہوئے کہا۔ اس بار سبین خاموش رہیں...... چائے کے لیے پانی آگ پر رکھ کر وہ تیزی سے باقی بچے برتن بھی دھونے لگی۔ سبین خاموشی سے اسے تیزی سے ہاتھ چلاتا دیکھتی رہیں۔

''زرینہ پھپو ہیں تمہاری، سلام دعا ہی کرلیا کرو......'' وہ اسے برتن دھوتا دیکھ کر خود چائے بنانے لگیں۔ ان کی بات پہ لالہ کے ہاتھ ایک پل کے لیے رکے اور پھر سے کام میں لگ گئے۔

'' جانتی بھی ہو اس کی عادت کو...... کتنا بولتی ہے پھر...... کیوں خود کو ہلکا کرتی ہو۔'' محبت بھرے لہجے میں وہ اسے نصیحت کررہی تھیں۔ وہ برتن دھو چکی تھی۔ دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی ماں کے قریب آئی۔ جو چائے کپ میں نکال رہی تھیں۔

''کچھ چیزوں پہ انسان کا اختیار نہیں رہتا...... جیسے قسمت...... جیسے غصہ...... اور جیسے محبت......'' ان کے ہاتھ سے کپ تھامتی وہ طنزیہ لہجے میں بولی تھی۔ سبین کا ہاتھ ذرا کانپا تھا۔ چھلکی چائے لالہ کی سفید قمیص کا دامن داغ دار کرگئی تھی۔

ان کا چہرہ ایک پل میں لٹھے کی طرح سفید پڑ گیا تھا۔ لالہ کو بھی، بھی حیرانی ہوتی تھی۔ ساری دنیا کے طنز، زرینہ پھپو کے زہر میں بجھے لفظ سن کر اس کی ماں کو کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ حالانکہ اس کی روح تک چھلنی ہوجاتی تھی لیکن اس کی کہی ایک بات ان کا چہرہ یونہی زرد کردیتی تھی۔ یوں جیسے موت سی طاری ہوگئی ہو ان کے وجود پر...... سفید موت......

زخمی مسکراہٹ اس کے گلابی ہونٹوں پر مچل اٹھی تھی۔

''ہلکی تو میں اسی دن ہوگئی تھی امی...... جب آپ نے محبت میں بے اختیار ہوکر اپنے باپ کی دہلیز پار کی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تھی۔'' سیین کو چکر سا آیا تھا۔ سلیب سے لگ کر انہوں نے خود کو سنبھالا۔

''لوگ تو بس مجھے یہ یاد کرواتے ہیں کہ میں ایک بدکردار ماں کی بیٹی ہوں۔'' وہ جیسے ہر حد پار کر گئی تھی۔ سیین کے دل میں درد سا اٹھا انہوں نے بے اختیار ہو کر سینے پر ہاتھ رکھا تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی جاری ہوئی تھی۔

لالہ کپ اٹھائے باہر نکل آئی۔ آنکھیں اس کی بھی جلنے لگی تھیں۔ سامنے کے منظر دھندلا سے گئے تھے...... تبھی وہ سامنے کھڑے شاویز کو بھی نہ دیکھ سکی تھی اور اس سے ٹکراتے، ٹکراتے بچی تھی۔ اگلے ہی پل اس نے سختی سے آنکھوں کو رگڑ ڈالا تھا۔ منظر صاف ہوا تھا۔ شاویز اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں، اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس کی گفتگو سن چکا تھا لیکن اسے کوئی پروا نہیں تھی۔ ایک تیز نظر شاویز پر ڈال کر لالہ نے شاویز کے پہلو سے نکل جانا چاہا جب اچانک اس نے سامنے آکر اس کا راستہ روک دیا۔ اس کی آنکھوں میں رقم ناراضی بے حد صاف تھی۔

''شکر کرو لالہ! ماں کبھی بد دعا نہیں دیتی۔'' تلخ لہجے میں کہہ کر وہ کچن کے اندر چلا گیا تھا۔ لالہ نے سر جھٹک کر جیسے اس کی بات کو ہوا میں اڑا دیا تھا۔ اور کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

اس نے ہوم ورک مکمل کر لیا تھا۔ وہ ایک اچھا اور جامع اسٹارٹ لے سکتا تھا لیکن یہ بہر حال ایک حقیقت تھی کہ اسے نہ صرف بے حد قابل اور پُر خلوص لوگوں کی ضرورت تھی بلکہ ایسے انویسٹرز کی بھی جو بخوشی اس کے آئیڈیاز میں پارٹنر شپ کر لیتے......اس طرح ایک تو اسے سپورٹ مل جاتی۔ دوسرا پہلے سے کسی اسٹیبلشڈ نام کی مدد سے اسے بھی بزنس میں کافی اچھا اور تیز رسپانس مل سکتا تھا۔ سر سکندر اس ضمن میں ایک بہترین شخصیت تھے۔ وہ ایسے خود دار اور قابل لوگوں کو نہ صرف سپورٹ کرتے تھے بلکہ پروموٹ بھی کر دیتے تھے۔ باریال ولی خان کا ارادہ بھی یہی تھا کہ وہ سب سے پہلے انہی سے اپنے آئیڈیاز شیئر کرے گا اور ان سے پارٹنر شپ کی درخواست بھی کرے گا لیکن......

امن والے معاملے کے بعد وہ اب اس پوائنٹ پہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے چند اہم شخصیات سے ملاقاتیں بھی کی تھیں جو بزنس ڈیولپمنٹ میں خاص مقام رکھتے تھے۔ ان کے توسط سے اسے کچھ اسپانسرز مل گئے تھے۔ اس قدر کہ وہ جلد از جلد چھوٹے پیمانے پر اپنا بزنس فوری شروع کر سکتا تھا۔ تبھی تمام تر ہوم ورک کمپلیٹ کرنے کے بعد وہ سب سے پہلے شاویز کے پاس آیا تھا۔ بزنس ایڈمنسٹریشن میں شاویز گولڈ میڈلسٹ تھا۔ بے حد قابل اور قابلِ بھروسا لڑکا......وہ اپنے بزنس کو اس کی صلاحیت سے بہ آسانی کامیاب بنا سکتا تھا۔

''تمہارے لیے کام کروں، اس سے اچھی بات بھلا کیا ہو سکتی ہے؟'' اس کی آفر سن کر شاویز چند لمحے خاموش رہ کر کچھ سوچتا رہا۔ باریال کو لگا وہ شاید فیصلہ نہیں کر پا رہا......لیکن اس کی بات نے باریال کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

''لیکن......'' شاویز نے اس کی طرف دیکھا۔

''لیکن کیا......؟'' وہ چونکا۔

''لیکن دو دن پہلے ہی میری جاب ہوئی ہے۔'' اس کی بات پر باریال کو خوشی سے زیادہ حیرت ہوئی تھی کیونکہ وہ اس سے قطعی لاعلم تھا۔

''کافی اچھی جگہ ہے، سیلری پیکج زبردست ہے......'' وہ مزید بتانے لگا۔ نہ جانے کیوں باریال کو لگا وہ اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔

''میں پھر بھی ریزائن کر کے تمہارے ساتھ آجاتا۔ لیکن کمپنی کے رولز میں ہے کہ کوئی بھی ورکر جاب چھوڑنے سے کم از کم تین ماہ پہلے ضرور انفارم کرے گا تو اس طرح اچانک......تم سمجھ رہے ہوناں میں کیا کہہ رہا ہوں۔'' اس نے بات ختم کرتے ہوئے باریال سے پوچھا تھا۔

''تم نے بتایا ہی نہیں کہ تمہاری جاب ہو گئی ہے یار......'' وہ اس کی ساری بات جیسے ہوا میں اڑاتا تاسف سے بولا تھا۔

''نئی جاب تھی تو دو دن کافی بزی رہا۔ آج آنے ہی والا تھا تمہاری طرف مٹھائی لے کر کہ تم خود آ گئے۔'' اس نے صفائی سے بہانہ گھڑا۔

''چلو کوئی بات نہیں......'' وہ مسکرا دیا۔ ''تمہاری جاب ہو گئی یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔'' وہ دل سے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

مسکراتے ہوئے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

''تھینکس.....'' نہ جانے کیوں شاویز کی مسکراہٹ اسے پھیکی سی لگی۔

''اب کچھ کھلاؤ پلاؤ گے بھی اس خوشی میں یا یونہی روکھے منہ ٹرخانے کا ارادہ ہے۔'' دونوں ہاتھوں کی پوائنٹنگ فنگرز ہونٹوں پر جماتے ہوئے وہ مسکرایا تھا۔

''کیوں نہیں یار..... میں پوچھنے ہی والا تھا۔ چائے یا ٹھنڈا.....''

''چائے..... ہمیشہ کی طرح.....'' اس نے کہا تو شاویز سر ہلاتا باہر نکل گیا۔ تار پر گیلے کپڑے پھیلاتی لالہ کام چھوڑ کر اس کے پیچھے آئی تھی۔

''تم نے اس سے جھوٹ کیوں بولا شاویز.....؟''

اس کے لہجے میں حیرانی تھی۔ شاویز نے کچن کے قریب آتے ہی اس کے لیے راستہ چھوڑا تھا۔ وہ اندر آ گئی تھی۔ اسے ہاتھ چلاتا دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا اس نے ساری باتیں سن لی تھیں۔ تبھی اس کے بلانے سے پہلے خود ہی اُدھر آ گئی تھی۔

''تو.....'' وہ بھی اندر آ گیا۔ ''تم کیا چاہتی ہو میں، شاویز زیدی، اب اس باریال کے انڈر کام کروں؟''

''اس میں حرج ہی کیا ہے؟'' وہ کیبنٹ سے کپ نکالتے ہوئے بولی۔

''میرے ابھی اتنے بھی برے دن شروع نہیں ہوئے کہ میں باریال سے تنخواہ لیتا پھروں۔'' ٹرے اسے تھماتے ہوئے لالہ نے تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

''تم اتنا نیگیٹو کیوں سوچنے لگے ہو شاویز.....''

''پلیز لالہ.....'' نرمی سے اسے سامنے سے ہٹاتا وہ باہر نکل گیا تھا۔ لالہ اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

☆☆☆

وہ گھر آیا تو رات کافی ہو چکی تھی۔ اس نے دیدے کے کمرے میں جھانکا، وہ سو چکی تھیں۔ وہ آہستگی سے دروازہ بند کرتا اپنے کمرے میں آ گیا۔

بیڈ پر بیٹھ کر شوز اتارتے سے اچانک ہی اس کی نگاہ اسٹڈی ٹیبل پر پڑے اس گفٹ پیک پر پڑی تھی۔ وہ اٹھ کر اس کی طرف آیا تھا۔ اور ڈبے کو دیکھے بغیر اس کے اوپر رکھا خوب صورت کارڈ اٹھا لیا تھا۔

''آئی ایم سوری۔'' سنہری حروف جگمگا رہے تھے۔ اس نے کارڈ اور پیکٹ اٹھا کر الماری کے نچلے حصے میں پھینک دیے اور پھر لائٹ بجھاتا بیڈ پر آ گیا۔

موبائل کی تیز بیپ پہ بند ہوتی آنکھیں ایک جھٹکے سے کھلیں۔ اس نے چیک کیا..... امن کی کال تھی..... اس نے یس کا بٹن دبا دیا۔

''مجھے امید نہیں تھی تم فون اٹھاؤ گے۔'' امن کے لہجے میں اداسی تھی۔

''تم میری دوست ہو..... میں فون کیوں نہیں اٹھاؤں گا۔'' دایاں ہاتھ سر کے پیچھے رکھتے ہوئے اس نے عام سے لہجے میں کہا۔

''کیا ہم اب بھی دوست ہیں؟''

''میں اپنے دوستوں کو کبھی نہیں چھوڑتا امن، تم ہمیشہ میری اچھی دوست رہو گی۔''

"I am really very sorry Baaryal"

اس کی آواز بھیگنے لگی تھی۔ باریال لب بھینچ گیا۔

''میری بے وقوفی کی وجہ سے تمہارے اور پاپا کے تعلقات بھی خراب ہوئے۔''

''وہ اتھارٹی ہیں امن..... مجھے جاب پر رکھنا ہے یا نہیں یہ وہ بہتر سمجھتے ہیں، تم اسے خود سے relate نہ کرو.....'' وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دوسری طرف کچھ دیر خاموش رہی تھی۔

''کچھ تو کہو باریال..... سخت، کڑوا..... کچھ تو ملال کم ہو۔'' وہ سسکی۔

''اچھا یہ بتاؤ طبیعت کیسی ہے؟'' وہ بات بدل گیا۔

''کافی بہتر ہوں۔ آفس بھی جوائن کر لیا ہے۔''

''فنٹاسٹک.....'' وہ خوش ہوا۔

''باریال.....'' وہ شاید چند لمحے اس کی خوشی محسوس کرتی رہی۔ پھر آہستگی سے پکارا۔

''ہم.....''

''کیا ہم کہیں مل سکتے ہیں؟''

''شیور..... وائے ناٹ.....'' وہ دوستانہ لہجے میں بولا۔

''تو کل آ رہے ہو آفس.....؟'' وہ چہکی۔

''تم میرے گھر آ جانا، دیدے سے بھی مل لو گی، کافی یاد کرتی ہیں۔'' وہ نفاست سے انکار کر گیا۔

''یہ بھی ٹھیک ہے..... تو ملتے ہیں کل شام کو.....''

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

وہ خوش ہوگئی۔

''اوکے پھر......'' وہ تھک گیا تھا۔ اسے نیند آرہی تھی۔

''پھر......؟'' اَمن سمجھ نہ سکی۔

''کل ملتے ہیں پھر...... ابھی نیند آرہی ہے بہت سخت......'' بوجھل آواز پر اسے ایک دم ہنسی آئی تھی۔

''ٹھیک ہے، خدا حافظ......'' مسکراتی ہوئی آواز ابھری۔

''شب بخیر......'' وہ بھی مسکرادیا تھا۔ سیل آف کر کے ایک طرف بیڈ پر اچھالا اور پھر تکیے سینے کے نیچے رکھ کر پاؤں پھیلا کر الٹا ہی سو گیا تھا۔ نیند کی وادیوں نے اسے خود میں سمولیا تھا۔

☆☆☆

فرسٹ ... سمسٹر کا رزلٹ آگیا تھا۔ ضیا اس سے پورے دس نمبر آگے تھا۔

''یہ کیسے؟'' وہ ڈسپلے بورڈ پر بار، بار بے یقینی سے نظر دوڑاتی اور وہی نتیجہ دیکھ کر پہلے سے بھی زیادہ بجھ جاتی۔

''یہ مجھ سے زیادہ نمبر کیسے لے سکتا ہے؟'' اس نے ساتھ کھڑی نمرہ کو مخاطب کرتے ہوئے تاسف سے کہا جو اپنا رزلٹ دیکھ کر اب موبائل پر مصروف تھی۔ نمرہ نے اس کی بات کے جواب میں بس ایک سرسری سی نظر اس پر ڈالی اور دوبارہ بات کرنے میں مصروف ہوگئی۔

''یہ تو کتاب کو ہاتھ تک نہیں لگاتا تھا۔'' لالہ رو دینے کو تھی۔ نمرہ نے فون بند کر کے پرس میں ڈالا اور اس کے قریب آگئی۔

''پتا ہے کیا لالہ......؟'' اجنبی سے لہجے میں اس نے لالہ کو مخاطب کیا، لالہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

''مجھے لگتا ہے ضیا کو تم پر نہیں، دراصل تمہیں ضیا پر کرش ہوگیا ہے، کتنا بنتی ہوناں تم۔''

''نمرہ......!'' تاسف اور دکھ سے اس کی آنکھیں پھٹنے کے قریب ہوگئیں۔

''مجھے سچ میں کبھی، کبھی بہت افسوس ہوتا ہے لالہ! میں نے تمہیں سمجھنے میں کتنی غلطی کی۔''

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو نمرہ......؟'' وہ واقعی اسے نہیں سمجھ پارہی تھی۔

نمرہ اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں بولی۔ خاموشی سے خفا، خفا نظروں سے اسے کچھ دیر گھورتی رہی پھر ایک طرف بڑھ گئی۔ لالہ مارے صدمے کے قدم نہیں اٹھا سکی تھی۔ اسے رہ، رہ کر ضیا پر غصہ آرہا تھا۔ جب سے ضیا علی خان اس کی زندگی میں آیا تھا ایک، ایک چیز الٹ سی گئی تھی۔ عجیب سا خوف اسے اپنے حصار میں لیے رکھتا تھا۔ اور اب نمرہ کا یوں اجنبی رویہ اسے مزید الجھا رہا تھا۔ مری میں ہونے والی ان دونوں کی لڑائی ہرگز اتنی بڑی بات نہیں تھی کہ نمرہ یوں اتنے دن بعد بھی اس طرح بی ہیو کرتی...... کچھ تو تھا جو اسے نمرہ کی آنکھوں میں نظر آتا تھا۔ لیکن وہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی سمجھ نہیں پارہی تھی۔

''کیا ہوا لالہ......؟'' بھاری آواز پر وہ بری طرح چونکی تھی۔ آنے والا ضیا تھا جو اسے یوں اکیلے بت کی طرح ساکت کھڑا دیکھ کر فوراً اس کی طرف آیا تھا۔

''نہیں، کچھ نہیں......'' وہ گم صم سے انداز میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔ اور پھر سامنے کی طرف بڑھ گئی۔

''تم میرے دس اضافی نمبرز سے پریشان ہو؟'' وہ اس کے ہم قدم ہوا۔

''لالہ کبھی پریشان نہیں ہوتی، ہاں لیکن مجھے دکھ ہے کہ ایک بے پروا لڑکا مجھ سے دس نمبر زیادہ کیسے لے سکتا ہے؟'' اس کے سوال پر اس کا ازلی اعتماد عود کر آیا۔

''ویسے سچ بتاؤں...... ان دس نمبروں پر میں خود بھی پریشان ہوں۔'' وہ مسکرایا تھا۔

''مجھے تو کتابوں سے الرجی ہے۔ ہاں کبھی، کبھی کھول کر دیکھ لیتا ہوں۔ وہ بھی جب امتحانات سر پر ہوں۔'' لالہ کو لگا وہ اسے چڑا رہا ہو۔

''جاؤ ضیا، مجھے تنگ نہ کرو۔'' وہ ابھرتے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے بولی۔

''جو حکم......'' وہ فوراً دوسری طرف مڑ گیا تھا۔ ایک پل کے لیے تو لالہ بھی اس کی اس قدر فرمانبرداری پر شاکڈ رہ گئی تھی۔ پھر سر جھٹک کے لائبریری کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

''باریال......؟'' دیدے کی پکار پر وہ فوراً اٹھ کر ان کے کمرے میں آیا تھا۔ جس وقت وہ گھر آیا تھا، دیدے نماز پڑھ رہی تھیں۔ اسی لیے وہ خاموشی سے پلٹ گیا تھا۔ لیکن انہوں نے شاید اس کی آہٹ محسوس کر لی تھی۔ تبھی نماز ختم کرتے ہی اسے پکارا تھا۔

''السلام علیکم دیدے......'' وہ مسکراتا ہوا ان کے قریب نیچے زمین پر ہی بیٹھ گیا۔ انہوں نے زیر لب کچھ

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

پڑھتے ہوئے اس پر پھونک دیا تھا۔

"یہاں کیوں بیٹھ گئے ہو...... میں اٹھنے ہی والی تھی۔" شفقت سے اس کے گھنے بالوں کو چھوتے ہوئے انہوں نے کہا۔ باریال کو دیکھتے ہی روشنی سی ان کی آنکھوں میں جھلملانے لگتی۔ باریال بچپن سے اس روشنی کا عادی تھا۔ جب بھی کبھی وہ ماں سے کچھ دیر کے لیے دور جاتا۔ واپس آنے پر یہی روشنی اس کا استقبال کرتی...... ویدے اٹھ گئیں تو وہ بھی جانماز تہ کرتا بستر پر بیٹھ گیا...... ویدے کچھ دیر اسے یونہی پیار سے دیکھتی رہیں۔

"میں دیکھ رہی ہوں، جب سے تم آفس کے کام میں بزی ہوئے ہو۔ تھکنے کے بجائے تازہ دم رہنے لگے ہو......" باریال نے بیڈ کے کراؤن سے ان کے ٹیک لگاتے ہی نرمی سے ان کے پاؤں اٹھا کر اپنے قریب کر لیے اور ان کے پیر دبانے لگا...... ویدے مسکرا دی تھیں۔

"نہ صرف فریش رہنے لگا ہوں ویدے...... بلکہ اب وہ ڈراؤنے خواب بھی مجھے نہیں ستاتے۔ بلکہ اکثر دوا لیے بغیر ہی مجھے نیند آجاتی ہے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ضبط ہی بہترین ہتھیار ہے باریال......" ویدے کے چہرے پر کئی رنگ ایک ساتھ آکے ٹھہرے تھے۔

"تم بے بس تھے...... لیکن ضبط نہیں کر پا رہے تھے۔ انتقام کی آگ سینے میں جلائے تم خود ہی تھے جو ان ڈراؤنی حقیقتوں کو بار، بار خود کو یاد کرانا چاہتے تھے۔" تسبیح کے دانے روک کے وہ اس کے چہرے کو دیکھے جا رہی تھیں۔ باریال کو ایک دم سے ان کے چہرے پر خوشی اور غم ایک ساتھ رقم ہوتے محسوس ہوئے۔

"لیکن ایسا ہوتا ہے بیٹے زندگی میں کئی بار ہماری طاقت بس چوٹ کھا کے مر جانے یا کہیں چھپ جانے میں ہوتی ہے پھر یہ کہ...... ہم اس پر کڑھ کڑھ کے اپنا وقت، اپنا گیان ضائع کرتے ہیں یا پھر ضبط کی راہ لیتے ہیں، وقت پر چھوڑ دیتے ہیں اور یقین کرو باریال یہ آخری راستہ بے حد سہل اور پُر امید ہے کیونکہ پھر فیصلہ، انصاف ہم ڈائریکٹ اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔" وہ ان کی بات سمجھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سکون تھا۔

"مجھے خوشی ہے، دیر سے سہی لیکن تم نے ضبط کی راہ اختیار کی، انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا...... انشاء اللہ یہ ادویات وغیرہ بالکل چھوٹ جائیں گی۔" انہوں نے اٹھ کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

"انشاء اللہ......!" باریال نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"دودھ لاؤں آپ کے لیے؟"

"نہیں، میں نے پی لیا۔" وہ مسکرائیں۔

"سوری ویدے...... آج پھر لیٹ ہو گیا۔" اس کا لہجہ معذرت خواہانہ ہو گیا۔

"سوری کرنے کی بات تو ہے لیکن وجہ میں نہیں۔" ویدے اب اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں۔

"مطلب......؟" ذہین چمکتی آنکھوں میں الجھن سی بیدار ہوئی تھی۔

"امن آئی تھی......" ویدے نے بتاتے ہوئے بغور اس کے چہرے کے تاثرات کو نوٹ کرنا چاہا تھا۔ وہاں فوراً شرمندگی اتری تھی۔

"اوہ گاڈ......!" بالوں میں ہاتھ پھنساتے ہوئے وہ واقعی شرمندہ ہوا تھا۔

"تم نے خود اسے ملنے کے لیے کہا تھا؟" ویدے نے پوچھا۔

"نہیں، وہ خود ملنا چاہ رہی تھی۔ میں نے بس گھر کا کہہ دیا، آپ بھی تو یاد کرتی ہیں ناں اسے۔" وہ صاف گوئی سے بولا۔ ویدے کو لگا تھا، اس کے دل میں واقعی امن کو لے کر کوئی خاص جذبات نہیں تھے۔ ان کے بیٹے کی آنکھیں انہیں اس کے دل کا حال خوب بتاتی تھیں۔

"امن اچھی لڑکی ہے۔" انہیں جیسے افسوس سا ہوا، فوراً مدعے پر آئیں۔

"میں نے کب کہا بری لڑکی ہے اور پھر میری تو سب سے اچھی دوست ہے وہ۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے سارا معاملہ ہی ختم کر گیا۔

"کسی کو انتظار نہیں کروانا چاہیے۔" ویدے نے جیسے التجا کی۔

"بالکل بھی نہیں کرواؤں گا۔" وہ ان کی بات سمجھ کر مسکراتے ہوئے بولا اور جانے کے لیے مڑا۔

"پھر بھی باری...... امن جیسی نہیں تو پھر تمہیں کیسی لڑکی چاہیے۔" ان کی پکار پر وہ رکا...... پھر مڑ کر آہستگی سے چلتا ان کے قریب آ کے رک گیا۔

"کچھ زیادہ ڈیمانڈ نہیں ہے میری ویدے۔" ذرا سا جھک کے وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

دیدے بھی اسے دیکھنے لگیں۔

''بس اسے دیکھتے ہی ناں یہ دل گواہی دے، دے۔''

''مطلب......؟'' دیدے حیران ہوئیں۔

''مطلب......'' وہ سوچنے لگا۔

''مطلب یہ گواہی دئے دے کہ اسے دیکھتے ہی میرے دل کو کچھ خاص محسوس ہو۔ میری آنکھیں کسی دیے کے مانند جل اٹھیں اور میں......'' وہ شرارت سے کہتا چلا گیا۔

''باری......'' دیدے نے ہنستے ہوئے اسے ہلکا سا تھپڑ رسید کیا تھا۔

''لکھوالو...... وہ لڑکی پیدا ہی نہیں ہوئی جو باریال کا دل پھیر سکے۔''

''بس پھر میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔'' وہ خفا، خفا سا منہ بنا کر بولا تھا۔ دیدے مزید ہنسنے لگیں...... وہ مسکراتے ہوئے انہیں دیکھے گیا۔

☆☆☆

بنگلے کے اس حصے میں آتے ہی نہ جانے کیوں وہ ہمیشہ اس احساس میں گھر جاتی تھی کہ وہ شہر میں نہیں اپنے گاؤں میں موجود ہے۔ تقریباً دس مرلوں پر محیط اس لان میں برآمدے سے لے کر بیرونی دیوار تک انار، کھجور، کیلے، آم، امرود، جامن اور فالسے کے درخت لگے تھے۔ جن کی شاخیں ایک دوسرے میں گڈ مڈ ہو رہی تھیں۔ کئی بار تو وہ سب ایک دوسرے کا حصہ لگنے لگتے...... برآمدے کے بالکل قریب لگے جالی دار دریچے سے چڑھتی انگور کی بیل نے برآمدے کی ساری چھت پر ہی قبضہ جمانا شروع کر دیا تھا۔ بیرونی چار دیواری بوگن ویلیا سے ڈھکی تھی۔ سرسبز سایہ حصہ اسے ہمیشہ مسحور سا کر دیتا تھا۔ عجیب سی سرشاری اسے اپنے حصار میں لے لیتی۔ تبھی وہ اکثر عصر کے وقت کتابیں لے کر اِدھر ہی آ جایا کرتی۔

آج فضا میں حبس غائب تھا۔ صبح سے روئی جیسے بادلوں اور ٹھنڈی ہوا نے موسم میں خوشگواریت بھر دی تھی اور گل سو رہی تھی۔ وہ کتابیں لے کر لان میں آ گئی۔ فالسے کے زرد نارنجی ننھے پھول جھڑنا شروع ہو گئے تھے۔ مطلب پھل لگنے کو تھا۔ وہ کتابیں انار کے پیڑ کے نیچے رکھتی اس طرف واپس آ گئی۔ اور فالسے کے باقی ماندہ ننھے منے پھول شاخوں سے چننے لگی۔ تبھی اس نے گیٹ کھلنے کی آواز سنی...... بے اختیار اس طرف دیکھا۔ وہ ابراہیم تھا...... ابراہیم حیات...... بائیک پر سوار وہ اِدھر اُدھر دیکھے بنا بائیک سیدھا اپنے پورشن کی طرف لے گیا تھا۔ اس پورشن کا واحد دروازہ اسی بنگلے میں کھلتا تھا۔ لیکن یہ پورشن تھا بنگلے سے باہر...... اسے اس بنگلے سے جوڑنے والا وہی واحد دروازہ ہی تھا۔

گل مینہ نے ایک نظر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر بکھرے پھولوں کو دیکھا۔ انہیں یونہی دیکھتے ہوئے کچھ دیر سوچتی رہی۔ پھر دھیرے، دھیرے چلتی اس پورشن کی طرف بڑھ گئی۔ جس کا ادھ کھلا دروازہ ہوا کے زور سے دھیرے، دھیرے ہل رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بہت پیاری مسکان آ... ٹھہری تھی۔ وہ محبت کی رتھ کی سوار تھی۔ خوابوں کے رنگوں کا حسین لباس اوڑھے جذبات کی پریاں جس کی باگ بان تھیں۔ اس کا دل زور، زور سے دھڑک رہا تھا۔ یوں جیسے وہ اس سے پہلے منزل کا متمنی ہو۔ نہ جانے کب پیروں میں قید چپل اتر گئی۔ اور نرم پیروں نے ملائم گھاس کو چھوا...... وہ یونہی پھول سنبھالے دھیرے، دھیرے قدم دھرتی رہی۔ اور پھر اس نے دروازے کے سامنے قدم روکے تھے۔ بالکل اسی وقت ابراہیم واپس آیا تھا۔ اسے یوں دروازے میں ایستادہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ اسے دیکھتے ہی گل مینے نے اپنی ہتھیلی آگے بڑھا دی۔ خوب صورت آنکھوں میں رچی حیرت دو چند ہوئی۔ وہ اب مسلسل اس کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔

''خانزادی......'' وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا تھا۔

''میرا نام گل مینہ ہے، تم مجھے مینہ کہہ سکتے ہو......'' اس نے کہتے ہوئے پھولوں سے بھری ہتھیلی اس کے آگے کی تھی۔ وہ بے اختیار ایک قدم پیچھے ہوا۔ مینے کھلکھلا دی۔

''توبہ ہے، میں تو سمجھتی تھی تم شرمیلے ہو...... لیکن......'' اس کی بات پر وہ نظریں یکبارگی اٹھی تھیں۔

''لیکن......؟'' ابرو تیکھے انداز میں ذرا سا اٹھے۔

''لیکن تم تو ڈرپوک ہو۔'' دایاں ہاتھ پہلو میں جماتے ہوئے وہ ایک انداز سے مسکرائی۔

''جن کی حدیں مقرر ہوں، وہ محتاط ہوتے ہیں ڈرپوک نہیں خانزادی۔''

''میں نے بتایا ناں میرا نام مینے ہے۔''

''میرے لیے آپ ایک خانزادی ہیں بس......

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

میں آپ کو آپ کے نام سے پکارنے کی جرأت کبھی نہیں کر سکتی۔''

''خانزادی میں صرف نوکروں کے لیے ہوں۔ اور بھائی نے بتایا ہے تم نوکر نہیں ان کے دوست ہو۔'' وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

''گل مینے۔'' دور سے اوزگل کی پکار سنائی دی تھی۔ پہلو پہ جما ہاتھ ایک جھٹکے سے نیچے گرا تھا۔

''مینے باء جی آئے ہیں جلدی آؤ......'' اور اس کی اگلی بات پہ اس کے ساتھ، ساتھ ابراہیم کی بھی سانس اٹکی تھی۔ وہ مزید پیچھے ہوا تھا۔

''یہ پکڑو......'' تیزی سے کچی دہلیز پار کرتی وہ اس کا ہاتھ پکڑتی سارے پھول اس کی ہتھیلی پر دھر گئی تھی اور مڑ کے بھاگ گئی۔ ابراہیم نے حیرت بھری نظر ان سنہری پھولوں پر ڈالی تھی۔ پھر سرشاری کی سی کیفیت میں مٹھی بند کر دی۔ سماں مہکنے لگا تھا۔

☆☆☆

لاؤنج میں موت کا سا سماں طاری تھا۔ سرد سی خاموشی چھائی تھی۔ فیملی کے سارے ممبرز اتنے عرصے بعد ایک ساتھ بیٹھے تھے۔ لیکن سب کے چہرے بجھے، بجھے تھے۔ یوں جیسے سب نے موت کا رقص دیکھا ہو...... یا اچانک سے سب کچھ کھودینے کا احساس جاگ اٹھا ہو...... کونے میں رکھے صوفے پر بیٹھی اوز گل کی آنکھیں مسلسل آنسو بہا رہی تھیں۔ گل مینے بڑے صوفے پر ایک کروفر سے بیٹھے باء جی کی گود میں سر رکھے اداس سی نیچے کارپٹ پر بیٹھی تھی۔ باء جی کے چہرے پر سختی سی چھائی تھی۔ جیسے انہیں یہ افسوس یہ ماتم گراں گزر رہا ہو۔

''آپ کم از کم اطلاع تو کرتے ہمیں باء جی......'' ساتھ بیٹھے ضیا نے کافی خاموشی کے بعد نم لہجے میں کہا۔

''ہمیں اچھی طرح معلوم ہے ضیا...... ہمیں کیا کرنا چاہیے۔'' سخت آواز میں ناراضی چھلک رہی تھی۔ ضیا معذرت خواہانہ لہجے میں سر جھکا گیا۔

''اللہ لوک کی موت رات کو نیند میں ہوئی۔ اس قدر اچانک...... ہم خود بھی حیران پریشان تھے۔ لیکن ہم یہ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ تمہارے اور گل مینے کے امتحانات چل رہے تھے۔ اور ہم نہیں چاہتے تھے کہ اس چھوٹے سے واقعے سے تم دونوں کی ساری محنت بیکار چلی جاتی۔''

''لیکن یہ ایک چھوٹا سا واقعہ نہیں تھا باء جی......'' مینے نے سر اٹھایا۔

''موت اور زندگی سب غیر یقینی ہے میرے بچے......'' انہوں نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

''پھر یہ ہمارے پرکھوں کی ریت ہے...... پٹھان موت پر اتنا رویا نہیں کرتے...... کافی مضبوط ہیں ہم...... تم سب بھی اس بات کو دل پر نہ لو...... اور ان کے لیے دعا کرو...... اللہ پاک ان کی مشکلیں آسان فرمائے۔'' گھنی مونچھوں تلے دبے ہونٹ نہ جانے کیوں عجیب سا مسکرائے تھے۔

''آمین......'' وہ تینوں بہن بھائی بیک وقت بولے تھے۔ اور پھر واقعی ضیا اور مینے دونوں باء جی کے ساتھ اپنے معمولات شیئر کرنے لگے تھے لیکن اوزگل... بہرحال نہ کر پائی تھی۔ وہ چائے بنانے کا کہہ کر وہاں سے نکل آئی۔ اور اپنے کمرے کے ٹیرس پر آ ٹھہری، بارش شروع ہو چکی تھی...... وہ بھی رونے لگی۔

''کاش...... کاش میں آپ کو چھوڑ کر اِدھر نہ آئی ہوتی اللہ لوک...... پتا نہیں کیا ہوا ہوگا آپ کے ساتھ۔'' چہرہ ہاتھوں میں چھپائے وہ پھوٹ، پھوٹ کے رو دی تھی۔

☆☆☆

جب سے آغا نے ایک پرائیویٹ کمپنی میں جاب حاصل کی تھی، اپنے اور اقرا کے معاملے کو سیٹ ہوتے محسوس کیا تھا۔ اس نے شاہدہ سے بھی بات کرلی تھی۔ وہ تو راضی تھیں لیکن زرینہ بیگم کا ڈر تھا، انہیں نہیں لگتا تھا کہ وہ اس رشتے کے لیے مانیں گی۔

''آپ میرے اور اقرا کے تعلق کے بارے میں بتا دینا۔ پھر دیکھتا ہوں کیسے نہیں مانتیں۔'' یہ بات ان کے دل کو بھی لگی...... زرینہ بیگم نہ بھی مانتیں تو اقرا اپنی بات منوا کے ہی رہے گی یہ وہ اور آغا اچھی طرح جانتے تھے۔ تبھی وہ آج مٹھائی اور کچھ سامان لے کر سرِ شام ہی ان کے گھر پہنچ گئیں۔ حمزہ ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔ اقرا نے ہی دروازہ کھولا اور آغا اور شاہدہ آنٹی کو دیکھ کر اس کا انگ، انگ کھل سا گیا تھا۔ انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر، امی کو اطلاع دے کر وہ سیدھا کچن میں چلی آئی تھی۔ شاہدہ نے کچھ دیر انتظار کر کے آغا کو واپس بھیج دیا۔ زرینہ

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

آئیں تو وہ ان کی منتظر تھیں۔ زرینہ نے بھی ہمیشہ کی طرح ان کا استقبال دوستانہ لہجے میں کیا تھا۔ ان کے دوستانہ انداز کو دیکھتے ہی انہوں نے اقرا کو آغا کے لیے مانگ لیا تھا۔ زرینہ بیگم ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

''تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟'' منہ سے جیسے جھاگ نکلنا شروع ہو گیا۔ وہ شدید غصے میں تھیں۔

''ایک منٹ میں اٹھاؤ یہ کاٹھ کباڑ اور راستہ پکڑو......'' ان کی چیختی آواز پر اقرا دوڑتی ہوئی دروازے تک آئی تھی۔

''زرینہ بہن......! نرمی سے سوچو، گھر آئے لوگوں کی بھی کوئی عزت ہوتی ہے۔ پھر میرے بیٹے میں کیا برائی ہے۔ خیر سے کمانے لگا ہے، آج نوکر لگا ہے کل افسر لگ جائے گا۔ دن پھرنے میں وقت ہی کب لگتا ہے۔'' شاہدہ سمجھدار خاتون تھیں۔ تبھی ان کے غصے کو درگزر کرتے ہوئے نرمی سے انہیں سمجھایا۔

''ہاں تو کیوں کرے میری اقرا، آغا جیسے آوارہ لڑکے کے وقت پھرنے کا انتظار...... اس کے لیے رشتوں کا کال پڑگیا ہے کیا؟'' وہ اور زیادہ بھڑ گئیں۔ اپنے بیٹے کے بارے میں ان کی رائے سن کر شاہدہ بھی غصے سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ذرا سی عزت کیا دی محلے دار سمجھ کے، بی بی تم تو گلے کا ہار بننے لگیں۔'' زرینہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان کا منہ نوچ لیں۔ اقرا تیزی سے اندر آئی تھی۔

''امی پلیز...... یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟'' وہ ماں کا بازو پکڑتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولی۔

''ان جیسے بے غیرت لوگوں کے ساتھ بات کرنے کا یہی صحیح طریقہ ہے ہونہہ آ جاتے ہیں منہ اٹھا کر......'' اور شاہدہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

''خود نہیں آئی، نہ ہی کوئی شوق ہے یہ جو تیرے بازو سے لگ کر کھڑی ہے ناں۔'' وہ بولنے پر آئیں تو بولتی چلی گئیں۔ اقرا کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

''پوچھ اس سے، ہم......م......م بڑا شوق تھا اسے آغا کی دلہن بننے کا......ورنہ میرے آغا کو بھی کمی نہیں ہے لڑکیوں کی...... ایک سے ایک اعلیٰ خاندان سے لڑکی بیاہ کر نہ لے آئی تو کہنا...... یہ تیرے سامنے سے بارات لے کر جاؤں گی وہ بھی بڑی دھوم دھام سے۔'' زرینہ نے تیکھی نگاہ ساتھ لگی اقرا پر ڈالی۔ لیکن خاموش رہیں۔

''ہاں، ہاں جاؤ......روکا کس نے ہے، میری بلا سے۔'' زرینہ نے ہاتھ جھاڑے۔

''اور سمجھا لینا اس آفت کو...... اگر آغا چاہیے تو اب اس کی ماں میرے گھر آ کر خود منت کرے گی۔ میں اب اس گھر کی دہلیز پار نہیں کروں گی، کبھی نہیں......'' چادر اوڑھتے ہوئے شعلہ بار نگاہوں سے وہ اقرا کو تکتی گھر سے باہر نکل گئی تھیں۔

''جا، جا اپنے بیٹے کو سمجھا......وہی پیچھے پڑا ہوگا میری اقرا کے، اللہ پوچھے تم لوگوں کو۔'' سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے انہوں نے چلا کر کہا تھا۔ اقرا خاموشی سے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ حمزہ کے آنے کا وقت ہو رہا تھا۔ اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ بھائی کے سامنے کوئی بات کھلے......اپنی اماں کو بھی جانتی تھی۔ حمزہ کے سامنے وہ کوئی ذکر نہیں کرنے والی تھیں۔ کل اس کے جانے کے بعد ہی وہ اس سے تفصیل پوچھیں گی اور وہ اس کے لیے مکمل طور پر تیار تھی۔

''اماں کیا سمجھتی ہیں؟ لالہ کی طرح ہر کسی کو بے عزت کر دیں گی، دبا لیں گی۔ نہیں ہرگز نہیں، میں لالہ نہیں، اقرا ہوں...... میں وہی کروں گی جو میرا دل چاہے گا۔'' اس نے دل ہی دل میں کہتے ہوئے خود کو مضبوط کیا تھا۔

☆☆☆

سہراب علی خان نے اسے اپنے کمرے میں بلایا تھا۔ انہیں کچھ ضروری معاملات اس سے ڈسکس کرنا تھے۔ وہ جانتا تھا یہ معاملات کیا تھے۔ اور سہراب علی خان کے نزدیک ان کی اہمیت کیا تھی؟ اسی لیے وہ فوراً ان کے کمرے میں پہنچا تھا۔ دونوں ہاتھ پشت پر باندھے اِدھر سے اُدھر ٹہلتے وہ بے چینی سے اس کے منتظر تھے۔

''آپ نے بلایا باباجی؟'' کمرے میں آتے ہی وہ مؤدب انداز میں بولا۔ باباجی کے قدم رکے۔ ضیا علی خان کا سراپا ان کے سامنے تھا، ایکلخت جائزہ لیا پھر اسے سامنے والے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی روبرو بیٹھ گئے، یوں کہ نظریں اس کے چہرے کا طواف کرتی رہیں۔

''تمہیں پتا ہے اللہ لوک کی موت کیسے ہوئی......؟'' سوال کرتے وقت ان کی چیتے جیسی چمکدار آنکھیں ضیا کی آنکھوں پر جمی تھیں۔ وہ اس سوال پر چونکا تھا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''آپ نے بتایا تھا باء جی اللہ لوک کی موت نیند میں ہوئی۔'' وہ حیرانی سا بولا۔

''نہیں ضیا......'' وہ ضبط سے دونوں ہتھیلیوں سے چہرہ چھپاتے سسک دیے تھے۔

''بلکہ مرتضیٰ زیدی کے ہاتھوں بخشی رسوائی اور بدنامی کی چوٹ نے ہمارے خاندان کے ایک اور فرد کو نگل لیا۔'' وہ بچوں کی طرح سسک اٹھے تھے اور ضیا اپنی جگہ پر بت بنارہ گیا تھا۔

''پتا ہے کیا؟'' ہاتھ چہرے سے ہٹاتے ہوئے انہوں نے کہا۔ ضیا نے دیکھا ان کا چہرہ...... آنسوؤں کی شدت سے لال پڑ چکا تھا۔

''انہوں نے مرتے وقت مجھے کہا...... سہراب بس ایک بار، ایک بار اس خاندان کو بھی ذلیل و رسوا کر دو۔ میری میت کو سکون مل جائے گا اور میں...... میں، سہراب علی خان اس بار بھی کچھ نہیں کر سکا ضیا کچھ نہیں۔'' وہ بچوں کی طرح بلک، بلک کے رو رہے تھے۔ ضیا مارے ضبط کے لب کاٹنے لگا۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں رہی تھی کہ اٹھ کر باپ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے دو لفظ تسلی کے بول دیتا۔ وہ کچھ دیر انہیں خاموشی سے روتے دیکھتا رہا۔ بچپن سے لے کر اب تک کا ہر دن جب اس نے یونہی باپ کو روتے دیکھا تھا، نظروں کے سامنے آ رہا تھا۔

''میں بھی ان کے دامن میں ایسا داغ سجاؤں گا باء جی کہ وہ بھی ایک، ایک کر کے یونہی اپنے ہاتھوں موت کو گلے لگائیں گے۔'' اس نے اٹھتے ہوئے ایک عزم سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازے کے بند ہونے کی آواز سنتے ہی انہوں نے چہرہ اٹھایا، ضیا جا چکا تھا۔

''دوران خان کہتا ہے، ضیا مقصد بھول چکا ہے لیکن ہم تمہیں کیسے بھولنے دے سکتے ہیں ضیا کیونکہ مقصد تو ہمارا ہی ہے بچے۔'' کمینی سی مسکراہٹ نے ان کے ہونٹوں کا احاطہ کیا تھا۔ آنسو کہیں غائب تھے۔ وہ فون اٹھا کر کسی کا نمبر ملانے لگے۔

☆☆☆

شام ڈھل رہی تھی۔ رات کا اندھیرا آہستہ، آہستہ روشنی کی آخری کرنوں کو بھی نگل رہا تھا۔ وہ سائٹ سے واپس آ رہا تھا۔

اس نے جان بوجھ کر آج گاڑی کے بجائے بائیک کا انتخاب کیا تھا۔ اس وقت سڑکوں پر گاڑیوں کا رش بہت بڑھ جاتا تھا۔ اکثر ٹریفک جام میں پھنس کے گھنٹے دو گھنٹے ضائع ہو جاتے، آج بھی یہی حال تھا۔ روڈ بلاک ہو چکا تھا اور ایک گھنٹے تک رش کم ہونے کا امکان بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کچھ دیر گاڑیوں کے درمیان رک کر انتظار کیا پھر کچھ سوچتے ہوئے کسی نہ کسی طرح بائیک وہاں سے نکالتا دائیں طرف جاتی ایک غیر معروف شاہراہ پر لے آیا۔ یہ راستہ اب ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا۔ تبھی اس طرف ٹریفک نہ ہونے کے برابر ہوتی۔ مین روڈ پر ٹریفک زیادہ ہونے کی صورت میں اِکّا دُکّا لوگ ہی اس سڑک کا رخ کرتے۔ تبھی اس نے بھی اس راستے کا انتخاب کیا تھا۔ لیکن پہلا موڑ کاٹتے ہی اسے بائیک روکنا پڑی۔ سڑک کے دائیں طرف سفیدے کے درخت سے لگی وہ کار شاید کسی حادثے کا شکار ہوئی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ڈرائیور کو موڑ نظر نہیں آیا تھا اور وہ سیدھا لے گیا تھا کار کو...... کار کا اگلا دروازہ ٹکر سے کھل گیا تھا۔ اور لائٹس ابھی تک جل رہی تھیں۔ وہ تیزی سے اس طرف آیا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا لڑکا بے ہوش تھا۔ ماتھے کے اوپر بالوں کے نیچے سے خون کی پتلی لکیر اس کی شرٹ تک بھگو چکی تھی۔ اس نے تیزی سے اس لڑکے کو پیچھے کیا۔ اگنیشن میں چابی موجود تھی۔ اس نے ایک دو بار ٹرائی کیا۔ تیسری کوشش میں گاڑی اسٹارٹ ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر بڑی خوب صورت مسکراہٹ رینگی تھی۔ لڑکے کو اٹھا کر پچھلی سیٹ پر لٹایا تو اس کے چہرے پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں شناسائی رنگ دینے لگی۔ بائیک کو درختوں کے پیچھے چھپا کر اس نے تیزی سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور تھوڑی دیر بعد ہی ٹوٹے پھوٹے بونٹ والی گاڑی اسپتال کی طرف دوڑتی جا رہی تھی۔ صرف دس منٹ میں وہ اسے اسپتال پہنچا چکا تھا۔ اسے سر پر ہلکی سی چوٹ آئی تھی۔ ڈاکٹر نے پٹی کر دی تھی۔ وہ اس کے کمرے میں آیا تو اسے ہوش آ چکا تھا اسے دیکھتے ہی زخمی کی آنکھوں میں بھی شناسائی جاگی تھی۔

''تم چاہو تو اپنی گاڑی میں گھر جا سکتے ہو۔ ڈاکٹرز کے مطابق تمہاری چوٹ معمولی ہے۔ لیکن تم کسی سخت اسٹریس میں تھے جبھی جلدی ہوش و حواس کھو بیٹھے۔'' اس کا موبائل اور کار کی چابی اس کے سامنے رکھتے ہوئے اس

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

نے بتایا۔ وہ اٹھ بیٹھا۔

''آپ وہی ہیں ناں جنہوں نے چند ماہ قبل بھی میری مدد کی تھی۔ جب میں کہیں جھاڑیوں میں گرا پڑا تھا۔'' اس کے سوال پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

''باریال...... باریال ولی خان ہے میرا نام......''

اس نے تعارف دیا۔

''واؤ، نام بھی آپ کی طرح بہت خوب صورت ہے۔ میں ضیا...... ضیا علی خان۔'' اس نے بھی اپنا تعارف کرایا۔

''ویسے حیرت ہے، میں جب بھی کہیں گرتا ہوں، آپ مجھے سنبھالنے آجاتے ہیں۔'' وہ اٹھ کر اپنے جوتے پہننے لگا۔ اس کی بات پر اس کے سامنے کھڑا باریال ذرا سا چونکا تھا۔

''گرنے کی اس عادت کو سدھارو، ہوسکتا ہے کبھی میں نہ بچاسکوں۔'' اس نے کھوئے، کھوئے لہجے میں کہا۔ ضیا اٹھ کھڑا ہوا۔

''یہ شاید پھر میری بھی آخری ٹھوکر ہو۔'' ضیا مسکرا دیا۔ اس کے گال کا ڈمپل گہرا ہوا۔ باریال اسے کھوجتی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ یوں جیسے اسے پہچاننے کی کوشش کررہا ہو۔

''چلیں......'' ضیا علی خان نے کہا تو باریال چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''آپ مجھے یہاں میری گاڑی میں لائے۔ مطلب آپ کی گاڑی وہیں روڈ پر ہوگی، میں آپ کو وہاں تک لفٹ دے سکتا ہوں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے شرارت سے دائیں آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں، شیور......'' وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چل دیا جبکہ دل ہی دل میں نہ جانے کیوں گھبراہٹ سی ہورہی تھی۔ ضیا علی خان سے اسے اپنائیت سی محسوس ہوتی لیکن ساتھ ہی کچھ خوف بھی...... کوئی انجانا سا خوف...... وہ سمجھ نہیں پارہا تھا۔ سو سر جھٹک کر اس کے ساتھ چل دیا تھا۔ بائیک تو اسے لینی ہی تھی وہاں سے۔

☆☆☆

حمزہ ابھی، ابھی آفس کے لیے نکلا تھا۔ زرینہ بیگم نے اس کے گلی کا موڑ کاٹتے ہی دروازہ سختی سے بند کیا اور تیز، تیز قدم اٹھاتی اقرا کے کمرے کی طرف چل دیں۔ کمرے کا دروازہ بھی اچھی طرح بند کر کے انہوں نے اقرا کے اوپر سے چادر کھینچی تھی۔ وہ تو پہلے سے جاگ رہی تھی اور انگلیوں میں چادر پکڑے لیٹی تھی۔ زرینہ کے یوں چادر کھینچنے پر اس کے لیے، لمبے ناخن پھنس کے ذرا سا ٹوٹے تھے۔ وہ درد سے بلبلا اٹھی تھی۔

''امی......''

''خبردار...... خبردار جو مجھے ماں کہا۔'' انہوں نے اس کے چلّانے کی پروا کیے بغیر چادر ایک طرف اچھال دی۔ چاروناچار اسے اٹھ کر بیٹھنا پڑا تھا۔

''اب سچ، سچ بتا، یہ آغا کی ماں کیا بک رہی تھی؟'' نفرت اور غصے سے ان کی سانس پھولنے لگی تھی۔

''سب بتا تو دیا انہوں نے اور کیا سننا چاہتی ہیں۔'' وہ بھی اس دفعہ انہی کے لہجے میں چلّائی تھی۔ وہ تو مارے صدمے کے وہیں بستر پر ہی ڈھے سی گئیں۔ وہ نظریں چرا گئی۔

''پسند کرتی ہوں میں آغا کو اور وہ بھی مجھے...... تو اس میں کیا برائی ہے امی......'' وہ انہیں یوں گم صم دیکھ کر نرمی سے ان کے قریب ہوئی۔

''پھر آپ کو نوکری سے ایشو تھا۔ اب تو شاویز بھائی سے پہلے آغا کی نوکری ہوگئی ہے، گھر بیٹھے اتنا اچھا رشتہ مل گیا میرے لیے۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہیے۔''

''یہ سب لالہ کا کیا دھرا ہے ناں......؟'' وہ اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے تیز لہجے میں بولیں، اقرا کا منہ کھل گیا۔

''اسی نے تجھے [illegible] کیا ہے ناں اس آغا کی طرف......'' وہ اٹھ کھڑی ہوئیں، انداز میں عجیب سی جارحیت تھی۔

''اس دن شام کو تیرے ساتھ آئی تھی، یاد ہے تجھے، سارا دن یہی سکھاتی رہی تھی ناں تجھے......''

''امی پلیز......'' وہ بھی بیڈ سے نیچے اتر آئی۔

''خدا کا واسطہ ہے لالہ کا پیچھا چھوڑ دیں...... ایسا نہ ہو اس کی آہیں آپ کی بیٹی کی زندگی اجیرن بنا دیں۔'' وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے بولی۔ زرینہ نے زہرخند نظر اس پر ڈالی۔

''چھوڑ دوں......؟'' ان کے لہجے میں بھی زہر تھا۔

''اس کی تو میں وہ درگت بناؤں گی کہ لوگ دیکھیں گے لیکن پہلے......'' وہ ذرا سا رکیں۔

''پہلے میں تیری اور شاویز کی بات پکی کردوں،

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اب میں تجھے اور ڈھیل نہیں دے سکتی۔'' ان کا لہجہ قطعی تھا۔ اقرا تاسف سے انہیں دیکھے گئی۔

''میری شادی آغا سے طے کر دیں اماں...... ورنہ......''

''ورنہ کیا......؟ ہاں......'' انہوں نے غصے سے اسے جھاڑا تھا۔

''یہ بھی آپ دیکھ لیں گی۔'' لب کچلتے، غصے سے کہہ کر وہ پیر پٹختی باہر نکل گئی۔

زرینہ بیگم نے قریب پڑا گلدان اٹھا کر دیوار پر دے مارا تھا۔

☆☆☆

احمد انٹرپرائزز سے اس کی میٹنگ شاندار رہی تھی۔ عہدیداران کو نہ صرف اس کے آئیڈیاز بہت پسند آئے تھے بلکہ وہ اس کے پہلے پروجیکٹ میں انویسٹ بھی کرنا چاہ رہے تھے۔ وہ آج بے حد خوش تھا۔ ان کے آفس سے نکلتے ہی اس نے اپنی خوشی دیدے سے شیئر کی تھی۔ ان سے دعائیں وصول کر کے جونہی اس نے کال بند کی، اس کا فون بجنے لگا۔ امن کی کال تھی۔ اس نے فوراً پک کی اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

''کیا بات ہے؟'' بہت خوش نظر آ رہے ہو۔'' دوسری طرف امن نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''don't tell me، تم یہیں کہیں ہو۔'' وہ خوشگوار حیرت میں مبتلا ہوا تھا۔

''تو......؟'' روکھا سا جواب آیا۔

''تو سے مطلب...... کہاں ہو یار......؟ بتاؤ مجھے۔'' وہ اِدھر اُدھر اسے تلاش کرتے ہوئے بولا۔

''کیوں بتاؤں؟''

''ملنا ہے تم سے اور کیا......؟'' باریال مسکرایا۔

''دو دن تمہارے گھر جاتی رہی...... تم نے وعدہ جو کیا تھا...... وہاں ملے نہیں، اب بھی یہ احسان کرنے کی ضرورت نہیں۔'' وہ ناراض لہجے میں بولی۔

''ہاں تو سوری کروں گا ناں......'' وہ فوراً غلطی مان گیا۔

''بس یہی عادت تمہاری بہت اچھی ہے، تم اکڑو نہیں ہو۔'' وہ کھلکھلادی تھی۔

''ویسے میں تمہارے پیچھے پارکنگ میں ہی کھڑی ہوں۔ آفس کے کام سے آئی تھی۔ اس نے ہنستے ہوئے بتایا۔ باریال نے مڑ کر پارکنگ ایریا کی طرف دیکھا...... سامنے ہی امن نے اسے دیکھتے ہی ہاتھ ہلا دیا...... وہ مسکرا کر فون بند کرتا اس کی طرف آ گیا۔

''تم بہت برے ہو باریال......'' اس کے پاس آتے ہی وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

''آئی ایم سوری......'' اس نے دایاں ہاتھ سینے پر جماتے ہوئے مؤدب انداز میں کہا۔

امن کو وہ بے حد کھلا کھلا لگا، فریش سا...... خوش سا......

''چلو، آج میری طرف سے ٹریٹ......'' وہ اسے اشارہ کرتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف آ گیا۔

''وہ کس خوشی میں......؟'' وہ بھی اسی طرف آ گئی۔

''آج ایک بہت بڑے انویسٹر سے بات ہوئی ہے میری، ڈیل تقریباً تیار ہے۔'' وہ گاڑی اسٹارٹ کرتا خوشی خوشی بتانے لگا۔ امن کی آنکھیں نہ جانے کیوں بجھ سی گئیں۔

اس نے فرنٹ ڈور پہلے ہی اس کے لیے کھول دیا تھا۔

"congrats" کہتے وہ گاڑی میں اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''شکریہ......'' وہ مسکرایا۔

امن خاموش رہی۔

''بتاؤ کہاں چلیں......؟'' باریال نے پوچھا۔

''جوس کارنر......'' مختصر جواب دے کر وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

باریال نے اس کی خاموشی نوٹ نہیں کی تھی۔ وہ خود میں مگن تھا۔ بے حد خوش......

☆☆☆

جب سے اللہ لوک کی موت کی خبر آئی تھی، اوز گل بالکل مرجھا کے رہ گئی تھی۔

باوا جی صرف دو دن یہاں رہے تھے۔ الیکشن سر پر تھے اور انہوں نے ایک ساتھ کئی ترقیاتی کام شروع کروا دیے تھے اپنے علاقے میں...... اس ضمن میں سب سے پہلے کھیتوں میں پختہ نالوں کی تعمیر تھی۔

نہر علاقے میں موجود تھی۔ لیکن صرف خان کی زمین ہی سیراب ہوتی تھیں اور باقی پانی بند کر دیا جاتا۔ عام لوگوں کو بارش کے پانی پر ہی گزارہ کرنا پڑتا۔ کاشتکاری کے لیے...... اس کا سب سے بڑا مقصد انہیں

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

مالی طور پر کمزور کرنا اور قرضہ جات کے بوجھ تلے دبانا تھا۔ سارے سال کی محنت کے باوجود وہ صرف اس قدر کما پاتے کہ ایک تو سال آرام سے گزر جاتا اور دوسرے قرضے کا کچھ حصہ واپس کر دیا جاتا۔ لیکن سال کے آخر میں فصل کے لیے بیج، کھاد اور دواؤں جیسے مزید اخراجات کے لیے دوگنا قرضہ لے لیا جاتا۔ اور اس طرح نسل در نسل غلامی منتقل ہوتی رہتی۔

لیکن اب دور بدل گیا تھا۔ علم و آگہی کی روشنی میں نئی نسل غلامی کی زنجیروں کو نہ صرف محسوس کرتی بلکہ ان کے بوجھ سے نکلنے کے راستے بھی تلاش کر سکتی تھی۔ جمہوری نظام نے اور کچھ دیا ہو یا نہ دیا ہو، عام انسان کو سب سے بڑا حق ضرور دیا ہے کہ وہ اپنے حق کے لیے سوچے اور صحیح فیصلہ کرے۔

نئی نسل میں شعور و آگہی کا جذبہ تھا اور وہ تجربہ کر بھی سکتے تھے۔ اسی لیے سہراب علی خان کو بھی کچھ اصول توڑنے پڑے تھے۔ پھر وہ اچھی طرح جانتے تھے صرف الیکشن جیتنے تک ان کو جھکنا تھا ذرا سا۔ اس کے بعد وہ بادشاہ تھے۔ سو یہ سودا مہنگا نہیں تھا۔ اسی لیے صرف دو دن ہی وہاں گزار کے وہ واپس چلے گئے تھے۔

اور اب ایک ہفتہ ہو چکا تھا لیکن اور گل خود کو نہیں سنبھال پا رہی تھی۔ اب بھی مینے اسے تلاش کرتی لان کی طرف آئی تو وہ برآمدے کی سیڑھیوں پر بیٹھی رو رہی تھی۔ گل مینے ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔

''گل...... تم پھر رو رہی ہو؟'' گل کے قریب بیٹھتے ہوئے وہ خفا لہجے میں بولی۔

''پتا نہیں کیوں مینے......'' اس نے دائیں ہاتھ کی پشت سے اپنے گال صاف کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے لگتا ہے اللہ لوک مری نہیں، ابھی زندہ ہیں۔''

''جب بھی کوئی پیارا مرتا ہے تو ہمیں ایسا ہی لگتا ہے ناں......'' مینے نے بہن کے ساتھ لگا لیا۔

''تم نے ہی تو مجھے بتایا تھا گل...... امی کے مرنے پر بھی تمہیں کوئی دن وہ قبر میں زندہ نظر آئی تھیں۔'' وہ اسے یاد دلانے لگی۔

''لیکن وہ صرف خواب تھے مینے...... یہ احساس ہے...... جیتا جاگتا احساس......'' وہ بے بس لہجے میں بولی۔

''مجھے سچ میں لگتا ہے اللہ لوک کے ساتھ کچھ غلط ہوا ہے؟''

''لیکن کیا گل......؟'' مینے کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔

''ہماری اپنی حویلی میں، اتنے بدرگوں (محافظوں) کی موجودگی میں کچھ غلط کیسے ہو سکتا ہے ان کے ساتھ۔''

''یہی تو مجھے سمجھ نہیں آ رہی......'' اس کا لہجہ پھر بھیگنے لگا۔

''لیکن مجھے لگتا ہے وہ مجھے یاد کر رہی ہیں، مجھے پکار رہی ہیں، اللہ لوک...... کاش میں آپ کو چھوڑ کر یہاں نہ آئی ہوتی...... کاش......'' وہ گھٹنوں میں سر دیے پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی۔ گل مینے نے اس کے لرزتے وجود کو ساتھ لگا لیا تھا۔

☆☆☆

آہنی دروازہ اتنی زور سے بجا تھا کہ نانو کا کمزور سا دل بے اختیار دھڑ دھڑ ا گیا تھا۔

''یا اللہ خیر......'' فوراً ہی دل کو سنبھالتی اٹھ بیٹھیں۔ گھر پر اس وقت وہ اکیلی تھیں۔ برآمدے میں لیٹیں تو نہ جانے کیسے آنکھ لگ گئی۔ دروازے کی زوردار آواز نے ایک دم نیند سے جگایا تو مریض دل کانپ، کانپ گیا۔ جتنی دیر میں وہ خود کو نارمل کرتی چپل پہنتیں...... دروازہ مزید زور سے بجایا گیا۔

''صبر کر لو...... آ رہی ہوں۔'' انہوں نے چپل پہنی اور دھیرے، دھیرے آ کر دروازہ کھول دیا۔ آنے والا بھی مسلسل دستک جاری رکھے ہوئے تھا۔

''زرینہ، تم......؟''

''کیا ہے اماں......؟'' زرینہ کو سامنے دیکھ کر ان کی تیوری چڑھ گئی۔ وہ جھنجلائی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔

''اتنی گرمی میں کتنی دیر سے دروازہ بجائے جا رہی ہوں...... سارے مر گئے ہیں کیا جو آپ کو آنا پڑا۔'' وہی تلخ کڑوا لہجہ......

''استغفار کر بی بی۔'' انہیں تو فوراً غصہ آیا۔

''کبھی تو کچھ اچھا بول لیا کر......'' دروازہ بند کرتیں ان کا انتظار کیے بغیر واپس تخت پر آ بیٹھیں۔

''آپ تو بس مجھے ہی سنانا...... ان کم بختوں کو کچھ نہ کہنا۔'' وہ منہ بناتے ہوئے ماں کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔

''ہیں کدھر سارے؟'' انہوں نے متجسس نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''لالہ گئی ہے یونیورسٹی۔ سبین، شاویز کے ساتھ

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ڈاکٹر کے پاس گئی ہے۔ دل بے وفا ہو رہا ہے اس کا۔'' اماں کے لہجے میں دکھ تھا۔

''ہاں تو اس میں کیا انوکھا ہے اماں......'' وہ مکھی اڑاتے ہوئے بولیں۔

''ہمارے بھائی کو تو مرے سالوں ہو گئے، یہ سخت جان نہ جانے کس کے لیے جیے جا رہی ہے۔'' انہوں نے سفاکیت کی حد کر دی تھی۔

''شوہر تو تیرا بھی برسوں پہلے چھوڑ گیا۔ تو کیا دوسری سیٹ بھی پکی ہے۔'' انہوں نے بھی تاک کے نشانہ لگایا تھا، لب خود بخود سل گئے تھے۔

''اور اب خاموش ہو کر بیٹھ، اگر کچھ اچھا بولنے کے لیے نہیں ہے۔'' انہوں نے سخت لہجے میں کہتے ہوئے تکیے سے ٹیک لگالی۔

''خیر اماں...... آئی تو میں ایک اچھے کام سے ہی تھی۔'' وہ ان کی ٹانگیں دبانے لگیں۔

''ہوں......'' وہ آنکھیں موندے لیٹی رہیں۔

''اماں، اقرا اور شاویز کے لیے آئی ہوں۔''

''لو...... پھر وہی پرانا قصہ......'' اماں اس بات پر اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''تم اچھی طرح جانتی ہو، شاویز اس کے لیے کبھی راضی نہ ہوگا۔''

''تو راضی کرو ناں اماں...... آپ کے زیر سایہ ہی پرورش پائی ہے، آپ کو انکار کرے گا بھلا؟'' وہ منت پر اتر آئیں۔

''بات کیا ہے زرینہ؟'' اماں بغور ان کا چہرہ دیکھنے لگیں۔

''گھر کی بات ہے ناں اماں، بڑے اچھے، اچھے رشتے آ رہے ہیں اقرا کے...... لیکن آپ تو جانتی ہو اماں شاویز مجھے قدر عزیز ہے۔'' وہ فوراً بات بدل گئیں۔

''ہاں، ہاں یہ مجھ سے زیادہ کون جان سکا ہے؟'' نانو کے لہجے میں فوراً طنز ابھرا۔

''آپ جو اماں ہمیشہ سے مجھے ہی غلط سمجھتا۔'' وہ خفا ہونے لگیں۔

''اچھا میں بات کروں گی شاویز سے...... لیکن وہ مانے گا نہیں، میں جانتی ہوں۔''

''اس کا مطلب مجھے کچھ اور کرنا پڑے گا۔'' وہ سوچتے ہوئے بولیں۔

''سبین سے بات کرو گی؟'' اماں نے فوراً اس کی سوچ پڑھ لی تھی۔

''کوئی بات تو ہے زرینہ...... پریشان لگ رہی ہو آج تو تمہیں......'' اماں نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''اچھا یہ بتاؤ اماں، بھابی تو ٹھیک ہیں۔'' اور اماں ان کے اس قدر میٹھے لہجے پر دہ بھی سبین کے لیے...... ہوش میں رہتیں تو جواب دیتیں ناں......

☆☆☆

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا۔ جب موبائل پر چیختی رنگ ٹون نے اسے بوکھلا کے رکھ دیا تھا۔ اس نے اٹھ کر فوراً فون چیک کیا۔ کال زمزمہ کی طرف سے تھی۔ ایک پل کے ہزارویں حصے میں اس کا دماغ بیدار ہوا تھا۔ پچھلے کئی دنوں سے وہ یونیورسٹی اور بہنوں کے ساتھ اس قدر مصروف رہا تھا کہ زمزمہ کی طرف خیال تک نہیں گیا تھا۔ فون تھوڑی دیر بجنے کے بعد بند ہو گیا تھا۔ اس نے فوراً اسے کال بیک کی۔ نمبر بند تھا، اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے تیزی سے اٹھتے ہوئے ابراہیم کا نمبر ملایا۔ اس کی توقع کے مطابق وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔ اس نے فوراً کال ریسیو کی تھی۔

''تم یہاں بنگلے پر ہو......؟'' ضیا نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''نہیں، میں تو آج شاہد کی طرف ہوں۔''

''فوراً خانم کے بنگلے پر پہنچو، شاہد کو بھی ساتھ لے لینا۔'' اس نے کہتے ہی فون بند کر دیا تھا۔ اور دوسرا نمبر ملانے لگا۔ ساتھ، ساتھ وہ شوز بھی پہن رہا تھا۔ بوٹ پہننے کے بعد اس نے سائڈ ٹیبل پر لگا بٹن دبا دیا تھا۔ سائرن کی تیز آواز کوارٹرز میں گونجی تھی۔ اس نے کھڑکی کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔ اس کے بدر گے ہتھیار سنبھالے باہر آ چکے تھے۔

''ہیلو......'' کال پک ہوئی تھی، خانم کی کھنکتی آواز ابھری۔

''زمزمہ کہاں ہے؟'' وہ بھاری لہجے میں بولا۔

''آپ نے بھلا دیا سرکار تو نے گا بک تو ڈھونڈنے پڑتے ہیں، ورنہ آپ جانتے ہیں لاش انسان کی ہو یا حیوان کی گل سڑ کر بدبو دینے لگتی ہے۔ اور یہاں بھی تو سب زندہ لاشیں ہی ہیں سرکار......'' وہ کمینگی سے ہنسی تھی۔

''زمزمہ کو اگر کسی نے ہاتھ لگانے کی بھی کوشش کی

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

ناں خانم.....تو نتیجے کی ذمے دار تم خود ہوگی۔'' اس کے لہجے میں نہ جانے کیا تھا۔ خانم کے ہاتھ کانپ گئے تھے۔

''میں کچھ لمحوں میں وہاں خود آرہا ہوں، تب تک زمزمہ تمہاری ذمے داری ہے اور ہاں مال کی فکر مت کرنا۔'' اسے وارن کرتا وہ نیچے آیا تھا اور کال بند کر کے سیل ڈیش بورڈ پر اچھال دیا تھا۔ اس کے گاڑی میں بیٹھتے ہی چاروں بدر گے اندر بیٹھ گئے۔ رش ڈرائیونگ کرتا وہ صرف بیس منٹ میں وہاں پہنچا تھا۔ ابراہیم اور شاہد اس کے منتظر تھے۔ خانم اور زمزمہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ زمزمہ مسلسل روئے جارہی تھی۔ ضیا فوراً اس کی طرف آیا تھا۔

''تم ٹھیک ہو زمزمہ.....'' وہ صرف سر ہلا گئی تھی۔

''اسے تم اور دوران فارم ہاؤس پر بی اماں کے حوالے کر کے آؤ گے۔ ان سے کہنا اسے وہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔'' اس نے ابراہیم کو ہدایات کی۔

''اور خانم یہ میرے آدمی ہیں، انہیں اپنا اکاؤنٹ نمبر بتادینا۔'' وہ مڑنے لگا۔

تبھی زمزمہ نے پکار لیا۔

''ضیا.....کیا تم مجھے وہاں چھوڑ سکتے ہو؟'' وہ متذبذب تھی۔

''ابراہیم میرے بھائی کی طرح ہے۔ میری طرح ہی سمجھو.....بے فکر رہو۔'' وہ اسے فکر مند دیکھ کر مسکرایا۔

''مجھے کل ایک بہت پرانا بدلہ چکانا ہے۔ میرے لیے دعا کرنا۔ خدا مجھے کامیاب کرے۔''

''آمین.....'' زمزمہ نے صدقِ دل سے دعا کی تھی۔

☆☆☆

''تم کہاں جارہی ہو؟'' حمزہ کے ساتھ تیار کھڑی اقرا پر نظر پڑتے ہی زرینہ تلملائی تھیں۔

''کیا ہوگیا ہے امی آپ کو.....؟ کالج لے کے جارہا ہوں، نیا سیشن اسٹارٹ ہوگیا ہے۔'' حمزہ نے حیرت سے بتایا۔

''بس بہت ہوگئی پڑھائی۔ اب گھر کے کام وام سیکھ لے کافی ہے۔'' انہوں نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''چلیں بھائی چلیں.....دیر ہورہی ہے۔'' اقرا فوراً نقاب درست کرتی باہر نکل گئی۔ وہ بھی بائیک نکالنے لگا۔ زرینہ گیٹ تک آگئیں۔

''وقت پہ لینے پہنچ جاتا اسے پھر.....'' حکم دیا اور دروازہ ٹھاہ سے بند.....

''امی کو کیا ہوا ہے؟'' بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے حیرت سے پوچھا۔

''کل لالہ کے گھر گئی تھیں۔ وہاں سے آکر ایسی ہی ہوجاتی ہیں۔'' اقرا نے بیزار لہجے میں جواب دیا۔

''ہم.....م۔'' حمزہ نے بائیک آگے بڑھادی تھی۔

☆☆☆

''لالہ.....'' وہ اپنے خیالوں میں مگن ڈیپارٹمنٹ کے پچھلے لان کی طرف جارہی تھی۔ جب ضیا کی پکار پر ٹھٹک کے رکی تھی۔

''کیا میں تمہارے چند سیکنڈ لے سکتا ہوں؟'' وہ اس کے قریب آکے رکا۔

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''مجھ سے شادی کروگی لالہ.....؟'' اور لالہ کی نظر ان دو یاقوتی لبوں پر ٹھہری گئی تھی۔ سحر سا تھا جس نے اسے اپنے حصار میں جکڑا تھا۔ وہ بت بنی رہ گئی تھی۔

''بات صرف چند سیکنڈز کی ہے لالہ.....میں نے مہلت بھی چند سیکنڈز کی مانگی ہے۔ مجھے جیون دان کردو۔ یا میرا سب چھین لو.....'' کوئی اس طرح اچانک اس قدر خوب صورت انداز میں بھی اسے اپنانے کا کہہ سکتا ہے۔ وہ سن ہوکر رہ گئی تھی۔

وہ سادہ مسکراہٹ والا، جس کی آنکھیں جادو کرنا جانتی تھیں، پل، پل رنگ بدل دیتی تھیں۔ کوئی ان کو جان نہ سکتا تھا، پڑھ نہ سکتا تھا۔ وہ جو دوستی لٹائے رکھنا ایمان مانتی تھیں، دیو مالائی شخصیت جسے چاہتی اپنے سحر کے نور میں جکڑ لیتی، وہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا اور وہ.....چاہے جتنی بھی مضبوط ہو، تھی تو لڑکی، نرم جذبات سے گندھی، موم کی گڑیا.....ہلکی سی آنچ پہ بھی جو پگھل، پگھل جاتی ہے۔

''ماں کی طرح اپنا معاملہ خود ہی نہ سیٹ کرے تو کہنا۔'' اور اترتے سنہرے رنگ نے ایک دم ہی دھوئیں کا لبادہ اوڑھا تھا۔ دھنک کے سارے رنگ سیاہ رنگ میں غائب ہوگئے تھے۔

''بدکردار ماں کی بیٹی نیک کیسے ہوگی؟''

''خاندان کے منہ پر ایک کالک مل کے نہ چلی گئی تو سیّن کی بیٹی نہ ماننا.....'' اس کے کان کے پردے پھٹنے کو

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

تھے۔ سامنے کھڑے ضیا کے خوب صورت روپ نے ایک دم ہی کسی چھلاوے کی صورت لی تھی۔ لمحوں میں اس سے دور جا کھڑا ہوا تھا۔ یا...... یا پھر یہ اس کا وہم تھا۔

''لالہ......'' اسے یوں خاموش دیکھ کر ضیا نے پکارا۔ وہ چونکی...... پھر خود کو مضبوط کرتی دو قدم اس کے قریب آئی۔

''ہم دونوں کے بیچ ذات کا یہ واضح فرق تم کیسے بھول گئے ضیا۔''

''ہم کوشش تو کر سکتے ہیں۔''

''نہیں، ہرگز نہیں...... میرا کردار ہی میری پونجی ہے، وقت نے جو طے کر رکھا ہے وہ وقت پہ چھوڑ دو ضیا...... میں تمہارا راستہ ہوں نہ منزل...... آئندہ میرے راستے میں آنے کی کوشش مت کرنا۔'' قطعی لہجے میں کہتی وہ آگے بڑھنے لگی۔

''لالہ......'' ضیا اس کے ہم قدم ہوا۔

''پلیز ضیا...... عورت کی زندگی میں محبت نہیں عزت اہم ہوتی ہے۔ اور مجھے میری اور میرے خاندان کی عزت بہت عزیز ہے۔''

''دوسروں کی عزت سے کھیلنے والے ایسا کیسے سوچ سکتے ہیں؟'' ضیا کے لبوں سے پھسلا تھا۔ آگے بڑھتی لالہ کے قدم جھٹکے سے رکے تھے۔ وہ فوراً مڑی تھی۔

ضیا کی آنکھوں کے جلتے رنگ اسے اندر تک خوفزدہ کر گئے تھے۔ کچھ تو تھا...... وہ اس سے مزید بات کیے بنا تیزی سے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بڑھ گئی تھی۔

''اماں صحیح کہتی تھیں۔ مجھے یونیورسٹی میں ایڈمیشن نہیں لینا چاہیے تھا۔'' لمبے کاریڈور میں قدم رکھتے ہی اس نے تہیہ کیا تھا کہ وہ گھر جا کر شاویز سے ضیا کا ذکر ضرور کرے گی...... یا پھر یونیورسٹی ہی نہیں آئے گی۔

اسے خبر بھی نہ تھی...... قدرت اسے یہ موقع دینے والی تھی یا نہیں......

☆☆☆

سادگی سے سجا یہ ایک سستے ہوٹل کا کمرا تھا۔ یونیفارم پر گلابی دوپٹا اوڑھے وہ سر جھکائے بیڈ پر پیر لٹکائے بیٹھی تھی۔ نظریں نیچے زمین پر جمی تھیں۔

سفید ماربل کے میلے، میلے سے فرش پر کئی چہرے، کئی منظر بن اور بگڑ رہے تھے۔

''ہاں گڑیا...... میں لالہ سے بہت محبت کرتا ہوں۔'' وہ حمزہ تھا۔ برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے وہ اس سے بات کر رہا تھا۔

''مجھے پتا ہے تم وہاں اس بھاپے کتنی لالہ کے لیے ہی جاتے ہو...... اور تم، کیا شاویز کو ہر وقت بھائی، بھائی کہہ کر چپکی رہتی ہو، لالہ سے ہی سیکھ لو کچھ ناز انداز......''

اماں تو بولتی بھی دو غلا تھیں...... جو بات دوسرے کے لیے طعنہ، اسی کا سبق اسے پڑھاتیں۔

''ہم لڑکیوں کی زندگی کسی کانچ کے برتن کی طرح ہوتی ہے اقرا...... ساری عمر ڈر لگا رہتا ہے، کہیں کچھ غلط نہ کر بیٹھیں، کوئی کھرونچ نہ پڑ جائے...... ایک بار اسکریچ پڑ جائے ناں تو ساری عمر بس لوگوں کو وہی داغ نظر آتا ہے۔ مرد ہمیشہ پتھر کی طرح ہوتا ہے۔ خود داغدار نہیں ہوتا۔ عورت جیسے شیشے میں پوری دراڑ ڈال دیتا ہے۔''

لالہ کی آنکھیں نم تھیں، اس کی بھی آنکھیں جلنے لگیں۔

''کہیں تمہاری ماں کا کیا تمہارے سامنے نہ آ جائے۔'' کبھی لالہ نے اسے کہا تھا۔

''اگر ایسا ہے تو یونہی سہی...... میں اس کے لیے تیار ہوں لالہ......'' کمرے کا واحد دروازہ کھلا اور آغا اندر آیا تھا۔

''اقرا، مولوی صاحب اور میرے دوست آ چکے ہیں، کیا تم واقعی تیار ہو؟ سوچ لو اب بھی وقت ہے۔'' وہ اس کے سامنے دوزانو ہو کے بیٹھ گیا، اقرا نے نم چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

''شاویز میرے بھائی کی طرح ہیں آغا...... خدا کی قسم اماں اگر ان سے میری شادی کے لیے ضد نہ پکڑتیں تو میں تمہیں کبھی یہ قدم اٹھانے کے لیے نہ کہتی۔'' وہ سسکی۔

وہ ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

''ٹھیک ہے، تم چہرہ ڈھانپ لو، میں سب کو اندر بلاتا ہوں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولا۔

اقرا نے گلابی گھونگٹ مزید آگے کو کھینچ لیا تھا۔

☆☆☆

اور وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ اب جبکہ ساری بات طے تھی، سب کچھ مکمل تھا، وہ کاغذات تک بنوا چکا تھا۔ اور اب عین وقت پر انویسٹر کو کچھ تحفظات نظر آنے لگے تھے۔ انہوں نے عین وقت پر اس کے ساتھ کسی قسم کے معاہدے یا شیئرنگ سے

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

انکار کر دیا تھا۔

اس روز باریال ولی خان جس قدر خوش اس بلڈنگ سے نکلا تھا آج اسی قدر اداس اور ناامید...... رات ہی تو اس کی بات ہوئی مینیجر سے...... وہ جلد از جلد معاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ اور پھر آج صبح، یوں اس طرح ایک دم سے سیدھا انکار...... بے دلی سے گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اس نے فائل پچھلی سیٹ پر اچھالی اور خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ اسٹیئرنگ پر ہاتھ جماتے وہ خالی ذہن کے ساتھ بیٹھا رہا کہ فون کی آواز سن کر چونک پڑا۔

''امن کالنگ......'' اس نے بددلی سے اوکے کیا تھا۔

''باریال...... وہ میں پوچھنا چاہ رہی تھی کہ کیا تمہارے پراجیکٹ میں تھرڈ پرسن کی جگہ ہے، ایکچوئلی تمہارا پہلا پراجیکٹ ہے ناں...... تو میں بھی تمہارے ساتھ......'' وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

''فرسٹ انویسٹر نے عین موقع پر جواب دے دیا امن......'' اس نے اداسی سے بتایا۔

''کیا......؟'' امن حیرت سے چلائی تھی۔

''بعد میں بات کرتا ہوں، بائے۔'' اس نے کہہ کر فون ہی آف کر دیا۔ اسے ایک مرتبہ پھر ڈپریشن ہونے لگا تھا۔

''ڈیڈ کہتے ہیں بھول جاؤ...... معاف کر دو...... یہ دنیا والے بھولنے دیں تب ناں......'' اس نے اداسی سے سوچتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اسے جلد از جلد گھر پہنچنا تھا۔

☆☆☆

لالہ جس خاموشی سے اس کی بات سن کر چلی گئی تھی یہ بالکل اس کی توقع کے خلاف تھا۔ ضیا نے دیکھا تھا اس کی آنکھوں میں واضح تشویش تھی۔ وہ جانتا تھا کہ لالہ کافی شارپ لڑکی تھی اور اس کی آنکھوں سے چھلکتی تشویش بتا دیتی تھی کہ وہ ضیا کا مقصد کچھ، کچھ تو سمجھ ہی گئی تھی۔ وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔ کوئی بھی ایشو کری ایٹ کر سکتی تھی اور وہ ایسا بالکل بھی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے فوراً زید کا نمبر ملایا۔

''کہاں ہو زید......؟''

''کینٹین میں، کیوں؟'' اس نے جواب دیا۔

''بہروز خان کے گروپ کے ساتھ تصادم...... یونیورسٹی بند......'' ضیا نے کہا تو وہ حیرت سے بولا۔

''مطلب......''

''یہ خبر کل تک ہر نیوز چینل پر لگ جانی چاہیے۔''

''اوکے...... سمجھ گیا۔''

''اور سنو...... حالات کچھ اس طرح کے کر دینا کہ بھگدڑ مچ جائے۔'' ضیا نے اگلی ہدایت دی۔

''مطلب، ہتھیار؟''

''سمجھدار ہو...... سنبھال لینا۔'' اس نے فون بند کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا اور دوسری کال ملانے لگا۔

''جی خان جی......'' دوران خان نے دوسری بیل پہ ہی کال پک کی تھی۔

''دو گاڑیاں لے کر یونیورسٹی کے گیٹ پر پہنچ جاتا۔ مزید ہدایات تک میرے فون کا انتظار کرنا۔'' اس نے ہدایات دے کر فون بند کر دیا تھا۔

☆☆☆

یونیورسٹی کے دو سیاسی یوتھ ونگ گروپ میں تصادم چھڑا تھا۔ واقعہ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ ہر کوئی اپنی موجودہ جگہ پہ پھنس کے رہ گیا تھا۔ خاص کر لڑکیوں کی پریشانی کافی زیادہ تھی۔ ایک تو اتر سے ہوتی فائرنگ اور اوپر سے خوف و ہراس سے لوگوں کا پاگلوں کی طرح دوڑنا، سیکورٹی کو کنٹرول کرنے میں مشکلات پیش آنے لگی تھیں۔

''ڈیپارٹمنٹ کے پچھلے حصے سے نکلو......'' شاہد نے کاریڈور میں جمع سب لڑکیوں کو ہدایت کی۔ وہ پاگلوں کی طرح بھاگیں۔ ان میں ایک لالہ بھی تھی۔ کاریڈور کی سیڑھیاں اترتے کسی نے آخری اسٹیپ پہ اسے ہلکا سا دھکا دیا تھا اور وہ گھٹنوں کے بل گری تھی۔ ساری لڑکیاں تیزی سے بھاگ کے اس سے دور ہوتی گئی تھیں۔ وہ گھٹنے سہلاتی اٹھی۔ درد کی تیز لہر نے اسے سسکاری بھرنے پر مجبور کر دیا۔ لیکن کسی طرح وہ باہر آنے میں کامیاب ہوگئی۔ تبھی ایک سلیٹی رنگ کی کار اس کے سامنے رکی تھی۔

''لالہ...... اندر بیٹھو جلدی......'' وہ ضیا تھا۔ لالہ دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔ تبھی فائرنگ کی آواز سنائی دی آواز کہیں قریب ہی تھی۔

''ایز یو وش......'' اس نے کندھے اچکاتے ہوئے گیئر بدلا۔

''ضیا رکو......'' تیزی سے اسے آواز دیتی وہ اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس نے ایک فراٹے سے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔

(باقی آئندہ)

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM



اسیرِ محبت

خولہ عرفان

زندگی پل، پل بدلتی ہے اس نے سنا ضرور تھا لیکن یہ اندازہ نہیں تھا کہ یہ محاورہ اس کے لیے کہا گیا ہے۔ ہلکی پھلکی شرارتوں کے ساتھ وہ ہمیشہ ہی اپنے ہم جماعتوں میں نمایاں رہتا تھا۔ اور خوش مزاجی کے سبب اس کی شرارتیں بھی نظر انداز ہو جاتی تھیں۔ بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے عنفوانِ شباب سب ادوار ہی گھر والوں کی محبت اور مختلف سرگرمیوں میں کامیابیوں کو سمیٹتے گزر گئے لیکن دہم جماعت میں آتے ہی اس کی زندگی نے ایسی کروٹ

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

بدلی کہ وہ کافی حد تک سنجیدہ اور لیا دیا رہنے لگا...... اسکول کی سرگرمیوں میں بھی وہ جوش و خروش کے ساتھ حصہ لیتا نظر نہیں آیا لیکن وقت کی نگاہ اس کے بدلتے رویّے کو دیکھ بھی رہی تھی اور اس کی وجہ سے بھی آگاہ تھی...... مگر اس کے سنجیدہ اور محتاط رویّے کو دیکھتے ہوئے کسی کی بھی ہمت نہیں ہوئی کہ اس سے کچھ پوچھا جاتا۔

وقت آگے بڑھا...... کالج میں اس کے ساتھ صرف اس کا دوست زریاب ہی تھا جو اس کا ہم راز و دم ساز تھا۔ گریجویشن کے بعد جب ابا نے اسے ایم بی اے کرنے کا مشورہ دیا تو اس نے ٹکا سا جواب دے دیا تھا کہ یہ اس کی زندگی ہے، وہ خود فیصلہ کرے گا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ والد صاحب کے مشورے کی اسے قطعاً ضرورت نہیں اور شعیب صاحب حیران تھے کہ ان کا نورِ نظر خاموشی کی اس دبیز تہ میں ان کے لیے کتنے نامہربان قسم کے جذبات پوشیدہ رکھتا ہے۔ انہوں نے جب اس بارے میں اپنی بیگم سے استفسار کیا تو انہوں نے گہری طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا کہ آپ ہی کی غلطی کا خمیازہ بھگت رہا ہے۔

”اس کا مطلب ہے قدسیہ کہ تم میرے بیٹے کو میرے خلاف اکسا رہی ہو۔“

”مجھے اکسانے کی بھلا کیا ضرورت ہے...... اس سے کچھ چھپا ہوا تو نہیں ہے، لوگوں کی نظروں میں چھپا طنز وہ محسوس کر سکتا ہے۔“

”ارے اتنا عاقل تو نہیں ہے وہ۔“

”لیکن اپنی غلط فہمی ختم کر لیں وہ بالغ ضرور ہو چکا ہے۔“ انہوں نے تیز لہجے میں اپنے دل کا غبار نکالا تو شعیب صاحب بھی زچ ہو کر چیخ ہی پڑے۔

”قدسیہ بیگم میں نے کوئی گناہ نہیں کیا کہ وہ سب کے آگے شرمندہ ہو، تم اس کو صحیح طریقے سے بھی سمجھا سکتی ہو، اس طنزیہ گفتگو سے کیوں میری نیکی کو گناہ اور شرمندگی کے زمرے میں ڈال دیتی ہو۔“

”آپ صرف ہمارے سامنے شرمندہ ہیں شعیب صاحب لیکن مرد باہر نکلتا ہے تو اسے دس لوگوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے اور آپ کا بیٹا بھی ایک مرد ہی ہے، وہ گزشتہ دو سال سے جس اذیت کا شکار ہے میں محسوس کر سکتی ہوں۔“ انہوں نے تھکے ہوئے دل و دماغ سے شوہر کو سمجھانے کی کوشش کی۔

”عورت سوکن برداشت کر لیتی ہے کہ اس کی یہ مجبوری بھی ہو سکتی ہے لیکن اولاد تو دوسری ماں کو سگی ماں کے مرنے کے بعد بھی قبول نہیں کرتی کجا یہ کہ اُن کے سامنے ان کی جیتی جاگتی ماں کو زندہ درگور کر دیا جائے۔ اس کی عمر اس تکلیف کی شدت کو برداشت کرنے کی اہل نہیں تھی۔“ دکھ سے بوجھل آواز میں جب آنسوؤں کی آمیزش ہونے لگی تو وہ کمرے سے ہی چلی گئیں اور شعیب صاحب نے خاموش ہو جانا بہتر سمجھا کہ قدسیہ بیگم وعدہ کر کے بھی منکر ہوئی بیٹھی تھیں۔

بڑا بیٹا ہونے کے ناتے اس نے کبھی ماں، باپ کو اپنی ذات سے ناامید نہیں کیا تھا۔ ان کی محبتوں کا جواب ہمیشہ اپنی اچھی کارکردگی کی صورت میں دیا تھا۔ وہ اپنے ماں، باپ اور چھوٹے بھائی کے لیے ہمیشہ خوشی کا باعث بننا چاہتا تھا۔ لیکن اچانک اس کی زندگی آندھیوں کی زد میں آ گئی جب اس نے سنا کہ اس کے ابا نے دوسری شادی کر لی ہے۔ ایک لمحے کو اسے ایسا لگا جیسے اس کا سب کچھ لٹ گیا ہے، وہ بے سائباں و بے سہارا ہو گیا ہے۔ اس کا محبتوں پر سے ایمان اور رشتوں پر سے بھروسا ختم ہو گیا۔ کیا عمر تھی اس کی...... اس وقت نویں دسویں جماعت میں ہی تو آیا تھا۔ وہ عمر جس میں لڑکوں کو صنفِ مخالف کو متاثر کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہوتا ہے۔ خود کو سب کی مرکز نگاہ بننے کا احساس عروج پر ہوتا ہے، اس کے ابا نے خود کو مرکزِ نگاہ بنا لیا تھا۔ اپنی دل بستگی کا سامان ڈھونڈ لیا تھا، وہ اپنی خواہشات کا ذکر ابا سے کیا کرتا کہ ابا تو انجان بنے اپنا راستہ بدل بیٹھے تھے۔ وہ ابا جس پر اسے بڑا مان تھا، بہت محبت تھی اب اس کے نہیں رہے تھے۔ کم از کم وہ تو یہی سمجھ رہا تھا۔ یہ بڑا جان لیوا احساس تھا۔ احساسِ تنہائی نے اس کی زندگی میں غیر محسوس طریقے سے قدم رکھ دیے تھے، احساسِ

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

محرومی کو دبانے کے لیے اس کے اندر منفی جذبات سر ابھارنے لگے تھے۔ اسے محبت کے نام سے نفرت ہوگئی تھی بالکل ایسے ہی جیسے اسے ابا سے نفرت ہوگئی تھی۔

کالج میں آکر اس میں جارحیت کا رجحان اور بڑھ گیا تھا۔ ہر بات پر اڑ جانا لوگوں کو شک کی نظر سے دیکھنا اور بڑوں کو تنقید کا نشانہ بنانا۔ جیسے اس کی ذات کا حصہ بنتا جارہا تھا حتیٰ کہ کالج لیکچرار سے بھی وہ خائف رہتا...... اس کا زیادہ تر وقت گھر سے باہر ہی گزرتا تھا البتہ جن دنوں ابا دوسری اماں کے ساتھ مصروف ہوتے تو وہ پورا وقت گھر پر گزارتا...... گزرتے لمحوں نے اس پر یہ بات تو آشکار کردی تھی کہ دنیا میں صرف ماں کا رشتہ ہے جو بدل نہیں سکتا اور وہ اپنی ماں سے بہت محبت کرتا تھا مگر کبھی ان سے اپنا دکھ بانٹنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ جانتا تھا کہ ان کا دل ٹوٹا ضرور ہے لیکن پھر بھی ہر ٹوٹے حصے میں صرف ابا ہی کا عکس ہے۔ جس کا ثبوت ان کی اکثر روئی ہوئی آنکھیں اور ابا کی اولاد سے والہانہ محبت کی صورت میں نظر آتا۔ وہ اس موضوع پر بات کرکے ان کو مزید دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ابا کے خلافِ منشا اس نے یونیورسٹی میں اکنامکس ڈیپارٹمنٹ میں ایڈمیشن لے لیا تھا بس ابا کی بات نہ ماننے کی ضد تھی۔ یونیورسٹی کے دو سال کیسے گزرے پتا ہی نہیں چلا البتہ جو انداز کالج میں تھے اب ان میں مزید اعتماد آگیا تھا۔ اکھڑ مزاج اور پُراعتماد لہجے کے ساتھ اس کے کیمپس میں سب ہی اس کو جانتے تھے۔

آنرز کی پہلی کلاس تھی وہ اپنے دوست زریاب کے ساتھ بیٹھا تھا جب وہ کلاس میں چوڑیاں چھنکاتی اور اپنے کھلے بالوں کو سمیٹتی داخل ہوئی۔ ڈائس پر ایکسکیوزمی کہہ کر سب کو مخاطب کیا لیکن سب نے نیو ایڈمیشن سمجھ کر نظر انداز کردیا لیکن جب اس نے دوبارہ سخت لہجے میں اپنا بحیثیت لیکچرر تعارف کرایا تو ایک دم سناٹا چھا گیا۔ اس نے بھی بیٹھنے کے زاویے میں تبدیلی کی اور حیرت سے اسے دیکھنے لگا، عمر میں تو اس سے ایک دو سال چھوٹی ہی لگ رہی تھی اس کا لیکچر شروع ہوا

سلام محبت

میں سلام پیش کرتی ہوں اپنی محسن اور بے حد... پُرخلوص اور محبت کرنے والی شخصیت بہبود ایجوکیشن کی پرنسپل میڈم شاہینہ شیخ کو جنہوں نے میری بیٹیوں کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے جس پر مجھے بہت فخر ہے۔ محترمہ شاہینہ شیخ نہایت اچھی، محنتی اور قابلِ احترام پرنسپل ہیں جو ہر کسی کے کام آتی ہیں چاہے وہ اسکول کا کوئی مسئلہ ہو یا کوئی گھریلو...... وہ ہر کسی کے کام آنے کی کوشش کرتی ہیں، اچھی بات یہ ہے کہ وہ بھی پاکیزہ بہت شوق سے پڑھتی ہیں۔ میں دل سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میڈم شاہینہ شیخ کو مزید ڈھیر ساری کامیابیاں عطا فرمائے اور زندگی کا ہر سکھ نصیب ہو، آمین...... ہمیں اپنے محسنوں اور خیال رکھنے والوں کو اسی طرح یاد رکھنا چاہیے۔

از طرف نگینہ ضیا بنگش، کراچی

اور ختم بھی ہوگیا لیکن اس کا سکتہ نہیں ٹوٹا زریاب کی آواز پر وہ چونکا جو اسے کافی دیر سے چلنے کے لیے کہہ رہا تھا، دیکھا تو کلاس خالی ہوچکی تھی زریاب اسے عالمِ پریشانی میں دیکھ رہا تھا۔

”کیا ہوا خیریت تو ہے ناں......؟“ اس نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے نبیل سے دریافت کیا، وہ جانتا تھا کہ اسے اس قسم کے مذاق بالکل پسند نہیں تھے۔ مگر وہ کوئی جواب دیے بغیر اس کے ساتھ باہر آگیا۔ پھر خود پر لعنت ملامت کرنے لگا کہ وہ کیوں ایک لڑکی کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ اس کی ازلی بیزاری اور اکھڑ رویہ دوبارہ اس کے چہرے پر نمایاں ہوگیا۔

لیکن پھر وہ اسے ہر جگہ نظر آنے لگی، صبح یونیورسٹی کے شٹل میں، کبھی بینک میں، کبھی کسی کلاس میں لیکچر دیتے ہوئے، کبھی اپنے ڈیپارٹمنٹ میں اور کبھی دوسرے ڈیپارٹمنٹس میں...... وہ یہ بھی نہیں جان پارہا تھا کہ وہ اسے نظر آرہی ہے یا اس کی نگاہیں بے تابانہ اسی کا

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

تعاقب کر رہی ہیں وہ اسے جہاں نظر آتی اس کے قدم رکنے لگتے وہ زیرِ لب اس کا نام دُہراتا...... دھنک انوار اور ایک نامانوس سی خوشی اس کے رگ و پے میں اترنے لگتی۔ وہ خاموشی سے اپنے اندر ہونے والی تبدیلی کو محسوس کرنے کی کوشش کرتا لیکن رشتوں کی..... بے اعتباریاں اس کے دل کی راہ میں رکاوٹ ڈال کر اسے پھر ان احساسات و جذبات سے دور کر دیتیں۔ اپنے ذہن و دل میں ہونے والی محبت و انا کی جنگ سے کنارہ کرنے کا اس نے ایک طریقہ نکال لیا تھا کہ دھنک انوار کی کلاس میں سر جھکائے نوٹس لکھنے میں لگا رہتا مگر اس میں مثبت تبدیلیاں نظر آنے لگی تھیں۔ اس کا انداز صلح جو ہو گیا تھا، لوگوں کے لیے نظروں میں عزت اور اعتبار جھلکنے لگا تھا اور سب سے بڑھ کر وہ اپنی اسٹڈیز سے متعلق بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ کسی کو متاثر کر رہا تھا یا متاثر ہو چکا تھا اس بارے میں وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ البتہ وہ یہ ضرور جان رہا تھا کہ ابا کے بعد اب دل کسی پر اعتبار کرنا چاہ رہا ہے جس کے بارے میں دل کو یقین ہے کہ وہاں سے دھوکا بھی مل سکتا ہے لیکن بعض دھوکے بہت دلفریب ہوتے ہیں اور کچھ اذیتیں زیست کا حاصل ہوتی ہیں اور وہ جان بوجھ کر دھوکا کھانا چاہ رہا تھا۔

اس دن بھی وہ سر جھکائے لیکچر نوٹ کرنے میں لگا ہوا تھا جب اسے اپنے بہت قریب چوڑیوں کی مخصوص جھنکار سنائی دی اور دھنک انوار کی منفرد خوشبو محسوس ہوئی۔ دھنک انوار کو شاید چوڑیاں بہت پسند تھیں۔ کانچ کی شور مچاتی چوڑیاں جن کا شور ان کے کلاس میں آنے سے پہلے اور ان کے جانے کے بعد سارا دن وہ غیر ارادی طور پر سننے کا منتظر رہتا تھا۔ ہلکی سی لپ اسٹک کے ساتھ بالکل سادہ چہرہ دنیا کا سب سے حسین چہرہ...... جو اب اسے بہت عزیز ہو چلا تھا اور اس وقت اس کے احساسات سے بے خبر اس سے وہ بہت قریب تھا کیونکہ اس کی کرسی سے ہاتھ ٹکرانے کے سبب دو تین چوڑیاں ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں اور وہ ٹشو سے کلائی پر ابھر آنے والی خون کے ننھے قطرے کو صاف کرتے ہوئے اسی سے مخاطب تھی۔

”جھکا ہوا سر، شکست خوردہ انسان کی نشاندہی کرتا ہے۔“ اس نے دائیں بائیں دیکھا تو سب کو دھنک انوار کی نگاہوں کے تعاقب میں خود پر مرکوز پایا۔ اس کا انہیں مس کہنے کا بالکل دل نہیں چاہتا تھا پھر بھی خجل ہوتے ہوئے پوچھا۔

”مس آپ مجھ سے کچھ کہہ رہی ہیں؟“ اس نے اس کی آنکھوں سے اندر تک جھانکتے ہوئے اعتماد سے کہا۔

”لڑکوں کا سر اونچا اور انداز اعتماد سے بھرپور اچھا لگتا ہے۔“ لیکن وہ یہ نہیں کہہ سکا کہ دھنک تمہارے سامنے میرا سارا اعتماد، تمام بھرم سب کہیں تحلیل ہو جاتے ہیں صرف تم موجود ہوتی ہو البتہ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ زریاب حیران تھا کہ پہلی بار کسی نے نبیل کی ذاتیات میں مداخلت کرنے کی کوشش کی تھی اور نبیل خاموش ہے، حتیٰ کہ چہرے پر ناگواری تک کے تاثرات کی جگہ پریشانی کا عکس نمایاں تھا۔

اور جب دھنک انوار کی تنقید سے بچنے کے لیے اس کی طرف دیکھ کر لیکچر سننا شروع کیا تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ تو شدید قسم کی حالتِ جنگ میں ہے وہ جو سر جھکا کر دھنک انوار کے خیال کو شکست دینے میں کامیاب ہونے کا سوچ رہا تھا وہ خیال خام تھا، وہ تو پہلے ہی دن اس کے دل کو فتح کر چکی تھی۔ اس کا ذہن ایک عورت کی محبت کو ماننے کو تیار نہیں تھا مگر دل بضد تھا۔ دھنک انوار نے اسے وہ آئینۂ محبت عطا کر دیا تھا جس میں زندگی کا ہر رنگ اپنی تمام تر خوب صورتیوں کے ساتھ جلوہ گر تھا اور اس کے پیچھے اس کی ذات کی ساری بدصورتیاں گم ہوتی جا رہی تھیں لیکن اسے اپنا ہی عکس نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ الجھا ہوا رہنے لگا تھا۔ محبتوں کی نفی کرتا تو وہ حقیقت بن کر روز کلاس میں توجہ دینے کے بہانے خود پر توجہ مرکوز کرواتی محسوس ہوتی۔ محبت کو تسلیم کرتا تو رتبہ اور عمر درِ نارسائی دیتے نظر آتے اور ان دونوں باتوں کو نظر انداز کر دینے کا مطلب اپنی ذات کو بھول جانا تھا۔ وہ ایسی محبت کرتا تھا جس کا اعتراف اور

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

انحراف دونوں کرنے سے وہ قاصر تھا اور جب اس کی شخصیت خود اس کے لیے معما بننے لگی تو اس نے اپنے باپ سے ملنے کا فیصلہ کیا کہ وہ الجھی ہوئی شخصیت کے ساتھ یونیورسٹی میں موضوعِ بحث بنا مزید برداشت نہیں کرسکتا تھا وہ یونیورسٹی کے بعد ابا کے آفس پہنچ گیا۔

''میرا جرم اتنا بڑا نہیں تھا نبیل کہ تم ماں، بیٹے مجھے معاف نہیں کر پاتے۔'' ابا اس سے مخاطب تھے۔

''تمہاری ماں جانتی تھی کہ تمہاری سوتیلی ماں سلطانہ خاتون میرے عزیز دوست حماد احمد کی بیوہ تھی۔ وہ ماں، باپ کی اکلوتی اولاد تھی اور حماد نے اس سے پسند کی شادی کی تھی۔ اپنی خاندانی روایات کے خلاف اور جس دن حماد اپنی بیوی، بچی اور ساس، سسر کے ہمراہ اپنے گاؤں ماں، باپ کو منانے جارہا تھا اس کی بس کا حادثہ ہوگیا سب مسافر ہلاک ہوگئے تھے صرف اس کی بیوہ اور بچی معجزانہ طور پر بچ گئے تھے مگر شدید زخمی حالت میں اسپتال لائے گئے تھے جہاں سلطانہ کے بتانے پر مجھے اس حادثے کی اطلاع مل گئی۔ صحت یاب ہونے کے بعد سلطانہ اپنی اور بچی کی طرف سے فکر مند رہتی تھی، وہ ہر بات کے لیے مجھے فون کرتی تھی کیونکہ میرے علاوہ کوئی اس کا قریبی جاننے والا یا قریبی رشتے دار نہیں تھا اور میرے پاس کوئی جائز رشتہ نہیں تھا کہ میں ہر وقت اس کی دادرسی کے لیے پہنچ جاتا۔'' انہوں نے نبیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''تم ہی بتاؤ اگر تم میری جگہ ہوتے تو کیا کرتے اس عورت کے ساتھ جو صرف تم سے آس لگا کر بیٹھی ہو اور کبھی حوادثِ زمانہ سے دوچار نہیں ہوئی ہو، کیا اسے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلے جاتے یا اس سے نکاح کیے بغیر اس عورت کے لیے بدنامی اور اپنے لیے شک بھری زندگی کا سودا کرتے۔ میرے پاس یہی ایک حلال راستہ بچا تھا بیٹا جو میں نے اختیار کیا اور جو کچھ میں نے کیا تمہاری ماں اور سلطانہ دونوں کی رضامندی سے کیا۔ تمہاری ماں نے بہت ظرف کے ساتھ مجھے اجازت دی تھی مگر پھر مجھے ہی مجرم بنا ڈالا حالانکہ سلطانہ سے نکاح میرا ہوا ہی اس شرط پر تھا کہ یہ رشتہ قانونی حد سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھے گا، وہ آج بھی حماد سے ہی محبت کرتی ہے۔ وہ اس کی یادوں اور بیٹی کے ساتھ میرے نام کے سہارے زندگی گزار رہی ہے۔ ان سب باتوں کا تمہاری ماں کو علم تھا لیکن اس نے تمہارے دل میں میرا مقام ایک مجرم سے زیادہ نہیں رہنے دیا۔ مجھے اپنی نظروں میں بھی گراتی رہی اور خود بھی معاشرے سے ڈرتی رہی۔ یہ جاننے کے باوجود کہ میں صرف اسی سے محبت کرتا تھا، کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔'' یہ کہہ کر ابا خاموش ہوگئے تھے۔ اس نے ابا کو معاف کردیا لیکن اس کی ماں نے ابا کو معاف نہ کرنے کے دھوکے میں کیوں رکھا وہ جان گیا تھا کہ عورت کتنی ہی اعلیٰ ظرف کیوں نہ ہو اپنی محبتوں کا بٹوارا برداشت نہیں کرسکتی۔ اس لیے جو دکھ وہ برداشت کرتی رہیں اس سے ابا کو بھی نوازتی رہیں۔ عورت اور مرد کی محبت وانا کی یہ جنگ اس نے اکیلے اپنے اندر اتاری کہ اب اس کی محبت اور سوچ کا محور بدل چکا تھا۔

عمرِ رواں کہتی ہے پیچھے نہ دیکھ بس بہتا جا آگے بہتا جا۔ وہ بھی خود کو وقت کے دھاروں کے سپرد کرکے بہتا چلا گیا۔ مس دھنک انوار کے شادی شدہ ہونے کا سن کر اسے بہت صدمہ ہوا تھا...... لیکن محبتوں کو پانے سے پہلے انہیں کھونے کا بہت پہلے سے تجربہ تھا۔ اس لیے حاصلِ زیست تشنگی سوچ کر اس نے دل کو تسلی دے لی۔ پہلے زندگی سے محبت کی پھر اس سے لڑا اور اب کی تبدیلی نے اسے زندگی سے مفاہمت کرنا بھی سکھا دیا تھا۔ ماسٹرز میں پوزیشن لینے پر ڈیپارٹمنٹ والوں نے اسے لیکچرر شپ کی آفر کی تھی مگر ابا اسے اپنا کاروبار سنبھالنے کے لیے کہہ رہے تھے، امی اس کی اپنی پسند کی لڑکی سے شادی کی خواہش مند تھیں۔ مس دھنک انوار نے بھی اسے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں بلا کر مبارک باد دی تھی۔ پتا نہیں کیوں وہ پُر امید تھیں کہ وہ ڈیپارٹمنٹ ضرور جوائن کرے گا مگر اس کے منع کرنے پر ان کے چہرے پر ایک سایہ سا آکر گزر گیا۔ اس کی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

غلط فہمی تھی یا خوش فہمی کہ اسے مس دھنک کی آنکھوں میں بھی وہی رنگ اترتے محسوس ہوئے جو اس کی اپنی آنکھوں کو سجائے رکھتے تھے۔ لیکن وہ اپنی زندگی ایک خواب کی نذر کرسکتا تھا نہ کسی خوش فہمی یا غلط فہمی کی نذر کیونکہ اماں، ابا کے جو معاملات تھے وہ اپنی جگہ مگر وہ اپنی ذات سے ان کو دکھی نہیں کرسکتا تھا۔ اسے دھنک سے محبت تھی مگر کتنی پتا نہیں۔

ذکیہ خاتون واقعی بہت محبت کرنے والی بیوی ثابت ہوئی تھی وہ اس بات پر نازاں تھی کہ نبیل احمد نے اس کے علاوہ کبھی کسی اور عورت کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھا نہ ہی ان کا اپنے ابا کی طرح کوئی دوست تھا جس سے ذکیہ خاتون کو ڈر ہوتا۔ نبیل احمد کی زندگی کا محور وہی تھی۔ اس کی محبتوں اور خدمتوں نے نبیل احمد کو اس کا اسیر کردیا تھا۔ گزرتے لمحوں میں وہ اپنی بیوی، بچوں کے ساتھ ایسا مصروف ہوا کہ بڑھاپے نے کب اس کی زندگی میں قدم رکھ دیے پتا ہی نہیں چلا، وہ تو سب بچوں کی شادی سے فراغت کے بعد ایک دن ذکیہ بیگم نے اس کی الماری کی صفائی کی تو ایک صاف سے پلاسٹک کے پیکٹ میں ایک دھبے دار ٹشو اور ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کے بہت سے ٹکڑے نظر آئے اس نے پلٹ کر نبیل احمد سے تشویش کے ساتھ پوچھا کہ یہ کس نے ٹوٹی چوڑیاں اتنی حفاظت سے آپ کی الماری میں رکھ دی ہیں۔ نبیل احمد نے پلٹ کر پہلے ذکیہ کو پھر چوڑیوں کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں کچھ دیر کے لیے ایک لمحۂ شناسائی جاگا۔ پھر کندھے اچکا کر کہا۔

''مجھے کیا پتا......؟'' ذکیہ بیگم منہ ہی منہ میں... بڑبڑاتی رہیں کہ کہیں کسی نے جادو ٹونے کی غرض سے نہ رکھا ہو۔ وہ منہ موڑے زیر لب مسکرایا اور کہا۔

''وہم نہ کرو ذکیہ بیگم۔'' وہ سارا کوڑا ایک طرف جمع کرتی رہیں اور جب الماری کی صفائی سے فارغ ہوئیں تو سب کوڑا پھینک کر آگئیں۔

''کتنا کباڑ جمع کر رکھا تھا آپ نے...... طویل عرصے بعد آپ کی الماری کو ہاتھ لگایا ہے۔'' ذکیہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

''تمہیں بچوں کے ساتھ ویسے ہی ہزاروں کام ہوتے تھے اس لیے یہ کام میں خود ہی کرتا تھا تمہیں بھی تکلیف نہیں دی اب تم بھی فارغ ہو اور میں بھی۔'' نبیل نے ذکیہ بیگم کی طرف محبت سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''ماں نے جس طرح ابا کے ہوتے ہوئے اکیلے زندگی گزاری، میں نہیں چاہتا تھا کہ تم بھی ویسے ہی تنہا اور بے اعتبار زندگی گزارو، کوئی شکوہ تو نہیں ہے ناں مجھ سے۔'' نبیل احمد نے مسکراتے ہوئے ذکیہ بیگم سے پوچھا۔ اور ذکیہ بیگم ان کی محبتوں کے اعتراف میں ان کے کاندھے سے سر ٹکا کر مسکرا دیں۔

وقت کا کام ہے گزر جانا نبیل احمد کی زندگی بھی خوش فہمیوں و غلط فہمیوں، حقیقت و خواب کے تانے بانے میں الجھتی سلجھتی گزر ہی گئی۔ آج ذکیہ بیگم عدت گزارنے کے بعد اپنے محبوب شوہر کی الماری کھولے بیٹھی تھیں۔ ان کی فائلیں، کتابیں، ان کے کپڑے سب الماری میں اپنی جگہ اسی طرح قرینے سے رکھے تھے۔ ان کی باتیں یاد آرہی تھیں۔ ان کی ہر چیز سے ان کی مخصوص مہک آرہی تھی۔ کپڑوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اچانک انہیں چبھن کا احساس ہوا۔ یہ وہی شلوار قمیص تھا جو وہ اکثر پہنا کرتے تھے۔ جیب ٹٹولی تو شاپر سا محسوس ہوا دیکھا تو ایک صاف ستھرا پلاسٹک کا پیکٹ نکلا جس میں وہی ٹشو پیپر اور ٹوٹی ہوئی چوڑیاں موجود تھیں جو انہوں نے نبیل صاحب کو دکھا کر کوڑے میں پھینک دی تھیں۔ ان کے ہاتھ ضعف سے نہیں احساسِ زیاں سے کانپنے لگے کہ نبیل احمد تو اپنے ابا سے بھی بازی لے گئے تھے ان سے محبتوں کا اعتراف کرنے والے نبیل صاحب نہ جانے کس کی چوڑیوں کے سہارے اپنی ساری زندگی گزار گئے اور پلاسٹک کے صاف ستھرے پیکٹ سے ٹشو پیپر اور چوڑیوں کے ٹوٹے ٹکڑے کسی کے اسیر محبت اور کسی کی اعترافِ شکست کا شور کرتے ان کی سوچ کی طرح ذکیہ بیگم کے چاروں طرف بکھر گئے۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

زکوٰۃ تو دینی ہوگی

عقیلہ حق



''اُف اللہ کس قدر گرمی ہو رہی ہے۔'' مسز شاہ نے سن گلاسز کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے کانوں کے پیچھے سے اپنے سر پر لگاتے ہوئے بھویں چڑھا کر سر پر ٹھنڈک پھینکتے اے سی کو دیکھ کر کہا۔

''ایکسکیوزمی......'' مسز حسن نے ویٹر کو اشارہ کیا۔

''یس میم......'' باادب ویٹر ہاتھ باندھے چلا آیا۔

''کیا آپ کے ریسٹورنٹ کے اے سی خراب ہیں، پلیز کولنگ بڑھائیں۔'' مسز شاہ نے ماتھے پر بل

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

ڈال کر ویٹر کو ہدایت دی جو بس اُن کی بات پر سر ہلاتا ہوا جلدی سے ریموٹ ہاتھ میں لیے اے سی کی طرف گھوم گیا تھا۔

''اوہ مائی گاڈ کس قدر hot weather ہے۔'' مسز علی نے بھی لقمہ دیا۔

وہ تینوں شہر کے ایک بڑے ریسٹورنٹ میں ٹھنڈے فریش جوس سے لطف اندوز ہو رہی تھیں، شیشے کے پار گزرتے اور فٹ پاتھ پر سیاہ برقع میں ہاتھوں میں چین یا قرآنی آیات کے فریم پکڑے وہ عورتیں اور بچے حسرت سے سیاہ شیشے والے اس ریسٹورنٹ میں جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے یا پھر خیالوں، خیالوں میں وہ بھی کسی میز پر بیٹھے نفاست سے سینڈوچز کھاتے ہوئے فریش جوس کے ہلکے، ہلکے سپ لے رہے تھے۔

''اُف خدا...... اتنا دل تھا کہ میں اپنے فیورٹ آؤٹ لیٹ سے لوں مگر ملا ہی نہیں۔'' مسز علی نے مختلف برانڈز کے کپڑوں کے بیگوں کو دیکھتے ہوئے... بھرپور ناشکری کا اظہار کیا۔

''چلو کوئی بات نہیں، اب تو ہر روز ایک نئی برانڈ لانچ ہو رہی ہے۔ ویسے شکر ہے ریسٹورنٹ میں سناٹا ہے ورنہ تو یہاں ٹیبل ملنا مشکل ہو جاتی ہے۔'' مسز شاہ نے ٹھنڈے یخ ماحول اور سناٹے کی لطافت کو انجوائے کرتے ہوئے دونوں دوستوں سے کہا۔

مسز علی (نتاشا) مسز شاہ (سندس) مسز حسن (ریما) تینوں گہری دوستیں تھیں۔ وہ اکثر ساتھ رہتیں، آج بھی وہ ایک بڑی مشہور برانڈ کے لان کے سوٹ لینے نکلی تھیں۔ اب شاپنگ کے بعد اس وقت بیٹھی فریش جوسز سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ، ساتھ گپ شپ بھی لگا رہی تھیں۔

''ہاں، رمضان قریب ہیں۔ اُف خدا روزے، روزے کیسے رکھیں گے۔'' ریما نے اس طرح کہا جیسے ہر سال وہ پورے ماہ کے روزے رکھتی ہوں۔

''ارے ہاں روزے...... روزے کون رکھے گا، ویسے بھی سفر میں روزے رکھنے میں رعایت ہوتی ہے، میں اور علی تو بچوں کے ساتھ سوئٹزرلینڈ جا رہے ہیں۔''

''ہاں، خیر شاہ صاحب تو ویسے بھی فدیہ دے دیتے ہیں اور بچوں کو تو میں روزہ رکھنے ہی نہیں دیتی، ہارڈ لگتا ہے۔ کبھی dehydrate نہ ہو جائیں اور ویسے بھی young girls کی اسکن بھی خراب ہو جاتی ہے۔''

''اوہ یس، یہ تو ہے۔'' تینوں اپنے، اپنے نادر خیالات کا اظہار کر رہی تھیں۔

''کل میری ایک جاننے والی ہیں، وہ آئی تھیں زکوٰۃ وغیرہ کی امید لے کر تو خیال آیا کہ زکوٰۃ بھی تو دینی ہے۔'' ریما نے بیگ میں سے ایک سوٹ نکال کر اس کی لان کو انگلیوں سے چیک کرتے ہوئے سرسری سے انداز میں کہا۔

''زکوٰۃ کا کیا ہے سارے سال ہی دیتے رہتے ہیں۔'' نتاشا نے بے پروائی سے کہا۔

''ہاں وہ تو ہے لیکن سنا ہے رمضان میں ضرور کچھ دینا چاہیے۔'' سندس نے ان دونوں پر اپنی معلومات کی دھاک بٹھانے کی کوشش کی۔

''تو یار دیتے تو ہیں، سارے ملازمین کو راشن دیتی ہوں اور عید کے کپڑے بھی دے دیتی ہوں۔'' ریمانے حاتم طائی کی قبر پر جیسے لات ماری۔

''نہیں یار...... میری ساس کہتی تھیں، رمضان میں ایک کے ستر ملتے ہیں اور وہ یہ بھی کہتی تھیں کہ حساب لگا کر دیا کرو......'' سندس نے ذرا دبے، دبے لہجے میں کہا۔

''اونہہ حساب لگا کر دیا کرو، مڈل کلاس سوچ، کتنا عرصہ ہو گیا ہے اسے ہماری کلاس میں موو کرتے ہوئے لیکن سوچ آج بھی مڈل کلاس ہے۔'' نتاشا نے سندس کے چہرے پر نظریں جما کر نخوت سے سوچا۔

سندس کا تعلق ایک کھاتے پیتے گھرانے سے تھا ائرہوسٹس تھی کہ شاہ صاحب کو ایک سفر کے دوران اس کی مسکراہٹ اس قدر بھائی کہ پھر کسی کی نہیں سنی اور

www.urdusoftbooks.com

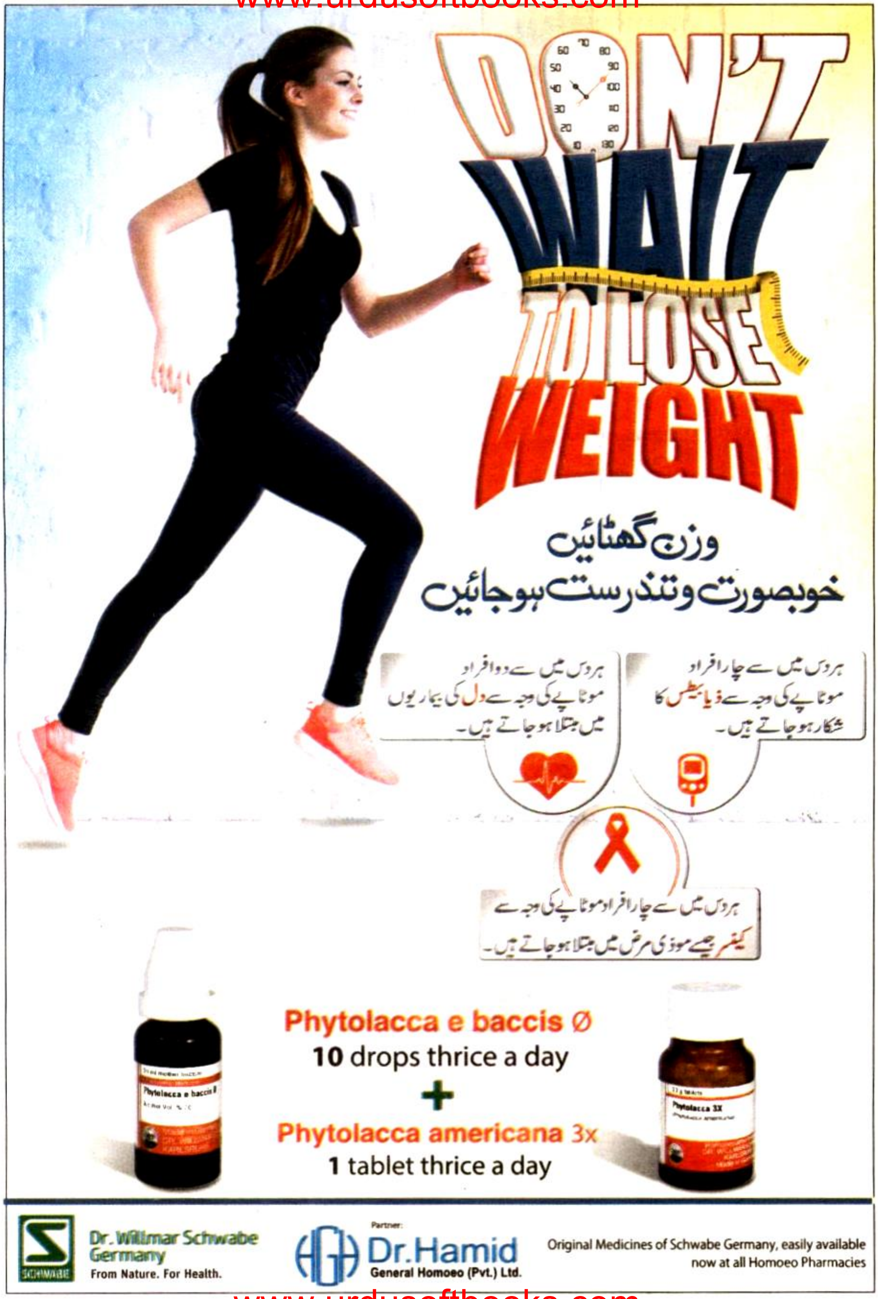
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com



www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

تان نکاح کے دو بول پر ٹوٹی اور پھر وہ جو خواب میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی بڑی شان سے ایلیٹ کلاس میں موو کرنے لگی۔

''بھئی اب ہماری پاس ایک چھوٹا سا سونے کا سیٹ یا دو چار لاکھ روپے نہیں ہیں ناں جن کا حساب لگائیں، اس قدر سب کچھ ہے پس کوئی ضرورت مند آتا ہے تو دو چار ہزار سے مدد کر دیتے ہیں۔''

نتاشا نے جس کے شوہر کی علی گروپ آف کمپنیز کے نام سے سارے ملک بلکہ مڈل ایسٹ میں بھی کمپنیوں کا جال بچھا ہوا تھا نخوت سے کہا۔

''اور ہاں، مائی ڈیئر سندس ہم بھی جانتے ہیں زکوٰۃ تو دینی ہوگی۔'' ریما نے مسکراتے ہوئے سندس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ شولڈر پر قیمتی بیگ لٹکایا، سر پر جمے گلاسز دوبارہ آنکھوں پر ٹکائے، آنکھوں میں تمسخر لیے کھڑی نتاشا کو آنکھ ماری...... اور اٹھنے کا اشارہ کیا۔

''زکوٰۃ تو دینی ہوگی۔'' سندس نے زیرلب دہرایا۔

''بالکل صحیح، یہ لوگ بالکل صحیح کہہ رہی ہیں، اب ہم لوگوں کے پاس اتنی فرصت کہاں کے کروڑوں روپوں کا حساب لگاتے پھریں اور اُف یہ غریب لوگ! ان کے مسائل تو کبھی ختم ہی نہیں ہوں گے۔ ان کا تو ایک مسئلہ ختم ہوتا ہے تو دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ ٹھیک ہے بھئی، آج میری سمجھ میں آ گیا، بس دو چار ہزار سے کسی کی مدد کر دو، اللہ اللہ خیر سلا...... ہم لوگ اس قدر بزی ہیں ہمارے پاس کہاں اتنی فرصت کے پیسوں، زیور کا حساب لگائیں اور پھر ان ضرورت مندوں کو دیتے پھریں۔ سب کو دینے والا اللہ ہے، اس نے ہم کو دیا ہے اور وہی ان کو بھی دے، دے گا ہم کون ہوتے ہیں دینے والے۔''

''میں خواہ مخواہ پریشان ہو رہی تھی، واقعی سمجھدار لوگوں کی صحبت بڑی نعمت ہے...... زکوٰۃ دینی تو ہے، دے دیں گے، کسی کو کوئی ملا تو...... ہم سب مسلمان ہیں یہ تو ہم کو معلوم ہے کہ...... زکوٰۃ تو دینی ہوگی......'' بڑے، بڑے خیالات کا اظہار کرتی اب وہ ریسٹورنٹ سے باہر گاڑی میں بیٹھ رہی تھی۔

سندس نے ٹھنڈی یخ گاڑی میں سیٹ کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں موندتے ہوئے اپنے آپ کو تسلی دی۔

گاڑی سیاہ تارکول کی سڑک پر دوڑے چلی جا رہی تھی۔ اس کی سوچوں کی طرح......

☆☆☆

''بیٹا زکوٰۃ ہمارے ایمان کے حصوں میں سے ایک ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی ہمارا فرض ہے، جب تم زکوٰۃ دیتے ہو تو کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ یہ اس شخص کا احسان ہے جو تم سے زکوٰۃ لے رہا ہے کیونکہ تمہارے فرض کی ادائیگی میں وہ تمہاری مدد کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے اور نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔

''خدا کی قسم میں اس شخص کے خلاف لڑائی کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا۔'' اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں صاحب نصاب بنایا تو میری بچیوں پھر زکوٰۃ کی ادائیگی میں پس و پیش کیوں؟''

رمضان قریب تھے آمنہ بیگم بہوؤں اور اپنی لاڈلی بیٹی نمرہ کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد جب لاؤنج میں آئیں تو انہوں نے نمرہ سے جو عرصہ دس سال سے امریکا میں مقیم تھی اور اس دفعہ عید گزارنے اپنے میکے پاکستان آئی ہوئی تھی زکوٰۃ کی بابت پوچھا۔

''بس امی جی مجھے تو پتا نہیں، حسن دے دیتے ہیں۔''

''حسن دے دیتے ہیں کیا مطلب؟''

آمنہ بیگم کا ہاتھ پان کے پتے پر چھالیا رکھتے، رکھتے رک گیا۔

''اور بیٹا وہ جو تم کلو کے حساب سے سونا پہنتی ہو، ماشاء اللہ ہاتھوں میں بھر، بھر سونے کی چوڑیاں پہنے رہتی ہو، تم اپنے زیور کی زکوٰۃ نہیں دیتیں؟''

انہوں نے حیرت اور تاسف بھرے لہجے میں پوچھا۔

''امی میں نے تو کبھی زیور کی زکوٰۃ دی نہیں اس سے پہلے بھی کسی نے کہا تھا، آپ تو جانتی ہیں حسن مجھے

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

خرچے کے نام پر ایک روپیہ نہیں دیتے۔ بس کریڈٹ کارڈز دے رکھے ہیں، جو چاہیے ہوتا ہے اسی کے ذریعے لیتی ہوں، اس کے باوجود دس، دس دفعہ بل کو پڑھتے ہیں تو میں کیسے زکوٰۃ دے سکتی ہوں۔'' نمرہ نے اپنی دانست میں بہت ٹھوس دلیل دی۔

''دیکھو بیٹا، ایسے لولے لنگڑے بہانے مت تراشو، حسن میاں بہت اچھے ہیں اور میں جانتی ہوں اگر تم ان سے اپنا ماہانہ خرچہ یہ کہہ کر بندھواؤں گی کہ اسے میں جمع کرکے اپنے زیورات کی زکوٰۃ دوں گی تو وہ بھی انکار نہیں کریں گے اور جو تم سمجھتی ہو کہ وہ انکار کردیں گے تو اپنے زیور کا حساب لگاؤ، اللہ کو تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے، ارے بیٹا زکوٰۃ کے تو لفظی معنی ہی پاکیزگی اور اضافے کے ہیں...... اور اللہ نے کون سا لمبا چوڑا نصاب رکھا ہے۔ 100 روپے پر ڈھائی روپے 1000 پر 25 روپے بیٹا، خود سوچو وہ کہہ رہا ہے کہ 1000 میں سے 975 روپے تم رکھ لو، 25 روپے میرے غریب بندوں کو دے دو۔ اس کے بدلے وہ ہمارا مال پاک کردے گا اور ہمارے مال میں اضافہ کرے گا۔ اپنے زیور میں سے کچھ فروخت کرکے تم زکوٰۃ دے دو۔'' آمنہ بیگم کا لہجہ لاڈلی بیٹی کے ساتھ خود بخود کھردرا ہوگیا، ان کی دونوں بہویں تو ایک طرف خاموش بیٹھی ہی تھیں ان کی ملازمہ جو گھر کے چھوٹے، موٹے کام نمٹا رہی تھی وہ بھی ایک کونے میں سمٹ کر بیٹھ گئی۔

''زیور بیچ دوں؟ ہائے امی...... کیسی باتیں کررہی ہیں، اس طرح تو آہستہ، آہستہ میرا سارا زیور ہی ختم ہوجائے گا......'' نمرہ نے گھبرائے ہوئے لہجے میں ماں کا مشورہ یکسر ترک کردیا۔

''میری بچی، انہی روحانی اور باطنی بیماریوں مثلاً مال کی محبت، لالچ، حرص، بخل، وغیرہ کا علاج زکوٰۃ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اے نبیؐ ان کے مال میں سے صدقہ لیجیے اور اس کے ذریعے سے انہیں پاک کیجیے اور ان کا تزکیہ کیجیے......'' (سورۃ توبہ ۱۰۳) اللہ تعالیٰ نے امیروں کے مال میں غریبوں کا حق رکھا ہے، اور اس حق کی ادائیگی ہی سے مال پاک ہوتا ہے۔''

''اُف، اُف امی اس طرح تو ایک دن میں خود غریب ہوجاؤں گی نہیں بھئی، حسن دے تو دیتے ہیں، چلیں تھوڑا بہت میں بھی دے دیا کروں گی لیکن اس طرح نہیں۔'' نمرہ کی مال سے محبت لفظ، لفظ سے ٹپک رہی تھی۔ آمنہ بیگم کو حقیقتاً بہت افسوس ہوا، اور مارے صدمے کے ان کے ہونٹ جیسے ایک دوسرے میں پیوست ہوگئے۔ انہیں احساس ہوا ان کی تربیت میں کہاں کمی رہ گئی۔

''ارے نمرہ میری بہن، ضروری تو نہیں کہ عورتیں اپنے زیوارت کی زکوٰۃ اپنے زیور کو فروخت کر کے ہی ادا کریں۔'' رخشندہ جو آمنہ بیگم کی سب سے بڑی اور لاڈلی بہو تھی، ساس کو خاموش اور دلگرفتہ دیکھ کر جلدی سے بولی۔

''ہمیں جو سارا سال خرچہ ملتا ہے ہم اس میں سے بچت کرسکتے ہیں۔'' وہ نادان نند کو بڑے طریقے سے سمجھانے آگے بڑھی۔

''پہلے میں اور تمہارے بھیا بھی زکوٰۃ بس lum sum ہی ادا کرتے تھے لیکن مختلف محافل میں سنا پھر میں نے قرآن تفسیر سے پڑھا اور پھر ماشاء اللہ امی جان (آمنہ بیگم) کی ہدایات پر عمل کیا تو الحمدللہ اب ہم باقاعدہ زکوٰۃ ادا بھی کرتے ہیں اور میں تو نوٹ کررہی ہوں، جب سے ہم نے زکوٰۃ کی ادائیگی باضابطہ شروع کی ہے، تمہارے بھائی کا کاروبار تو ترقی کرررہا ہے۔ ماشاء اللہ ہم دونوں میاں، بیوی میں روز بروز محبت بڑھ رہی ہے، ماشاء اللہ بچے بھی اچھے رزلٹ سے پاس ہورہے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ اللہ پاک ہم کو ستر گنا نواز رہا ہے۔''

''واقعی......!'' رخشندہ کی باتوں کو نمرہ کی حیرت زدہ آواز نے توڑا۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

"اور کیا......" آمنہ بیگم نے بہو کی باتوں کی تائید کی۔

"ارے شاہین تم کام نہیں کر رہیں جو یہاں آ کر بیٹھ گئی ہو۔"

ارم جو آمنہ بیگم کی چھوٹی بہو تھی نے گھر کی ملازمہ کو ایک کونے میں خاموش بیٹھا دیکھ کر ٹوکا۔

"بیٹھا رہنے دو چھوٹی دلہن، کام تو زندگی بھر ہوتے ہیں اگر چار اچھی باتیں اس کے کانوں میں بھی پڑ جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔" آمنہ بیگم نے ناگواری سے چھوٹی بہو کو ٹوکا۔ وہ ساس کے سخت لہجے پر خاموش سی ہو گئی، وہ جانتی تھی آمنہ بیگم کوئی روایتی ساس نہیں ہیں لیکن آج نمرہ کی باتوں نے انہیں حد درجہ مایوس کیا ہے۔

"دیکھو نمرہ...... میری بہن۔" رخشندہ، ساس کی آنکھ کا اشارہ پاتے ہی دوبارہ گویا ہوئی۔

"پتا ہے سب سے پہلے ہم نے کیا، کیا۔ تم تو جانتی ہو، زکوٰۃ سونا، چاندی، نقد رقم، سامان تجارت، زراعت و باغات، مال مویشی حتیٰ کہ ان ٹھوس معدنیات پر بھی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے جو بھٹی میں پگھلائی ... جاتی ہیں۔ بس ہمارے پاس ان میں سے جو کچھ ہے ہم نے ان کا مکمل حساب لگایا اور جو بھی ہمارا حساب بنا اسے ہم نے بارہ ماہ میں تقسیم کر دیا اس طرح ہر ماہ ایک مخصوص رقم نکالنے میں آسانی بھی رہتی ہے اور ہمارا فرض بھی الحمدللہ ادا ہو جاتا ہے اور پتا ہے نمرہ، رخشندہ نے کچھ کہنے سے پہلے کونے میں بیٹھی ملازمہ شاہین کی طرف دیکھا جو بالکل چپ چاپ بیٹھی تھی۔

☆☆☆

"اماں میرے عید کے کپڑے۔" ننھے گڈو نے شاہین کا دوپٹا کھینچا۔ اوپر تلے چار بچے، محدود آمدنی، دونوں میاں، بیوی کی محنت مزدوری کے باوجود نہ صحیح سے تن ڈھانپنے کو میسر نہ کھانے کو۔

"ہاں، ہاں تم سب کے کپڑے بھی بناؤں گی اور نئی چپلیں بھی دلواؤں گی۔ بیگم صاحبہ کی بیٹی امریکا سے آئی ہوئی ہے، امریکا میں تو بہت امیر لوگ رہتے ہیں، میں بیگم صاحبہ سے کہوں گی اس دفعہ زکوٰۃ میں جو پیسے وہ مجھے دیتی ہیں وہ بڑھا کر دیں بلکہ اپنی بیٹی سے بھی دلوائیں۔" شاہین نے بچوں کو تسلی دی۔

"امے سارے پیسے اگر ملیں تو اللے تللے میں خرچ نہ کر دیجیو، رمضان میں جو انسان سال بھر نہیں کھاتا، اللہ وہ بھی کھلا دیتا ہے، اپنی باجی سے کہیو، راشن ڈلوا دے ہمارے گھر میں۔" اس کی بیمار ساس نے پلنگ پر لیٹے، لیٹے اسے ڈانٹا...... کتنے عرصے سے اس کا ٹھنڈی بوتل پینے کو دل چاہ رہا تھا گرمی بھی تو غضب کی پڑ رہی تھی، اور شاہین کی بیگم صاحبہ ہر سال رمضان میں راشن کے ساتھ ڈھائی لیٹر والی چھ بوتلیں بھی تو دیتی تھیں، اس دفعہ تو شاہین کی ساس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ جیسے ہی شاہین راشن لائے گی دو بوتلیں تو وہ فوراً اپنے لیے چھپا دے گی، ورنہ یہ بچے، ان کا پیٹ تو کنواں ہے کنواں بھرتا ہی نہیں، کتنا ہی چھپا، چھپا کر رکھو، ڈانٹو ڈپٹو، دو تین دن میں ساری بوتلیں اور کھجوریں چٹ کر جاتے ہیں...... شاہین کی ساس نے جلے بھنے دل سے سوچا۔

"شاہین چل چھوڑ کپڑے، چھوڑ راشن اپنی بیگم صاحبہ سے کہنا کہ ہمارا بجلی کا بل بھر دے۔" اس کے میاں نے آہستگی سے کہا...... اس نے میاں کی طرف دیکھا اور چھت پر چلتے گھر گھر کرتے پنکھے پر نظریں جما دیں۔

رمضان میں زکوٰۃ، خیرات کے علاوہ اس کی بیگم صاحبہ اسے ڈبل تنخواہ بھی دیتی تھیں بلکہ اکثر ہی کچھ نہ کچھ دے ہی دیتی تھیں، جو شاہین کسی کو نہ بتاتی۔ پچھلے سال اس کی بی سی کھلی تھی اور اس نے دو تولے سونے کا چھوٹا سا سیٹ بنوا کر بڑی ہوتی بیٹی کے جہیز کے لیے اپنی سہیلی کے پاس چھپا کر رکھوا دیا تھا۔

"کتنا نام ہوگا، ساری برادری میں دھوم مچ جائے گی، جب میں پکے سونے کا سیٹ دوں گی اپنی بیٹی کو۔" اکثر تنہائی میں سوچ کر وہ مسکرا دیتی۔

"کس بات پر مسکرا رہی ہو، شاہین۔" آمنہ بیگم نے ڈسٹنگ کا کپڑا ہاتھ میں لیے، مسکراتی خلاؤں میں

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

گھورتی، ملازمہ شاہین سے پوچھا۔
''کچھ نہیں اماں جی......'' آمنہ بیگم کی آواز ملازمہ شاہین کو حقیقت کی دنیا میں لے آئی۔
''اماں جی، میں تھوڑی دیر یہاں آپ کے پاس بیٹھ جاؤں، میں کوئی کام چھوڑ کر نہیں جاؤں گی بس، آپ کی باتیں سننا اچھا لگ رہا ہے۔''
ملازمہ شاہین نے اس ڈر سے کہ کوئی اسے فالتو بیٹھا دیکھ کر کام پر نہ لگا دے اور وہ زندگی کی اتنی قیمتی معلومات سے مستفید ہونے سے رہ جائے لجاجت سے آمنہ بیگم سے پوچھا۔
''ہاں، ہاں ضرور بیٹھو بلکہ ہر بات توجہ سے سنو کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو پوچھو بھی۔ ارے یہ گھر کا کام...... یہ تو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اس گھر اور گھر داری نے ہم عورتوں کو کہیں کا نہیں رکھا، نہ ہماری نمازیں، نمازیں ہیں اور نہ ہی دین، دین کی طرح سنبھال رہے ہیں، اللہ پاک ہم سب کو دین کی تعلیم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین......''
''اُف یقین کریں میں تو بہت کنفیوز ہو رہی ہوں، بہت ڈر لگ رہا ہے، میں نے اور احسن نے تو کبھی باضابطہ زکوٰۃ نکالی ہی نہیں اور میں نے تو اپنے زیورات کی زکوٰۃ نکالنا تو بہت بڑی بات کبھی اس بارے میں سوچا تک نہیں۔ آپ نے بھی تو پہلے نہیں بتایا۔'' نمرہ کے لہجے میں افسردگی کے ساتھ، ساتھ ملال بھی تھا۔
''ہاں بیٹا اس مرتبہ تم ایسے موقع پر آئی ہو تو بات چل نکلی، سچی بات ہے ایسی باتیں تو ہم روزمرہ کرتے ہی نہیں۔ بس بیٹا اللہ سے توبہ استغفار کرو......اور آئندہ کے لیے عہد کرو کہ ہمیشہ اپنے مال کو پاک رکھو گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ۔
''جو بھی سونے چاندی کا مالک......اس کا حق (یعنی) زکوٰۃ ادا نہ کرے گا تو قیامت والے دن اس کے مال کو پلیٹوں کی شکل دی جائے گی اور پھر ان پلیٹوں کو دوزخ کی آگ سے گرم کرکے اس کی پیشانی، پہلو، اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ جب بھی وہ پلیٹیں ٹھنڈی ہوں گی دوبارہ گرم کرلی جائیں گی اور قیامت کے پچاس ہزار سالہ دن میں اس کے ساتھ وہی ہوتا رہے گا۔'' (صحیح مسلم)
آمنہ بیگم نے اسے حدیث رسولؐ سے آگاہ کیا۔
''بس میری بہن......اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ پتا ہے میں نے کیا کیا، میرا ماشاء اللہ تم جانتی بھی ہو، زیور بہت زیادہ ہے، میں تو بھئی اپنے دونوں بچوں کو پڑھاتی ہوں اور اپنے میاں سے ان کی ٹیوشن کی فیس لیتی ہوں اور ان پیسوں کو جمع کر کے اپنے زیورات کی زکوٰۃ نکالتی ہوں۔ زکوٰۃ تو خیر فرض ہے ادا کرنا ہی ہے ہمیں صدقہ و خیرات کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ صدقہ ردِ بلا ہے، صدقہ موت کو ٹال دیتا ہے۔''
نمرہ کی دوست جو کہ ڈاکٹر تھی اور بظاہر بڑی ماڈرن سی دکھتی تھی، اتفاقاً وہ بھی چلی آئی تھی اس نے بھی نرمی سے گفتگو میں حصہ لیا۔
''اُف اتنی ماڈرن کٹے بالوں والی ڈاکٹر صاحبہ اندر سے ایسی ہیں یہ تو میں سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔'' ملازمہ شاہین نے اپنے آپ سے کہا۔
''اور یہ جو نصاب ہے ناں کہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔ لیکن آج کے دور میں ہر سال علما رمضان میں نصاب کے متعلق فتویٰ دیتے ہیں جیسے اس سال......'' آمنہ بیگم ایک لمحے کے لیے رکیں۔
اور شاہین پوری توجہ سے ان کی بات سننے کے لیے تیار ہوگئی۔

☆☆☆

''زکوٰۃ......دینی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ جسے ہم لوگ کی بہت ہلکا لیتے ہیں ایک تو شیطان کا یہ وسوسہ کہ زکوٰۃ نکالنے یا صدقہ و خیرات سے مال میں کمی ہوتی ہے، دل میں آتا ہے جو بالکل غلط ہے۔ صدقہ، مال میں اضافہ کرتا ہے صدقہ و زکوٰۃ کے علاوہ اللہ نے اپنے بندوں سے قرض حسنہ مانگا

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ہے.....سوچیے اللہ پاک کی ساری کائنات اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ ہم سے قرضہ مانگے......وہ اس لیے مانگتا ہے کہ وہ ہم کو بہت نوازنا چاہتا ہے، آخرت کے بینک میں ہمارا اکاؤنٹ کھولنا چاہتا ہے......وہ چاہتا ہے کہ کل جب ہم اس کے سامنے کھڑے ہوں تو بہت سارے ڈپازٹ ہمارے ہوں......اور خود سوچیے جس کا مال ہے اسے دینے میں کیا تردد......یہ تو بڑی خیانت ہوئی ناں......'' نمرہ رات میں اپنے کمرے میں بیٹھی اب حسن کو وہ سب باتیں سنا رہی تھیں جو آج ہی ماں اور اپنی سہیلی سے سنی تھیں۔

''اور مومن خائن نہیں ہوتا......زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے خائن ہوتے ہیں، منافق ہوتے ہیں، اللہ کے مال کو ہڑپ کرنے والے نافرمان ہوتے ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ روکنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔(سند احمد) حسن تو کیا ہم ان بد نصیبوں میں شامل ہونا پسند کریں گے نہیں ناں......بالکل نہیں......اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہے۔'' امریکا میں پلا بڑھا حسن اس کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ آج آمنہ بیگم اور سب گھر والوں کی باتوں نے تو جیسے نمرہ کے دل کو ہی بدل دیا تھا۔ اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔ جس کا مال اسے دینے میں کیا اعتراض۔ امی درست کہہ رہی تھیں سب اللہ ہی کا مال اسے ہی لوٹانے میں اور وہ بھی اتنی قلیل تعداد میں......ہمیں اتنی قباحت کیوں......

''یار......ہم دیتے تو ہیں زکوٰۃ'' حسن اس سے کہتے ہوئے ریموٹ لے کر کاؤچ پر آ بیٹھا کہ اس وقت اس کا پسندیدہ ٹاک شو شروع ہونے والا تھا، وہ vacation پر آیا تھا اور بہت ریلیکس رہنا چاہتا تھا۔

''نہیں حسن، وہ جو ہمارا طریقہ ہے ناں کہ کوئی ضرورت مند آ گیا اس کی مدد کر دی اب ہمیں نہیں پتا کہ وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے بھی یا نہیں......زیادہ تر ہم سے وہ لوگ زکوٰۃ سمیٹ لیتے ہیں جو درحقیقت زکوٰۃ کے مستحق نہیں ہوتے۔ بس انشاء اللہ اس دفعہ ہم بالکل طریقے سے حساب لگا کر مستحق لوگوں میں زکوٰۃ تقسیم کریں گے۔'' نمرہ کا لہجہ سنجیدہ لیکن پُرجوش تھا۔

سرخ و سفید رنگت، چہرے پر بلا کی نرمی سیاہ گہری خوب صورت آنکھیں بلا تڑ بالوں کو کیچر میں جکڑنے کے باوجود بار، بار ہاتھوں سے سمیٹتی نمرہ...... حسن کو بہت معصوم اور پیاری لگی۔

''ارے میری جان......آپ تو پاکستان آ کر بڑی پکی اور سچی مسلمان ہو گئیں۔ بندۂ ناچیز آپ کا عاشق تو تھا ہی اب تو جیسے غلام بن گیا ہے جو اور جیسا آپ کا حکم ہو......'' حسن نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنی جگہ سے کھڑے ہو کر کورنش بجالاتے ہوئے کہا۔

''دیکھیے پہلا انعام، آپ نے کبھی مجھے اس قدر محبت سے نہیں بلایا۔'' نمرہ حسن کی محبت بھرے لہجے پر ایکسائٹڈ ہوئی......اور پھر فیصلہ کُن لہجے میں بولی۔

''بس زکوٰۃ تو دینی ہوگی۔''

''اری ہمیں تو ان بڑے لوگوں کا ہی آسرا ہوتا ہے۔ اس دفعہ سوچ رہی تھی کہ جن، جن باجیوں کے گھر کام کرتی ہوں، ان سے کہوں گی مجھے دو کمرے ڈلوا دیں۔ وہ کمرے کرایے پر دے دوں گی تو ذرا ہاتھ فارغ ہو جائے گا۔'' نجمہ نے اپنی دیرینہ دوست شاہین سے کہا۔

''لیکن......تمہاری باجی، یہ نہیں کہیں گی کہ جب تمہاری ضرورت کے لیے دو کمرے کافی ہیں تو مزید دو کمرے اب تم کو کرایے......پر چڑھانے کے لیے چاہئیں۔'' شاہین نے اسے سمجھایا۔

''ارے پگلی میں یہ تھوڑا ہی کہوں گی کہ میں کرایے پر دوں گی بلکہ یہ کہوں گی مجھے خود رہنا ہے۔'' نجمہ، شاہین کی سادگی پر ہنستے ہوئے بولی۔

''ارے جب تک اس طرح نہ کرو تو یہ بڑے لوگ پیسے تھوڑی ہی نکالتے ہیں، خود تو دو، دو ہزار گز کے گھروں میں رہتی ہیں۔ آٹھ، آٹھ، دس، دس ہزار کے لان کے سوٹ پہنتی ہیں اور جب ہم مانگیں یا زکوٰۃ کے کپڑے نکالیں تو چار سو پانچ سو کا سوٹ دیتے ہوئے

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

بھی ان لوگوں کی جان نکلتی ہے۔ خدا کی قسم جب باجی کے کپڑے استری کرتی ہوں تو ایسا دل جلتا ہے دل چاہتا ہے کہ سوٹ ہی جلا دوں لیکن کمبخت ڈر لگتا ہے کہ کہیں کام سے ہی نہ نکال دیں۔ لیکن پھر بھی میں بھی کبھی قمیص چھپا دیتی ہوں اور کبھی دوپٹا پھر میری باجی بولائی، بولائی ڈھونڈوں پھرتی ہیں مزہ آتا ہے مجھے دیکھ کر۔'' نجمہ ایک آنکھ دبا کر قہقہہ مار کر ہنسی۔

''ویسے ایک بات تو بتا نجمہ جب تجھے ان باجیوں سے اتنی نفرت ہے تو کام کیوں کرتی ہے، تیرا میاں تو رکشا چلا کر خوب کما رہا اور ماشاء اللہ تیرے بیٹے کی درزی کی دکان بھی خوب چل رہی ہے بلکہ کل ہی میں نے دیکھا تھا، ماشاء اللہ نئی موٹر سائیکل بھی لی ہے تیرے بیٹے نے.....'' شاہین نے نجمہ کی باتوں سے الجھ کر کہا۔

''بس اللہ کا کرم ہے..... مجھے بالکل ضرورت نہیں ہے، میرا تو چھوٹا والا بھی ماشاء اللہ سعودی عرب جا رہا ہے۔ ڈرائیور کی نوکری ملی ہے اسے دو ہزار ریال تنخواہ لگی ہے۔ میں تو بس اس لیے کام کرتی ہوں ایک تو بڑے، بڑے سجے ہوئے خوب صورت ٹھنڈے گھروں میں رہنے کی عادت سی ہوگئی ہے۔ اب میری باجی کے گھر کو ہی دیکھو، گھر میں گنتی کے چار آدمی اور ملازم چھ..... میں تو بس کھانا پکاتی ہوں اور باجی کے چھوٹے موٹے کام کرتی ہوں، بس سارا دن ٹھنڈے گھر میں رہتی ہوں جو دل چاہے کھاتی ہوں، باجی کو کہاں فرصت کہ فریج چیک کریں۔'' نجمہ نے تفصیل سے بتایا۔

''اچھا خیر، کہہ تو تو ٹھیک رہی ہے، میں نے بھی الحمد للہ بیٹی کا سارا جہیز جمع کر لیا، میری باجی کا گھر تو بہوؤں بیٹیوں والا ہے، ہر وقت کچھ، کچھ نہ کچھ دیتی دلاتی رہتی ہیں لیکن میں تو بھئی زکوٰۃ میں زیادہ تر پیسے ہی لیتی ہوں، کچھ جمع کر لیتی ہوں، تھوڑے بہت خرچ کر دیتی ہوں۔ ماشاء اللہ اس مہینے میری پچاس ہزار کی کمیٹی بھی نکل رہی ہے وہ تو میں اپنے صندوق میں چھپا کر رکھوں گی تاکہ اگر آدمی رات کو بھی میری بیٹی کا رشتہ طے کرے تو ایسے دھوم دھام سے شادی کروں گی کہ پوری برادری میں دھوم مچ جائے۔'' شاہین کا لہجہ مستحکم تھا۔

''بس..... رمضان شریف قریب ہیں۔ اب زکوٰۃ تو ملے گی ہی۔'' شاہین نے بستر پر لیٹ کر اپنی جمع پونجی کا حساب لگایا اور پُرسکون ہو کر تکیے پر سر رکھ دیا۔ پورے سال وہ رمضان کا انتظار اس لیے نہیں کرتی تھی کہ رمضان کی برکتیں سمیٹنی ہیں بلکہ اسے اس لیے انتظار رہتا تھا کہ زکوٰۃ سمیٹنی ہے اور اس کے نزدیک یہی رمضان کی برکت تھی...... کہ رمضان آیا ہے۔

زکوٰۃ تو ملنی ہی ہے......

☆☆☆

آج وہ بہت خوش تھی اس کا دل ایک عجیب سی لے پر دھڑک رہا تھا۔ اس کے قدم لہرا رہے تھے، وہ چل نہیں رہی تھی، فضاؤں میں اُڑ رہی تھی جب آپ کچھ نہ ہوں اور ایک دم آپ کو احساس ہو! آپ کی ایک حیثیت ہے، آپ بے نام نہیں آپ کا ہاتھ لینے والا نہیں' اللہ نے آپ کے ہاتھ کو دینے کی قوت اور طاقت دی ہے تو شاید اس کی بھی یہی کیفیت ہو اور اس وقت اس کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے پر نکل آئے ہوں اور وہ اُڑ رہی ہو، تیز اور مست ہواؤں کے ساتھ، ساتھ......

☆☆☆

''یخنی پلاؤ، رائتہ سلاد اور ساتھ میں سوجی کا حلوا..... واہ بھئی اوہ کیا ہوا، لگتا ہے آج کافی مال ملا ہے۔'' عبدالغفور نے دستر خوان پر نظر ڈالتے ہوئے مسکراتی شاہین کو دیکھا۔

''ارے عبدالغفور، آم کھاؤ، پیڑ نہ گنو......'' شاہین کی ساس نے خوب سارا رائتہ پلاؤ پر ڈالتے ہوئے کہا..... آج تو گوشت کھانے کو مل رہا تھا..... عبدالغفور نے ایک نظر مسکراتی اور زندگی میں پہلی بار بہت پُرسکون اور تیار ہوئی شاہین کو دیکھا اور کھانا کھانے لگا۔

☆☆☆

''عبدالغفور میں اس سال زکوٰۃ نکالوں گی......

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ہم صاحبِ نصاب ہیں عبدالغفور......''
شاہین کی بات تھی یا خودکش دھماکا، عبدالغفور اپنی جگہ سے کئی فٹ اوپر اچھل گیا۔
''کیا کہہ رہی ہے کیا پہلے ہی روزے میں گرمی تیرے دماغ پر چڑھ گئی ہے۔''
''نہیں عبد الغفور ،چند دن پہلے کی بات ہے......'' شاہین نے ایک لمبی سانس لی..........
عبدالغفور کو لگا جیسے اس کی سانس رک گئی ہو۔

☆☆☆

''یہ جو ہے ناں کہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی ہوگی تو ہم زکوٰۃ دیں گے یا ہمارا شمار صاحبِ نصاب لوگوں میں ہوگا ایسا نہیں ہے، وقت اور حالات بہت بدل گئے ہیں ایک زمانہ تھا کہ سو روپے تولہ سونا اور پانچ روپے تولہ چاندی تھی۔ آج 5900 روپے تولہ سونا اور تقریباً 1500 روپے تولہ چاندی ہے تو نصاب برابر کیسے ہوگا، لہٰذا اب مفتی حضرات ہر سال کے حساب سے نصاب بتاتے ہیں پچھلے سال جس کے پاس 6500 روپے مالیت کا سونا، چاندی یا کوئی سامان ہو جس پر زکوٰۃ کی فرضیت ہو تو وہ شخص صاحبِ نصاب تھا اور اسے زکوٰۃ دینی چاہیے، یہ تو فرض ہے لیکن اگر اس مال سے بھی کم حیثیت ہو تو پھر بھی اگر کچھ رقم اللہ کی راہ میں دی جائے تو یہ تقویٰ ہے......اور اللہ کے نزدیک وہی اچھا ہے جو زیادہ متقی اور تقویٰ والا ہے۔''

آمنہ بیگم نے تفصیلاً وضاحت کی۔
''اور وہ لوگ جو صاحبِ حیثیت ہیں لیکن پھر بھی ہاتھ پھیلاتے ہیں، ان سے اللہ نے شدید ناراضی کا اظہار کیا ہے......تم کو پتا ہے روزِ حشر ان کے ماتھوں پر لکھا ہوگا۔'' اللہ کے حق کو غصب کرنے والے۔'' اللہ پاک ان کے چہروں پر نظر بھی نہیں ڈالے گا۔''
آمنہ بیگم کے الفاظ تھے یا بارود شاہین کو لگا اس کا پورا وجود ریزہ، ریزہ ہو کر فضاؤں میں بکھر گیا ہے......
اسے اپنی سانس اٹکتی ہوئی محسوس ہوئی......کیونکہ...... وہ کچھ سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

''میرے پاس دو تولے سونا اور تقریباً 70 ہزار روپے رکھے ہیں جو میں نے گڑیا کی شادی کے لیے جمع کیے ہیں...... ہم زکوٰۃ لینے والے نہیں ہم زکوٰۃ دینے والوں میں شمار ہوتے ہیں......عبدالغفور اللہ کا بڑا کرم ہے، اس نے ہمارے ہاتھوں کو دینے والا بنادیا۔ اس سال انشاءاللہ ہم بھی زکوٰۃ دیں گے۔ صبح اس رقم کا مولوی صاحب سے حساب لکھوالینا اور پھر انشاءاللہ کسی ضرورت مند کو دیں گے۔'' شاہین کا لہجہ خوشی سے چور تھا۔
''اور بجلی کا بل، مہینے کا راشن، بچوں کے کپڑے؟''
عبدالغفور کے منہ سے گھٹی، گھٹی آواز میں نکلا۔
''اللہ مالک ہے، سب بندوبست ہوجائے گا، یہ پیسے ہیں ناں، ان میں سے خرچ کریں گے۔ ہم کیسے مومن مسلمان ہیں؟ ہمیں اللہ پر بھروسا کیوں نہیں ہوتا، عبدالغفور اللہ پر توکل ایمان کی دولت ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے، ہم اللہ کی خوشی کے لیے اس کی راہ میں خرچ کریں، اس کے حکم کی تعمیل کریں اور وہ ہماری ضروریات کا خیال نہ رکھے۔ تم دیکھ لینا، ہمارے پاس کمی نہیں ہوگی، اب بس اضافہ ہی اضافہ ہوگا، اللہ کے ساتھ تجارت میں بس نفع ہی نفع ہے، اتنے سارے لوگ کاروبار کرتے ہیں آج میں بھی تجارت کررہی ہوں، میں بھی اپنے اللہ کے ساتھ تجارت کررہی ہوں۔''
ملازمہ شاہین کا چہرہ تشکر کے آنسوؤں سے تر ہورہا تھا آنسو آنکھوں سے نکل کر چہرے پر سے پھسلتے ہوئے اس کے گریبان میں اکھٹے ہوکر ہنس رہے تھے، ناچ رہے تھے۔
شاہین کی باتیں سن کر اور اس کی کیفیت محسوس کرتے ہوئے عبدالغفور کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
''تو سچ کہتی ہے ہم خسارے میں تھے۔ زکوٰۃ تو دینی ہوگی۔''

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

امرت!

شیریں حیدر

قسط 18



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

تخلیقِ کائنات سے لے کر اب تک... کئی ادوار بدلے مگر عورت کی کہانی ہر دور میں لگ بھگ وہی رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رشتوں کی ڈور میں باندھا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ ہم اپنی تخلیق کے مقصد کو اور بھی خوب صورت بنائیں مگر اس کے پیدا کردہ دل میں جذبے بھی اسی کے پیدا کردہ تھے۔ محبت، نفرت، رشک، حسد، رنج، غصہ اور خوشی... اب ہم پر منحصر ہوتا ہے کہ ہم کس جذبے کو خود پر حاوی کرلیتے ہیں، یہ ہماری خصلت بن جاتا ہے اور ہماری کل شخصیت کا خلاصہ... یہی ہمارے کردار کی تعمیر کرتا ہے اور ہم اسی کا تاثر دوسروں پر عمر بھر کے لیے چھوڑتے ہیں۔ ہماری عادات صرف ہم پر ہی نہیں بلکہ دوسروں کی زندگیوں پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ کسی کی زندگی کا سفر کس طرح سہل یا کٹھن ہوتا ہے اس کا انحصار ان لوگوں پر ہوتا ہے جو اُن کی زندگی کے اہم کردار ہوتے ہیں اور جن کا ہونا یا نہ ہونا اہمیت رکھتا ہے۔ پیدائش سے لے کر اپنی موت تک رشتوں کی ڈور سے بندھے ہوئے کردار زندگی کو ہنس کر گزارتے ہیں یا رو کر، مشقت سے سانس لیتے ہیں یا خوشیوں کے ہنڈولوں میں جھولتے ہوئے اس کا سارا دارومدار ان سے وابستہ رشتوں پر ہوتا ہے۔ وقت بدل جاتے ہیں مگر کہانی وہی رہتی ہے اور اپنی باری سے اس میں مختلف کردار شامل ہوتے رہتے ہیں۔

زندگی کے انہی پیچ و خم اور نشیب و فراز سے نبرد آزما ہوتی ایک چشم کشا تحریر......

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''شک تو مجھے تم پر اسی روز ہو گیا تھا جب تم نے پوچھا تھا کہ ہمارے خاندان میں کسی کو کینسر تھا یا نہیں۔'' امو جان نے کہا۔ ''میں بتاتے، بتاتے رک گئی تھی اس دن کہ تم ہاجرہ کی بیٹی ہو۔''

''کیوں؟'' میں نے سوال کیا۔ ''کیوں رک گئی تھیں آپ؟''

''کیونکہ اس حالت میں عورت کو پریشانی والی کوئی بات نہیں بتانی چاہیے۔''

''میں پریشان کیوں ہوتی امو جان...... اب بھی سن کر میں پریشان نہیں ہوئی، میرا یقین کریں۔'' تب تک میں نے سمجھ لیا تھا کہ امو جان کو اپنی کوئی ایسی کیفیت نہیں بتانی جو انہیں اپ سیٹ کر دے۔ مجھے تو یہ سن کر بھی یقین نہیں آیا تھا کہ وہ میری ماں نہیں ہیں، آتا بھی کیونکر؟ انہوں نے مجھے اپنی گود میں پالا اور تمنا کو تبسم تائی کو دے دیا۔ میرا نام انہوں نے ابو جان کے ساتھ مل کر خود رکھا اور تمنا کا نام تائی جی نے رکھا تھا۔

''میں نے تو آخری دم تک تمہارے ابو جان کو بھی نہیں بتایا تھا کہ تم ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔''

''کیا؟'' میں چیخ پڑی تھی۔ ''مگر کیوں؟''

''اس میں بھی ایک راز ہے......'' وہ مسکرائیں۔

''بتائیں ناں امو جان۔'' میں نے پھر اصرار کیا۔

''مجھے لگا کہ اگر میں انہیں یہ بتا دیتی کہ تمنا میرے بطن سے اور امرت، ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے والی بیٹیاں ہیں تو ممکن ہے کہ ہاجرہ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد وہ ہاجرہ سے پیدا ہونے والی، اپنی ہی بیٹی کی طرف سے بے پروا ہو جاتے...... وہ مجھے خوش کرنے کے لیے میرے سامنے میری جنمی ہوئی بیٹی کو پیار کرتے، اگرچہ عورت ایسی ہی باتوں سے خوش ہوتی ہے مگر میں ذرا اور طرح کی عورت ہوں، میں نے ہاجرہ سے وعدہ کیا تھا تو اس وعدے کی لاج نبھائی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمال احمد نے مجھے خوش رکھنے کی خاطر جس بچی سے زیادہ پیار کیا تھا وہ تم ہی تھیں...... انہیں ایسا کرنا ہی چاہیے تھا، تم ماں کے وجود سے محروم ہوئی تھیں، میں اتنی ظالم تو نہ تھی کہ تمہیں باپ کی محبت سے بھی محروم کر دیتی؟''

''امو جان...... میری پیاری امو جان۔'' میں ان سے لپٹ گئی اور سسکنے لگی۔ وہ کتنی عظیم عورت تھیں، اس کا شاید انہیں خود بھی علم نہیں۔ ''بھلا میں کب ماں کی محبت سے محروم ہوئی، میں نے تو اپنی ماں ہی کی گود میں، اسی کی محبت کے ساتھ، اس کا سارا پیار اور اعتماد پا کر پرورش پائی ہے، جسے آپ جیسی عظیم ماں کی گود ملی ہو وہ کسی طرح بھی محروم کیسے ہو سکتی ہے؟'' میں نے دل سے اعتراف کیا۔ کہتے ہیں اگر کسی انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے مگر میں سوچ رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ اجازت دیتا تو میں اس ماں کی عظمت کو سجدہ کرتی جس نے میرے وجود کو معتبر کر دیا تھا۔ ایسی قربانی ان کے سوا اور کون دے سکتا تھا۔

☆☆☆

چاچو کے لاکھ اصرار کے باوجود میں نے حبیب کے عقیقے کا مان کرنہ دیا تھا۔ چاچو اس کی وجہ ماما کی اس بدزبانی کو سمجھ رہے تھے جس کے نتیجے میں امو جان کو بھی زبان کھولنا پڑی تھی...... مگر دراصل اس کی وجہ زائنہ کی موت کا زخم تھا جو میرے دماغ میں تازہ تھا اور پھر یوسف کے ایک غیر ملک کی جیل میں ہونے کا دکھ تھا۔ اگرچہ ماما کے نزدیک اس کی وجہ بھی میری نحوست ہی تھی، شکر ہے کہ انہیں یہ علم نہ تھا کہ چاچو کو اس کے لیے منایا بھی میں نے ہی تھا اور اس کا سہرا چاچو نے بظاہر ماما کے سر باندھا تھا۔ اس کا انہیں پچھتاوا تو تھا مگر اپنے کسی پچھتاوے کا اظہار کرنا ان کی شان کے خلاف تھا ماسوائے میرے ساتھ زین کا بیاہ کرنے کے۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ماما کے ساتھ کھلم کھلا منہ ماری میں بھی امو جان نے اپنے حواس اس حد تک قائم رکھے تھے کہ انہوں نے میرے اور زین کے رشتے کے حوالے سے کوئی منفی بات نہیں کی تھی۔ ماما نے تو دس منٹ میں بیس دفعہ کہا کہ وہ میرے ساتھ زین کا بیاہ کر کے پچھتا رہی ہیں۔ اور یہ بھی کہ میرے ابو جان نے یہ رشتہ زبردستی چاچو کے سر منڈھ دیا تھا، زین تو مانتا ہی نہ تھا اور اب اس کی تو زندگی میں نے عذاب کر رکھی تھی۔ اس کی کتنی ہی نامکمل خواہشات رہ گئی تھیں، میں اس کی ہر بات پر معترض ہوتی تھی اور اس کے دوستوں کو ناپسند کرتی تھی وغیرہ وغیرہ......

یہ سب باتیں امو جان کے لیے تو انکشاف تھیں، اس لیے کہ میں نے کبھی انہیں نہیں بتایا تھا کہ زین کی اصل شخصیت کیا تھی۔ ماما اپنے حصے کا بول چکی تھیں، یہ سب سنتے ہوئے امو جان کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا۔ ان کے پاس میری صفائی میں، میرے دفاع میں کہنے کو کچھ نہ تھا، انہیں کیا معلوم تھا کہ ماما کے اندر کب کا پکا ہوا لاوا پھٹ پڑا تھا۔ چاچو مسلسل انہیں منہ بند رکھنے کو کہہ رہے تھے، انہیں دھمکیاں دے رہے تھے، ایک مقام ایسا بھی آیا کہ جہاں چاچو کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، جب ماما نے یہ کہا کہ انہیں تو اس بات پر بھی شک تھا کہ گھر سے باہر میرے کس، کس سے اور کیسے تعلقات تھے، سہیلیوں سے ملنے کا بہانہ کر کے میں جانے کہاں جاتی تھی اور انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ اسکول میں، میں کیا کرتی پھرتی تھی کہ مجھے ملازمت سے فارغ کر دیا گیا تھا۔

”زبان بند کرو اپنی ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ تم میری بیوی ہو۔“ چاچو نے ان کے قریب پہنچ کر کہا۔ ”اب اس سے زیادہ میں تمہاری زیادتیاں اور بدزبانی برداشت نہیں کر سکتا۔“

”اچھا...... تمہیں یاد ہے کہ میں تمہاری بیوی ہوں؟“ ماما نے طنز سے کہا تھا۔ ”چند منٹ پہلے تمہاری یہ چہیتی، تمہاری بیٹیوں کے بارے میں جو مغلظات بک رہی تھی اس پر تو تمہارے صبر کا پیمانہ لبریز نہیں ہوا، اب اس کی بیٹی کی بات آئی ہے تو......“

”زیبا...... مجھے مجبور نہ کرو کہ میں یہیں کھڑے کھڑے تمہیں طلاق دے دوں۔“

”اچھا......؟ بڑی ہمت ہے تم میں۔“ انہوں نے چاچو کو گھوری ماری۔ ”کر و ذرا اپنی طاقت کا مظاہرہ، میں بھی تو دیکھوں کہ تمہیں غصے کی کس حالت میں یہ بات بھول جائے گی کہ مجھے طلاق دینے کا مطلب تمہارا سڑک پر آ جانا ہے...... کیونکہ تمہارا سب کچھ میرے ہی نام پر تو ہے۔“

”یہ سب تمہیں وقت بتائے گا۔“ چاچو کہہ کر پیر پٹختے ہوئے چلے گئے۔

☆☆☆

”بیٹا مجھے تم سے کوئی ضروری بات کرنی ہے۔“ چاچو کا پیغام میرے فون پر آیا تھا۔

”جی چاچو؟“ میں نے جواب میں سوال بھیجا۔

”فون پر نہیں...... ملنا ہوگا۔“ انہوں نے جواب دیا۔

”میں ابھی آتی ہوں چاچو۔“

”نہیں بیٹا...... گھر پر نہیں مل سکتے۔“

”کل ہم گاؤں جا رہے ہیں، آپ وہاں آ جائیں۔“ میں نے ان کی بے بسی کو محسوس کر کے کہا۔

”تم گاؤں نہیں جاؤ گی۔ جو بھی حالات ہوں۔“ چاچو کا جواب آیا۔ ”تم گھر سے کوئی بہانہ کر کے تنہا نکلو، کمپنی کی گاڑی منگوا لینا، مجھے بیٹھنے سے پہلے اس کا نمبر اور ڈرائیور کی تفصیل بھی احتیاطاً بتا دینا۔ جب روانہ ہو گی تو میں تمہیں بتاؤں گا کہ کہاں ملنا ہے۔“ چاچو کا پیغام آیا، میں حیران تھی کہ ایسی کون سی بات ہے جس کے لیے آج ہی ملنا ضروری ہے اور چاچو وہ بات ماما کے سامنے یا گھر کے کسی بھی فرد کے سامنے نہیں کر سکتے۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

میں نے تھوڑی دیر کے بعد تیار ہو کر اموجان کو بتایا کہ مجھے سارہ سے ملنے جانا تھا، اس کا پیغام آیا تھا اور اسے کوئی مسئلہ درپیش تھا اور اس کے علاوہ مجھے مارکیٹ سے حبیب کی کچھ چیزیں لینی ہیں۔

''اکیلے کیسے جاؤ گی، میں ساتھ چلتی ہوں تمہارے۔'' انہوں نے ساتھ چلنے کو کہا تو میں نے انہیں منع کر دیا۔

''میں جلد آ جاؤں گی، حبیب کو گھر پر ہی چھوڑنا ہوگا، میری غیر موجودگی میں ارسل بھائی کا ڈرائیور بھی آئے گا، اسے آپ نے دودھ کی بوتلوں کا پیکٹ دینا ہوگا......'' پنکی کے لیے بوتلیں اور حبیب کے فیڈر تیار کر کے میں نے اموجان کے حوالے کیے اور کیب منگوا کر، چاچو کو اس کا نمبر اور دیگر تفصیلات بتا کر روانہ ہوئی۔ مجھے ماما کو کچھ بتانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی تھی، یوں بھی وہ اپنے کمرے میں گوشہ نشین تھیں۔ ساجدہ سے میں نے کہہ دیا کہ اگر وہ میرے بارے میں پوچھیں تو بتانا کہ مجھے بچے کا کچھ سامان لینا تھا۔

☆☆☆

''میں اس وقت تمہارے علاوہ کسی اور پر اعتماد نہیں کر سکتا امرت بیٹا...'' چاچو نے التجائیہ لہجے میں کہا۔ ''تم کسی صورت بھابی جان کے ساتھ گاؤں مت جانا۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ تمہارا نیا اپارٹمنٹ تمہارے نام پر لیا ہے، بھابی جان، تم اور زین جلد ہی وہاں شفٹ ہو جاؤ، چند دن وہاں رہنے کے بعد، میں بھابی جان کو کسی وقت خود گاؤں چھوڑ آؤں گا یا ڈرائیور کے ساتھ واپس بھیج دوں گا۔''

''اموجان کو تو ابھی واپس جانا ہے چاچو، وہ اب نہیں رکیں گی اور میں وہاں اکیلی رہ کر حبیب کو نہیں سنبھال پاؤں گی۔''

''تم اور زین ہو گے ناں۔'' چاچو نے کہا۔ ''یہاں سے ساجدہ کو کچھ عرصے کے لیے تم اپنے ساتھ لے جانا، اس اپارٹمنٹ کے ساتھ بھی دو کمروں کا سرونٹ کوارٹر ہے۔''

''ساجدہ اس گھر کی ملازمہ ہے چاچو، اسے ماما کسی صورت میرے ساتھ نہیں بھیجیں گی۔''

''زیبا کو ساجدہ کی ضرورت نہیں ہے بیٹا، وہ اس سے بہت چڑتی ہے، جانتا ہوں کہ گھر کے سارے ملازم تم سے زیادہ خوش ہیں، ساجدہ بھی تمہارے ساتھ زیادہ خوش رہے گی...... کیونکہ وہ بھی مجبوری سے اس گھر میں رہ رہی ہے۔''

''پھر بھی چاچو، اتنا کچھ ہو جانے کے بعد میرا کسی ایسی جگہ رہنا جو آپ کے توسط سے ہو، جس کی اصل ملکیت ماما کے پاس ہو۔'' ماما کا یہ کہنا کہ ماما کو چھوڑ کر چاچو سڑک پر آ جائیں گے، مجھے یہ بتانے کے لیے کافی تھا کہ چاچو کے پاس جو کچھ بھی تھا وہ یا تو ماما کے حوالے سے تھا یا وہ سب ماما کے نام پر تھا۔

''میری بیٹی نہیں ہو تم کیا؟'' انہوں نے التجائیہ لہجے میں سوال کیا۔

''وہ تو میں ہوں چاچو مگر ماما کی مخالفت مول لے کر میں بہت عرصہ تنہا نہیں نکال پاؤں گی۔''

''میں نے تمہیں چند باتیں بتانے کے لیے یہاں بلایا ہے بیٹا، یہ باتیں بہت اہم ہیں، انہیں میرے سوا ابھی تک کوئی نہیں جانتا، زندگی کا کیا بھروسا ہے اسی لیے میں نے سوچا کہ میں یہ سب باتیں تمہیں بھی بتا دوں...... اس کے ساتھ، ساتھ میں نے سب تحریری طور پر بھی تیار کر کے رکھا ہے، اس کی اصل کاپی بینک کے ایک لاکر میں رکھی ہے، اس لاکر کو میرے علاوہ تم بھی کھول سکتی ہو!'' انہوں نے مجھے ایک کاغذ دیا جس پر بینک اور لاکر کی تفصیلات تھیں اور ایک چابی بھی، اس کے ہمراہ ایک کارڈ تھا جس پر میرا نام اور شناختی کارڈ نمبر لکھا ہوا تھا۔ ''اس کے ساتھ تمہاری دو تصاویر چاہئیں مجھے اور اس کارڈ پر جہاں، جہاں کراس لگا ہوا ہے وہاں تم اپنے دستخط کر دو بیٹا، لاکر کھولنے کے لیے تمہارے دستخط کی پڑتال ہوگی!''

''میں کیوں چاچو، کوئی اور کیوں نہیں؟'' میں ہکلائی، کارڈ لے کر میں نے اس پر دستخط کر دیے۔ ''تصویریں

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

میں شام کو آپ کو گھر پر دے دوں گی چاچو!''

''میں تمہارے علاوہ کسی اور پر اتنا اعتماد نہیں کرتا بیٹا!'' انہوں نے کہا۔''زمینوں اور جائداد کے کچھ معاملات کے بارے میں، میں نے اور کمال بھائی جان نے کبیر احمد کو بھی بتا رکھا ہے، میرے کاروبار کے بارے میں جو تفاصیل ہیں وہ میں بدقسمتی سے تمہارے علاوہ کسی اور کو نہیں بتا سکتا، نہ اپنی بیوی کو نہ اپنے کسی بچے کو!''

''ماما کو تو سب علم ہوگا چاچو؟''

''اسے تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ میں نے جو فلیٹ تمہارے اور زین کے لیے خریدا ہے، وہ تمہارے نام پر ہے اور وہ جو سمجھ رہی ہے کہ میرے بعد وہ میرے کاروبار کی مالک ہوگی یا اسے چھوڑنے کی صورت میں میں سڑک پر آ جاؤں گا، میں اپنی زندگی میں اسے اس خوش فہمی سے نہیں نکالنا چاہتا۔'' چاچو جانے کیوں بار، بار ایسی بات کر رہے تھے کہ جیسے انہیں اپنی زندگی سے امید ختم ہو چلی ہو۔''میں نے اپنا سارا کاروبار اور پیسہ اس کے نام پر رکھا تھا کہ میرے بعد اسے تقسیم کے معاملات میں آسانی ہوگی مگر وقت گزرنے کے ساتھ، ساتھ اس کا رویہ اور اس کے ڈھنگ دیکھ کر میں نے اپنی جائداد کو قانونی اور شرعی طور پر تقسیم کر دیا ہے۔ بچوں کے نام کچھ کر کے، میں نے بہت کچھ فلاحی کاموں کے لیے وقف کر دیا ہے اور تمہارے اور حبیب کے نام پر بھی اپنے حصے وقف کیے ہیں۔ کچھ مشترکہ زمین بیچ کر اس کاروبار میں جو رقم لگائی تھی اس کا منافع سب بہن بھائیوں یا ان کے بچوں کو ہر ماہ ملتا ہے۔ زیبا کے والد کی طرف سے جو رقم میرے کاروبار میں انویسٹ کی گئی تھی اس کا منافع ہمیشہ انہیں باقاعدگی سے ملتا تھا، دو ایک سال سے ان کی رقم میں نے اپنے کاروبار سے نکال دی ہے...... زیبا کو اس کا علم نہیں شاید۔'' وہ رکے۔''میں چاہتا ہوں کہ میرے بعد کسی کو کوئی غلط فہمی نہ رہے، کوئی پریشانی یا مسئلہ نہ ہو اور زیبا کو جو غلط فہمی میری زندگی میں ہے اسے میں قائم رکھنا چاہتا ہوں۔''

''اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے چاچو، میرے لیے اللہ کے بعد، آپ کے علاوہ کوئی اور سہارا دنیا میں نہیں ہے۔''

''شکریہ بیٹا کہ تم میری زندگی کے لیے دعا کرتی ہو، میری تو اپنی اولاد بھی میرے مرنے کی خواہش لیے جیتی ہے۔''

''ایسا نہیں ہے چاچو۔'' میں سسکی۔

''تم یہ کاغذات اور لاکرز کی یہ سب چابیاں اپنے پاس سنبھال کر رکھو بیٹا اور اب تم نے گاؤں جانے کی ضد نہیں کرنی، مجھے تمہارے یہاں ہونے کی بہت ضرورت ہے۔ یہ کاغذات فوٹو کاپی ہیں، اصل کاغذات لاکر میں ہیں، جب تمہیں وقت ملے تو تم ان کاغذات کو دیکھ لینا مگر زین کے سامنے نہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ جلد ہی تم دونوں میاں بیوی اپنے اپارٹمنٹ میں شفٹ ہو جاؤ تو سکون آ جائے تمہاری زندگی میں بھی۔''

''میں اپارٹمنٹ میں زین کے ساتھ نہیں رہ سکتی چاچو۔'' میں نے جھجک کر کہا۔

''سمجھتا ہوں بیٹا، اس کی حرکتیں بہت فضول ہیں مگر اسے ایک موقع دے کر ضرور دیکھو، تم میاں بیوی تنہا رہنا شروع کرو گے تو اسے بھی احساسِ ذمے داری ہوگا، ممکن ہے کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائے۔''

''وہ چاچو......'' میں رک گئی۔

''کہو بیٹا؟'' انہوں نے حیرت سے دیکھا۔

''میں بھی کافی دنوں سے موقع کی تلاش میں تھی، آپ کو کچھ بتانا تھا اور وقت نہیں مل رہا تھا، نہ ہی کوئی ایسا موقع آیا کہ آپ سے بات کرتی...... اس بات کا میرے اور زین کے علاوہ کسی کو علم بھی نہیں ہے ابھی تک۔''

''کیا بات ہے بیٹا؟ تم تو مجھے ہولا رہی ہو۔''

''چاچو، میں اور زین اب میاں بیوی نہیں ہیں۔'' چاچو کا کھلا ہوا منہ دیکھنے کی میری ہمت نہ تھی، اتنی سی بات

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

کہہ کر میں نے اپنا سر مزید جھکا لیا تھا۔

''میاں بیوی نہیں ہیں......؟ اس کا کیا مطلب ہوا، میں سمجھا نہیں؟'' ان کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔ میں نے ہولے، ہولے انہیں بتانا شروع کیا۔

☆☆☆

''آنٹی، مما سیڑھیوں سے گر گئی ہیں، ان کا بہت خون بہہ رہا تھا، پڑوسی انہیں اسپتال لے کر گئے ہیں۔'' سارہ کی بیٹی ہما کی کال تھی، وہ رو رو کر بتا رہی تھی۔ میرا دماغ بھک سے اُڑ گیا۔

''کس اسپتال میں بیٹا؟'' میں چاچو کو مل کر ابھی گھر واپس پہنچی ہی تھی۔ میرے لوٹنے تک امو جان نے حبیب کو تیل سے مالش کی تھی، میں اب اسے نہلانے کی تیاری کر رہی تھی۔

''مجھے علم نہیں آنٹی۔'' روتی ہوئی آواز نے کہا۔

''تم دونوں بہنیں گھر پر اکیلی ہو؟''

''جی آنٹی، میں نے اپنے پاپا کو کال کر کے بتایا ہے، وہ کہہ رہے تھے کہ وہ اپنے دفتر سے واپسی پر آ کر ہمیں لے جائیں گے۔''

''اچھا تم اپنے پڑوسیوں سے چیک کر مجھے بتاؤ بیٹا کہ آپ کی مما کو کس اسپتال میں لے کر گئے ہیں؟'' میں نے اسے کہا۔ ''اور بہن کا خیال رکھنا بیٹا، تم تو سمجھدار ہو، وہ چھوٹی ہے اس لیے جلد گھبرا جائے گی۔'' کہہ کر میں نے فون بند کیا۔ خود میری گھبراہٹ سے بری حالت تھی۔ امو جان کے ساتھ مل کر جلدی سے حبیب کو نہلایا اور اسے سلانے کے لیے گود میں لیا، اسی دوران سارہ کی بیٹی کی پھر کال آ گئی اور اس نے اسپتال کا نام بتایا۔ حبیب تقریباً نیند میں تھا، اسے امو جان کے حوالے کیا، انہیں بتایا کہ میں سارہ کی طرف جا رہی تھی۔

''مگر تم ابھی تو لوٹی ہو اس کی طرف سے؟'' امو جان نے استفسارانہ نظروں سے مجھے گھورا۔

''ہاں مگر......'' میں شش و پنج میں پڑ گئی۔ ''میرے آنے کے بعد اس کے ساتھ حادثہ ہوا ہے، وہ سیڑھیوں سے گر گئی ہے اور اسے اس کے پڑوسی اسپتال لے کر گئے ہیں، وہ امید سے تھی امو جان۔ اس کی بیٹی نے مجھے ابھی آپ کے سامنے فون کر کے اپنی ماں کے زخمی حالت میں اسپتال لے جانے کی اطلاع کی ہے۔'' میں نے فوراً ذہن میں آنے والا جواز انہیں کہہ سنایا جس سے وہ مطمئن ہو گئیں۔

''جلدی آ جانا بیٹا...... حبیب تمہارے بغیر اتنا وقت کہاں نکالتا ہے۔'' انہوں نے میرا یقین کر لیا تھا۔ ''رونا شروع کر دیا تو پھر تمہارے علاوہ اسے کوئی چپ نہیں کروا سکتا۔''

''جی امو جان۔'' میں نے فرمانبرداری سے کہا۔ ''دعا کریں کہ سارہ خیریت سے ہو۔'' الماری میں رکھی ہوئی رقم جو کہ حبیب کو مختلف لوگوں کی طرف سے دی گئی تھی، اس میں سے ایک بھاری رقم اپنے پرس میں رکھی اور دوبارہ کیب کمپنی کی گاڑی منگوا کر روانہ ہوئی۔ نکلتے ہوئے یاد آنے پر میں نے چاچو کو پیغام بھیجا کہ میں کہاں اور کیوں جا رہی تھی اور یہ کہ امو جان کو بھی علم نہیں تھا کہ اس سے پہلے میں گھر سے باہر آپ سے ملنے گئی تھی۔

''مجھے تم سے ایسی ہی رازداری درکار ہے بیٹا۔'' چاچو کا جواب آیا تھا۔

☆☆☆

موت و حیات کی جنگ لڑ کر سارہ فتح یاب تو ہوئی مگر تہی دامن...... اسے معلوم نہ تھا کہ اس پر کیا بیتی تھی، کس خیال میں تھی کہ اس کا پاؤں سیڑھی اترتے ہوئے پھسل گیا تھا۔ اس کا چہرہ پیلا پھٹک ہو رہا تھا، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے یوں پڑے تھے جیسے کئی راتوں کی جاگی ہوئی ہو۔ میں اس کا ہاتھ تھامے بیٹھی تھی مگر میرے پاس کوئی حرفِ تسلی تھا

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

نہ مرہم چارہ ساز، وہ غنودگی میں تھی۔ مجھے اس کی زندگی کے بارے میں سوچ کر بہت دکھ ہوا اور وہ دکھ اُمڈ کر آنکھوں میں آنسوؤں کی صورت اتر آیا۔

''بیچاری۔'' اس وقت تک تو اسے!۔ یہ بھی علم نہ تھا کہ وہ کیا کچھ کھو چکی تھی، اس کے نصیب میں اتنا کچھ کھونا ہی کیوں لکھ دیا گیا تھا؟

اس بچے کے حوالے سے جانے اس نے کیا، کیا خواب دیکھے ہوں گے اور کیا کیا دعائیں مانگ رکھی ہوں گی۔ جس بچے کی جنس کے تعین کے بعد سارہ کی قسمت کا فیصلہ ہونا تھا، شاید وہ اس بچے کے وجود کو اپنے مستقبل کی خوشیوں کا ضامن سمجھنے لگی ہوگی، وہ بچہ ہی اب نہ رہا تھا۔ اس وجود سے منسلک ہونے کے بعد اپنے دل میں پلتی ہوئی زندگی کو ایک بار نئے ڈھب سے جینے کی خواہش کا خاتمہ ہو گیا تھا، خواب آنکھوں سے بچ گئے تھے۔ میرے ہاتھ کے نیچے اس کا ہاتھ کسمسایا۔

''تم ٹھیک ہو سارہ؟'' میں نے اسے پکارا، کوئی جواب نہ آیا۔ ''سارہ میری جان، تم ٹھیک تو ہو ناں؟'' میں نے پھر پوچھا۔

''انہیں ہوش میں آنے میں چند گھنٹے لگیں گے میڈم۔'' ایک نرس نے آکر بتایا۔ ''آپ ان کی کیا لگتی ہیں؟'' سوال کیا۔

''میں دوست ہوں اس کی۔'' میں نے دھیرے سے کہا۔

''ہمسائے انہیں یہاں چھوڑ کر گئے ہیں، اس کے علاوہ اب آپ آئی ہیں، کیا ان کا کوئی اپنا نہیں ہے؟'' اس نے سوال کیا۔

''ہاں ہاں..... ضرور، ہیں کیوں نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''گھر پر اس کی بیٹیاں اکیلی ہیں، ان کے پاس بھی تو کسی کو ہونا تھا ناں۔'' میں نے نرس سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

''آپ چاہیں تو گھر جا سکتی ہیں، اس وقت اسپتال میں ملاقاتیوں کے آنے کا وقت نہیں ہے اور پھر آئی سی یو میں تو یوں بھی کوئی یوں نہیں ٹھہر سکتا، اپنا فون نمبر دے جائیں، جونہی انہیں ہوش آ جائے گا تو، ہم آپ کو اطلاع کر دیں گے۔'' نرس نے بڑی تمیز سے کہا تھا۔

میں اپنا فون نمبر اسے لکھوا کر وہاں سے نکلی اور سوچا کہ واپسی پر بچیوں سے ملتی ہوئی چلی جاتی ہوں۔ سارہ کے ہاں کا نمبر ڈائل کیا، کسی مردانہ آواز نے ہیلو کہا تھا، میں نے استفسار کیا کہ کون تھا۔

''میں ہما اور بینا کا چاچو ہوں۔'' اس آواز نے کہا۔ ''مجھے بھائی صاحب نے کہا تھا کہ ان کے واپس آنے تک میں بچیوں کے پاس چلا جاؤں۔'' میں نے فون بند کر دیا مگر ساتھ ہی ایک عجیب سا احساس ہوا، ایک لمحے میں میرے دماغ میں ایک جھما کا سا ہوا...... جانے وہ کون سا چاچو تھا، واقعی ان کا چاچو تھا بھی کہ نہیں، بچیاں تو کم عمر اور معصوم تھیں، وہ ان کی معصومیت کو برباد نہ کر دے، وہ بچیاں کہیں کسی مشکل صورتِ حال میں نہ گھر جائیں، سوچ کر میں ان کے گھر کی سمت مڑے بغیر رہ نہ سکی۔ وہاں پہنچی اور ان کے ہاں جا کر دیکھا تو وہ واقعی ان دونوں کا چاچو تھا مگر اچھی بات یہ تھی کہ اس کے ساتھ اس کی بیوی اور دو بچے بھی تھے۔ مجھ سے ان دونوں میاں بیوی نے سارہ کی خیریت دریافت کی۔

چاچی نے تو یہاں تک پیشکش کی کہ اگر ضرورت ہو تو وہ اسپتال سارہ کے پاس جا سکتی ہے۔ میں نے بتایا کہ وہ بہتر تھی، غنودگی میں تھی ابھی تک اور آئی سی یو میں ہونے کی وجہ سے کسی کو اس کے پاس ٹھہرنے کی اجازت نہ تھی۔ اصرار کر کے اس نے فوری طور پر میرے لیے چائے بنا دی تھی، میں نے اپنے بچے کے تنہا ہونے کا بہانہ بھی کیا مگر میری ایک بھی نہ چلی۔ میں چائے پی کر مطمئن ہو کر لوٹی، واپسی پر یہ سوچے بنا نہ رہ سکی کہ کتنے اچھے تھے دونوں

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

میاں بیوی، کاش اس کا بڑا بھائی بھی اتنا ہی اچھا ہوتا۔

☆☆☆

''میں تو سوچ رہی تھی کہ میں تمہیں ساتھ لے کر واپس گاؤں لوٹ جاؤں مگر جمال نے بتایا ہے کہ تم اپنے نئے اپارٹمنٹ میں جانے کے لیے تیار ہو؟'' اموجان نے مجھ سے براہ راست آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''جی اموجان۔'' میں نے ہولے سے کہا۔

''اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی کیا کوئی گنجائش رہ جاتی ہے؟'' انہوں نے چتون چڑھا کر سوال کیا، انہیں تو ابھی یہ اندازہ بھی نہ تھا کہ اس سے بہت زیادہ کچھ ہو چکا تھا۔

''جی اموجان۔'' میں نے شرمندگی سے کہا۔ ''مگر میں ایسے حالات میں چاچو کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔''

''کیسے حالات...... اور وہ تنہا کیوں ہے؟ اس کے بال بچے ہیں ناں اس کے ساتھ، تم نے کوئی ٹھیکا تو نہیں لیا ہوا اس کا۔ اس کی بیوی یہ بات سنے تو سو دم چھلے لگا دے تمہارے ساتھ۔ غضب خدا کا، ان سے بے عزتی بھی کرواؤ اور پھر ان کا احسان لو۔''

''کون سا احسان اموجان؟'' میں نے سوال کیا۔ ''چاچو نے ہماری کوئی بے عزتی نہیں کی اور گھر میں جس طرح کے حالات اور پریشانیاں ہیں، ان میں چاچو کے ساتھ کوئی نہیں، میں انہیں یوں اس محاذ پر تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔''

''اگر تمہیں بہر صورت اسی بات کا شوق ہے کہ تم اسلام آباد میں رہو، واپس گاؤں نہیں جانا چاہتیں تو میں کبیر سے کہتی ہوں کہ وہ تمہیں کوئی ٹھکانا لے دے یہاں مگر ان کا احسان مت لو، لاکھوں بار جتلانے کی عادت ہے زیبا کو۔''

''مجھے اسلام آباد میں رہنے کا کوئی شوق نہیں ہے اموجان، میں صرف چاچو کی درخواست پر یہاں رہ رہی ہوں۔''

''پہلے کہو اپنے چاچو سے کہ وہ اپنی بیوی سے کہے کہ وہ اپنے الفاظ کی معافی مانگے تم سے بھی اور مجھ سے...... پھر اپنے بیٹے سے کہے کہ تمہارے ساتھ اپنا رویہ بہتر کرے، اگر وہ اپنی بدعادات نہیں چھوڑ سکتا تو تمہیں چھوڑ دے، اس عذاب سے جان چھوٹے تمہاری۔''

''میں کسی عذاب میں نہیں ہوں اموجان۔'' میں سسکی۔ ''نہ ہی مجھے کسی کی معافی تلافی کی ضرورت ہے، رہی بات ماما کی تو نہ وہ خود کو غلط سمجھتی ہیں نہ ہی کسی غلطی کی معافی مانگتی ہیں، اس لیے ان سے معافی کی توقع کرنا بے مقصد ہے۔'' میں نے رک کر گہری سانس لی۔ ''میں زین کے ساتھ رہنے کی یا اس سے چھوڑنے کی درخواست کرنے کی بھی پابند نہیں ہوں اموجان، میرا شرعی حق ہے کہ میں خود اس سے علیحدہ ہو جاؤں، میں عدالت کے ذریعے خلع لے سکتی ہوں۔''

''پھر تو تمہارا یہاں رہنے کا جواز ہی ختم ہو گیا ناں؟''

''ویسے اس دن تو آپ نے بھی بہت کچھ کہہ دیا تھا اموجان۔'' میں نے زبردستی کی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائی۔

''ہاں...... تمہاری نظروں میں تو ہمیشہ میں ہی غلط ثابت ہوں گی۔''

''نہیں اموجان۔'' میں نے لاڈ سے اپنی بانہیں ان کی گردن میں ڈال کر کہا۔ ''ماما سے تو میں ہمیشہ ایسی باتیں سنتی آئی ہوں، آپ سے ایسی باتیں کبھی سنیں اور نہ ہی میں توقع کر سکتی تھی کہ آپ ایسا کچھ کہیں گی۔''

''میں بھی بعد ازاں بہت پچھتائی تھی بیٹا، بالخصوص بیٹیوں کے حوالے سے کوئی بھی بات جو میں نے کی۔ جب اللہ تعالیٰ ستار العیوب ہے تو جانے ہم اتنے کم ظرف کیوں ہیں کہ کسی کا پردہ نہیں رکھ سکتے۔'' وہ ہولے سے بولیں۔

''چلیں اب جانے دیں، ملول نہ ہوں...... وہ ستار العیوب ہے تو غفور الرحیم بھی ہے۔''

''ہاں، میں اپنے رویے کی بہت معافی مانگتی ہوں اس سے......''

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''چلیں آپ کو احساس ہے تو اچھی بات ہے، ممکن ہے کہ آپ کسی وقت ماما سے ہی معافی مانگ لیں۔''
''وہ اس قابل نہیں کہ اسے منہ بھی لگایا جائے۔'' انہوں نے غصے سے کہا۔
''تو پھر کیا پلان ہے؟'' میں نے بات بدلی۔
''کس بارے میں؟'' انہوں نے ابرو اچکا کر پوچھا۔
''کب سے ہم نئے اپارٹمنٹ میں منتقل ہونا شروع کریں گے؟'' میں نے بات کو گھما ڈالا۔
''زین سے پوچھ لو اور اس کی ماں سے۔''
''امو جان، اس گھر میں، میں اکیلی منتقل ہوں گی، حبیب کے ساتھ، زین کے ساتھ نہیں...... اس کے لیے مجھے زین اور اس کی ماما سے پوچھنے تو کیا انہیں بتانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔'' میرے لہجے میں وہ اعتماد تھا جس نے امو جان کو چونکا دیا تھا۔
''کچا چبا جائے گا وہ تمہیں جو اسے علم ہو کہ تم اس کی پروا نہیں رکھتیں۔'' انہوں نے مجھے ڈراوا دیا۔
''میں اب اتنی آسانی سے ہضم ہونے والی نہیں رہی امو جان کہ کوئی مجھے کچا چبا جائے۔'' میں نے ہنس کر کہا۔
''کیوں، تمہارے کیا سرخاب کے پر نکل آئے ہیں؟'' انہوں نے ابرو اچکائے۔
''میرے پاس یہ طاقت آ گئی ہے امو جان جو مجھے بے بس، کمزور اور تنہا محسوس نہیں ہونے دیتی۔'' میں نے حبیب کو اٹھا کر اپنے ساتھ لگا لیا، اس کی خوشبو میرے اندر اتری، اس کے وجود کی حرارت سے میرے اندر ایک انوکھی طاقت کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا، ممتا کی طاقت کا سمندر۔ ''اور پھر ماما کا اس سے کوئی لینا دینا بھی نہیں۔''
''اس کا لینا دینا نہیں ہے تو اور کس کا ہے...... سنا نہیں تھا اس دن تم نے، جمال سے کیا کہہ رہی تھی وہ کہ اسے چھوڑ کر جمال سڑک پر آ جائے گا۔ سارا کاروبار، گھر اور دیگر جائدادیں اسی کے نام تو ہیں۔''
''مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا امو جان کہ کیا ان کے نام پر ہے اور کیا نہیں...... صرف آپ کو بتا رہی ہوں کہ جس اپارٹمنٹ میں ہمیں منتقل ہونا ہے وہ میرے نام پر ہے۔ چاچو نے وہ میرے نام سے خریدا ہے، حبیب کی پیدائش پر وہ میرے لیے چاچو کی طرف سے تحفہ ہے۔'' میں نے انہیں بتایا۔
''ایسا کیوں کیا جمال نے؟'' اُن کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ ''پہلے وہ کم بک، بک کر رہی تھی ہمارے تمہارے حوالے سے جواب جمال نے اسے مزید باتیں کرنے کو موضوع دے دیا ہے۔''
''آپ فکر نہ کریں امو جان...... اب اس کے بعد میں کسی کی کوئی بات نہیں سننے والی۔'' میں نے عزم سے کہا۔ ''میں چاچو کی بیٹی ہوں، اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، وہ میرے محترم باپ کی طرح ہیں۔''
''اس بات پر زیبا کے علاوہ ہر کوئی یقین کر سکتا ہے بیٹا۔''

☆☆☆

صبح ناشتے کے دوران چاچو نے اعلان کیا تھا کہ میں اس روز نئے اپارٹمنٹ میں منتقل ہو رہی تھی، ماما نے چتون چڑھائے...... میری طرف گھور کر دیکھا۔
''امرت کیوں؟'' ناشتے کی میز پر صرف ہم ہی چار لوگ تھے۔ باقی سب سو رہے تھے، چھٹی کے دن اس گھر میں ناشتے کا وقت کوئی بھی ہو سکتا تھا، اتنی دیر سے بھی کہ باقی لوگ شام کی چائے پی رہے ہوں۔
''جب زین خود ذہنی طور پر تیار ہو گا اور وہاں جانا چاہے گا، اس دن یہ لوگ چلے جائیں۔ اس وقت تو گھر پر اتنی پریشانی ہے یوسف کی وجہ سے، ایسے میں زین کا آپ کو تنہا چھوڑ کر جانا......''
''میں زین کے ہوتے ہوئے بھی اکیلا ہی ہوتا ہوں زیبا بیگم۔'' چاچو نے ان کی بات پوری ہونے سے پہلے کہا تھا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''اگر زین نہیں جانا چاہے گا تو آپ اسے مجبور نہیں کر سکیں گے۔''
''زین کو جانے کو میں کہہ بھی نہیں رہا ہوں بھی۔''
''زین نہیں جائے گا تو امرت کے جانے کی کیا تک بنتی ہے؟''
''کیونکہ وہ اپارٹمنٹ میں نے امرت اور حبیب کے لیے لیا ہے۔'' چاچو نے اطمینان سے جواب دیا۔
''لیکن وہ ہے تو زین کا اپارٹمنٹ......'' ماما نے کہا۔
''وہ اپارٹمنٹ امرت کا ہے، میں نے اس کے نام پر لیا ہے اور قانونی تقاضے پورے کر کے اسے تحفتاً دیا ہے۔'' چاچو کے انکشاف پر میں بوکھلا گئی، میں ماما کی طرف سے کسی شدید ردِعمل کی توقع کر رہی تھی، چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔
''مگر......'' ماما نے خلاف توقع ہچکچا کر کہا تھا۔ شاید وہ چاچو کے اس حتمی لہجے کو مجھ سے بہتر سمجھتی تھیں۔
''کوئی اگر مگر نہیں......'' چاچو نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا، اپنے فیصلوں میں، میں کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔ بھابی جان کو واپس جانا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ جانے سے پہلے وہ کم از کم ایک ہفتہ امرت کے ساتھ رہیں، اس کے اپنے گھر میں سیٹ ہونے میں مدد کریں۔'' چاچو کہتے، کہتے رکے۔ ''اور ہاں......ساجدہ اب امرت کے ساتھ اس کے نئے اپارٹمنٹ میں منتقل ہو جائے گی۔'' چاچو نے اپنی بات مکمل کی۔
''وہ کیوں؟'' ماما نے احتجاج کیا۔ ''ساجدہ کیوں جائے گی؟''
''کیونکہ تم ساجدہ کو ناپسند کرتی ہو اور کافی عرصے سے تم کہتی آ رہی ہو کہ تم اسے نکال دینا چاہتی ہو۔''
''آپ جانتے ہیں کہ میرے یوں کہنے کی کوئی وجہ ہے۔'' ان کے لہجے میں کچھ عجیب سا تھا۔
''چلو اس کے یہاں سے چلے جانے کے بعد تمہارے لیے شک کرنے کی اس وجہ کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔'' چاچو نے چائے کا کپ ختم کیا۔
''تم نے بہت پیچیدہ کھیل کھیلا ہے جمال......'' ماما لمحوں میں آپ سے تم پر آ گئیں، وہ ہمیشہ اسی طرح کرتی تھیں۔ ''اس طرح کا بندوبست کیا ہے تم نے کہ اب گھر سے باہر ایک ٹھکانا بنا لیا ہے جہاں تم نے اپنی سہولت پیدا کر لی ہے کہ تم جس سے چاہو اور جب چاہو گے مل لیا کرو گے...... جو کھیل اس گھر میں کھیلنے میں تم پابندی یا ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہو وہ اب تم کھل کر کھیل لینا، خواہ وہ عائشہ بھابی ہوں، امرت یا ساجدہ......'' ڈز ڈز ڈز ڈز...... ماما کے منہ سے گولیوں کی برسات ہو رہی تھی۔
''اس گھٹیا عورت کو تم برداشت کس طرح کرتے ہو جمال، میرے بھائی۔'' اموجان غصے سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔
''آپ درست کہتی ہیں بھابی، یہ عورت اب بہت زیادہ ناقابلِ برداشت ہو گئی ہے......اس کا کوئی مستقل انتظام کرنا ہی پڑے گا مجھے۔'' چاچو کے ایک زناٹے دار تھپڑ نے ماما سمیت ہم سب کو چونکا دیا تھا۔ وہ تو تھپڑ مار کر چلے گئے مگر میں اور اموجان اپنے کمرے میں پہنچ کر دروازہ بند کرنے تک ان کی وہ مغلظات سنتے رہے جو وہ چاچو سمیت ان کے پورے خاندان کے لیے بک رہی تھیں۔

☆☆☆

''نئے گھر میں شفٹ ہونے کی بہت بہت مبارک ہو میری پیاری۔'' تمنا کا صوتی پیغام آیا تھا۔
''بہت، بہت شکریہ، ابھی کال کرتی ہوں، چائے بنا رہی ہوں، بہت تھکاوٹ ہو گئی ہے۔''
''کوئی ملازم نہیں ہے ساتھ مدد کرنے کے لیے؟'' اس نے سوال کیا۔
''ہے مگر پھر بھی سب کچھ خود ساتھ مل کر کرنا پڑتا ہے۔''

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

''کیسا ہے تمہارا نیا گھر، کوئی تصویریں تو بنا کر بھیجو۔''

''میرا گھر جنت نما ہے تمنا...... تصویر نہیں بھیجوں گی، تمہیں خود آ کر دیکھنا ہوگا۔''

''وہ تو ظاہر ہے کہ میں آ ؤں گی...... ابھی تو میری حالت ایسی نہیں ہے کہ میں وہاں آ ؤں، زین بھائی کے سامنے مجھے بہت شرم آئے گی۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''تم بلا جھجک یہاں آ سکتی ہو، کسی بھی حالت میں اور ہر طرح کے حلیے میں کیونکہ زین یہاں شفٹ نہیں ہوا پیاری۔'' میں نے ہولے سے کہا۔

''کیوں؟ یہ کیا بات ہوئی، تم تنہا رہو گی کیا وہاں؟ امو جان کتنا عرصہ رہ سکتی ہیں بھلا تمہارے پاس، فاطمہ کی حالت کا بھی تمہیں علم ہے۔''

''ارے تم بتاؤ تمہاری حالت کا کیا حال ہے؟'' میں نے بات کو گھمایا۔ ''سب ٹھیک تو چل رہا ہے ناں؟''

''تم بات کو بدل رہی ہو؟'' تمنا نے چڑ کر کہا۔

''میں نے تم سے پوچھا ہے کہ سب ٹھیک تو ہے ناں؟''

''میری طرف سب ٹھیک ہے، تم بتاؤ تمہاری طرف تو سب ٹھیک ہے ناں؟''

''سب ٹھیک ہے تمنا......'' میں نے جی کڑا کر کے کہا، مجھے اس کی حالت کے پیشِ نظر اسے پریشان نہیں کرنا تھا۔

''تو پھر زین کیوں نہیں شفٹ ہوا تمہارے ساتھ؟'' اس نے سوال کیا۔

''گھر پر کچھ مسائل ہیں تمنا...... تمہیں شاید علم نہیں کہ یوسف.....'' میں کہتے، کہتے رکی۔ ''یوسف کی طرف سے پریشانی ہے۔''

''اس پریشانی کو تو میں جانتی ہوں، اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تم چھوٹے سے بچے کے ساتھ تنہا رہو؟''

''ایسا نہیں ہے تمنا، ابھی چند دن امو جان ہیں، ظاہر ہے کہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہوگا۔ ساجدہ ہمارے ساتھ منتقل ہوئی ہے، جب امو جان چلی جائیں گی تو......''

''مجھے تو لگتا ہے کہ تمہاری ان ماما نے کوئی مسئلہ کیا ہوگا۔'' اس نے غصے سے کہا۔

''ریلیکس رہو یار...... وہ کوئی مسئلہ کھڑا کرتیں تو میں اس وقت یہاں نہ ہوتی۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''اب میرے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔''

''انہیں تمہارے جیسی نہیں بلکہ میرے جیسی بہو ملنی چاہیے تھی۔'' اس نے دانت پیس کر کہا۔

''میں بھی تو تمہارے جیسی ہوں تمنا۔'' میں نے اسے مزید چڑایا۔ اس میں یہ خوبی تھی کہ وہ غلط بات کو برداشت نہیں کرتی تھی، میں بھی کبھی ویسی ہی دبنگ تھی مگر شادی کے بعد میرا مزاج ہی بدل گیا تھا بلکہ ابو جان کی وفات سے میں نے خود کو بہت بے آسرا سمجھنا شروع کر دیا تھا۔

''چلو اب تم چائے بنا کر، صوفے پر پاؤں چڑھا کر بیٹھ کر امو جان کے ساتھ گپ شپ کرو اور ریلیکس کرو۔'' تمنا نے یہ پیغام بھیج کر خدا حافظ کا پیغام بھیجا۔

''اللہ حافظ!'' میں نے جواب دے کر فون ٹرالی پر رکھ دیا۔ چائے کے ساتھ تھوڑے سے آلو کٹلٹس بنا لیے تھے، اتنی جلدی اور کچھ بن نہیں سکتا تھا، کپوں میں چائے انڈیل کر میں نے ساجدہ کو بھی کام چھوڑ کر چائے کے لیے آنے کو کہا تو وہ جھجک گئی۔

''میں آپ کے ساتھ تو چائے نہیں پی سکتی۔''

''کیوں، تمہیں لگ رہا ہے کہ میں نے چائے اچھی نہیں بنائی؟'' میں نے اس کی بات سمجھ کر بھی اصل مدعا کو

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

نظر انداز کیا۔

''وہ جی، مالکوں اور ملازموں کے درمیان ایسی بے تکلفی تو نہیں ہوتی جی۔'' اس نے انوکھا جواز گھڑا تھا۔

''چلو آج تو آ ؤ ناں...... آج تو ہم سب ہی ملازموں کی طرح ایک جیسا کام کر رہے ہیں۔'' میں نے زبردستی چائے کا مگ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔

''وہ جی، امرت باجی......'' وہ ہکلائی۔

''اچھا اب باتیں بند کرو اور اٹھ کر کٹلٹس خود ہی لے لو۔'' میں نے اسے کہا۔

''تم دونوں خود کو اتنا تھکا بھی مت لو، آرام سے گھر سیٹ ہو جائے گا، سارا سامان موجود ہے اور سب کچھ نیا ہے، نہ کوئی صفائی کی ضرورت ہے نہ کوئی اور جھمیلا۔'' اموجان نے کہا۔

''اموجان...... جب کام کرنا ہی ہے تو آج کیا اور کل کیا، ہم نے کیا بھی کیا ہے...... پردے لگائے ہیں، بستر بچھائے ہیں، اپنے اور حبیب کے کپڑے الماریوں میں سیٹ کیے ہیں صرف۔'' چائے کا گھونٹ گلے سے اتارتے ہوئے میں نے کہا۔ چائے پی کر سر کا درد کچھ تھما تھا۔

''میں سارا دن فارغ بیٹھی رہی اور تم نے مجھے کچھ کرنے بھی نہیں دیا۔''

''آپ نے حبیب کو سنبھالنے کا سب سے اہم کام کیا ہے اموجان۔''

''اب اس کے بعد کام ختم کرو، اسے وقت دو، گود میں لو، سارے دن سے سوائے اسے دودھ پلانے کے تم نے اسے لفٹ بھی نہیں کروائی۔'' اموجان نے پیار سے گھرکا۔

''چلو ساجدہ اب تم بھی چائے کے برتن سمیٹ لو اور کوئی دال چڑھا دو جو جلدی سے بن جائے...... رات کے کھانے کے لیے میرا دل دال کھانے کو چاہ رہا ہے۔''

''جی اچھا۔'' اس نے چائے ختم کی۔ لاؤنج کے ایک سرے پر ہی ڈائننگ کا ایریا تھا، وہیں بیٹھ کر اس نے چائے پی تھی جبکہ میں اور اموجان لاؤنج میں تھے۔

اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی ایک بالکونی تھی جس کے دائیں طرف لاؤنج تھا اور بائیں طرف ایک چھوٹا سا اسٹڈی روم نما کمرا...... چاچو نے یہاں سارا فرنیچر سیٹ کروا دیا تھا، اسٹڈی میں پانچ سیٹوں کا نفیس سا صوفہ سیٹ تھا، ساتھ میں تین سائڈ ٹیبل۔ ایک طرف ایک...... اسٹڈی ٹیبل تھی، جس کے ساتھ والی دیوار پر لگا ہوا کتابوں کا ریک تھا۔

لاؤنج کافی بڑا تھا، اس میں صوفے اور آرام کرسیاں ملا کر کل گیارہ نشستیں تھیں، ڈائننگ ٹیبل آٹھ کرسیوں والی تھی اور اس جگہ کی چودہ فٹ چوڑی، بڑی سی کھڑکی عین مارگلہ کی پہاڑیوں کا نظارہ دے رہی تھی۔ اسٹڈی کے ساتھ ایک بیڈروم اور لابی کے اختتام پر دو اور بیڈروم تھے جبکہ کچن لاؤنج کے ساتھ تھا، کچن اور آخری بیڈروم کی کھڑکیوں سے بھی وہی منظر نظر آتا تھا جو کہ لاؤنج...... سے نظر آتا تھا۔ آخری بیڈروم کے ساتھ اور درمیانی لابی کے آخر میں اسٹور تھا جس کے اندر ہی الماریوں کے ساتھ استری کا اسٹینڈ تھا۔ ایک طرف ٹیرس، جس میں ایک طرف چھت ڈال کر لانڈری کا ایریا بنا دیا گیا تھا، ساتھ ہی اس میں سرونٹ کوارٹر کے دو کمرے تھے۔ اس ٹیرس کا راستہ گھر کے اندر کے علاوہ باہر سے بھی آتا تھا تاکہ ملازم کو باہر سے آنے کی سہولت بھی رہے۔

چونکہ یہ اپارٹمنٹ گراؤنڈ فلور پر تھا اس لیے اس کے ساتھ لان اور گیراج کی سہولت بھی موجود تھی۔ لان بھی بہت خوب صورت بنا ہوا تھا۔ گھر کے اندر ہر طرح کا ضرورت کا سامان تھا اور فرنیچر اور مشینری وغیرہ سب اعلیٰ معیار کی تھیں۔ اس گھر کی ملکیت کا احساس ہی اتنا خوش کُن تھا کہ اس میں یہ سب کچھ نہ بھی ہوتا تو میں خود کو جنت میں سمجھتی۔ ایسی جنت جس میں میرے ساتھ کوئی ناقابلِ برداشت لوگ نہ تھے، جہاں میری عزتِ نفس قدم، قدم پر

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

مجروح نہیں کی جاتی تھی اور نہ ہی گھر میں میری اہمیت ملازموں جیسی تھی۔

☆☆☆

اپنے اس نئے گھر میں پہلی رات...... بدن تھکن سے چور تھا مگر سوچیں سونے ہی نہیں دے رہی تھیں۔ اپنی کھلی آنکھوں کے سامنے میری اب تک کی زندگی کسی فلم کی طرح چل رہی تھی۔ کوئی میری زندگی کے گزرے ہوئے وقت کو کہانی کی صورت پڑھتا تو جان پاتا کہ اس کہانی میں کتنے نشیب و فراز اور کیسے، کیسے ڈرامائی موڑ تھے۔ مجھے وہ وقت یاد آ گیا جب میں بصد شوق دادی جان سے ان کی زندگی کی کہانی سنتی تھی، اس میں ہر دلچسپ موڑ میرے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر دیتا تھا اور دل چاہتا تھا کہ رات کبھی ختم نہ ہو، دادی جان کو کبھی نیند نہ آئے اور میری کہانی ادھوری نہ رہے۔ دادی جان تو اس کہانی کو ایک دلچسپ موڑ پر ادھورا چھوڑ کر دنیا سے ہی چلی گئیں اور میں اب تک اس کہانی کے ادھورے سروں کو پکڑے مختلف موڑوں پر گھوم رہی تھی، ان ادھورے سروں کی ساری طنابیں میرے ہاتھ آ گئی تھیں مگر اس طرح نہیں جیسے کہ میں نے سوچا تھا۔

اس کہانی کے دو کرداروں نے میری زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے تھے...... ہاجرہ کا کردار، جسے میں نے مظلوم ترین سمجھا تھا اور جانا تھا کہ زندگی میں اس کے ساتھ کچھ اچھا نہ ہوا تھا، اب معلوم ہوا تھا کہ وہ مظلوم ترین کردار میری ماں تھی، میں اسے ہمیشہ تمنا کی ماں سمجھتی رہی تھی اور ان کا ذکر ہمیشہ ہاجرہ پھپو کہہ کر کرتی تھی۔ اچھا ہے کہ تمنا کو اس کہانی کا علم نہ تھا، میں یہ کہانی ڈھکے چھپے الفاظ میں اپنی ڈائری میں لکھا کرتی تھی، اب وہ ڈائری میرے پاس نہیں تھی مگر میں سوچ رہی تھی کہ امو جان کے گھر سے وہ ڈائری لا کر اس کہانی کو مکمل کروں...... امو جان کا عظیم کردار تو اس کہانی کا سب سے اہم کردار بن گیا تھا۔

دوسرا کردار جو کہ میرا بہت پسندیدہ تھا وہ گل پھپو کا کردار تھا...... جنہوں نے زمانے سے ٹکرا کر اپنی محبت پالی تھی۔ میں انہیں بہت آئیڈلائز کرتی تھی اور انہیں ملنے کے بعد میرے تصور کا بت ماند پڑ گیا تھا، وہ اس سے بہت بڑھ کر خوب صورت تھیں۔ دادی جان کہا کرتی تھیں کہ وہ گل پھپو کو نظر بھر کر خود بھی نہ دیکھتی تھیں کہ انہیں انہی کی نظر نہ لگ جائے، دادی جان نے ان کا جو نقشہ کھینچا تھا اس کی وجہ سے مجھے بہت طلب تھی ان سے ملنے کی۔ عمر کے جس حصے میں وہ تھیں، اس میں بھی وہ میرے تصور سے بڑھ کر حسین اور نفیس خاتون تھیں، سب کہتے تھے کہ میری شکل ان سے ملتی تھی۔ اب جبکہ وہ اتنے سالوں کے بعد لوٹ کر آئی تھیں اور چاہ رہی تھیں کہ اس خاندان سے ان کا تعلق مضبوط ہو، اب ان کے بچوں کو یہ طعنہ سننا تھا کہ ان کے ماں باپ نے گھر سے بھاگ کر شادی کی تھی اور اپنے خاندان کی روایات سے بغاوت کی تھی۔

اچھا کیا جو میں نے ابو جان کی بات مان لی...... ان کی زندگی اتنی ہی تھی، کم از کم وہ میری طرف سے مطمئن گئے تھے۔ اب تک کے جو خراب حالات تھے، وہ میرا نصیب تھے مگر اب میرے نصیب کے اندھیرے چھٹ گئے تھے اور اس کے بعد انشاء اللہ اجالا ہی اجالا ہوگا۔

''گل...... تم جاگ رہی ہو ابھی تک؟'' امو جان نے کروٹ بدل کر پوچھا۔

''کوشش کر رہی ہوں امو جان سونے کی۔'' وہ اب کم ہی مجھے گل کہہ کر پکارتی تھیں۔ جب تک گل پھپو نہیں لوٹی تھیں تب تک سب مجھے گل کے نام سے ہی پکارتے تھے، اس کے بعد اور پھر میری شادی کے بعد بھی وہ نام میرے لیے کم استعمال ہونے لگا۔ اب بہت عرصے کے بعد امو جان نے مجھے گل کہا تھا۔ ''آپ نے بہت عرصے کے بعد مجھے گل کہا ہے۔''

''ہاں...... جانے کیوں، اچانک ہی۔'' انہوں نے کہا۔ ''شام کو گل کے بارے میں سوچ رہی تھی اس لیے شاید۔''

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

''کیا سوچ رہی تھیں آپ ان کے بارے میں؟''
''یونہی سوچ آ گئی تھی کہ کاش تمہارے ابو جان نے گل کی بات مان لی ہوتی، اسے خالی نہ لوٹایا ہوتا تو آج......''
''یہ سب کچھ ایسے ہی ہونا تھا امو جان۔''
''لیکن زین کے ساتھ تمہارا رشتہ ناکام ثابت ہو گیا ناں......'' ان کے لہجے میں مایوسی تھی۔ ''زین کے بارے میں تو ہمیں علم بھی نہ تھا، میں نے تو زیبا کو جانتے ہوئے اس رشتے کی بہت مخالفت کی تھی مگر تمہارے ابو جان......''
''بس امو جان۔'' میں نے ان کی بات کاٹی۔ ''ان کے بارے میں کوئی منفی خیال دل میں نہ لائیں، وہ کون سا میرا برا چاہتے تھے، وہ زندہ ہوتے تو شاید حالات ایسے بھی نہ ہوتے۔''
''چلو اب اللہ تمہارے لیے آسانیاں کرے اور سب کو ہدایت دے۔''
''سو جائیں امو جان آپ بھی۔'' حبیب نیند میں کسمسایا تھا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا، اس کے ننھے سے وجود سے میرا سارا وجود سیراب ہو جاتا۔

☆☆☆

''ساجدہ بچوں کو کب لے کر آ ؤ گی؟'' تین دن سے ہم کام میں لگے ہوئے تھے اور اس دوران اس نے بچوں کو وہیں چھوڑا ہوا تھا کیونکہ ان کے اسکول بھی تھے اور یہاں کام کی وجہ سے وہ انہیں توجہ بھی نہ دے پاتی۔ وہاں مقبول چاچا ان کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔
''آج شام کو جاؤں گی باجی، اگر آپ اجازت دیں تو رات رہ جاؤں وہیں اور ان کے اسکول جا کر بات بھی کرنا ہوگی، اسکول سے انہیں خارج کروا کر لاؤں گی اور پھر اسی علاقے میں کوئی اسکول ان کے لیے دیکھوں گی۔''
''یہ کام جلد از جلد کرو ساجدہ......ان کے اسکول کا حرج نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ تم یوں کرو کہ کام چھوڑو اور جاؤ باہر نکل کر دیکھو، کسی سے پوچھو کہ یہاں نزدیک ترین سرکاری اسکول کون سا ہے، ان کی کتابوں کی فہرست، اسکول یونیفارم وغیرہ کی تفصیل لے آؤ۔'' میں نے اس کے ہاتھ سے کپڑا لے لیا جس سے وہ برتن صاف کر رہی تھی۔
''ارے نہیں باجی، ایسی بھی کوئی ایمرجنسی نہیں ہے......میں کام ختم کر کے چلی جاؤں گی۔''
''باقی کام میں خود کر لوں گی۔''
''نہیں پلیز باجی۔'' اس نے میرے ہاتھ سے کپڑا لے لیا، میں نے مزید اصرار نہیں کیا۔ جانتی تھی کہ وہ ایسی ہی تھی، نہ وہ مجھے کام کرنے دیتی، الٹا اس کے اپنے وقت کا حرج ہوتا۔
''اچھا چلو کام ختم کر کے چلی جانا۔'' میں نے اس سے کہا۔
''آپ کتنی اچھی ہیں باجی، ملازموں کو انسان سمجھتی ہیں، جو کہ آج کل کے دور میں اور کوئی نہیں سمجھتا۔''
''ملازم انسان ہی ہوتے ہیں، شاید ہم سے بہتر انسان ساجدہ کہ وہ ہم سے زیادہ کام کرتے ہیں، وہ کام نہ کریں تو ہمارے گھر یوں صاف نہ ہوں، ہم آرام سے نہ رہیں۔''
''دوسروں کے گھر کا کام کوئی شوق سے تو نہیں کرتا باجی، مجبوری سے ہی کرتا ہے، اپنے اور اپنے بچوں کے پیٹ بھرنے کے لیے کرتا ہے۔ اس پر کام کی جگہ پر عزت کے بجائے حقارت اور بے عزتی کا برتاؤ کیا جائے تو اپنی بیچارگی کا احساس بڑھ جاتا ہے اور انسان سوچتا ہے کہ بنانے والے نے ہمارے نصیب ایسے کم تر کیوں بنائے۔''
''ارے نہیں......کام کر کے کمانے اور کھانے والے کا تو بڑا درجہ ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔ ہمارے گھروں میں کبھی کسی بچے کی ایسی جرأت ہی نہیں ہوتی تھی کہ ملازمین سے غصے، بلند آواز یا تکبر سے بات کرے۔ انہیں چاچا، ماما یا لالہ، آپا، بی بی، ماسی، باجی کہہ کر پکارنے کا حکم تھا اور یہ بھی سخت حکم تھا کہ اپنے چھوٹے، چھوٹے

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

کام خود اپنے ہاتھ سے کریں اور ممکن ہو تو ملازمین کی مدد بھی کر دیا کریں۔ اموجان کہا کرتی تھیں کہ ملازموں سے کام اسی کو کروانا آتا ہے جسے خود کام کرنا آتا ہو۔

''کھانا لگا دوں میز پر باجی؟'' ساجدہ نے پوچھا تو میں اپنے خیالات سے چونکی۔

''ہاں لگا دو...... کباب میں نے فرائی کر دیے ہیں، سبزی مائیکرو ویو میں گرم کر لینا اور دو روٹیاں ہمارے لیے ڈال دینا، باقی اپنے لیے۔''

''میں رات کی بچی ہوئی دو روٹیاں کھا لوں گی باجی۔''

''وہ تم مجھے دے دو ...بے شک...... اموجان اور اپنے لیے تازہ روٹی بنا لو۔''

''آپ فکر نہ کریں، وہ تازہ روٹیوں سے بھی زیادہ تازہ لگیں گی، جو بھی کھائے آپ یا میں۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کو رزق ضائع کرنا برا لگتا ہے...... میں نے تو یہ سوچ کر بنائی تھیں کہ آپ اور اموجان دو، دو روٹیاں کھائیں گی مگر دو روٹیاں بچ گئیں۔''

''اچھا چلو ابھی دو ہی روٹیاں بنانا ہمارے لیے۔'' اموجان نے پکارا تھا کہ حبیب رو رہا تھا۔

☆☆☆

جب سے اس گھر میں منتقل ہوئی تھی تب سے پنکی کا رابطہ منقطع ہو گیا تھا کیونکہ وہ ڈبے کے دودھ پر سیٹ ہو گئی تھی۔ حبیب کو اپنی گود میں لیتی تو پنکی یاد آ جاتی، اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ میرا ایسا رابطہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ مجھے اپنے وجود کا حصہ لگتی تھی بلکہ کھویا ہوا حصہ...... ارسل بھائی کو پنکی کے ساتھ تنہا رہنے میں بہت مشکل پیش آ رہی تھی۔ جب ہم اس گھر میں شفٹ ہوئے تھے تو اس کے بعد ان کی شکریے کی کال آئی تھی۔ اموجان سے بھی ان کی بات ہوئی تھی، اس شام سوئے اتفاق چاچو بھی دفتر سے یہیں آ گئے تھے۔ ان کی موجودگی میں ہی کال آئی تھی، چاچو نے

جون 2018ء کا
دلفریب شمارہ حاضر خدمت ہے
خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ



مزید
اس کے علاوہ خطوط کی محفل
محفل شعر و سخن اور
ملک صفدر حیات کی تھانے داری

کفارہ
انسان گناہوں کی دلدل میں گر تو جاتا ہے مگر اس سے نکلنے کے لیے اسے لوہے کے چنے چبانے پڑتے ہیں...... وہ بھی اس اذیت میں مبتلا تھی۔ آخری صفحات پر **اسما قادری** کی دلنشین تحریر

کانٹے
دوسروں کی راہوں میں کانٹے بچھانے والے بھول جاتے ہیں کہ جانے کب قدرت وہی رستے اس کے قدموں تلے بچھا دے۔ یہی حال ان لوگوں کا بھی تھا۔ ابتدائی صفحات کی سوغات **ڈاکٹر ساجد امجد** کے قلم سے

رنگ آسماں
رنگ بدلتے آسمان اور انسان کی عجیب کتھا......
اے آر راجپوت کے قلم کا جادو

وقت
انگاروں کے مانند سلگتے وقت کی پیش قدمی......
حسام بٹ کے خیالات کی پرواز

اس کے علاوہ
علی اختر۔ منظر امام۔ تنویر ریاض۔ انجم فاروق ساحلی۔
شاہ زین رضوان اور مہتاب خان کی خوب صورت کاوشیں آپ کی منتظر

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

بھی ان سے بات کی تھی اور انہیں مشورہ دیا تھا کہ وہ دوسری شادی کر لیں۔

اپنی دنیا چھوڑ کر چلی جانے والی بیٹی کے رنڈوے شوہر کو ایسا مشورہ چاچو جیسا انسان ہی دے سکتا تھا، ظاہر ہے کہ ان کی ایک چھوٹی سی بیٹی تھی، اس معصوم کی پرورش وہ تنہا کیسے کر سکتے تھے۔ ماما نے تو اس بچی کو شاید دیکھا تک نہیں ہوگا، وہ اسے اپنی بیٹی کی موت کا سبب سمجھتی تھیں اور ارسل بھائی کو تو وہ کھلے بندوں زائنہ کا قاتل کہتی تھیں۔

''انکل میں باہر جانے کی کوشش کر رہا ہوں، سیما کے پاس، ممکن ہے کہ پنکی وہاں سیٹ ہو جائے تو میں اسے وہاں چھوڑ آؤں۔''

''بچی کی ماں تو مر ہی گئی ہے مگر اسے اس کے باپ سے جیتے جی تو محروم نہ کرو۔''

''آپ کو علم ہے انکل کہ میرے گھر کے کیا مسائل ہیں، میں کسی عورت کی مدد کے بغیر اسے کیسے سنبھال سکتا ہوں...... ایسا کسی ملازمہ کے بس میں بھی نہیں اور نہ ہی اتنی چھوٹی بچی کی پرورش کے لیے کسی ملازمہ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔'' انہوں نے بے بسی سے کہا تھا۔

''چلو...... مجھے کچھ وقت دو، میں کچھ حل نکالنے کی کوشش کرتا ہوں۔'' ان کی اس بات کے بعد ارسل بھائی نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ میرے ذہن میں تو یہی تھا کہ چاچو، ماما کو منانے کی کوشش کریں گے کہ اس بچی کی پرورش کا ذمہ لے لیں مگر......

☆☆☆

''تم پرنیاں کو اپنے پاس رکھ سکتی ہو بیٹا؟'' امو جان واپس چلی گئی تھیں۔ دفتر سے واپسی پر چاچو آئے تھے، ان کے ہاتھ میں کافی لفافے تھے جن میں سامان خور و نوش تھا، پھل اور سبزیاں، جوس، دودھ اور جانے کیا، کیا۔ دو تین لفافے انہوں نے ساجدہ کو دیے تھے کہ اس کے بچوں کے لیے کوئی سامان تھا۔ سامان وصول کر کے ساجدہ ان کی بہت مشکور ہوئی تھی۔ چاچو نے اس کی اور اس کے بچوں کی خیریت پوچھی، اس کے بچوں کی تعلیم کی پروگریس پوچھی اور اسے چائے بنانے کو کہا۔

''مم...... میں چاچو؟'' میں ہکلائی تھی۔ ان کی یہ بات سن کر۔ ''میں اسے کس طرح رکھ سکتی ہوں چاچو؟''

''تم خود بھی ماں ہو اور جانتی ہو کہ بچے کو ماں کی کتنی ضرورت ہوتی ہے......''

''مگر...... اسے ارسل بھائی امریکا لے جا رہے ہیں، اپنی بہن کو دے دیں گے، وہ اس کا بہت خیال رکھے گی چاچو، اس کی اپنی اولاد نہیں ہے اور وہ اسے قانونی طور پر اڈاپٹ کر لے گی۔''

''یہ مت بھولو امرت کہ پنکی صرف ارسل کی بیٹی نہیں بلکہ میری مرحوم بیٹی زائنہ کی بیٹی بھی ہے، میری نواسی۔ زیبا اس وقت بہت غصے میں ہے، وقت گزرے گا تو اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا، پھر اسے زائنہ کی کمی محسوس ہوگی جو وہ پنکی کے وجود سے پوری کرے گی۔ اس وقت تک کے لیے تم پنکی کو اپنے پاس رکھ لو۔'' چاچو کے لہجے میں اتنی التجا تھی کہ میرا دل موم ہو گیا۔ صرف میرے سامنے ہاتھ باندھنا باقی رہ گیا تھا۔ ''مجھے ناامید مت کرنا امرت۔''

''چاچو......'' میرے گلے میں شرمندگی سے پھندا پڑا۔ ''پلیز آپ اس طرح نہ کہیں! میں آپ کو تھوڑی دیر میں بتاتی ہوں۔''

ساجدہ چائے لے کر آ گئی تھی۔ وہ چائے کپوں میں ڈالنے لگی۔

''تم جاؤ ساجدہ بیٹا۔'' چاچو نے اس سے کہا۔ ''ہم خود چائے لے لیں گے۔''

''جی اچھا۔'' کہہ کر اس نے اپنے سامان والے لفافے اٹھائے اور اپنے کوارٹر کی طرف چلی گئی۔

''تھینک یو چاچو، آپ نے ساجدہ کا بھی اتنا خیال رکھا۔''

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

''اسے میں ہمیشہ اپنی بیٹیوں جیسا سمجھتا ہوں بیٹا اور کوشش کرتا رہا ہوں کہ اس کا اور اس کے بچوں کا خیال کسی حد تک رکھ سکوں، اچھے گھر کی بچی ہے پر حالات نے اسے اس مقام پر پہنچا دیا۔'' میں حیران تھی کہ چاچو کیا کہہ رہے تھے اور ماما نے چاچو پر کس نوعیت کا الزام لگایا تھا۔ خیر...... انہوں نے تو الزام لگاتے ہوئے مجھے چھوڑا تھا نہ امو جان کو۔

''تم کب تک میری بات کا جواب دوگی؟ کسی سے مشورہ کروگی کیا؟'' چاچو نے چائے کا گھونٹ لیا اور سوال کیا۔

''نہیں چاچو، مجھے کسی سے مشورہ نہیں کرنا، آپ کی بات میرے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہے، میں آپ کو انکار کرنے کی ہمت نہیں پاتی...... اصل میں ارسل بھائی کے حوالے سے ماما اور رزائنہ نے جو کچھ کیا......''

''اس سب بکواس کو بھول جاؤ۔'' چاچو نے میری بات کاٹی۔ ''میں تم سے درخواست کر رہا ہوں بیٹا، میں نہیں چاہتا کہ ہماری بیٹی کی نشانی ہماری دسترس سے اتنی دور چلی جائے کہ ہم اسے دیکھ بھی نہ سکیں۔ سیما چاہے اچھی دیکھ بھال کرے مگر اس کا شوہر اسے تسلیم کرے یا نہیں، کل کلاں کو کوئی اور مسئلہ نہ ہو جائے، بچی کا معاملہ ہے۔''

''میں اس گھر میں حبیب کے ساتھ تنہا ہوں گی چاچو، اپنی بیٹی کو ملنے کے لیے ارسل بھائی اس گھر میں کیونکر آ سکیں گے، میرا مطلب ہے کہ......'' میں نے تھوک نگلا اور ماتھے پر پسینہ آتے ہوئے محسوس کیا۔

''میں اس بات کو سمجھتا ہوں بیٹا، میں اس سے بات کروں گا، وہ ہر وقت اور بلا اجازت یہاں نہیں آ سکے گا، اس کے علاوہ میں اس بات کو یقینی بناؤں گا کہ وہ میرے ساتھ پلان کر کے یہاں آیا کرے اور جب اس نے یہاں آنا ہوگا تو میں بھی یہیں ہوا کروں گا۔''

''پھر بھی چاچو...... ان کا یوں یہاں آنا......'' مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں ان سے کس طرح بات کروں۔

''چاچو آپ کو بتایا تھا ناں میں اور زین اب......''

''ہاں، ہاں...... جانتا ہوں، اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ زین کو بھی اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں رہا اور نہ ہی کسی کو علم ہوگا کہ پنکی یہاں ہے۔'' انہوں نے کہا۔ ''ساجدہ بھی یہاں ہے، کوئی ایسا موقع نہیں آئے گا کہ ارسل بغیر میری اجازت کے آئے اور ساجدہ اس بات کو یقینی بنائے گی کہ اگر وہ یہاں تک آ بھی جائے تو گھر کے اندر داخل نہ ہو۔''

''ایسی باتیں ہمیشہ چھپی تو نہیں رہتیں چاچو۔''

''ساجدہ پر ہم اعتماد کر سکتے ہیں۔'' چاچو نے چائے کا کپ رکھا۔ ''چلتا ہوں بیٹا، تم سوچ لو۔ پھر میں ارسل سے بات کروں گا، ابھی تک یہ بات صرف تمہارے اور میرے بیچ ہے، اگر تمہارا دل اس بات پر نہ مانا تو یہ بات یہیں ختم ہو جائے گی۔''

''جی چاچو۔'' میں نے ہولے سے کہا۔

''میں کل پھر آؤں گا۔''

''میں آپ کو فون پر بتا دوں گی۔'' میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ آئیں، میں ان کے منہ پر انکار کرنا بہت مشکل پاتی۔

''میں اب تم سے زیادہ حبیب سے اداس ہوتا ہوں بیٹا...... میرا دل چاہتا ہے کہ میں اسے ہر روز دیکھوں۔'' انہوں نے حبیب سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں جا کر اسے کو لے آئی، وہ سوتے میں مسکرا رہا تھا۔ ''رات کو اکیلے ڈر تو نہیں لگتا بیٹا؟''

''نہیں چاچو...... ساجدہ کا کوارٹر ساتھ ہی تو ہے، کوئی مسئلہ نہیں ہے، حبیب ہوتا ہے ناں میرے ساتھ۔''

''حبیب کے باپ کے بارے میں کیا سوچا ہے تم نے، مصالحت کی کوئی صورت؟'' چاچو حبیب سے کھیلتے

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ہوئے یوں پوچھنے لگے جیسے کوئی بہت ہی سرسری سی بات ہو۔

''مصالحت کی کوئی صورت نہیں چاچو، میری برداشت یوں بھی ختم ہو چکی تھی، میں تو حیران ہوں کہ آپ کس طرح یہ سب برداشت کرتے ہیں، سوائے آپ کے اس گھر میں ......'' میں کوئی سخت بات کہتے کہتے رک گئی۔

''بس بیٹا انسان جب بہت سے رشتوں کی ڈور میں بندھ جائے تو ان رشتوں کی خاطر اسے مجبوریوں کے بہت سے طوق گلے میں ڈالنا پڑ جاتے ہیں۔''

''میں بھی تو اب تنہا نہیں رہی، مزید رشتوں کی ڈور میں بندھ گئی ہوں مگر میں عمر بھر آپ کی طرح suffer نہیں کرنا چاہتی چاچو، مجھ میں اتنی ہمت ہی نہیں ہے۔''

''حبیب بہت چھوٹا ہے، اس سے رشتہ اگرچہ ماں کا ہے مگر اس کے جوان ہونے تک کا سفر بہت طویل اور مشکل ہے، تنہا کیسے طے ہوگا؟''

''مزید رشتوں سے میری مراد صرف حبیب ہی نہیں ہے چاچو، آپ بھی ہیں، چاہے آپ میرے چاچو ہمیشہ سے ہیں مگر اب آپ میرے باپ کی طرح ہیں۔ آپ کو مجھ پر اعتماد ہے اور آپ کہتے ہیں کہ آپ کو میری ضرورت ہے تو میں کس طرح آپ سے کنارہ کر سکتی ہوں۔ رہی بات زین سے مصالحت کی تو اس کا وقت گزر چکا ہے چاچو، وقت ہوتا بھی تو میرا دل نہ مانتا......'' دل میں سوچا کہ اچھا ہے کہ وقت گزر چکا ورنہ اگر چاچو ایک بار پھر مجھے مجبور کر دیتے تو میں اس طوق کو گلے میں ڈال لیتی۔

''اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں سب کو بتا دینا چاہیے......'' چاچو نے کہا۔

''جی۔'' میں اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

''میں زیبا کو خود بتا دوں گا جب مناسب سمجھوں گا کیونکہ اس کی طرف سے اصرار بڑھتا جا رہا ہے کہ اب زین کو بھی یہاں شفٹ ہو جانا چاہیے......''

''یوسف کا کچھ پتا چلا چاچو؟'' میں نے موضوع بدلا۔

''کوشش کر رہا ہوں بیٹا...... ان ملکوں میں قانون بہت طاقت ور ہے اور اس کے گروپ کے لڑکوں کے سامان سے نشہ آور چیزیں برآمد ہوئی ہیں، جن کی سزا کئی حالات میں کم از کم موت ہے۔'' چاچو نے جانے کس طرح اتنی بڑی بات کہہ دی تھی، مجھے تو سن کر ہی جھرجھری آ گئی۔

''آپ خود کیوں نہیں وہاں چلے جاتے؟''

''میں کوشش کر رہا ہوں کہ پہلے اس گروپ کے سرغنہ کے خلاف یہاں ہی سے کوئی ثبوت مل جائیں تو وہ ساتھ لے کر جاؤں مگر وہ ان کا نام نہاد خود ہی غائب ہے، جانے کس ملک میں چھپا بیٹھا ہوگا۔''

پھر چاچو نے کچھ مزید تفصیلات بتائیں۔

''صرف تمہیں حقائق بتا رہا ہوں، جانتا ہوں کہ تم پریشان ہو، میں خود ضبط کے کن مراحل سے گزر رہا ہوں، کوئی بھی نہیں جانتا۔ زیبا کو نہیں بتا سکتا کہ کتنی بھی بری سہی مگر ماں تو ہے ناں! اور پھر اس کے ضمیر پر اس بات کا بوجھ ہی کافی ہے کہ اس نے مجھے یوسف کو اجازت دینے پر مجبور کیا تھا۔'' وہ کافی دلگرفتہ تھے۔

''یہی بات تو میرے ضمیر کا بوجھ بھی ہے چاچو۔''

''کاش میں اسے کسی بھی طرح روک سکتا بیٹا! تم کہتیں یا زیبا، وہ تو صرف ایک بھرم رکھنے کی بات تھی، ورنہ اسے تو جانا ہی تھا، کسی بھی طرح وہ مجھے مجبور کر لیتا کہ میں اسے اجازت دے دوں۔ وہ مجھے کہہ چکا تھا کہ اگر اسے

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

اجازت نہ ملی تو وہ خود کو کچھ کر لے گا، کچھ ایسا جو ہمیں پچھتانے پر مجبور کر دیتا۔'' میرا دل ڈوبنے لگا۔

''وہ صرف آپ کو دھمکا رہا تھا چاچو، آپ حوصلہ کریں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

''میں سوچتا ہوں کہ اسے جانا ہی تھا...... اس کے جانے کا وقت آ چکا تھا شاید، وہاں اس کے ساتھ کچھ ہو جاتا یا وہ اسی وقت پاکستان میں خود کو کچھ کر لیتا، اس کا مقررہ وقت شاید یہی تھا۔'' وہ سسک پڑے، جانے اب تک ضبط کے کن مراحل سے گزر رہے تھے۔

''چاچو۔'' میں رو پڑی، انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر مجھے دلاسا دیا۔

''چلتا ہوں بیٹا۔''

''چاچو کھانا کھا لیں آپ۔''

''نہیں بیٹا، کھانا گھر جا کر کھاؤں گا۔'' وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ''ابھی کھانے میں کافی وقت ہے اور پھر میری ایک وکیل سے بھی میٹنگ ہے اسی سلسلے میں۔''

''جی اچھا۔'' میں نے انہیں دروازے تک رخصت کیا اور واپس اپنے کمرے میں آ کر ہچکیوں سے رونے لگی، کیا ہونے والا تھا۔ یوسف تو بڑا معصوم سا نوجوان تھا، اس نے تو ابھی زندگی کو برتا ہی نہ تھا، اپنی کم عمری کی نادانی میں وہ کس طرح آلۂ کار بن گیا تھا کسی ایسے جرم کا کہ جس کا سوچ کر بھی خوف سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

''کھانے میں کیا بناؤں باجی؟'' ساجدہ نے دروازہ کھٹکھٹا کر پوچھا تھا۔

''کچھ بھی بنا لو ساجدہ۔'' میں نے ہولے سے کہا۔

''آپ رو رہی ہیں باجی؟''

''میرے سر میں درد ہے ساجدہ۔'' میں نے بہانہ گھڑا۔

''میں ہانڈی چولھے پر چڑھا کر آپ کے سر میں تیل لگاتی ہوں باجی، خشکی کی وجہ سے آپ کے سر میں درد ہو رہا ہوگا۔''

☆☆☆

''جو بھی کچھ ہوتا ہے وہ برا ہی ہوتا ہے میرے ساتھ امرت۔'' وہ سسکی تھی۔ میں یہ جان کر آئی تھی کہ وہ گھر آ گئی تھی، چاچو نے میرے لیے گاڑی تو بک کروا دی تھی مگر میں ابھی تنہا گاڑی چلانے میں اتنی پُراعتماد نہ تھی۔

''ہم سب یہی سوچتے ہیں سارہ...... ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ برا ہوا ہے مگر دیکھو کہ ویسا ہی سب کچھ ارد گرد بہت سے لوگوں کے ساتھ ہو رہا ہوتا ہے۔''

''تمہارے ساتھ جو کچھ برا ہوا، اس کے باوجود کچھ نہ کچھ اچھا تو ہوتا رہا ہے ناں پیاری۔'' اس نے کہا۔ ''اپنی صحت کے حوالے سے ہی دیکھ لو، حبیب کو دیکھ لو، تمہیں اپنا ذاتی گھر مل گیا ہے۔'' میں اس کا منہ دیکھ رہی تھی۔ ''اور یہ جو تم مجھے گھور رہی ہو ناں، جانتی ہوں کہ تم سوچ رہی ہو کہ میں تم سے حسد کرتی ہوں۔'' واقعی میں اس وقت وہی سوچ رہی تھی کہ کیا وہ مجھ سے حسد محسوس کرتی تھی۔ کس طرح اس نے میرے چہرے سے میری سوچ کو جان لیا تھا۔

''تم سے حسد کروں گی میں بے وقوف لڑکی۔'' اس نے طنز سے کہا۔ ''تم...... جس میں میری جان ہے، تمہاری دوستی میرے جینے کا سہارا ہے، تم کیا جانو کہ کس طرح راتوں کو جاگ، جاگ کر میں نے تمہارے لیے رب سے دعائیں مانگی ہیں، اتنی پیاری لڑکی کے ساتھ ایسا برا ہو رہا تھا...... میں تو شاید کسی وقت زبان چلا لیتی تھی مگر تم تو ہمیشہ سب کچھ خاموشی سے برداشت کر لیتی تھیں......'' وہ رکی۔

''نہیں، میں نے ایسا نہیں سوچا سارہ۔''

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

''تم سے تو جھوٹ بھی نہیں بولا جاتا امرت...... میں تمہیں اتنا جانتی ہوں جتنا ایک ماں اپنی بیٹی کو جانتی ہے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ ''مجھ پر تو میرے شوہر نے یہ فردِ جرم عائد کی تھی کہ میں بیٹا پیدا کرنے کے قابل نہیں تھی، اس لیے چھوڑا مجھے۔ میں اسے جواب میں کہتی تھی کہ لے آؤ کوئی اور بیٹا پیدا کرنے والی، میں اس کی ان تلخ باتوں کے جواب میں خاموش رہتی تو شاید وہ بدل جاتا، اس کے بہن بھائی میرے ساتھ اچھے تھے......مگر تمہارے ساتھ تو بہت برا ہو رہا تھا، تم پر بدکرداری کا الزام بھی لگا تو تم نے سہہ لیا۔ میں ہوتی تمہاری جگہ تو اتنی بڑی بات پر اس گھر کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتی، ان کی بیٹی کو اس کے شوہر سے اور اس ساس تک کو اپنے سسر سے طلاق دلوا دیتی مگر تم......تم بڑی مہان ہو امرت، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے صبر کا اتنا اچھا اجر دیا ہے۔''

''اللہ نے تمہارے لیے بھی کچھ بہت اچھا رکھا ہوگا، وہ تمہیں ضرور ملے گا انشاءاللہ!'' میں نے اس کا سر اپنے کندھے پر رکھا اور اس کے کندھے دبانے لگی۔

''سارہ باجی۔'' کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ ''چائے لائی ہوں۔'' اس کی دیورانی تھی۔

''لے آؤ چندا۔'' سارہ نے اپنے آنسو پونچھے۔ وہ آہستگی سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اور ہمارے سامنے رکھی میز پر چائے کی ٹرے رکھ دی۔ سلیقے سے رکھے ہوئے دو کپ ساتھ بسکٹ اور کباب۔ ''آؤ تم بھی ساتھ ہی چائے پیو نا!''

''میں چائے نہیں پیتی باجی۔''

''تو اپنے لیے دودھ یا جوس لے آؤ یہیں۔'' سارہ نے کہا۔

''میں آپ کے لیے سوپ بنا رہی ہوں، بعد میں لے لوں گی، آپ میری فکر نہ کریں۔'' وہ مسکرا کر بولی۔ ''اور کچھ چاہیے ہو تو مجھے بلا لیں آپ۔'' وہ کہہ کر چلی گئی۔

''کتنی اچھی خاتون ہے یہ۔'' میں نے چائے کا پہلا گھونٹ لیا۔ ''اور چائے دیکھو کتنی اچھی بنائی ہے، کم از ایسی کوئی عورت جو خود چائے نہ پیتی ہو اس سے ایسی اچھی چائے کی توقع نہیں کی جا سکتی۔''

''اور سناؤ تم اپنی۔'' سارہ نے سوال کیا۔

''میں اب ٹھیک ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''زین کب شفٹ ہو رہا ہے تمہارے پاس؟'' اس نے میری طرف دیکھے بغیر سوال کیا۔

''کبھی بھی نہیں۔'' اس نے سوالیہ نظر سے مجھے دیکھا۔ ''میں اس گھر میں حبیب کے ساتھ تنہا رہوں گی۔''

''یہ فیصلہ تمہارا ہے یا تمہارے خلاف تمہاری ساس نے ایک نیا محاذ کھولا ہے؟''

''میں نے اور چاچو نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے۔'' چائے ختم ہو چکی تھی۔ ''اب چلتی ہوں میں پھر آؤں گی کسی وقت حبیب کے ساتھ تو زیادہ وقت گزار سکوں گی۔''

''تم نے ایسا فیصلہ کیوں کیا ہے؟'' اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ میں نے سوچا کہ اسے بتاؤں، ارادہ بھی یہی تھا کہ اس سے مشورہ کروں گی کہ کس طرح امو جان کو بتاؤں، اس کے بعد مجھے کسی اور کو بتانے کی ضرورت نہ رہتی مگر وہ مجھے ذہنی طور پر ابھی اتنی منتشر لگی کہ میں نے اپنی بات کو مؤخر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

''کب تک رہے گی تمہاری دیورانی تمہارے پاس؟'' میں نے سوال کیا۔

''دو ایک دن میں، میں بہتر ہو جاؤں گی تو چلی جائے گی۔''

''اسکول سے کتنی چھٹی لی ہے تم نے؟''

''آئندہ پیر سے جانا شروع کروں گی۔''

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

''اپنا خیال رکھنا اور کوئی ضرورت ہو تو بتانا...... اور ہاں اب ویک اینڈ پر تم بچیوں سمیت میرے پاس آیا کرنا۔''

''تمہارے ذہن میں کوئی بات اٹکی ہوئی ہے امرت۔'' ایک تو اس کی ایکسرے مشین جیسی نظریں۔

''پنکی کو جانتی ہو ناں تم؟''

''کون پنکی؟'' اس نے سوال کیا۔

''زائنہ اور ارسل بھائی کی بیٹی۔'' میں نے بتایا۔ ''جسے میں حبیب کے ساتھ......''

''اچھا وہ...... کیا ہوا اسے وہ ٹھیک تو ہے ناں!'' اس نے فوراً تشویش سے پوچھا۔

''وہ ٹھیک ہے...... چاچو چاہتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ امریکا اپنی پھپھو کے پاس جائے، میں اسے اپنے پاس رکھ لوں۔ اس کی پرورش و نگہداشت اس وقت تک کروں، جب تک کہ ماما کا موڈ ٹھیک نہ ہو اور وہ اسے اپنی نواسی تسلیم کر کے اس کے ساتھ وہ مادرانہ شفقت محسوس کریں اور اسے اپنے پاس رکھ لیں۔'' میں نے اسے مختصراً بتایا۔

''ہوں......'' اس نے پُرسوچ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ ''اور تم سوچ رہی ہو کہ تمہاری ساس کو کبھی اس سے ایسی شفقت محسوس نہیں ہوگی؟''

''ایسا نہیں ہے...... میرے ساتھ کوئی اور مسئلہ ہے۔'' میں نے فوراً کہا۔ ''اگرچہ چاچو نے اس مسئلے کا حل بھی بتا دیا ہے۔'' میں نے اپنے اور چاچو کے مابین ہونے والی گفتگو اسے مختصراً بتائی۔ ''اب تم بتاؤ کہ میں کیا کروں؟''

''چلو فی الحال رکھ لو، دیکھو کہ کس طرح کام چلتا ہے، چاچو تمہارا بہت خیال کرتے ہیں، ان کی اس چھوٹی سی خواہش کو پورا کرنا تم پر فرض ہے۔'' اس نے مشورہ دیا۔ وقت اور حالات نے اسے کتنا سمجھدار بنا دیا تھا اب۔

''ہوں...... ٹھیک ہے۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''چلتی ہوں اب۔''

''میں تمہیں دروازے تک رخصت کرتی ہوں۔''

''لیٹی رہو تم، آرام کرو......'' میں نے اسے وہیں بیٹھے رہنے کو کہا۔

''ڈاکٹر نے مجھے چلنے پھرنے کو کہا ہے اور یوں بھی چار دن میں مجھے واپس کام پر بھی تو جانا ہے۔''

''مجھے چندا کا شکریہ ادا کرنا ہے اور اس کی چائے کی تعریف بھی کرنا ہے۔'' میں نے کہا۔

''چندا......'' اس نے چندا کو پکارا، وہ کچن سے ہاتھ پونچھتی ہوئی باہر نکلی۔ ''ارے یہ اتنا پھل اور جوس کون لایا ہے؟'' سارہ کی نظر لاؤنج میں رکھے ان لفافوں پر پڑی جو میں لائی تھی۔

''آپ کی دوست لائی ہیں۔''

''چندا چائے بہت اچھی بنائی ہے تم نے، یقین کرو کہ مزہ آ گیا۔'' میں نے اسے ساتھ لگا کر کہا۔

''بہت شکریہ آپی۔'' وہ خوش ہوگئی۔

''تم خود بھی اتنی اچھی ہو...... سارہ کا اتنا خیال رکھتی ہو۔''

''میری بڑی بہن جیسی ہیں سارہ باجی، میں بیاہ کر آئی تھی تو میں نے انہیں ہی بہن سمجھا تھا، میری اور تو کوئی بہن نہیں ہے۔ حالات ایسے بن گئے کہ ہم برسوں ایک دوسرے کو مل بھی نہ سکے مگر اب ان کے ساتھ ہونے والے حادثے نے دو گھروں کے بیچ پیدا ہونے والی دوری کو ختم کر دیا ہے، اللہ کرے کہ حالات مزید بہتر ہو جائیں اور ہم ملتے جلتے رہیں۔''

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

''آمین۔'' میں نے کہا اور سارہ سے مل کر واپس آگئی۔ جو بات اس نے کرنا تھی وہ کی ہی نہیں، کہتے، کہتے رک گئی تھی۔

☆☆☆

''امرت باجی۔'' ساجدہ میز پر کپڑا لگاتے، لگاتے رکی تھی۔

''جی ساجدہ کیا بات ہے؟'' میں نے کتاب میز پر رکھی اور اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''جب میں گھر سے سامان اور بچوں کو لینے گئی تھی تو مقبول ماما نے کہا کہ میں آپ سے بات کروں۔''

''کیا بات؟'' میں نے سوال کیا۔

''وہ بھی یہاں آنا چاہتے ہیں......'' اس نے کہا۔'' وہ کہہ رہے تھے کہ کبھی آپ گھر پر نہ ہوں، بچے بھی اسکول گئے ہوئے ہوں اور ایسے میں کوئی آجائے تو میں گھر پر تنہا ہوں گی اور......''

''اور؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''اور جی کچھ بھی ہوسکتا ہے۔''

''مقبول چاچا کے لیے تو مجھے چاچو سے بات کرنا ہوگی، وہ ان کے پرانے اور معتمد ملازم ہیں، اس طرح میں ان سے پوچھے بغیر تو انہیں یہاں نہیں بلاسکتی اور تمہیں علم ہے کہ یہاں اس گھر میں تو خانساماں کی ضرورت ہی نہیں ہے...... کھانا تم بنالیتی ہو اور میں خود بھی۔'' میں نے اسے سمجھایا۔'' پھر کوارٹر کے دو کمروں میں تم اور تمہارے بچے آرام سے سیٹ ہوگئے ہو، مقبول چاچا کے ساتھ تمہارے بچوں کے لیے جگہ تنگ پڑ جائے گی، بچوں کو خوش رہنے دو۔''

میں اسے یہ کہہ کر مزید ڈرانا نہیں چاہتی تھی کہ اس کی اپنی بیٹی اب جوانی کی سرحد پر تھی اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کو مدِنظر رکھتے ہوئے، مقبول چاچا لاکھ شریف سہی مگر اس کی بیٹی کے تو نامحرم ہوں گے۔ وہ اس بات سے ڈر رہی تھی کہ میری غیر موجودگی میں اس گھر میں کوئی 'اور' آجائے تو اور اس بات سے بے خبر تھی کہ بسا اوقات شیطان ان لوگوں پر بھی غلبہ پالیتا ہے جو ہمارے اپنے ہوتے ہیں اور ہمیں اس پر کوئی شک نہیں ہوتا۔

''وہ جی......'' وہ ہچکچائی۔'' جب آپ اپنی دوست کو ملنے گئی تھی ناں پرسوں، تو میں تنہا ڈر رہی تھی، میں نے اندر سے سارے دروازے بند کرلیے تھے، کوئی بھی تو نہ تھا گھر پر، بچے اسکول میں تھے اور میں ''حبیب بابا'' کے ساتھ گھر پر تنہا تھی، اسی طرح جیسے......''

''میں سمجھی نہیں ساجدہ...... تم تنہا تھیں تو کیا تمہیں ڈر لگ رہا تھا، تمہیں کیڑے مکوڑوں سے ڈر لگ رہا تھا کیا...... یہاں تو کوئی ایسا کیڑا مکوڑا بھی نہیں ہے۔ تم مجھے بتاتیں تو میں تمہیں ساتھ لے جاتی۔''

''میں ہر جگہ آپ کے ساتھ تو نہیں جاسکتی ناں باجی۔''

''تمہیں کس چیز سے ڈر لگتا ہے ساجدہ، یہ گھر ایک انتہائی محفوظ جگہ پر ہے اور گھر کے دروازوں کے تالے وغیرہ بھی بہت مضبوط ہیں، آسانی سے کوئی چور اچکا......''

''چور اچکوں سے ڈر نہیں لگتا باجی، نہ ہی کسی اور چیز سے......'' اس نے کہا۔'' مجھے بس زین صاحب سے ڈر لگتا ہے، وہ یہاں آگئے اور میں تنہا ہوئی تو مجھے کوئی بچانے والا بھی نہ ہوگا، وہاں تو مقبول ماما تھے کہ میری عزت بچ گئی۔'' وہ سسکی۔ کسی تلخ یاد سے اس کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔'' اوپر سے آپ کی ساس کو لگتا ہے کہ میں ان کے بیٹے اور شوہر پر ڈورے......'' وہ اس سے آگے بول نہ سکی تھی۔ مگر اس کے منہ سے ادا ہونے والے آدھے ادھورے جملوں سے مرتب ہونے والی، اس کی ادھوری کہانی نے مجھے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔

(جاری ہے)

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

انعامِ رمضان

شمع تفسیر



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''ارے رابی اور عالیان آگئے۔'' فائزہ نے خوشی سے نعرہ بلند کرتے ہوئے سب کو متوجہ کیا تھا۔

''السلام علیکم......'' رابی سلام کرتے ہی لپک کر خالہ امی کے گلے لگ گئی تو وہ اسے پیار کرنے لگیں۔

''خالہ امی تھوڑا پیار اِدھر بھی......'' عالیان نے ان کے سامنے سر جھکا کر کہا تو انہوں نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے اسے ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں۔

''اتنی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہے تھے اور موصوفہ رمضان سے صرف ایک دن پہلے تشریف لائی ہیں۔'' ارم نے شکوہ کیا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''ہاں تو اور کیا ردا اور لاریب بھی اتنا یاد کر رہی تھیں۔'' فائزہ نے اپنی تایا زاد بہنوں کا ذکر کیا۔ تایا کی فیملی اسی گھر کے اوپر والے پورشن میں مقیم تھی۔

''بس یار عالیان کے فارغ ہونے کا انتظار تھا، اس کی یونی کل ہی آف ہوئی ہے مگر تم لوگ بتاؤ، یہ اتنی بے چینی سے انتظار اس سے پہلے تو ہمارا کبھی نہ ہوا۔ میں تو ہر مرتبہ رمضان کا پہلا عشرہ تم لوگوں کے ساتھ ہی گزارتی ہوں۔'' رابی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''خیر ایسی بھی کوئی بات نہیں، ہم تو ہمیشہ ہی تمہارا انتظار بے چینی سے کرتے ہیں مگر اس بار ہے کچھ خاص الخاص......'' فائزہ نے سسپنس پھیلایا۔

''ارے، میں سمجھ گیا کہیں تمہارے گھر ''خاص'' مہمان تو نہیں آ رہے۔'' عالیان نے شرارتی نظروں سے فائزہ کو دیکھا۔

''جی نہیں......'' فائزہ نے تپ کر کہا۔

''چلو اگر ایسا نہیں ہے تو غصہ تو مت کرو، رنگ کالا ہو جائے گا۔ تم ایسا کرو ہمیں ہی خاص الخاص سمجھ لو......'' عالیان نے فائزہ کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں کہا تو اس کے چہرے پر ہلکی سی سرخی آ گئی اسی اثنا میں اوپر کے پورشن سے ردا اور لاریب بھی چلی آئیں۔

''رابی شکر ہے تم آ گئیں، اب مل کر رمضان کی تیاریاں کرنی ہیں اور بھرپور طریقے سے منانا ہے رمضان کو۔'' ردا جوش و خروش سے بولی۔

''ہاں، ہاں کیوں نہیں، یہی کشش تو مجھے ہر ماہ رمضان میں حیدر آباد سے کراچی کھینچ لاتی ہے کہ ہم یہاں ایک ساتھ نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں۔ سحر اور افطار کرتے ہیں، مل کر قرآن پاک پڑھتے ہیں حالانکہ وہاں گھر میں اور بھی لوگ ہیں مگر وہ مزہ کہاں جو دوست جیسی کزنز کے ساتھ ہے...... جب تک ہم لوگوں کی شادیاں نہیں ہو جاتیں رمضان کا ایک عشرہ تو ہم ضرور ہی اسی طرح ایک ساتھ گزارتے رہیں گے.... انشاءاللہ۔'' رابی نے تفصیل سے جواب دیا۔

''ہاں، ہاں ضرور...... مگر اس بار کچھ نیا بھی ہے۔'' لاریب نے کہا۔ اسی دوران وسیم اور فہد بھی آ گئے جو عالیان کے خالہ زاد بھائی تھے۔

''ارے یار تم لوگ کھل کر کچھ بتاتے کیوں نہیں۔'' رابی نے جھنجلا کر کہا۔

''رابی میری بہن، تم سمجھ رہی ہو کہ یہ فائزہ، ارم، لاریب اور ردا ہیں......'' وسیم نے پُراسرار انداز میں کہا۔

''جی جی...... تو پھر کیا ہیں وسیم بھائی؟'' رابی گھبرا کر بولی۔

''اصل میں یہ فور ایڈیٹس ہیں میری بہن فور ایڈیٹس......'' وسیم نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

''فور نہیں فائیو...... آپ بھول گئے وسیم بھائی، شیری بھی ان کے ساتھ ملا ہوا ہے۔'' فہد نے تایا زاد بھائی کا نام لیا تھا۔

''ہوں، ہمدردیاں تو خیر تمہاری بھی ان سب کے ساتھ ہیں تو کل ملا کر تم چھ یعنی کہ سکس ایڈیٹس ہو گئے ہو۔'' وسیم نے مزے سے کہا۔

''لو خواہ مخواہ ہی۔'' فہد برا سا منہ بناتے ہوئے بولا۔

''کیا ہو رہا ہے یہ سب۔'' رابی تقریباً چلا اٹھی۔

''کچھ نہیں بیٹا، بس ایسا ہے کہ یہ سب پاگل ہو گئے ہیں اب دیکھو ناں تم لوگ اتنی گرمی میں آئے ہو کسی نے پانی تک کا پوچھا تمہیں......؟ بس اپنے چکروں میں پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔'' خالہ امی تربوز کا ٹھنڈا ٹھار شربت جگ بھر کر بنا کر لے آئی تھیں۔

''اوہو...... خالہ ہماری زندہ باد......'' عالیان نے شربت گلاس میں انڈیلتے ہوئے کہا۔

''سوری امی باتوں میں دھیان ہی نہیں رہا......'' ارم نادم ہوئی جبکہ باقی سب شربت کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''اچھا ٹھیک ہے...... جاؤ کچن میں سے دوسرا جگ بھی اٹھا کر لاؤ تاکہ سب پی لیں گرمی بہت ہے۔'' انہوں نے کہا تو سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ اگلے ہی لمحے سارے کزنز تربوز کے ٹھنڈے ٹھار

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

شربت سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

☆☆☆

شام کو جب شیری بھی آ گیا تو دوبارہ کزنز کا اجلاس منعقد ہوا۔

''ہاں بھئی شیری تم بتاؤ کہ آخر ہو کیا رہا ہے گھر میں؟'' عالیان نے اس کے کاندھے پر ہاتھ مار کے کہا۔

''عالی یار اس بار رمضان کی رحمتوں اور برکتوں کو بڑی دھوم دھام سے لوٹنے کا پروگرام ہے۔'' شیری سادگی سے بولا۔

''دھوم دھام سے تو شادی ہوتی ہے یار......''

عالیان نے دزدیدہ نگاہوں سے فائزہ کو دیکھ کر کہا تو وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

''اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا......

دھوم دھام سے اور بھی بہت کچھ ہوتا ہے میرے دوست......'' شیری نے بڑے اسٹائل سے کہا۔

''مثلاً؟'' عالیان نے بھویں اچکا کر پوچھا۔

''مثلاً مختلف چینلز پر رمضان کے دھماکے دار سحر اور افطار پروگرامز۔'' اس نے کسی ہوسٹ کے سے انداز میں کہا۔

''اوہ تو یہ بات ہے، کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔'' عالیان نے مایوسی سے کہا۔

''کیوں بھئی چوہا کیوں نکلا، پچھلی بار ہم ٹی وی پر دیکھ، دیکھ کر ہاتھ ملتے رہ گئے اور کسی کی گاڑی نکلی کسی کو موٹر سائیکل ملی، کسی کو لیپ ٹاپ کسی کو ٹچ موبائل۔'' لاریب جلدی سے بولی۔

''اور تو اور ڈائمنڈ رنگ اور کیش پرائز بھی ملتے ہیں جناب......'' ارم نے کہا۔

''یہی نہیں عمرے کا ٹکٹ بھی نکل آتا ہے قرعہ اندازی میں۔'' ردا بھی بڑھ کر بولی۔

''اور برانڈڈ جینز اور کرتے بھی۔'' شیری نے یاد دلایا۔

''تم لوگوں کو کوئی کمی ہے کیا؟'' رابی حیرت سے بولی۔

''کمی کی کیا بات ہے، انعام جیتنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔'' فائزہ نے جوش سے کہا۔

''ہاں بھئی چار چینلز پر تو ہماری بکنگ مسلسل ہے سحر اور افطار کی......دو رمضان تک کی۔'' ارم نے کہا۔

''اب تو رمضان واقعی انعام بن گیا ہے ہمارے لیے۔'' ردا نے لاابالی پن سے کہا۔

''بے وقوفو......! رمضان تو ہے ہی انعام ہمارے لیے رحمتوں کا، برکتوں کا، عبادتوں کا انعام......'' رابی ڈپٹ کر بولی۔

''ہاں ہاں وہی تو ہم کہہ رہے ہیں، رمضان تو انعام ہے ہی لیکن اگر سچ مچ انعام جیت لائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔'' فائزہ نے دفاعی انداز میں کہا۔

''ہاں اس میں مضائقہ تو کوئی نہیں اگر عبادتیں متاثر نہ ہوں تو۔'' رابی نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''تو آؤ فرینڈز اور بکنگ کرواتے ہیں۔'' ردا نے چہک کر کہا۔

''پہلے ''صبح رمضان......'' والوں کو کرو ان کے گفٹ سب سے اچھے ہوتے ہیں۔'' فائزہ نے کہا۔

''میں ''صبح رمضان'' میں کال کرتی ہوں، فائزہ تم ''چاہت رمضان'' پر کرو...... اور لاریب تم ''عقیدت رمضان'' والوں کو کال کر کے بکنگ کرواؤ۔'' ردا جلدی، جلدی بولی۔

''میں ''پیام رمضان'' پر کال کرتا ہوں۔'' شیری نے ازخود نوٹس لیا۔

''ہمیں بھی کسی چینل کا بتا دو بھئی، ہم بھی فارغ بیٹھے ہیں۔'' ابھی رابی ٹکر، ٹکر ان لوگوں کا جوش و خروش دیکھ رہی تھی کہ عالیان کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے بروٹس یو ٹو والے انداز میں عالیان کو دیکھا۔

''تم ''عبادت رمضان'' پر کال کر لو......'' ردا نے موبائل فون کان سے لگائے، لگائے اسے جواب دیا اور چینلز کے رابطہ نمبرز والی ڈائری اس کے آگے رکھ دی جو انہوں نے بڑی دقت سے بنائی تھی۔ رابی ان باتوں سے اکتا کر خالہ امی کے پاس چلی آئی۔

☆☆☆

رات تک یہی سرگرمیاں جاری رہیں۔ ساتھ، ساتھ مارے باندھے گھر کے کام بھی ہو رہے تھے

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

کیونکہ خالہ امی کا ڈنڈا جو سر پر تھا مگر رابی دیکھ رہی تھی کہ جب بھی موقع ملتا فائزہ اور ارم موبائل کان سے لگائے چینلو پر کال کرتی پائی جاتیں۔ یہ سب دیکھ کر رابی کو ہنسی بھی آرہی تھی اور الجھن بھی ہو رہی تھی۔

''خالہ امی سحری کے لیے بھنا ہوا قیمہ بنا لوں۔'' رابی نے خالہ امی کے پاس آکر پوچھا۔ وہاں شیری اور فہد پہلے سے بیٹھے تھے۔

''ہاں میری بچی، ان دونوں پر تو بھوت سوار ہے، تم ہی یہ کام کرلو، قیمہ تم پکالوگی ویسے دہی بھی ہے اور انڈے وقت پر بن جائیں گے۔'' خالہ امی نے مینیو بتایا۔

''مگر چاچی ہم تو ''برکت رمضان'' پر سحری کریں گے۔'' شیری، فہد کے کہنی مارنے پر بولا۔

''ہیں...... تو کیا اب گھر سے سحری کے وقت کی رحمتوں اور برکتوں کو بھی اڑادوگے۔'' خالہ امی چراغ پا ہوئیں۔

''امی پلیز...... میری اچھی امی، بس یہ شروع کے چند پروگرامز میں جانے دیں ناں پلیز......'' فائزہ آکر امی کے گلے کا ہار ہوئی تو عالیان نے بھی سفارش کی۔

''خالہ امی اس بہانے ہم بھی انجوائے کرلیں گے اور پھر یہ سارے اسلامی پروگرامز ہیں، ہماری نالج میں بھی اضافہ ہوگا۔'' عالیان کے کہنے پر انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تو سب کے چہروں پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے۔

''چلو بھئی رابی، تم بھی اپنے کپڑے استری کرلو ٹھیک ایک بجے رات وہاں پہنچنا ہے۔'' فائزہ جلدی سے بولی تو رابی نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

''میری توبہ جو میں خواری کے لیے تم لوگوں کے ساتھ جاؤں، نہ بابا نہ آج پہلی سحری ہے، میں گھر پہ ہی کروں گی اور سکون سے نماز پڑھوں گی، قرآن پاک بھی شروع کرنا ہے فجر میں مجھے۔''

''چلو ناں یار......'' ردا اور لاریب بھی اصرار کرنے لگیں۔

''کسی اور دن چلی جاؤں گی، کل پہلا روزہ ہے آج نہیں لیکن پرامس کسی اور دن ضرور چلوں گی تمہارے ساتھ۔'' وہ ان کو دوٹوک جواب نہ دے سکی۔

''اوکے رابی پھر تم ہمیں ٹی وی پر ضرور دیکھنا کہ ہم کیسے لگ رہے ہیں اور کیا جیت رہے ہیں۔'' ارم نے کہا۔

''ضرور دیکھوں گی۔'' رابی خوش دلی سے بولی۔

''تم لوگ اتنی رات کو جاؤ گے کیسے؟'' امی فکر مند ہوئیں۔

''بائیک ہماری...... شاہی سواری...... گھر میں تین، تین بائیکیں موجود ہیں امی......'' فہد اطمینان سے بولا تو وسیم نے چونک کر کہا۔

''کیا مطلب! تم لوگ میری بائیک بھی لے جارہے ہو۔''

''جی ہاں بائیک سمیت آپ کو بھی لے جارہے ہیں۔'' شیری نے اطلاع دی۔

''مجھے معاف رکھو بھائیو...... یہ راتوں کی فضول جگار تمہیں ہی مبارک ہو، میں جارہا ہوں سونے...... صبح میرے آفس جانے سے پہلے میری بائیک لے آنا اوکے گڈ نائٹ...... رابی دی گریٹ سحری میں اٹھ کر ہم دونوں کارٹون دیکھیں گے۔'' وہ جاتے، جاتے بولا۔

''کارٹون......؟'' رابی ناسمجھی سے بولی۔

''ہاں بھئی سیون ایڈیٹس والا۔'' وہ رک کر بولا تو یہ سب ایک ساتھ چیخ پڑے۔

''وسیم بھائی۔'' رابی کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

☆☆☆

سحری میں دستر خوان پر گھر کے سارے بڑے موجود تھے، خالہ امی، خالو جان، تایا ابا، تائی امی اور نوجوان پارٹی میں وسیم بھائی اور رابی مگر اس سے قبل رمضان میں تمام افرادِ خانہ کی موجودگی میں جو لطف آتا تھا وہ مفقود تھا بہر حال رمضان شریف کی اپنی منفرد رونق ہوتی ہے جو کسی اور کی موجودگی کی محتاج نہیں ہوتی۔

سحری کرنے کے بعد نماز پڑھتے ہی رابی ٹی وی آن کرکے بیٹھ گئی۔ رات دو بجے بھی اس نے ٹی وی لگا کر دیکھا تھا تو ایک جھلک سی دکھائی دی تھی لاریب اور

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ارم کی...... اب جو اس نے ٹی وی آن کیا تو حاضرین کو ہی دکھایا جارہا تھا کیونکہ ان سے ہی سوال جواب ہورہے تھے اگلا ہی لمحہ خوشی سے بھرپور تھا کیونکہ ایک انتہائی آسان سوال کا جواب دینے پر فہد موبائل فون جیت گیا تھا۔ اب لڑکیاں کیوں پیچھے رہتیں لہٰذا جب اس میل ہوسٹ نے کہا۔ ''کس لڑکی کی شادی ہونے والی ہے اس لیے گفٹ ہے۔'' تو لاریب، ارم اور ردا ان تینوں کے ساتھ کئی اور لڑکیوں نے بھی ہاتھ اٹھا دیے، ہوسٹ نے بغور دیکھنے کے بعد ارم کا انتخاب کیا تھا۔

''جی...... تو محترمہ کب ہے آپ کی شادی......؟''

ہاتھ تو آرام سے کھڑا کردیا تھا لیکن اب ارم نروس ہورہی تھی۔

''اگلے مہینے......'' ارم کے بجائے لاریب نے جواب دیا۔

''بی بی، میں نے آپ سے نہیں ان سے پوچھا ہے۔'' ہوسٹ نے ارم کی طرف دیکھ کر کہا۔

''جی اگلے مہینے......'' ارم نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

''کیوں آڈینس...... دے دی جائے انہیں جہیز کے لیے واشنگ مشین۔'' ہوسٹ نے اپنے مخصوص انداز میں چاروں طرف دیکھ کر پوچھا۔

''ہاں، ہو...... ہو...... ہو۔'' چاروں طرف سے شور ہونے لگا۔

''تو دے دی بی بی آپ کو واشنگ مشین۔'' ارم جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق فوراً بیٹھ گئی...... اسی وقت رابی کے پاس خالہ امی آکر بیٹھ گئیں...... رابی نے شکر ادا کیا کہ سین گزر چکا تھا ورنہ آج ارم کی خیر نہ تھی۔

☆☆☆

وہ سب بہت خوش، خوش گھر واپس آئے تھے اور افطار ٹائم میں بھی جانے کے لیے پُرعزم تھے۔ عالیان اور شیری بائیک جیت کر لانے کے دعوے کررہے تھے جبکہ لڑکیاں کہہ رہی تھیں کہ ''سوچ تو بڑی رکھو یار ہم تو گاڑی کے لیے کھیلیں گے'' اور رابی یہ سوچ رہی تھی کہ پوری رات

مرحوم کو ثواب

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ ''جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب اسے ملتا ہے۔

1۔ صدقۂ جاریہ کا (نیکی کے کام مثلاً درخت لگانا، پانی کا انتظام کرنا، بیواؤں اور یتیموں کی دادرسی کے کام)

2۔ وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

3۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعائے خیر کے ساتھ عملِ خیر بھی کرتی رہے۔

خیر

اصل خیر یہ نہیں کہ کسی بھوکے کو دیکھ کر ایک روپے سے اس کی مدد کردی بلکہ اصل خیر بھوکے کو اس وقت روپیہ دینا ہے جب تمہیں بھی ویسی ہی بھوک لگی ہو اور تمہیں بھی روپے کی ویسی ہی ضرورت ہو جیسی اسے ہے۔ (ادیب اشفاق احمد)

سوچنے کی باتیں

☆ یہ اچھا ہے کہ آپ اہم ہوں لیکن یہ زیادہ اہم ہے کہ اچھے بھی ہوں۔

☆ اپنوں سے ایسی لڑائی مت لڑیں کہ آپ لڑائی تو جیت جائیں مگر اپنوں کو ہار جائیں۔

☆ لوگ برا ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں اور ناراض خدا سے ہوجاتے ہیں۔

☆ انسان تب سمجھدار نہیں ہوتا جب وہ بڑی، بڑی باتیں کرنے لگے بلکہ وہ سمجھدار تب ہوتا ہے جب وہ چھوٹی، چھوٹی باتیں سمجھنے لگے۔

از: سعدیہ وحید سعدی...... اسلام آباد

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

ان کی پروگرام میں گزر گئی اب یہ سو جائیں گے اور پھر بارہ بجے افطار پروگرام کے لیے نکل جائیں گے تو عبادت کا حق کب ادا کریں گے اور اس نے کہہ بھی دیا۔

''تم لوگوں نے فجر کی نماز پڑھی تھی؟''

''کہاں یار! موقع ہی کب ملا۔ اتنا رش تھا وضو کا مسئلہ اور پھر وقت کی کمی...... مرد تو پھر بھی پڑھ رہے تھے۔ چلو بس ابھی قضا پڑھ لیتے ہیں۔'' روا کہتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ہاں بس نماز پڑھتے ہی سو جاؤ سب...... بارہ بجے افطار پروگرام کے لیے بھی تو نکلنا ہے۔'' لاریب نے تائیدی انداز میں کہا تو ایک بار پھر رابی کہے بغیر نہ رہ سکی۔ ''یعنی تم لوگ قرآن پاک کی تلاوت سے بھی گئے۔''

''نہیں یار، ایسی بات نہیں ''پیام رمضان'' سے جب واپس آئیں گے تو پڑھیں گے ناں...... ''روا نے کہا۔

''فائزہ کتنا اچھا لگتا تھا ہم لوگ آپس میں مقابلہ کر کے قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے...... مل کر نماز پڑھتے تھے مگر اب......'' رابی اداسی سے بولی۔

''اب کیا ہو گیا...... بھئی آج پہلا ہی روزہ ہے، کہاں ناں کریں گے سب......'' ارم کھسیا کر بولی۔

اور رابی ان سب کو دیکھ کر رہ گئی۔

☆☆☆

گزشتہ روز افطار کا پروگرام ان سب کے لیے ماٹھا ہی رہا تھا۔ اور آج ان سب کے بے پناہ اصرار اور جذباتی بلیک میلنگ کی وجہ سے وسیم اور رابی بھی افطار پروگرام میں ان کے ہمراہ تھے پروگرام براہ راست جاری تھا۔

''جی تو دوستو، بزرگو...... حاضرین، ناظرین، سامعین سب کو ساغر کی جانب سے پیار بھرا سلام......'' ہوسٹ نے ایک اسٹائل سے ہاتھ کو ماتھے تک لے جا کر کہا۔

آرڈینس کی جانب سے کورس میں وعلیکم السلام کہا گیا۔ رابی نے محسوس کیا کہ افطار سے قبل پروگرام سنجیدگی سے جاری و ساری تھا مگر افطار کے بعد وہ دھما چوکڑی مچی کہ احترام رمضان کا تصور ہی مفقود ہو گیا تھا۔

سب سے پہلے تو ہوسٹ ساغر نے گانا سنایا پھر گانے کے مقابلے کے لیے حاضرین میں سے بلایا گیا اور ایسی بے سُری آوازیں سننے کو ملیں کہ لوگ ہنس ہنس کر پاگل ہو گئے۔

''ذرا دیکھو تو سہی یہ ''رمضان ٹرانسمیشن ہے۔''

رابی طنزیہ لہجے میں بولی۔

''صحیح کہہ رہی ہو بالکل......'' فائزہ نے فوراً تائید کی۔

''چلیں بھئی اب ہے کپلو کی باری...... جلدی، جلدی آ جائیں۔''

اسی لمحے ساغر نے مائک پر چلا کر کہا۔

''بھائی لوگ...... یہ sagment تو اپنے کام کا ہی نہیں۔'' شیری نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔

''ہاں یار، ہم تمہارے غم میں برابر کے شریک ہیں۔'' عالیان نے مصنوعی افسردگی سے کہا۔ اس دوران دو کپلو کا انتخاب ہو چکا تھا۔

''جی تو انکل کتنے سال ہو گئے ہیں آپ کی شادی کو۔'' ساغر اب منتخب کپل سے بات چیت کر رہا تھا۔

''بیٹا ستائیس سال ہو گئے ہیں۔'' جواب دیا گیا۔

''اوہ...... واؤ...... تو انکل آنٹی آپ کے لیے ٹاسک یہ ہے کہ آنٹی آپ نے یہ شربت سے بھرے گلاس...... پینے ہیں اور انکل آپ نے آنٹی کی حوصلہ افزائی کرنی ہے...... سیکنڈ کپل آپ بھی ایسا ہی کریں گے۔'' اس نے ہدایت کی۔

''اور جو زیادہ گلاس خالی کرے گا اس کے لیے موٹر بائیک...... تو تیار ہیں آپ......'' ساغر نے باری، باری دونوں کپلو کی طرف دیکھا۔

''جی......'' دونوں طرف سے جواب ملا۔

''تو ہو جائیں شروع ایک دو...... گو۔'' ساغر نے چیخ کر کہا۔

''فری جلدی پیو...... جلدی...... ہاں شاباش۔'' پہلی باری تو جوان جوڑے کی تھی اور شوہر، بیوی کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''بھئی دم نہیں ہے آپ کی حوصلہ افزائی میں......ذرا جوش پیدا کرواپنے لہجے میں دوست......'' ساغر کہہ رہا تھا۔

''جلدی پیو فری...... ہمیں بائک جیتنی ہے، شاباش ایک اور گلاس اٹھاؤ۔'' شوہر کہہ رہا تھا مگر اب کی بار وہ لڑکی چوتھا گلاس آدھا ہی پی کر ایک طرف ہوگئی۔

''گلاس بھی تو جگ برابر ہیں۔'' ارم نے آہستہ سے کہا۔

''ہاں یار، ہمت ہے اس کی روزہ کھولنے کے بعد اتنا بھی پی لیا۔'' لاریب نے سرگوشی کی۔

''ہاں تو میرے بھائی ابھی آپ کے پاس وقت باقی ہے بیگم کو کہیں اگر یہ اور پی سکتی ہیں تو...... آخر بائیک کا معاملہ ہے۔'' ساغر نے اسے للچایا۔

''نہیں ساغر بھائی ان کی طبیعت خراب ہوجائے گی۔'' نوجوان نے انکار کردیا۔

''اوہو ہو...... بہت پیار ہے بھئی......جی تو آنٹی اب آپ کی باری ہے اور انکل آپ تو کافی انرجیٹک لگ رہے ہیں، آپ نے آنٹی کی حوصلہ افزائی کرنی ہے......تو ایک دو......گو......'' ساغر نے ایک بار پھر مائک پر قہر ڈھاتے ہوئے کہا۔

''بیگم جلدی پیو......جلدی، جلدی...... ہاں اور پیو......بس پیتی رہو...... دیکھو ہمیں اپنے پیارے بیٹے کے لیے بائیک جیتنی ہے۔'' اور آنٹی صاحبہ گلاس پر گلاس خالی کرتے، کرتے اب ہانپ رہی تھیں مگر ان کے میاں صاحب تھک نہیں رہے تھے۔

''پیو...... میں کہتا ہوں چاہے مرجاؤ مگر پیو......''

''واہ انکل کیا کمال کی حوصلہ افزائی ہے......مزہ آگیا۔'' ساغر قہقہہ لگا کر بولا۔

''پانی سمجھ کر پی جاؤ......'' پانچ گلاس ختم ہوچکے تھے مزید دو باقی تھے۔ ''بیگم کتنی شرم آتی ہے جب ہمارا بیٹا بسوں میں لٹک کر کالج جاتا ہے بس پیتی جاؤ......رکو نہیں......'' یہ حوصلہ افزائی تھی یا خود آپ اپنی تذلیل رابی وغیرہ فیصلہ نہ کرپائے۔ بالآخر آنٹی نے پورے سات گلاس ختم کردیے تھے اور وہ کامیاب قرار پائی تھیں مگر اب الٹیاں کررہی تھیں لائیو پروگرام میں۔ انکل خوشی سے بائیک کی چابی لہرا رہے تھے۔

''ہٹاؤ......لعنت ایسی بائک پہ۔'' وسیم غصے سے بولا۔

''ہاں یار یہ انکل تو کافی selfish ہیں۔'' عالیان نے بھی تپے ہوئے لہجے میں کہا۔

''انکل نہیں بڈھا کہو بڈھا...... یہ عزت دینے کے لائق نہیں ہیں۔'' فہد نے دوٹوک انداز میں کہا تو لڑکیاں جو ابھی آنٹی کے الٹیاں کرنے پر اپنی الٹیاں روک رہی تھیں ہنس پڑیں۔

''آنٹی آپ نے یہ کیسے کرلیا؟'' اب ساغر آنٹی کی طبیعت سنبھل جانے کے بعد انتہائی دلسوز لہجے میں ان سے پوچھ رہا تھا۔

''بس اپنے بیٹے کے لیے۔'' اس سے زیادہ وہ بول نہ پائیں کیونکہ آواز بھرا گئی تھی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

''ناظرین دیکھا آپ نے...... یہ ہوتی ہے ماں کی محبت......'' ساغر نے لہجے کو بوجھل بنا کر کہا۔ ''آپ کے بیٹے کو آپ پر فخر ہونا چاہیے۔''

''میرے جیسا بیٹا ہوتا تو ڈوب کر مرجاتا۔'' فہد نے جملہ ٹانکا۔

''واقعی......ایک ماں کی صحت اور عزت نفس سے کھیل کر بائیک دی جارہی ہے...... یہ کہاں کی انسانیت ہے یار......'' شیری نے بھی تاسف سے کہا......اب پروگرام کا اختتام ہورہا تھا، تحائف بانٹے جارہے تھے اور صورت حال کچھ یوں تھی......لگ رہا تھا کہ کسی مزار کے باہر لنگر تقسیم ہورہا ہے لوگ ایک دوسرے پر گرے جارہے تھے۔

''ساغر بھائی......ساغر بھائی مجھے۔'' لوگوں کی آوازوں نے مچھلی بازار سا بنا رکھا تھا۔

''کیا شہر کے سارے فقیر یہیں آگئے......'' رابی لوگوں کی حرکتیں دیکھ کر بیزاری سے بولی۔ اسی اثنا میں ساغر ان کی نشستوں تک آگیا اور ان لوگوں کو صبر سے بیٹھا دیکھ کر ایک، ایک گفٹ سب کو ہی عنایت کردیا۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

''یہ ہے ہمارے صبر کا انعام......'' شیری نے دانت نکوس کر کہا۔

''مگر ہے کیا اس میں......'' فہد نے تجسس سے کہا۔

''گھر چل کر دیکھیں گے یار...... اب اٹھ جاؤ پروگرام ختم ہوگیا ہے۔'' یہ لوگ آڈیٹوریم سے باہر نکلے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ انکل آنٹی جو ساغر کے سامنے بائیک نہ ہونے کا رونا رو رہے تھے اپنی فیملی سمیت کار میں بیٹھ رہے تھے اور ڈرائیونگ سیٹ پر انکل ہی براجمان ہوئے تھے اگلے ہی لمحے وہ زن سے اپنی گاڑی بھگا لے گئے جبکہ یہ لوگ کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے۔

☆☆☆

''اب تو عقل کے ناخن لے لو نادانو......'' اگلے روز وسیم انہیں سمجھانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔

''ارے وسیم بھائی وہ ساغر کا شو تھا وہاں ایسے ہی ہلڑ بازی ہوتی ہے اب ہم نیہا باجی کے شو میں جائیں گے۔'' روا نے جوش سے کہا۔

''اچھا......کب جائیں گے؟'' وسیم نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''کل کی افطاری نیہا باجی کے ساتھ ہی کریں گے۔'' لاریب یوں بولی جیسے نیہا نے ان کے منہ میں نوالے دیئے ہوں۔

''اُف خدایا......تم لوگوں کا کچھ نہیں بننے والا۔'' وہ ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔

''بس آپ سے اور رابی سے ریکوئسٹ ہے کہ کل آخری بار ہم لوگوں کے ساتھ چلیں پلیز، پلیز، پلیز......'' ارم دونوں ہاتھ جوڑ کر مزاحیہ انداز میں گویا ہوئی۔

''تم لوگ کافی نہیں ہو ان کاموں کے لیے۔'' رابی چھیڑنے والے انداز میں بولی۔

''نہیں...... ہمیں تمہاری اشد ضرورت ہے تمہاری بور شکل دیکھے بغیر ہمیں مزہ نہیں آتا۔'' اب کی بار فائزہ نے کہا۔

''اچھا کل کی کل دیکھی جائے گی ابھی تو عصر کا وقت نکلا جا رہا ہے جلدی سے آ جاؤ وضو کر کے......'' رابی کہتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی تو فائزہ بھی اس کے ہمراہ ہولی۔

☆☆☆

آج یہ سب نیہا کے شو میں موجود تھے۔ بہت روح پرور افطار ٹرانسمیشن تھی۔ نعتوں کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ علما کا پینل بھی موجود تھا۔ قرآن پاک کی تلاوت بھی کی گئی تھی۔ اور اب افطار کا وقت ہوگیا تھا لوگ والیٹیرز سے ایک، ایک کے بجائے دو، دو، تین، تین افطار پیک ہتھیار ہے۔ تھے تاہم کچھ لوگ دیانت داری اور صبر سے اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔

''جی تو بھائیو اور بہنو آپ سب نے افطاری کر لی۔'' نیہا مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''جی......'' لوگوں نے کورس میں جواب دیا۔

''تو پھر ہو جائیں تیار......ہوگی انعامات کی ... بھرمار......'' نیہا اپنے مخصوص انداز میں اناؤنسمنٹ کر رہی تھی۔

''اور آج ہے سرپرائز......جی ہاں سب سے بڑا پرائز...... سمجھے آپ حاضرین......نہیں سمجھے...... ارے بھئی آج سب سے پہلے گاڑی کے لیے کھیلیں گے ہم۔'' نیہا کی آواز نے مائک کو یقیناً جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔ حاضرین کا جوش و خروش بھی دیدنی تھا۔

''تین لڑکیاں یہاں آ جائیں میرے پاس۔'' نیہا نے کہا تو یہ سنتے ہی فائزہ اور لاریب وہاں جا پہنچیں۔ ایک اور لڑکی کا بھی انتخاب ہوا تھا۔

''میری بہنو یہ باکس رکھے ہیں یہاں آپ کے سامنے......آپ نے بس نمبر بتانا ہے ایک سے بیس تک کے نمبرز کے باکس یہاں موجود ہیں، کسی میں گفٹ بھی ہو سکتا ہے اور کسی باکس میں خالی انڈا......اور اگر انڈا نکل آیا تو......؟ تو یہ ہم آپ کو بعد میں بتائیں گے لیکن خوش ہو جائیے کہ ان بیس باکسز میں سے کسی ایک میں کار بھی موجود ہے۔''

''ہو......ہو......ہو۔'' آڈینس نے شور مچایا۔

''جی تو بہن آپ نمبر بتایئے۔'' نیہا نے فائزہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''جی...... نمبر 4۔'' فائزہ نے جھٹ سے اپنا لکی نمبر بتایا۔

''تو دیکھتے ہیں آج آپ کی قسمت میں کیا ہے۔'' نیہا نے کہتے، کہتے باکس کھولا تو اس میں سے ایک عدد انڈا برآمد ہوا۔

''اوہ بیڈلک...... لیکن ہم اس پر بھی آپ کو گفٹ دیں گے کیونکہ ہم کسی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجتے تاہم سزا تو آپ کو بھگتنی ہوگی ناں......کون ہے آپ کے ساتھ......'' ہوسٹ نیہا نے شرمندہ، شرمندہ سی فائزہ سے پوچھا تو فائزہ نے ہاتھ سے اس طرف اشارہ کیا جہاں کزنز کا یہ ٹولا براجمان تھا۔

''آپ میرے بھائی...... کھڑے ہوجائیں گرین شرٹ والے۔'' ہوسٹ نیہا کی نظر انتخاب عالیان پر جاٹھری تھی۔

''ابے میں کب ہوں ساتھ...... تو کھڑا ہو ناں فہد کے بچے۔'' عالیان دانت پیس کر بولا۔

''ایویں ہی......'' فہد چڑانے والے انداز میں اِدھراُدھر دیکھنے لگا۔ چاروناچار عالیان کھڑا ہوگیا۔

''دیکھیں میرے بھائی یہ صرف ایک گیم ہے، گھبرائیں مت...... ہم بس ککڑوں کوں کا میوزک لگائیں گے اور آپ نے مرغے کی طرح ڈانس کرتے ہوئے میرے پاس آنا ہے۔'' نیہا نے اطمینان سے کہا۔

''جی......؟'' یہ سن کر عالیان کے ہوش اُڑ گئے جبکہ فہد، شیری اور تو اور وسیم بھائی بھی ہنس، ہنس کر لوٹ پوٹ ہونے کو تھے، اُدھر فائزہ زمین میں دھنس جانے کو تھی کیونکہ اس سب کی ذمے دار وہی تو تھی جبکہ رابی، ردا اور ارم اپنی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش کررہی تھیں۔

''جا بھئی جا یونی کے چاکلیٹی ہیرو...... ککڑوں کوں......'' فہد نے اسے چڑایا تو عالیان نے خار بھری نگاہوں سے اسے گھورا مگر اگلے ہی پل اس کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی...... دماغ میں تجویز ہی ایسی آئی تھی۔

''نیہا باجی میرے ساتھ ایک مرغا اور بھی ہے اور وہ ڈانس بھی مجھ سے زیادہ اچھا کرتا ہے، آپ کے زبردست پروگرام کی رونق دوبالا ہوجائے گی...... پلیز آپ اسے کہیں کہ وہ بھی اس خوب صورت سیگمنٹ میں میرا ساتھ دے......'' عالیان نے نہایت مؤدبانہ انداز میں کہا۔

''اچھا بھئی یہ تو اور مزے کی بات ہے، چلیں بھئی کھڑے ہوجائیں کون ہے ان کے ساتھ......'' نیہا کہہ رہی تھی جبکہ شیری اور فہد کے دل اچھل کر حلق میں آگئے تھے۔

''جی یہ فہد......'' عالیان نے پیار بھری نگاہوں سے فہد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو شیری کی جان میں جان آئی۔ جبکہ فہد نے کھا جانے والی نظروں سے عالیان کو گھورا۔

''چلو بھئی شروع ہوجاؤ یونی کے چاکلیٹی ہیرو......'' عالیان نے فہد کا جملہ اسی کو لوٹاتے ہوئے کہا...... اگلے ہی لمحہ آڈیٹوریم ککڑوں کوں...... کے زوردار میوزک اور آواز سے گونج اٹھا جبکہ عالیان اور فہد اس پر ڈانس کرتے اسٹیج کی طرف جارہے تھے۔ فہد نے دونوں ہاتھ جوڑ کر سر پر کلغی سی بنا رکھی تھی جبکہ عالیان نے دونوں ہاتھوں کو سر پر سے ماتھے پر لٹکایا ہوا تھا یہی اس پرفارمنس کی شرط بھی تھی۔ اب اپنی، اپنی یونیورسٹی جاکر دوستوں میں ان کا کتنا ریکارڈ بجنا تھا یہ بعد کی بات تھی۔ وسیم بھائی تو پھر بھی ہنسی کنٹرول کرچکے تھے تاہم شیری تو پاگلوں کی طرح قہقہے لگارہا تھا اور اس کے قہقہے اس وقت بند ہوئے جب لاریب کی قسمت بھی ایک انڈے نے آکر پھوڑ دی۔

''آپ کے ساتھ کون ہے بہن......؟'' نیہا (ہوسٹ) مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''میرے بھائی ہیں۔'' لاریب نے شیری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو اس کی ہنسی کو بریک لگ گئے۔

''جی تو آجائیں آپ بھائی صاحب...... آپ کے تو بالوں کا اسٹائل بھی مرغے جیسا بنا ہوا ہے۔''

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

شیری نے دونوں طرف کے بال بیچ میں اٹھا کر جیل سے سیٹ کیے ہوئے تھے۔

عالیان اور فہد کے قہقہے بے ساختہ تھے، ارم، ردا اور رابی بھی صورت حال کو پوری طرح انجوائے کر رہی تھیں جبکہ وسیم اپنی جان بچ جانے پر خیر منا رہا تھا۔

ککڑوں کوں...... زور دار آواز آئی پھر میوزک بجا اور شیری اچھلتا کودتا اسٹیج کی طرف بڑھنے لگا۔

اس سیگمنٹ کے آخر میں دونوں لڑکیوں کو علیحدہ، علیحدہ فوڈ فیکٹری اور لڑکوں کو بیچ موبائل عنایت کیے گئے اور اب آج کی رمضان ٹرانسمیشن کا اختتام ہونے سے پہلے حاضرین میں تحائف کی تقسیم بلکہ لوٹ مار ہو رہی تھی۔ ایک گفٹ پیک شیری کے ہاتھوں میں آیا ہی چاہتا تھا کہ پچھلی رو سے کسی نے جھپٹ لیا، شیری نے غصے سے پلٹ کر دیکھا تو ان کے گھر کام کرنے والی ملازمہ وہ گفٹ دبوچے دانت نکوس رہی تھی۔

''شیری بھائی آپ نے بڑا چنگا مرغا ڈانس کیا مگر آپ کے حیدر آباد والے بھائی نے اس سے بھی چنگا ڈانس کیا۔'' شیری پر تو گھڑوں پانی پڑ ہی گیا تھا مگر عالیان بھی کھسیا کر رہ گیا جبکہ فہد بے نیازی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

''فہد بھائی جان آپ بھی کسی سے کم نہیں ہو سچ بالکل مرغا لگ رہے تھے۔'' ماسی کی اگلی بات پر فہد نے تڑپ کر پچھلی رو کی طرف دیکھا۔ جہاں صرف ماسی ہی نہیں اس کے چھ عدد بچے ایک عدد شوہر اور ساس بھی موجود تھیں۔ سب کے ہاتھوں میں گفٹ موجود تھے جو انہوں نے چھین جھپٹ کر حاصل کر لیے تھے۔

''تم یہاں کہاں بھئی؟'' ردا نے ذرا نخوت سے پوچھا۔

''کیوں باجی جی...... ہم نہیں آسکتے کیا یہاں، وہ دیکھو پچھلی طرف میری دو بہنوں کی فیملیاں بھی آئی ہیں اور وہ دوسری طرف دیکھو میرے دیور، جیٹھ بھی اپنے گھر والوں کے ساتھ آئے ہیں...... بھئی رمضان کے انعاموں پر ہمارا بھی تو حق ہے ناں......'' ملازمہ حق جتاتے ہوئے بولی۔

''اور ہم بھلا یہاں کس لیے آئے ہیں؟'' رابی نے معنی خیز انداز میں ردا وغیرہ کی طرف دیکھ کر کہا تو ان لوگوں سے کوئی جواب نہ بن پڑا تھا۔

☆☆☆

''کیا ہوا بھئی...... تم لوگ کہیں فون وغیرہ نہیں کر رہے؟'' سب سے پہلے وسیم نے نوٹس لیا۔

''وسیم بھائی ہماری سمجھ میں آگیا ہے۔'' لاریب نے کہا۔

''کیا سمجھ میں آگیا ہے؟'' وسیم نے پوچھا۔

''یہی کہ رمضان'' انعام'' ہے۔'' ارم نے جذب کے عالم میں کہا۔

''تو ......؟ انعام لینے پروگرامز میں نہیں جانا کیا؟'' اب کی بار رابی نے سوال کیا۔

''نہیں، رابی یار...... ہماری سمجھ میں آگیا ہے کہ انعام ہمیں ان پروگرامز میں نہیں بلکہ رمضان المبارک کی ان بابرکت ساعتوں اور عبادتوں میں ملے گا جن کے ذریعے ہم اپنے رب سے قریب ہو جاتے ہیں۔'' فائزہ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں یار، اس چکر میں میرے دو روزے قضا ہو گئے...... کتنی ہی نمازیں قضا ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔'' ردا نے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔

''اور پھر امیج الگ خراب ہوتا ہے لوگ جس طرح وہاں گڑگڑا کر گفٹ مانگتے ہیں یوں لگتا ہے جیسے ماڈرن فقیر آگئے ہیں۔'' فہد نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

''سوالوں کے جواب پر گفٹ ملے تو اچھی بات ہے مگر اس طرح مانگ کر لینا یا پھر چھیننا' جھپٹنا یہ انسانیت کی تذلیل کے مترادف ہے۔'' وسیم نے کہا۔

''کوئی ڈیسنٹ پروگرام ہو تو جانے میں کوئی حرج نہیں لیکن عبادتوں کی مکمل ادائیگی کے ساتھ...... کیونکہ سچ تو یہ ہے کہ ہمارا ''انعام'' تو پورا ماہِ رمضان اور اس کی عبادات ہی تو ہیں۔'' رابی نے عقیدت سے کہا تو سب ہی مسکرا دیے۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

"ارے......" قلم چلتے، چلتے رکا تو وہ بے اختیار کہہ اٹھی۔ ایک آدھ لفظ لکھنے کے بعد قلم لکھنے سے انکاری ہوگیا تھا۔

نوکِ زبان سے نوکِ قلم کو تر کیا مگر یہ سعی بھی ناکام ٹھہری۔

"اُف......اسے بھی ابھی ختم ہونا تھا۔" وہ تاسف بھرے لہجے میں خود سے بولی۔

الماری، دراز، پین ہولڈر غرض... ہر جگہ تلاش کیا مگر مطلوبہ شے کہیں نہ ملی......وہ نڈھال سی ہوکر دوبارہ کرسی پر آ بیٹھی......اور خالی پین کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی کہ شاید کوئی معجزہ رونما ہوجائے اور قلم چل پڑے......لکھنے کا تسلسل ٹوٹا تو وہ سخت بیزار ہونے لگی۔ یہ پہلی بار نہیں ہوا تھا......قلم کی دغا بازی اکثر و بیشتر جاری رہتی تھی۔ کبھی روشنائی ختم تو کبھی صفحے تمام ہوتے تو وہ بے حد مضطرب ہوجاتی......دل ودماغ میں آنے والے الفاظ بے قراری سے مچل، مچل جاتے...... چلّانے لگتے۔

"ہمیں سطحِ قرطاس پہ اتار لڑکی......" مگر وہ مجبور تھی قلم کے بغیر لکھنے کا تصور بیکار تھا۔

"نہ جانے یہ مجبوریاں اور رکاوٹیں ہم جیسوں کی راہ میں کیوں آتی ہیں جو پہلے ہی حالات کی مار کھا رہے ہوتے ہیں...... ہمیں ہی ستاتی ہیں اور جان جلاتی

چاند مسکرایا ہے

حنا بشریٰ



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ہیں کہ بے بسی کا احساس اور شدت سے ہونے لگتا ہے۔'' کائنات کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

اب وہ جانتی تھی کہ ایک پین حاصل کرنا بھی اس کے لیے کسی اذیت سے کم نہ تھا...... گھر والوں کی ڈانٹ ڈپٹ، طنز و طعنے اور ذلت آمیز جملے اور...... اور منور بھائی کے تھپڑ، کائنات کے ہاتھ بے اختیار اپنے دونوں گالوں پر ٹھہر گئے۔ اسے یاد تھا کہ پچھلے مہینے کچھ ٹوٹا پھوٹا سامان بیچ کر قلم حاصل کیے تھے اور انہیں احتیاط سے الماری میں چھپا کر رکھ دیا تھا جو اس کی متاعِ عزیز تھے۔

''کاش قلم کا کوئی اور نعم البدل بھی ہوتا......''

اس نے دلگرفتگی سے سوچا۔

''ہائے کاش...... اگر......'' کتنے ہی ایسے الفاظ بے بسی کا رونا روتے ہوئے سرد آہوں کے ساتھ کائنات کے منہ سے نکل پڑے۔

سب کچھ حاصل نہیں ہوتا زندگی میں
کسی کی کاش کسی کا اگر رہ ہی جاتا ہے

اس کی سوچوں کے تسلسل کو دستک کی تیز آواز نے توڑا...... دروازہ یوں بجایا گیا جیسے توڑ دیا جائے گا...... کائنات نے جوتے پاؤں میں اڑسے...... بالوں کا ہیئر بینڈ تیزی سے کاغذ کے پلندے کے گرد لپیٹا اور الماری میں چھپا دیا۔

''آ رہی ہوں......'' آواز لگاتے ہوئے وہ تیزی سے دروازے کی جانب بڑھی۔

''کہاں مر گئے تھے سب......'' لہو رنگ آنکھیں کرخت لہجہ اور تنا ہوا چہرہ لیے منور بھائی حسبِ معمول حالتِ جلال میں تھے۔

''وہ بھائی...... دراصل...... میں......'' اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو چپ ہو گئی۔

''دوں ایک الٹے ہاتھ کا تھپڑ......'' منور بھائی نے کہتے ہوئے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اشارہ بھی کیا۔

کائنات لرز کر رہ گئی۔

''کیا بھائی، بھائی کی رٹ لگا رکھی ہے، بہری ہو گئی تھی۔'' وہ غصے سے دہاڑے۔

یکا یک نگاہ بہن کے ہونٹوں پر پڑی مگر تیزی سے ہٹا بھی لی۔

''اچھا...... کاغذوں میں سر دیے بیٹھی تھی جو دروازہ بجنے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔'' منور بھائی کو جیسے الہام ہوا تھا...... کہ کائنات کچھ دیر پہلے کیا کر رہی تھی۔

''نہیں بھائی...... میں تو کچھ نہیں لکھ رہی تھی۔''

وہ سچ بول رہی تھی کیونکہ پین کی سیاہی ختم ہونے کی وجہ سے وہ واقعی کچھ نہیں لکھ رہی تھی۔

''اچھا...... کچھ نہیں لکھ رہی تھی۔'' منو بھائی نے خونخوار انداز میں اس کا جملہ دُہرایا اور بازو سے کھینچتے ہوئے واش بیسن کے عین اوپر لگے آئینے کے سامنے لا کھڑا کیا۔

ہونٹوں پر نیلی روشنائی کا نقطہ اس کی چغلی کھا گیا تھا۔ منور بھائی نہ تو گیانی تھے اور نہ ہی انہیں الہام ہوا تھا...... معمولی سا یہ نقطہ ثبوت کے لیے کافی تھا...... نچلے ہونٹ کو دانتوں تلے دبایا مگر شامت تو آ چکی تھی...... وہ مجرم بنی صحن میں کھڑی منور بھائی کی گرج برس سن رہی تھی کہ سب سوئے ہوئے افراد بھی جاگ گئے۔

''ایک گھنٹے سے میں کھڑا دروازہ پیٹ رہا ہوں مگر مجال ہے کہ محترمہ کے کان میں آواز پڑ جاتی۔ باقی سب تو سو رہے تھے مگر...... تم تو جاگ رہی تھیں اور بانو قدسیہ بنی قلم تھامے افسانے تخلیق کیے جا رہے تھے۔ ہوش ہی کہاں تھا کہ کوئی باہر کھڑا ہے۔ ایک تو جانوروں کی طرح دن بھر مشقت کر کے آؤ اور گھر والوں کے یہ طور طریقے ہیں۔'' منور بھائی تیز مزاج عورتوں کی طرح چنگھاڑ رہے تھے۔

باقی سب جو جاگ چکے تھے منور بھائی کی حمایت میں تائیدی انداز میں سر ہلا رہے تھے اور کائنات کو گھور رہے تھے اور حمایت کرتے بھی کیوں نہیں آخر کو وہ گھر کے سربراہ تھے۔ اماں، ابا کے انتقال کے بعد منور بھائی نے ہی چھوٹے بہن، بھائیوں کو پال پوس کر جوان کیا تھا...... چار عدد بھائیوں کو گریجویشن کروا کر اپنے پیروں پر کھڑا کیا مگر اکلوتی بہن کے معاملے میں

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

تعلیم کو گول کر گئے۔

''بھئی لڑکیوں کی تعلیم کا کیا فائدہ ہے..... کرنی تو چولھا ہانڈی ہی ہے، شوہر کی خدمت کرنی ہے پھر بیکار میں ان پر پیسہ ضائع کیا جائے۔ تعلیم پر الگ خرچ اور پھر جہیز بھی دو..... ہم کون سا قارون کے خزانے پر بیٹھے ہیں۔'' منور بھائی کی زوجہ محترمہ نے آتے ہی منور صاحب کو جو پٹی پڑھائی تو پھر انہوں نے بہن کے حوالے سے ہر معاملے میں آنکھوں پر پٹی باندھ لی۔

''ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے لڑکیوں کو پڑھائیں..... ہم نے کون سا ان سے نوکریاں کروانی ہیں.....اور ہم پر تو حرام ہے کہ بہن کی کمائی کا ایک دھیلا بھی.....'' اٹھتے، بیٹھتے منور بھائی نے اپنی (پیرنی بیوی) کا عنایت کردہ ورد شروع کیا تو باقی چھوٹے بھائیوں کو بھی رٹا دیا۔

''بالکل بھائی جی..... سو فی صد درست فرمایا۔ ہم نے کون سا بہن کی کمائی کھانی ہے جو پڑھائیں لکھائیں۔ اللہ اس وقت سے پہلے ہمیں موت دے دے۔'' چھوٹے بھائیوں نے رٹو طوطے کی طرح سبق دُہرایا۔

یوں... کائنات کی طرف سے سب بالکل ہی بے پروا ہوگئے..... اسکول جانا بند، کتابیں، بیگ ردی والے کی نذر۔ میٹرک بھی مکمل نہ ہو پایا کہ اسے بھابیوں کی شاگردی میں دے دیا گیا کہ گھرداری سیکھی جائے۔

''تم نے کون سا پڑھ لکھ کر علامہ بن جانا ہے۔'' کائنات کی افسردہ شکل دیکھ کر بھابیوں نے خوب زہر اگلا۔

☆☆☆

گھر بھر کے طعنوں سے دلبرداشتہ ہو کر کائنات دادی کی گود میں منہ چھپائے روتی رہی..... والدین کے انتقال کے بعد ایک دادی ہی اس کا واحد سہارا تھیں۔ بوڑھا، کمزور مگر سایہ دار اور مہربان..... جو اس کے جلتے بدن کو ٹھنڈک دیتا..... وہ دل کی ساری باتیں صرف دادی سے ہی کرتی..... منور بھائی کے ہتک آمیز رویے نے اس کی روح کو گھائل کر دیا تھا اور باقی سب بھی منور بھائی کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے۔

''چپ ہو جا میری بچی..... کیوں رو، رو کر ہلکان ہو رہی ہے..... جانتی بھی ہے کہ تجھے روتا دیکھ کر مجھے کتنی اذیت ہوتی ہے۔'' دادی کا جھریوں بھرا ہاتھ کائنات کے سر کو سہلانے لگا۔

''اور میری اذیت.....'' وہ روتے ہوئے بولی۔

''اس کا کسی کو اندازہ نہیں ہے۔'' کائنات بے تحاشا رو رہی تھی کہ دادی اسے سنبھال نہ پا رہی تھیں۔

''کیا کوئی گناہ کر رہی تھی جس پر مجھے اتنا ذلیل کیا گیا.....لوگ ظلم و زیادتی کرتے ہیں، حق مارتے ہیں اور پھر بھی اکڑ، اکڑ کر چلتے ہیں.....'' وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

دادی نم آنکھوں سے اسے روتا دیکھ رہی تھیں۔

''دادی، صرف لکھ ہی تو رہی تھی اور کیا کر رہی تھی اور میری زندگی میں ہے ہی کیا۔'' کائنات اتنی بے بسی سے بولی کہ دادی کے دل کی رگیں کٹنے لگیں۔

''نہ رو میری بچی..... یہ سب غلط ہیں..... ایک نہ ایک دن انہیں اپنی غلطیوں کا احساس ہوگا۔'' دادی نے اسے تسلی دی۔

''انہیں کبھی احساس نہیں ہوگا دادی..... کتنا شوق تھا مجھے پڑھنے کا..... بابا کہتے تھے کہ میری کائنات ڈاکٹر بنے گی..... مگر ان سب نے مجھے پڑھنے بھی نہ دیا۔ میں نے صبر کر لیا..... میٹرک بھی نہ کر سکی..... پتا ہے دادی کوئی پوچھتا ہے کہ تمہاری تعلیم کتنی ہے تو کتنی ذلت محسوس ہوتی ہے۔'' کائنات کی بھیگی آنکھیں دادی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

''اگر اللہ نے کم تعلیم کے باوجود میرے اندر لکھنے کی صلاحیت رکھی ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ لکھوں نہ تو کیا کروں..... اپنا گلا گھونٹ لوں، اس لیے کہ میں ایک لڑکی ہوں، مجبور ہوں، بے بس ہوں..... ان کے در پر پڑی ہوں، تخلیقی اور ترقی کے کام کرنا مجھ پر حرام ہیں.....'' کائنات روتے، روتے خود کو کوسنے لگی۔

''ارے میری بچی..... کیوں خود کو برا بھلا کہہ رہی ہے۔ خدا نے چاہا تو سب مشکلات دور ہو جائیں

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

گی...... ''مشکل'' کے چار حرف اس ذات کے سامنے ''سہل'' کے تین حرف بن جاتے ہیں...... تم حوصلہ کرو، ہمت کرو...... اچھا وقت دور نہیں...... تم کوئی غلط کام نہیں کر رہیں...... لکھنا لکھانا تو بڑی پیاری نعمت ہے جو اللہ ان لوگوں کو عطا کرتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے......'' دادی نے مسکراتے ہوئے اس کے بھیگے گال پونچھے اور حتی المقدور اسے تسلی دی۔ کائنات کا زخمی دل پھر سے سنبھلنے لگا اور آنسو تھمنے لگے۔

''یہ لو......'' سفید ململ کے سوتی دوپٹے سے دادی نے سرخ نوٹ نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔ کائنات کو پاکٹ منی تو ملتی نہیں تھی...... دادی ہی اس کی خفیہ مدد کرتی تھیں۔

''مجھے نہیں چاہیے آپ کے لاڈلوں کی کمائی سے کچھ......'' کائنات نے دادی کا ہاتھ پرے کر دیا تو دادی کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ جانتی تھیں کہ ابھی غصے میں ہے نہیں لے رہی جب لکھنے کے لیے بے قراری ہو گی تو خود ہی دادی کی اجازت کے بغیر دوپٹے سے پیسے نکال لے گی اور سب چیزیں منگوا کر دادی کو حساب کتاب بھی بتائے گی۔ سب چیزیں آنے کی خوشی اس کے چہرے پر چمک رہی ہو گی...... خود سے لڑتی جھگڑتی کائنات سو چکی تھی...... آنسو اب بھی اس کی لانبی پلکوں پر چمک رہے تھے۔ دادی نے جھک کر اس کی روشن پیشانی چوم لی...... اور وہ سرخ نوٹ چپکے سے کائنات کے آنچل میں باندھ دیا...... وہ جانتی تھیں کہ جلد یا بدیر اسے ان پیسوں کی ضرورت پڑے گی۔

☆☆☆

پوری کائنات میں سحر کا اجالا پھیل چکا تھا۔ ٹھنڈی بادِ نسیم، گنجشک (پرندہ) کی چہکار اور آنگن کی کیاریوں میں گیلی مٹی کی سوندھی، سوندھی مہک دل و دماغ کو پُرسکون کر رہی تھی...... مگر کائنات اب بھی نڈھال سی تھی۔ اپنوں کی بے پروائی اور بے حسی اسے رُلا رہی تھی۔ بظاہر وہ کاموں میں مصروف تھی مگر سوچ کا پنچھی بے ترتیبی سے محوِ پرواز تھا...... کبھی پرواز میں تیزی آ جاتی تو کبھی کمی...... کبھی کوئی رکاوٹ آڑے آ جاتی۔

''سوجی، بیسن، گھی، کھجوریں......'' منور بھائی کی بیوی رمشہ بھابی تخت پر دادی کے پاس بیٹھی لسٹ بنا رہی تھیں۔ وقفے، وقفے سے باقی لوگوں کو بھی مخاطب کرتی۔

''بھابی چینی کی بوری منگوا لیں۔'' یہ منجھلی تھی۔

''چلو یہ ٹھیک رہے گا......'' رمشہ متفق ہوئی۔

''اور شربت کی بوتلیں کتنی منگوانی ہیں؟'' رمشہ نے پھر پوچھا۔

''بھابی، تقریباً دس تو منگوا لیں...... گرمی کے روزے ہیں پھر افطاری بھی چلتی رہتی ہے...... دوستوں، رشتے داروں کی۔'' چھوٹی بھابی نے اپنی رائے دی۔

اتفاق رائے سے رمضان لسٹ تیار ہو گئی تھی...... اتفاق تو ہونا ہی تھا کیونکہ سب بھائیوں نے اپنا، اپنا حصہ ڈالا تھا۔ ورنہ یہ مشاورت اس قدر خوشگوار کیسے ہو سکتی تھی بھلا......

''کائنات...... تم نے کچھ منگوانا ہے؟'' مغموم سی کائنات سے کسی نے پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا تو دادی نے اسے پکارا بھلے سے سارا گھر اسے نظر انداز کر دے مگر وہ اس سے کبھی غافل نہیں ہوتیں۔

''کچھ نہیں دادی......'' وہ بے دلی سے بولی مگر نگاہیں بھابی کے ہاتھوں کی جانب تھیں۔ دوپٹے کا پلو مروڑتے ہوئے وہ خاصی مضطرب سی لگی۔ بھابی کچھ سمجھ نہ پائیں۔

''کیا بات ہے یوں چپ کیوں ہو؟ کچھ منگوانا ہے تو بتاؤ ورنہ بعد میں خواہ مخواہ شور مچاؤ گی...... پھر تمہارے بھائی کو غصہ آئے گا۔'' رمشہ بھابی نے کہا۔

''کیا بات ہے، کیا دیکھ رہی ہو؟'' دادی نے کوفت سے اسے جھنجوڑا۔

کائنات کی محویت نہ ٹوٹی تو رمشہ نے اسے ناگواری سے گھورا۔

''لو جی...... لسٹ تو تیار ہوئی......'' پین کا کیپ

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

چڑھاتے ہوئے رمشہ بھابی نے ڈائری پر رکھا..... لسٹ کا صفحہ پھاڑا اور لے کر اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ میدان خالی ہوا تو کائنات کی پُراسرار خاموشی اور محویت ٹوٹی.....اِدھراُدھر دیکھا۔ دادی کے سوا کوئی متوجہ نہ تھا سب اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ڈائری سے قلم نکالا اور کمرے کی جانب بھاگی.....اب مزید بیٹھنا بیکار تھا۔ دادی کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

☆☆☆

''آزادی، من مرضی پوری کرنا.....تازہ ہوا کے لیے بند کواڑوں کو کھولنا، راستے کی رکاوٹوں کو ٹھوکر مار کر ہٹا دینا اور اپنے لیے آزادی کی راہ نکال لینا.....کیا ان سب چیزوں پر صرف مردوں کا حق ہے؟ کیا دنیا صرف مردوں کے لیے بنائی گئی ہے۔ عورتوں کے بنیادی حقوق بھی سلب کرنا مردوں کا محبوب مشغلہ ہے جسے وہ بھرپور طریقے سے نبھاتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ وہ... بااختیار ہوتے ہیں عورتوں کے حاکم ہیں اور کسی کے آگے جواب دہ نہیں۔'' دو موٹے، موٹے آنسو کائنات کی آنکھوں سے نکلے اور صفحے کو بھگو گئے..... ہاتھ بے اختیار رکا..... قلم پر گرفت کمزور ہوئی تو قلم رکھ دیا...... روح گھائل اور تن بے کل سا ہونے لگا..... ہاتھ کی پشت سے بہتے آنسو پونچھ ڈالے۔

صرف ایک قلم کے لیے اسے کتنی تگ و دو کرنی پڑی تھی۔ اپنی بے بسی اسے رُلا رہی تھی۔

''عورت کو اپنے معمولی سے شوق کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے اور مرد وہ کچھ بھی چھوڑنے کے حق میں نہیں ہوتا..... آخر کیا برائی ہے لکھنے میں..... معمولی سا خرچہ آتا ہے..... اعدد قلم اور چند کورے کاغذ.....'' اپنی تحریر پوسٹ کرنے کے لیے وہ کسی کو زحمت نہیں دیتی تھی۔ خود جا کر پوسٹ کر آتی تھی۔

''تعلیم بھی مکمل کرنے نہ دی اور اب یہ ذرا سا شوق بھی کسی کو گوارا نہیں.....'' دوپٹے سے اپنی آنکھیں خشک کرتے ہوئے وہ بڑبڑائی۔

''یہ لائٹ کیوں جلا رکھی ہے؟'' منور بھائی کی گرجدار آواز پر لرز کر رہ گئی۔

دل کے طاقچے میں رکھا ننھا سا چراغ...
پھڑپھڑایا.....جس کی لو مدھم ہونے لگی۔

''بجلی اتنی مہنگی ہو گئی ہے.....یہ بل اپنی جیب سے دیتی ہے جو رات، رات بھر لائٹ جلا کر صفحے کالے کرتی رہتی ہے.....ابا کوئی قارون کا خزانہ نہیں چھوڑ کر گئے.....جو میں اس کی فضولیات کے لیے پیسہ لٹاتا پھروں.....بجلی کا بل ادا کرنا پڑے تو ہوش ٹھکانے آجائیں گے نواب زادی کے۔'' منور بھائی کے الفاظ نشتر کی طرح اس کے وجود کے آر پار ہونے لگے...... اس نے سرعت سے اٹھ کر لائٹ آف کر دی۔ وہ ابھی اپنی محرومیوں کا رونا رو رہی تھی کہ ایک اور مجبوری سامنے آ کھڑی ہوئی.....وہ بے آواز رونے لگی۔

''دادی.....سمجھالیں اپنی لاڈلی کو میرے پاس اس کی فضول خرچیوں کے لیے ایک پیسہ بھی نہیں ہے، یہ مہارانی بنی ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے یوں آرام سے قلم چلاتی رہے.....کیا ملتا ہے آخر اسے اپنی الٹی پلٹی تحریروں سے.....کبھی ان پڑھ بھی ادیب بنے ہیں.....'' منور بھائی طنزیہ بولے تو کائنات کے اردگرد رنج والم کا اندھیرا سا پھیل گیا.....جس میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

''نہ جانے وہ سحر کب پھوٹے گی جو ہر طرف اجالا ہی اجالا کر دے گی..... جب غم کا سورج ڈوب جائے گا اور خوشیوں کا چاند مسکرائے گا.....؟'' زاروقطار روتے وہ خود سے پوچھ رہی تھی مگر جواب ندارد...... تاحدِ نگاہ اندھیرا ہی اندھیرا دکھائی دیا۔

☆☆☆

''دادی.....میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔'' لہجہ کرب کا سمندر بنا ہوا تھا۔

''کیسا فیصلہ؟'' دادی اس کی موٹی سی چوٹی کو آخری بل دے کر ربڑ بینڈ سے باندھ رہی تھیں۔ وہ اپنا ہر کام خود کرتی تھی..... بلکہ پورے گھر کا کام...... بھائیوں کے بچوں کو سنبھالنا، ان کے چھوٹے موٹے

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کام کرنا، کسی کام کے حوالے سے وہ گھر والوں پر بوجھ نہ تھی مگر چوٹی وہ اب بھی دادی کے ہاتھوں سے ہی بنواتی تھی...... چند لمحوں میں اسے لگتا کہ وہ چھوٹی سی بچی ہے جو تتلیوں کے پیچھے بھاگتی ہے جو راتوں کو جگنوؤں کو تلاش کرتی ہے جو بے فکری سے نیند کی وادی میں اتر جاتی ہے تو پریاں اسے جھولا جھلانے آجاتی ہیں۔

''میں لکھنا چھوڑ دوں گی......'' کائنات بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''پگلی...... منور کی باتوں کو دل پر نہ لیا کر...... وہ دن دور نہیں جب میری لاڈلی کا بڑا نام ہوگا...... پھر دیکھنا یہی سب جو آج تیرے مخالف ہیں کل رشک بھری نظروں سے دیکھیں گے تجھے......؟'' دادی بوڑھی ضرور تھیں مگر حوصلہ جوانوں سے بھی زیادہ تھا۔

''ایسا تو صرف خوابوں میں ہی ہوسکتا ہے۔'' وہ مایوسی سے بولی۔

''مایوسی کفر ہے بیٹا...... اللہ کو سخت ناپسند ہے...... ایک لکھنے والا جب ایسی باتیں کرے گا تو پھر اپنے قلم کے ذریعے دوسروں کو کیسے اندھیروں سے نکالے گا۔'' دادی ناصحانہ انداز میں بولیں۔

کائنات آنسو بہاتے ہوئے دادی کی باتوں پر غور کررہی تھی...... ایک دادی ہی تو تھیں جو اس کا حوصلہ بڑھاتیں اور ہمت دلاتیں...... یکا یک فون کی بیل گنگنائی۔

''ارے کائنات کہاں غائب ہو...... تمہارے افسانے نے تو دھوم مچادی ہے، کیا کمال لکھتی ہو...... خدا داد صلاحیت پائی ہے...... سمندر کو کوزے میں قید کرنے کا ہنر جانتی ہو...... بہت کم ہوتے ہیں جو اپنے قلم کے جادو سے پڑھنے والوں کو جکڑ لیں......'' ایک معروف رسالے کی ایڈیٹر کے الفاظ کائنات کے اندر نئی روح پھونک گئے۔

پہلے آنکھیں دکھ سے برس رہی تھیں اب خوشی سے آنسو بہا رہی تھیں۔ ''واقعی......؟'' وہ بے یقین سی تھی۔

''آپ سچ کہہ رہی ہیں یا پھر میرا دل رکھ رہی ہیں؟'' وہ بھیگے، بھیگے لہجے میں بولی۔

''ارے...... کسی عام سا لکھنے والے کی اتنی تعریف کر کے میں نے اپنا رسالہ بند کروانا ہے...... جوہری صرف اصلی ہیرا تلاش کرتا ہے اور میرا ادارہ خوش قسمت ہے کہ تم جیسا ہیرا ڈھونڈ نکالا۔'' ایڈیٹر صاحبہ نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے شگفتگی سے قہقہہ بھی لگایا۔

کائنات دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر ادا کرنے لگی۔

''کائنات...... تم نے ابھی تک اپنا افسانہ نہیں پڑھا......؟'' وہ حیران ہوتے ہوئے بولیں۔

''وہ...... دراصل...... ابھی پڑھ نہیں پائی......'' وہ بہانہ بناتے ہوئے بولی۔

وہ کیا بتاتی کہ رسالہ خریدنے کے لیے رقم کہاں سے لاتی...... جب ڈائجسٹ پرانا ہوکر ردی والے کے پاس آئے گا تو پھر اپنی تحریر پڑھے گی۔

''محترمہ...... اب آپ ادارے کی باقاعدہ رائٹر بن گئی ہیں اس لیے آپ کا مستقل رسالہ بھی لگا دیا گیا ہے اور ہر تحریر پر اعزازیہ بھی ملے گا...... بس ذرا تیزی سے ہاتھ چلاؤ...... بھئی تمہاری تحریروں کا تو انتظار کرتے ہیں قارئین!'' ایک ساتھ اتنی خوشیاں...... کائنات خوشی سے جھوم اٹھی...... وہ جو چند لمحے پہلے نہ لکھنے کا ارادہ باندھ رہی تھی، اڑنچھو ہوگیا...... مایوسی کے گہرے بادل چھٹنے لگے۔

''بھئی، بڑے دل والے ہوتے ہیں یہ لکھنے لکھانے والے...... اپنے لکھنے والوں کو رسالے کی کاپی بھیج کر تو بہت احسان کرتے ہیں خاص کر غریب رائٹر کا تو بھلا ہی ہوجاتا ہے۔'' دادی بہت دل سے بولیں تو کائنات کو ان کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملاتے نظر آئے۔

''بس اب دیر نہ کرنا کائنات...... فوراً سے تحریر لکھ ڈال...... چند دن بعد رمضان کا چاند نظر آجائے گا...... پھر کاموں کی مصروفیت میں لکھنے کے لیے ٹائم نکالنا دشوار ہوگا...... اور ایک تو یہ ارادہ باندھنے چھوڑ دے کہ میں لکھنا چھوڑ دوں گی بس میں تیرا بڑا نام دیکھنا چاہتی ہوں۔'' دادی یوں بولیں تو کائنات ہنس

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

پڑی...... اسے ہنستا دیکھ کر وہ بھی مسکرانے لگیں۔

''اور یہ لے......'' دادی نے چپکے سے اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا دادی......؟'' کائنات نا سمجھی سے بولی۔

''کچھ پین، کاغذ اور ایک دو موم بتی بھی لے لینا...... لکھنے کے واسطے......'' دادی سرگوشی میں بولیں کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔

''دادی مجھے نہیں چاہیے......'' وہ نروٹھے پن سے بولی۔

وہ اب بھی خفا تھی...... خاص کر منور بھائی سے...... جنہوں نے شادی کے بعد سے ایسی آنکھیں بدلیں جیسے کائنات ان کی سوتیلی بہن ہو...... ذہن کے پردوں پر ماضی کی یادیں تاروں کی طرح جھلملانے لگیں۔ جب منور بھائی اسے گود میں اٹھائے پھرتے تھے...... ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھتے تھے رات کو اپنے ہاتھوں سے دودھ کا گلاس لا کر دیتے تھے...... سینے سے لگا کر کہتے...... گڑیا تیرا باپ مرا نہیں زندہ ہے...... تو غم نہ کرنا...... میں تمہارا بھائی بھی ہوں اور باپ بھی...... مگر شادی کے بعد تو منور بھائی ایسے بدلے کہ اب تو کائنات کے دشمن بن گئے تھے...... اپنی اولاد ہونے کے بعد تو کائنات کا وجود بوجھ لگنے لگا تھا۔

''یہ بھائی بھی عجیب ہوتے ہیں...... وقت گزرنے کے ساتھ ،ساتھ بالکل بدل جاتے ہیں کہ بہنیں اپنا بھائی ڈھونڈتی رہ جاتی ہیں اور مائیں اپنا بیٹا...... مگر بہنوں اور ماؤں سے انہیں ہر دم پیار، خدمت اور خلوص کی ہی تمنا رہتی ہے۔ بھائی یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ان کی خودغرضی اور بے حسی بڑھتی رہی تو ایک دن ایسا نہ آجائے کہ جب بہنیں بھی بدل جائیں...... مائیں بھی اپنے بیٹوں کے بغیر جینا سیکھ لیں۔

''تو پھر کیسے یہ سب چیزیں آئیں گی؟'' دادی کو فکرمندی نے آ گھیرا۔

''دادی، کچھ ردی، چھان بورا بیچا تھا...... جو پیسے ملے یہ چیزیں خرید لیں مگر......'' وہ بولتے، بولتے رک سی گئی۔

''مگر روشنی کا انتظام کیسے ہوگا...... موم بتی سے تو بات نہیں بنے گی...... وہ کون سی بانس جتنی لمبی ہوتی ہے جو مہینہ بھر ختم نہ ہوگی......''

تو پھر کیا اندھیرے میں لکھے گی...... یا پھر کوئی الہ دین کا چراغ ہاتھ لگ گیا ہے جو اندھیرے میں روشنی کا بندوبست کرے گا۔'' دادی جھنجلا کر بولیں۔

''الہ دین کا تو نہیں دادی...... مگر چراغ ہاتھ لگ گیا ہے۔'' کائنات نے کہتے ہوئے مسہری کے نیچے سے ایک شاپر نکالا جس میں ایک چراغ تھا...... چکنا سیاہ تیل میں لتھڑا ہوا جو شاید استعمال شدہ تھا۔

''اوئی...... یہ تیرے پاس کہاں سے آیا......'' دادی نے کالا کلوٹا ننھا سا چراغ اپنے جھریوں زدہ ہاتھ سے تھامتے ہوئے کہا...... وہ بے حد حیران تھی۔

دنیائے ادب وصحافت میں تیزی
سے اپنا نام بناتی باصلاحیت تحریر نگار
دردانہ نوشین خان
کا حاصل حیات ناول
صفہ
اگلے ماہ پاکیزہ صفحات کی زینت بننے جا رہا ہے
یہ روایتی ہیرو، ہیروئن کی کہانی نہیں بلکہ عورت کے متعلق اٹھتے سوالات وجستجو کی تشفی ہے
عورت کے مقام کا تعین کراتی ایک سچی
بامقصد اور دلچسپ کہانی، باذوق پاکیزہ قارئین کی نذر

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''دادی ......جمعرات کو آپ کے ساتھ درگاہ شریف گئی تھی ناں...... وہاں طاقچوں میں چراغ جل رہے تھے مگر یہ روشن نہ تھا۔'' وہ بولی۔

''ہائے کائنات.....تو نے درگاہ شریف سے چوری کی...... میں نے تیری تربیت ایسی تو نہیں کی تھی۔'' دادی کے لہجے میں افسردگی تھی یوں جیسے کائنات ہفت اقلیم چرا لائی ہو۔

''ارے نہیں دادی.....کیا آپ کی کائنات چور ہے، درگاہ شریف کے مجاور نے مجھے خود دیا تھا۔'' وہ بولی۔

''مگر کیوں؟'' دادی ہنوز حیران تھی۔

''مجھے کیا معلوم...... میں تو چراغ روشن کرنے جا رہی تھی مگر ہو نہیں رہا تھا اس نے کہا یہ تمہارا ہے تم لے جاؤ گھر...... میں نے انکار کیا تو بولا۔''اللہ والوں کے در سے ملنے والے تحفے ٹھکرایا نہیں کرتے۔'' میں اس کی بات کا مفہوم سمجھ نہیں پائی مگر بعد میں سوچا کہ موم بتی کی جگہ چراغ زیادہ کام کرے گا۔ سو میں نے اٹھا لیا...... دادی آپ خود ہی تو کہتی ہیں کہ جب ایک در بند ہو جائے تو رب اپنے بندوں پر ہزار در کھول دیتا ہے۔'' کائنات نے مسکراتے ہوئے ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

''دادی آپ نے ہمیشہ مجھے سمجھایا کہ رائٹر کو صرف اچھا لکھنا نہیں بلکہ اسے اپنے اخلاق، کردار پر بھی نظر رکھنی ہے ایک کامیاب رائٹر کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ اس کا ظاہر و باطن دونوں ستھرے ہوں...... آپ کی کائنات کیسے چوری کر سکتی ہے توبہ، توبہ.....'' کائنات نے ہنستے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

''چوری کی سزا...... ہاتھ کاٹ دینا...... اگر آپ کی کائنات کا ہاتھ کٹ گیا تو وہ لکھے گی کیسے...... مستقبل کی بڑی رائٹر کیسے بنے گی......؟'' اس نے فرطِ محبت سے دادی کے ہاتھوں کو بوسہ دیا تو دادی نے بھی اس کی پیشانی چوم لی۔

☆☆☆

نیلے سیاہ مائل آسمان پر چمکدار ہلالی چاند نے اہلِ زمین کو اپنا دیدار کروایا تو پوری کائنات میں نور کی برسات ہونے لگی...... ہاتھ بے اختیار دعا کے لیے اٹھے......ہونٹ لرزنے لگے......دعا جگنو کی صورت ہر سو پھیلنے لگی۔ کائنات سحر نے خلوصِ دل سے اپنی کامیابی و کامرانیوں کے لیے دعا مانگی تو دل کے گنبد سے قبولیت کے اشارے نے اس کے وجود کو مسرور کر دیا۔ دن بھر کام کاج کر کے سحر و افطار کا مکمل انتظام کرتی...... رات کو سب کی نظروں سے چھپ کر وہ چراغ روشن کرتی اور لکھنے بیٹھ جاتی...... اسے عید کے لیے یہ تحریر جلد از جلد مکمل کرنی تھی...... چند لمحوں کی نیند لے کر وہ صرف لکھنے میں جت جاتی تھی...... وہ اکثر محسوس کرتی کہ اس کے کمرے کے باہر قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے......وہ منور بھائی تھے جو صرف یہ دیکھنے کے لیے آتے تھے کہ کمرے کی لائٹ تو نہیں جل رہی اگر جل رہی ہو تو کائنات کی درگت بنائیں۔

''چلی ہیں ادیب بننے......بھئی میٹرک تک جو نہ کر پایا ان کے یہ چونچلے ہیں۔'' وہ اکثر طنزیہ کہتے۔

''آج کل کی لڑکیوں نے بھی گھر کے کام کاج سے بچنے کے لیے کئی ہتھکنڈے اپنا لیے ہیں۔ چالاکی سے کالج، یونیورسٹی میں داخلہ لے لیتی ہیں۔ کوچنگ سینٹر جوائن کر لیتی ہیں اور سج دھج کر سہیلیوں کے ساتھ غل غپاڑا کرنے پہنچ جاتی ہیں اور ذرا سا کام کہہ دو تو موت پڑنے لگتی ہے۔'' افطاری کے وقت سب اہلِ خانہ موجود تھے رمشہ بھابی کی کڑوی کسیلی بات پر دادی کے چہرے پر دکھ اور سب کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

''ایک ہماری کائنات ہے...... اس نے نیا ہی ڈراما نکال لیا، کام سے بچنے کے لیے کاغذ قلم پکڑ کر بیٹھ جاتی ہے...... حالانکہ نرا وقت کا زیاں ہے یہ لکھنا لکھانا......اور گھر بھر کے کاموں کے لیے دوڑتی ہیں یہ بھابیاں......'' منور بھائی نے کمال مبالغہ آمیزی کا سہارا لیتے ہوئے کہا ورنہ سب جانتے تھے کہ بھابیاں کاموں سے زیادہ دوڑیں اپنے بچوں کے پیچھے لگاتی تھیں۔ کام تو کائنات کو ہی کرنے پڑتے تھے بغیر کام کے اسے گھر میں کو[illegible]داشت کرنے والا تھا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''بھئی یہ بھابیوں کے گھر ہی اتنے ٹھاٹ ہیں... بی بی اگلے گھر جاؤ گی ناں تو لگ پتا جائے گا کہ کون تمہیں اتنے چونچلوں کا وقت دیتا ہے..... ہونہہ..... کام کے نہ کاج کے دشمن اناج کے.....'' منور بھائی نے پھر جملہ کسا تو سب کی مسکراہٹ قہقہوں میں بدل گئی۔ اذان مغرب ہوئی تو سب کے ہاتھ افطاری کی اشیا کی جانب بڑھ گئے تو کائنات کا دل غم سے پھٹنے لگا..... ایک کھجور اور دو گھونٹ پانی حلق سے اتار کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی..... دادی پکارتی رہ گئیں مگر وہ نہ رکی..... مزید ذلت برداشت کرنے کا اس میں حوصلہ نہیں تھا۔

''ایسا کون سا پتھر مار دیا ہے ہم نے جو نواب زادی کو اتنا برا لگ گیا ہے..... ویسے برامت منایئے گا دادی جان..... بہت نک چڑھی اور نازک مزاج بنا دیا ہے آپ نے۔ ایک ذرا سا مذاق بھی برداشت نہیں کر سکتی.....'' رمشہ بھابی نے بے رخی سے کہا۔

''جو اتنی دیر سے اس کی عزت افزائی کی جا رہی تھی وہ محض مذاق تھا.....؟'' دادی صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئیں..... جواب دینے کے لیے ان کے پاس بھی بہت کچھ تھا مگر انہوں نے یہ تمام باتیں وقت پر چھوڑ دیں..... کیونکہ وقت ہر کسی کا دماغ ٹھکانے لگانا خوب جانتا ہے۔ سحر سے افطار تک کائنات گھن چکر بنی کاموں میں لگی رہتی..... ہر کسی کو صرف ایک ہی نام پکارنا آتا تھا۔

''کائنات ..... آج دہی بڑے بنانا..... بہت دل کر رہا ہے۔''

''کائنات پکوڑے ضرور بنانا..... بھئی پکوڑے کے بغیر تو میری افطاری ادھوری ہوتی ہے۔''

''کائنات..... سحری کے لیے دہی یاد سے جما دینا..... رات دہی ٹھیک سے نہیں جما تھا..... پتلا رہ گیا تھا۔'' ہر کسی کو کائنات کے سوا ہر بات کی فکر ہوتی تھی..... مگر وہ کیا چاہتی تھی اس کی فکر کسی کو نہیں تھی۔

دادی سب کی بولیاں سنتی اور دل مسوس کر رہ جاتیں..... کائنات مشینی انداز میں ہاتھ چلاتے ہوئے ہر حکم کی بجا آوری کرتی مگر ذہن، قلم و کاغذ میں ہی اٹکا رہتا..... الفاظ دل و دماغ میں ہلچل مچاتے رہتے..... وہ دل ہی دل میں دعا مانگتی کہ دوپہر کو قیلولے کی غرض سے گھر والے اپنے کمروں میں جائیں تو کچھ دیر وہ بھی چند جملے لکھ لے..... اسے تحریر جلد از جلد ارسال کرنا تھی..... مگر ابھی آسانی قسمت میں نہ تھی..... ابھی دو سطریں ہی صفحے پر اتارتی کہ کائنات کے نام کی پکار بلند ہوتی تو وہ بوجھل دل کے ساتھ باہر آ جاتی۔

''کائنات رات کو میرے آٹھ دس آفس کولیگ افطاری کے لیے آ رہے ہیں..... دیکھو اپنی بھابیوں کے ساتھ اچھی طرح کام کروانا..... کوئی کمی نہ رہ جائے..... اور ہاں کوئی کام چوری نہیں چلے گی۔'' منور بھائی حکمیہ انداز میں بولے تو اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں..... نہ جانے منور بھائی کو اس سے کیوں خدا واسطے کا بیر ہو گیا تھا..... بس ہر دم کام میں الجھائے رکھتے..... کہیں وہ کوئی تحریر لکھنے نہ بیٹھ جائے۔ جو سختی تقدیر میں ہو بھگتنا پڑتی ہے..... کیوں کہ سونا آگ سے گزر کر ہی کندن بنتا ہے..... اسے لکھنا تھا اور بہت آگے جانا تھا..... دنیائے ادب کا تابناک ستارہ بننا تھا..... سحر پھوٹنے سے قبل اندھیرے کی راجدھانی ہوتی ہے..... وقتِ مقررہ سے پہلے اندھیرا نہیں چھٹتا اور سحر نمودار نہیں ہوتی..... چراغ کی روشنی میں لکھ، لکھ کر اس کی آنکھوں میں تکلیف رہنے لگی تھی مگر شوق و جنون کے آگے ہر چیز ہیچ تھی..... بس تحریر مکمل کرنے کی جلدی تھی..... تحریر مکمل ہوئی تو دادی کا ہاتھ تھامے وہ پوسٹ آفس جا پہنچی..... مگر واپسی پر اس کی شامت اعمال تیار بیٹھی تھی۔

''آ گئیں مہارانی سیر سپاٹے کر کے.....'' منور بھائی نے گھورتے ہوئے کہا۔

''گھر میں بھابیاں کام کر کے تھک جاتی ہیں اور یہ محترمہ موج میلوں میں لگی ہیں۔'' منجھلے بھائی نے اپنی نصفِ بہتر کے حق میں نعرہ لگایا تو باقیوں نے بھی حمایت کی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''دادی ...... بہت بگاڑ دیا ہے آپ نے اسے......سسرال جا کر خود بھی جوتے کھائے گی اور ہمارے سروں میں بھی خاک ڈلوائے گی......'' رمشہ بھابی بات کا بتنگڑ بنانے میں ماہر تھیں۔

''بیکار میں اول فول بولنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم پوسٹ آفس گئے تھے۔ وہ اپنا شوق اپنے بل بوتے پر پورا کر رہی ہے، تم لوگوں کی تو ایک پائی بھی نہیں جاتی پھر کاہے کا واویلا ہے...... اگر خدا نے کرم کر کے بیچاری کو لکھنے کی صلاحیت دے ڈالی ہے تو کیوں سب اس کے دشمن بن گئے ہو......خون ہے تمہارا کوئی غیر نہیں......سارا دن کولہو کے بیل کی طرح کام کرواتے ہو اور پھر یہ فضول باتیں بھی سناتے ہو...... کیا لڑکیوں کا دل نہیں ہوتا کہ وہ بھی تخلیقی کام کریں...... جب تمہاری بیٹیاں جوان ہوں گی اور اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا چاہیں گی تب میں پوچھوں گی کہ روک سکتے ہو تو روک لینا انہیں۔'' دادی کافی عرصے سے ضبط کر کے تھکنے لگی تھیں۔ کائنات کے آنسوان کا ضبط ختم کر گئے۔ آج تو وہ سنائیں کہ سب بغلیں جھانکنے لگے...... یہ حقیقت تھی کہ وہ اپنا شوق خود ہی پورا کر رہی تھی...... ان سے تو ایک پین تک نہ مانگتی تھی...... دادی کا ہر جملہ قفل بن کر سب کے ہونٹوں پر لگا تو کوئی بھی کچھ کہنے کے قابل نہ رہا۔

☆☆☆

مطلع ابر آلود تھا...... ہوا میں ٹھنڈک تھی...... گرمی کی شدت دم توڑ گئی تھی......رمضان کی برکتوں کے طفیل رب کائنات نے اہلِ زمین پر اپنے کرم کی بارش برسا دی...... دادی صحن میں تخت پر بیٹھی تلاوت قرآن میں مشغول تھیں...... کائنات پرندوں کو دانہ ڈال رہی تھی کہ ڈور بیل گنگنائی۔

دوپٹا ٹھیک کرتی وہ دروازے کی جانب لپکی تو پوسٹ مین کو محوِ انتظار پایا۔

''کائنات سحر کا یہی ایڈریس ہے؟''

''جی......'' وہ بولی۔

''ان کے نام منی آرڈر آیا ہے۔'' دستخط سے فارغ ہو کر اس نے رقم گنی تو اس کی سوچ سے بھی زیادہ تھی...... اس کی تحریروں کے نام کی پرچی بھی موجود تھی...... وہ بے یقینی سے گھورے جا رہی تھی کہ منی آرڈر کہیں غلط پتے پر تو نہیں آ گیا۔ خوشی کے مارے آنکھیں نم ہوئیں تو پورا وجود لرزنے لگا۔

''دادی......دادی......'' وہ خوشی سے چلّاتی دادی کی جانب دوڑی۔

''ہائے اللہ خیر...... کیا ہو گیا ہے لڑکی......'' قرآن پاک کو جزدان میں لپیٹتے ہوئے دادی حیران ہوئیں۔

''دادی ...... یہ دیکھیں......'' اس کے گلابی رخسار بری طرح سے بھیگنے لگے۔

مزدور کی مزدوری جو بہت تھکاوٹوں کے بعد ملی تھی...... وہ دادی کے ساتھ لپٹی آنسو بہا رہی تھی یہ اس کی گزشتہ تحریروں کا اعزازیہ تھا۔

''دیکھا بیٹا...... میں نہ کہتی تھی کہ اللہ اپنے بندوں کے لیے راستے خود بناتا ہے......بس مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ پھر راستے کی رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں......'' دادی نم آنکھوں سے بولیں۔ وہ دادی کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی۔ ان کی ہیرے موتیوں سے زیادہ نایاب باتیں دل کے صندوق میں حفاظت سے محفوظ کر رہی تھی...... یکا یک چھت کا اکلوتا پنکھا بھی بند ہو گیا۔

''اے لو......اس منحوس کو بھی ابھی جانا تھا......'' دادی بے مزہ ہوئی۔

''شرم و حیا تو ان موؤں کو ہے نہیں، دعوے تو ایسے کرتے ہیں کہ سحر و افطار میں بجلی بند نہ کریں گے مگر مجال ہے جو وعدے پورے کر لیں......'' دادی کا بوڑھا وجود گرمی برداشت نہ کر سکا تو بڑبڑانے لگیں۔

کائنات خاموشی سے دادی کی باتیں سن رہی تھی مگر نگاہیں گھڑی پر جا ٹھہریں۔

''مگر یہ ٹائم لائٹ جانے کا تو نہیں ہے۔'' کائنات سوئچ بورڈ میں لگے بٹنوں کو چھیڑتے ہوئے بولی۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''ارے رہنے دو......ان بے رحموں کی زبان پر کون یقین کرے......انگلی رکھ کر بیٹھے ہوتے ہیں جب جی چاہا بند کر دیا......'' دوپٹے کے پلو سے ہوا لیتے ہوئے دادی چڑ سی گئیں۔

ایک گھنٹے، دو گھنٹے گزر گئے......کئی گھنٹے یوں ہی گزر گئے تو گھر والوں کی تشویش بڑھی۔ محلے والوں سے پتا کیا تو معلوم لائٹ پورے محلے کی نہیں، انہی کے گھر کی بند ہے......دو مہینے سے بل نہ ادا کرنے پر محکمے والوں نے بجلی کاٹ کر سزا دے ڈالی......رمضان کا آخری عشرہ، عید کی خریداری......سب بھائی دل کھول کر لٹا چکے تھے......

اب بل جمع کروانے کی باری آئی تو ضد وانا کا کھیل شروع ہو گیا...... ایک دوسرے کی ذات پر حملے، طنز بازی......وہ سب لوگ جو کائنات کے معاملے میں ایک ہوتے تھے آج ایک دوسرے کی مخالفت میں بول رہے تھے، جملے کس رہے تھے......گھر میدانِ جنگ کا سماں پیش کرنے لگا۔

☆☆☆

''دادی، دادی......اٹھیں......'' سحری کے بعد چند لمحوں کے لیے آنکھ لگی تھی نہ کائنات نے اٹھا ڈالا۔

''ارے......لڑکی کیا مصیبت آ گئی ہے......ساری رات سو نہیں پائی......دو گھڑی آنکھ لگی تھی کہ تو نے اٹھا دیا۔'' دادی اپنا چشمہ ڈھونڈتے ہوئے...بڑبڑائیں تو کائنات نے سرعت سے چشمہ پکڑ کر دادی کی آنکھوں پر لگا دیا۔

''کیا مسئلہ ہے؟''

''دادی جلدی چلیں...... بہت ضروری کام ہے......'' کائنات نے دادی کو ہاتھ سے پکڑ کر بستر سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

''مگر کیوں......کہاں جانا ہے......کس لیے......؟''

دادی نا سمجھی سے بولی۔

''آپ کی ہر بات کا جواب دوں گی، بس سب کے اٹھنے سے پہلے ہمیں واپس آنا ہے۔'' کائنات نے اپنی چادر اٹھائی۔

☆☆☆

دن بھر کی مارا ماری کامیاب ٹھہری تھی...... وہ دادی کے ہمراہ لوٹی تو ہر کمرے میں چلتا پنکھا اور روشن بلب دیکھ کر وہ پھولے نہ سمائی تھی...... اس نے اپنے اعزازیے کی رقم سے گزشتہ دو ماہ کا بل ادا کر کے گھر کی بجلی بحال کروالی تھی......عید میں دو دن رہ گئے تھے اگر وہ ہمت نہ کرتی تو عید کے پُرمسرت موقع پر بھی ایسی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا......

دادی جھولیاں بھر بھر کر اسے دعائیں دے رہی تھیں......جبکہ گھر کے باقی افراد کے چہروں پر حیرت بھری ناگواری تھی......سب اپنے تئیں سوچ رہے تھے کہ بل کس نے ادا کیا ہے یا پھر ان پر بجلی والوں نے رحم کر دیا تھا اور سخی بادشاہ بن کر بجلی بحال کر دی تھی۔

''کائنات کے پاس بل کی ادائیگی کے لیے رقم کہاں سے آئی......؟'' ایک کا سوال باقی سب کے دماغ میں بھی یہی تھا۔

''یہ میری کائنات کی محنت کی کمائی تھی......'' دادی نے محبت سے کائنات کا ماتھا چوما تو وہ مسکرانے لگی۔

''پچھلے دو ماہ کے دوران میرے پرس سے رقم چوری ہونے لگی تھی۔'' منور کسی صورت بہن کی تعریف کرنے پر راضی نہ تھا...... اس کی دیکھا دیکھی باقی بھائیوں نے بھی ہاں میں ہاں ملائی...... مرد ہوتے ہوئے لڑکی ذات کی برتری انہیں ہرگز برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ جبکہ وہ ان کی سگی بہن تھی۔ ان کی باتوں کا مفہوم سمجھنے میں دادی کو پل بھر کی دیر نہ لگی۔

''بس منور، بہت ہو گیا......اپنی گمشدہ رقموں کی تفتیش اپنی چہیتی بیویوں سے کرو......جنہیں عادت ہے اپنے شوہروں کی جیبوں کی تلاشی لینے کی......میری کائنات کو ہرگز ضرورت نہیں تمہاری دولت کی، نہ ہی میری بچی چور ہے......آئندہ سے کسی نے کائنات کے بارے میں کوئی الٹی سیدھی بات کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا......غضب خدا کا ذرا سی لڑکی سے تم سب

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

نے بیر باندھ لیا ہے۔ بہتان تراشی تک پر آ گئے۔“ دادی کی بات پر سب بھابیوں نے پہلو بدلے اور نظریں چرالیں کیونکہ یہ حقیقت تھی کہ وہ اکثر میاں کی جیب سے رقم اڑاتی تھیں مگر یہ نہ معلوم تھا کہ دادی یوں ان کا بھانڈا پھوڑ دیں گی۔

”تنگ دلی کی کوئی حد ہوتی ہے.....لڑکی ذات ہونے کی اتنی بڑا سزا کہ اس سے جینے کا حق ہی چھین لینا چاہتے ہو.....کیا لڑکیاں انسان نہیں ہوتیں، ان کے سینے میں دل نہیں ہوتا..... ان کے خواب اور خواہشیں نہیں ہوتی کیا جینے کا حق صرف تم کو ہی ہے.....کوئی لڑکی اپنے پیروں پر کھڑی ہونا چاہے تو اسے ڈرایا، دھمکایا جاتا ہے، اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاتی ہیں.....مگر مردوں کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے، وہ جو چاہیں کریں.....کوئی روک ٹوک نہیں.....لڑکی کو تو تعلیم حاصل کرنے نہیں دی جاتی کہ وقت اور پیسے کا زیاں ہے۔ اگر وہ کوئی تخلیقی کام کرنا چاہے تو اس کا جینا حرام کردو..... کچھ تو تم خدا کا خوف کرو، تمہاری بھی تو بیٹیاں ہیں چادر اور چار دیواری کا خیال کرتے ہوئے وہ کچھ بننا چاہتی ہے تو اس کے ساتھ تعاون کرو نا کہ اس کو قدم، قدم پر ذلیل کرو.....“ آج دادی نے اگلے پچھلے تمام حساب چکتے کردیے تھے.....سب کے شرمندہ چہرے جھکے ہوئے تھے اور کائنات کے چہرے پر آج گلاب جیسی مسکراہٹ سجی تھی۔

سب اسے بیکار کہتے تھے.....کام کی نہ کاج کی دشمن اناج کی سمجھتے تھے۔ آج وہ خاموش تھے کہ قدرت نے اسے لکھنا سکھا دیا تھا.....اسے قلم تھما دیا تھا.....کامیابی کے سفر کی جانب چلنا سکھا دیا تھا۔

☆☆☆

”پوسٹ مین.....“ ڈور بیل کے ساتھ ہی آواز بھی گونجی تو کائنات دوپٹا سنبھالتے ہوئے گیٹ کی جانب دوڑی۔

عید کے خصوصی نمبر پر اس کی تحریر کے ساتھ اعزازی کاپی مع اعزازیہ گھر والوں کی بولتی بند کردینے کے لیے کافی تھا.....وہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور کائنات بااعتماد انداز میں رسالہ اور رقم لیے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ دادی کے چہرے پر شکر کے تاثرات تھے اور باقی سب کو اپنے سوالوں کا جواب مل گیا تھا کہ کائنات کے پاس رقم کہاں سے آئی تھی۔

میٹرک کیے بغیر بھی اسے اس کے رب نے لکھنے کی صلاحیت دی تھی..... اور اب اسے لکھنا آ گیا تھا۔ رہی بات بڑا ادیب بننے کی تو وہ وقت بھی قریب ہی تھا۔ کائنات اپنی تحریر پڑھتے ہوئے مسکرائے جارہی تھی۔

آج کمرے کی لائٹ جلانے کے لیے اسے اجازت کی ضرورت نہیں تھی.....چار سو روشنی ہی روشنی تھی۔

☆☆☆

بائیں ہاتھ میں مہندی لگائے وہ دائیں ہاتھ سے رسالہ پکڑے کھڑکی کے سامنے بیٹھی اپنی تحریر پڑھنے میں مگن تھی..... دنیائے ادب کا ابھرتا ستارہ..... کے عنوان سے اس کا خصوصی انٹرویو بھی شامل تھا...... اعزازیے کی رقم سے اس نے گھر بھر کے بچوں میں عیدی تقسیم کی تھی..... اس کا دل بے حد خوش تھا۔ وہ جو مطالعے میں مگن تھی شریر ہوا کے جھونکوں نے پل بھر کے لیے اس کی بے نیازی دیکھی اور شرارت سے اس کی زلفوں کو بکھیر ڈالا تو ان کو سلجھاتے ہوئے نظریں بے اختیار آسمان پر جا پہنچیں..... چمکتا دمکتا عید کا چاند نگاہوں کے سامنے تھا.....سیاہ آسمان کے آنچل پر چمکتا چاند اور جھلملاتے ستارے عجیب سماں باندھ رہے تھے.....کائنات کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی.....اسے لگا چاند بھی اس کی کامیابی اور خوشی پر مسکرا رہا ہے۔

کمرے میں پنکھا بھی چل رہا تھا اور بلب بھی روشن تھا اس کی محنت کی کمائی سے.....آج اسے منور بھائی کا کوئی خوف نہیں تھا اور نہ ہی چراغ روشن کرنے کی ضرورت تھی.....خوشیوں کے ان گنت چراغ روشن ہورہے تھے.....آنکھوں میں خوشی کے آنسو موتی بن کر چمکنے لگے اسے اپنی محنتوں کا ثمر مل گیا تھا۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

ٹھوکر

غزالہ عزیز



بیشتر لوگ دوسروں کے تجربے سے سیکھنے کے بجائے خود تجربہ کرنا چاہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ٹھوکر کھانے کے بعد سنبھل کر چلنا سیکھتے ہیں۔ حالانکہ عقل مند تو وہی ہوتا ہے جو دوسروں کے تجربے سے سیکھ کر ٹھہر، ٹھہر کر قدم زمین پر جما کر چلنا سیکھے۔ تب وہ چاہے لڑکھڑا بھی جائے تو گرنے سے بچ جاتا ہے لیکن بعض لوگ گرنے کے بعد سنبھل تو جاتے ہیں مگر چوٹ بڑی گہری آتی ہے جس کا زخم بھر بھی جائے تو عمر بھر کسک تازہ رہتی ہے۔

عقل اور شعور تو عانیہ کے پاس بھی تھا مگر اس کے سر میں محبت کا سودا سمایا ہوا تھا اور محبت سب سے پہلے عقل و شعور پر ہی پردے ڈالتی ہے۔ کہتے ہیں کہ محبت اندھی ہوتی ہے لیکن عانیہ کے معاملے میں بہری بھی ثابت ہوئی تھی جو وہ سب گھر والوں حتیٰ کہ اپنی عزیز ترین دوست فاریہ کے سمجھانے پر بھی اپنے اٹل فیصلے سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔ حالانکہ یہ سراسر خسارے کا

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

سودا تھا اور محبت اکثر عورت کے لیے خسارے کا سودا ہی ثابت ہوتی ہے مگر بیچاری عورت بھی کیا کرے۔ اس کے لیے تو مرد سے محبت اس کی زندگی کا کل ہوتی ہے۔ ایک محور ہوتی ہے جس کے گرد گھومتی وہ ساری زندگی کی مسافت طے کر لینا چاہتی ہے لیکن مرد ایسے کسی خسارے کا حصے دار نہیں بنتا۔ اس کے پاس نئی پرواز کے لیے کئی آسمان کشادہ ہوتے ہیں لیکن عورت پرواز کے پر رکھنے کے باوجود کٹی پتنگ بن کر رہ جاتی ہے۔

☆☆☆

''امی...... آخر آپ میری بات مان کیوں نہیں لیتی ہیں؟'' عانیہ نے بیچارگی سے کہا تھا۔

''کیونکہ وہ شخص تمہارے قابل نہیں ہے اور میں جانتے بوجھتے تمہیں اندھے کنویں میں دھکا نہیں دے سکتی۔''

عانیہ نے بے بسی سے ماں کے چہرے کے قطعی تاثرات کو دیکھا۔ ان سے بحث کرنا بیکار تھا مگر وہ ایک آخری کوشش کرنا چاہتی تھی۔ اسی لیے دلیلوں پر اتر آئی تھی۔

''امی...... اگر آپ کو عاشر کے شادی شدہ ہونے پر اعتراض ہے تو پھر بھابی اور بڑی آپا نے بھی تو میرے لیے شادی شدہ اور رنڈوے مردوں کے ہی رشتے پیش کیے ہیں۔ آپ ان رشتوں کے بارے میں تو سوچنے کو تیار ہیں لیکن عاشر کے لیے نہیں۔ آخر دونوں باتوں میں فرق کیا ہے؟'' عانیہ نے ماں کے سامنے بڑی مضبوط دلیل پیش کی تھی۔

''فرق بہت واضح ہے عانیہ...... مگر شاید تم دیکھنا اور سمجھنا نہیں چاہتیں۔ ساجدہ اور تمہاری بڑی بہن نے رنڈوے اور طلاق یافتہ رشتے بتائے ہیں جن کی زندگی میں بیوی موجود نہیں ہے مگر عاشر کے معاملے میں تمہیں ایک جیتی جاگتی عورت کو سوتن کے روپ میں قبول کرنا پڑے گا جو شاید ہر عورت کے لیے ناقابلِ قبول ہوتا ہے۔ تمہارے لیے بھی ناقابلِ برداشت ہو جائے گا۔ جسے تم ماننے کو ہرگز تیار نہیں۔ کیونکہ اس وقت تمہاری آنکھوں پر محبت اور جذبات کی پٹی بندھی ہے۔ یہ پٹی اترے گی تو کہیں بہت دیر نہ ہو جائے۔ اس لیے تمہیں ٹھوکر کھانے سے پہلے سنبھل کر چلنے کا مشورہ دے رہی ہوں۔ ورنہ تم خود عاقل، بالغ اور باشعور ہو۔'' فریدہ بیگم نے نادان بیٹی کو زمانے کے نشیب و فراز سمجھانے کے ساتھ آئینہ بھی دکھا دیا تھا۔ وہ پڑھی لکھی، باشعور لڑکی تھی۔ بتیس سال کی باشعور لڑکی...... جو محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی زندگی کی سب سے بڑی نادانی کرنے کے لیے ضد باندھ چکی تھی پھر فریدہ بیگم کی ہر دلیل بیکار ثابت ہوئی تھی۔ عانیہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔

''تو پھر ٹھیک ہے امی...... میں بڑی آپا اور بھابی کے بتائے کسی رشتے کے لیے ہامی نہیں بھروں گی۔ کیونکہ مجھے شادی ہی نہیں کرنی اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔''

عانیہ اپنا فیصلہ سنا کر وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی اور بیوہ ماں نے جوان بیٹی کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ عانیہ بھائی، بھابی کی چوکھٹ پر بیٹھ کر عمر گنوا دے۔ ان کی زندگی کا بھی کیا بھروسا تھا۔ مرنے کے بعد وہ قبر میں عانیہ کی فکر میں بے چین رہنا نہیں چاہتی تھیں۔ اس لیے اس کی نادان ضد ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

☆☆☆

عانیہ اور عاشر یونیورسٹی میں ساتھ پڑھتے تھے۔ دونوں کیمسٹری میں ایم ایس سی کر رہے تھے۔ عانیہ اور اس کی باقاعدہ دوستی کئی ماہ بعد ہی ہو سکی تھی۔ وجہ عانیہ کے گھر کا ماحول اور اس کا محتاط رویہ تھا۔ جہاں لڑکیوں کو لڑکوں سے آزادانہ دوستی رکھنے کی اجازت نہیں تھی مگر ایک طویل عرصے سے ایک ہی کلاس میں ساتھ پڑھنے، اٹھنے، بیٹھنے کے بعد کلاس فیلوز کے درمیان رسمی دوستی تو ہو ہی جاتی ہے جس میں مرد عورت کی تفریق نہیں ہوتی۔ عانیہ پانچ بہن بھائیوں میں آخری نمبر پر تھی جو یونیورسٹی سے ماسٹرز کر رہی تھی۔ اس سے بڑے چاروں بہن، بھائی شادی شدہ اور بال بچوں والے تھے۔ باپ کا عانیہ کے بچپن میں ہی انتقال ہو چکا تھا۔ عانیہ اور ماں کی ذمے داری دونوں بڑے بھائیوں پر تھی جو کچھ دنیاداری اور کچھ رشتے کی مجبوری کے تحت

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

اٹھائے ہوئے تھے۔ عانیہ پر انہوں نے کوئی غیر ضروری پابندی نہیں لگائی تھی۔ عانیہ نے بھی اب تک اس آزادی کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا تھا۔ وہ ایک ذہین و سمجھدار لڑکی تھی۔ جس نے ساری زندگی اپنی پڑھائی کے علاوہ کسی چیز میں دلچسپی نہیں لی تھی اسی لیے اس نے ہمیشہ اپنی تعلیم کے مراحل امتیازی پوزیشن لے کر طے کیے تھے۔ یونیورسٹی میں آ کر اس کی ذہانت و قابلیت نمایاں ہو کر سامنے آئی تھی۔ وہ ہر سمسٹر امتیازی نمبروں سے پاس کرتی آئی تھی۔ جبکہ عاشر بھی اپنی کلاس کے ذہین لڑکوں میں شمار ہوتا تھا۔ وہ ملتان سے کراچی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آیا تھا۔ اور بوائز ہاسٹل میں قیام پزیر تھا۔ وہ ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر آنے والے مستقبل کے لیے اس کے خواب بہت اونچے اور روشن تھے۔ اس نے زندگی میں ایک تابناک مستقبل کی خواہش کو ہر لمحہ اپنے انداز پروان چڑھایا تھا۔ اس لیے اپنی تعلیمی سرگرمیوں میں اپنی محنت و قابلیت سے نمایاں تھا۔ اور یوں عانیہ کی نظروں میں بھی نمایاں ہو گیا تھا۔ جو اپنے کلاس فیلوز لڑکوں سے ایک محتاط رویہ رکھتی تھی۔ مگر عانیہ کو اس کی ذہانت کے ساتھ اس کی پرسنلیٹی نے بھی متاثر کیا تھا۔

وہ خود بھی ذہین و قابل ہونے کے ساتھ پُرکشش شخصیت کی مالک تھی۔ نمایاں قد کاٹھ، لانبے سیاہ سلکی خوب صورت بال اور بڑی، بڑی خوب صورت گہری آنکھیں، اوپر سے گندم سی سنہری رنگت نے اس کی پوری شخصیت کو جاذب نظر بنا رکھا تھا۔ دوسرے وہ کلاس میں خود کو رکھ رکھاؤ سے رکھتی تھی۔ بس پڑھائی سے ہی مطلب رکھتی۔ عاشر کا مزاج بھی ایسا ہی تھا۔ اس کے زیادہ دوست نہیں تھے۔ نہ ہی وہ یونیورسٹی میں اِدھر اُدھر وقت ضائع کر کے خود کو اپنے مقصد سے دور کرنا چاہتا تھا۔ عانیہ سے اس کی دوستی بلکہ بے تکلفی عانیہ کی ایک چھوٹی سی غفلت ہی سبب بنی تھی۔

وہ ایک دن اپنا لیب کوٹ لانا بھول گئی تھی۔ تب عاشر نے اسے اپنا لیب کوٹ دے کر اس کی پریشانی دور کی تھی۔ کیونکہ اس دن عاشر کے گروپ کا پریکٹیکل وقت سے پہلے ختم ہو چکا تھا۔ جبکہ عانیہ کے گروپ کی ساری لڑکیاں اپنے پریکٹیکل میں مصروف تھیں۔ یوں عاشر سے پہلے کبھی کبھار کی سلام دعا اب رفتہ، رفتہ دوستی اور آخر میں محبت میں بدل گئی تھی۔ وہ اس سے محبت کرنے لگی تھی۔ پسند تو عاشر بھی اسے کرنے لگا تھا مگر اب تک محبت کے اظہار کی نوبت نہیں آئی تھی۔ جس کا عانیہ کو شدت سے انتظار تھا۔ فائنل ایگزامز کی ڈیٹ آ چکی تھی اور عانیہ چاہتی تھی کہ عاشر اپنے ماں، باپ کو رشتے کے لیے بھیجنے کی بات خود سے چھیڑے۔ وہ لڑکی ہو کر تو کبھی اس سے یہ بات نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے کلاسز آف ہونے پر ایک دن عاشر سے اس کے فیوچر پلانز کی بابت ہی پوچھ سکی تھی۔

عانیہ نے بڑی خوب صورت سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر عاشر سے آگے کے پلانز کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ وہ اس وقت کیمپس کی نہر کے ساتھ کنارے پر نصب سنگی بینچ پر بیٹھے تھے۔ عاشر موبائل پر کوئی گیم کھیل رہا تھا۔ عانیہ کے سوال پر سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

''میں جاب کرنا نہیں چاہتا۔ اپنی ایجوکیشنل اکیڈمی کھولنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے میں نے ابھی سے کوشش شروع کر دی ہے۔'' اس نے بتایا اور عاشر کے جواب سے عانیہ کو مایوسی ہوئی تھی۔ وہ تو عاشر کے لبوں سے کچھ اور ہی سننے کی متمنی تھی۔ لیکن عاشر نے اشارے، کنائے میں بھی ایسی کوئی بات نہیں کی، ہاں اسے اپنے فیملی بیک گراؤنڈ کے بارے میں ضرور بتانے لگا۔

''میں کوئی جدی پشتی رئیس تو ہوں نہیں کہ تعلیم مکمل ہوتے ہی باپ کا بزنس یا زمینوں کی دیکھ بھال کا کام سنبھال لوں...... جو کچھ کرنا ہے اپنے بل بوتے پر کرنا ہے۔ اور میں نے سوچ لیا ہے۔ یونیورسٹی کے بعد میں جس ٹیوشن اکیڈمی میں پڑھاتا ہوں وہیں پارٹنر شپ پر کام کروں گا...... سر ولید نے مجھے پارٹنر شپ آفر

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کی ہے اور میں نے ان کی آفر قبول بھی کر لی ہے۔“
عاشر کے جواب پر عانیہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ صرف اسے بیسٹ وشز ہی دے سکی تھی۔
”خدا تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب کرے۔“
”تھینکس عانیہ..... تم دیکھنا میں ایک دن اپنی اکیڈمی کھول لوں گا۔“ عاشر نے مسکرا کر اس کا شکریہ ادا کیا تھا۔
”انشاء اللہ...... مجھے تمہاری قابلیت پر پورا بھروسا ہے۔“ عانیہ نے بے ساختہ کہا تو عاشر مسکرا دیا۔ پھر وہ گھر چلی آئی۔
ایگزامز کے فوراً بعد عاشر اپنے آبائی شہر ملتان روانہ ہو گیا تھا اور عانیہ کو پہلی بار عاشر کی بے پروائی بری طرح کھلی تھی کیونکہ وہ اس سے مل کر یا بتا کر نہیں گیا تھا..... اور اس ناراضی میں عانیہ نے بھی اس سے فون پر بات نہیں کی۔

☆☆☆

عاشر کے دونوں بڑے بھائی ملتان میں سیٹلڈ تھے۔ ان کا اپنا کاروبار تھا۔ وہ عاشر کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنا چاہتے تھے۔ مگر عاشر نے انہیں باور کرا دیا تھا کہ وہ واپس کراچی جا کر اپنا کام شروع کرے گا۔ لہٰذا ماں، باپ نے جھٹ پٹ عاشر کی شادی طے کر دی تھی۔ اس کی منگنی ماموں زاد ہادیہ سے طے تھی۔ لیکن ماموں صوم وصلوٰۃ اور پردے کے پابند تھے اس لیے عاشر کا ہادیہ سے زیادہ ملنا ملانا نہیں تھا۔ نہ ہی وہ اس منگنی سے ضرورت سے زیادہ ایکسائٹڈ تھا۔ ان کے یہاں خاندان سے باہر شادی کرنے کا رواج کم تھا۔ بہرحال وہ گھر آیا تو ہفتے کے بعد ہی ماں، باپ نے ہادیہ سے اس کی شادی طے کر دی۔ حالانکہ وہ ابھی اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا تھا۔ مگر ماں، باپ کو اس کے سر پر سہرا سجانے کی جلدی تھی۔ اس لیے ماں، باپ کی خواہش اور گھر والوں کے دباؤ میں آ کر مجبوراً اس نے ہامی بھر لی تھی۔ ورنہ وہ اسے آسانی سے واپس کراچی آنے نہیں دیتے۔ رہی بات عانیہ کی تو اسے پسند کرنے کے باوجود عاشر نے اسے پروپوز کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ شاید وہ عانیہ کے محتاط رویّے کی وجہ سے جھجک رہا تھا یا پھر اس کے اپنے دل میں ہی چور تھا۔ جو اس نے عانیہ کو ہادیہ کے ساتھ اپنے طے شدہ رشتے کے بارے میں بتایا نہیں تھا، اُدھر ایگزامز کے بعد جب عانیہ کے لیے چھوٹی بھابی نے اپنے بھائی ایاز کے رشتے کی بات کی تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ وہ عام سی شکل کے مالک انٹر پاس ایاز سے شادی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔ حالانکہ ایاز سالوں سے عانیہ کو دل ہی دل میں چاہتا رہا تھا۔ اب شادی کر کے اس چاہت کو مضبوط رشتے میں بدلنا چاہتا تھا۔ مگر عانیہ کے انکار نے جہاں فوزیہ عانیہ کی بھابی کا دل برا کیا تھا۔ وہیں ایاز کے دل کو بھی بڑی گہری چوٹ پہنچی تھی۔ مگر وہ چاہ کر بھی اس فیصلے کو بدل نہیں سکتا تھا۔ ہاں مگر شادی کے نام سے بددل ہو کر اس نے عانیہ کے علاوہ کسی اور لڑکی سے بھی شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جس کے بعد نند، بھاوج میں روایتی چپقلش پہلے سے زیادہ بڑھ گئی۔ فوزیہ کو اپنے لاڈلے بھائی کا دل ٹوٹنے کا بڑا رنج ہوا تھا۔ اس لیے اس نے آئندہ کے لیے عانیہ کے مستقبل اور زندگی کے بارے میں کسی قسم کے معاملے سے خود کو قطع تعلق کر لیا۔ عانیہ کے سر پر باپ کا سایہ نہیں تھا۔ بڑے بھائی ہی سرپرست تھے اور خوش قسمتی سے انہوں نے عانیہ کے فیصلے پر اعتراض کے بجائے اس کا ساتھ دیا تھا۔
”اس کی مرضی کے بغیر کوئی اسے مجبور نہیں کرے گا۔“ لیکن ماں کو جوان بیٹی کے مستقبل کی فکر تھی..... وہ بیٹی کے ہم پلہ قابل لڑکے کا رشتہ چاہتی تھیں۔ جو قسمت سے ہی مل سکتا تھا۔ بہن، بھائی اپنی، اپنی زندگی میں مگن تھے۔ اس لیے عانیہ نے گھر میں فارغ بیٹھ کر بھابیوں کی نظروں میں کانٹے کی طرح چبھنے کے بجائے خود کو مصروف کرنے کے لیے ٹیچنگ کرنے کا فیصلہ کیا..... ان دنوں گورنمنٹ اسکولز میں اساتذہ کی بھرتیوں کا اخبار میں اشتہار دیکھ کر اس نے بھی اپلائی

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے تمام ٹیسٹ پاس کرنے کے بعد اس کا بطور سیکنڈری اسکول ٹیچر کے تقرر بھی ہو گیا تھا، وہ بہت خوش تھی۔ تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد ہی اسے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا سنہری موقع مل گیا...... اور شاید زندگی کو ایک مقصد کے ساتھ مستقبل کی سمت کا تعین بھی ہو گیا تھا۔ جس کے بعد وہ مطمئن ہو گئی تھی کیونکہ اب اس کی اگلی منزل عاشر کا محبت بھرا ساتھ تھا۔ وہ بے چینی سے عاشر کے کراچی واپس آنے کی منتظر تھی۔

دوسری جانب ماں، باپ اور بھائیوں کے دباؤ میں آ کر عاشر، ہادیہ سے شادی کر چکا تھا۔ ہادیہ صوم و صلوٰۃ اور پردے کی پابند ایک پڑھی لکھی اور خوب صورت لڑکی تھی۔ جو شریکِ سفر کے طور پر ہر لڑکے کے لیے قابلِ قبول ہو سکتی ہے۔ عاشر بھی ہادیہ سے شادی کے بعد ناخوش نہیں تو مطمئن ضرور ہو گیا تھا کہ اس نے بوڑھے ماں، باپ کی خواہش اور خوشی پوری کر دی تھی۔ اب اس نے اپنے روشن مستقبل کی خاطر شوق کے آسمان پر اونچی اڑان بھرنی تھی۔ اس لیے شادی کے ایک ہفتے بعد ہی وہ کراچی واپس آ گیا۔ حالانکہ واپسی کے سفر میں جہاں عانیہ کے خیال نے اس کے دل میں ہلکی سی خلش پیدا کر دی تھی وہیں یہ سوچ کر اس نے دل کو باور کرا لیا کہ عانیہ نے بھی کھلم کھلا اپنی پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ عاشر نے بھی عانیہ کے ساتھ کوئی زبانی کمنٹ منٹ نہیں کی تھی۔ وہ اپنی جگہ مطمئن تھا۔ اُدھر عانیہ بے چینی سے اس کی کال کی منتظر تھی۔ اسے کئی میسجز کر چکی تھی۔ مگر عاشر نے دانستہ جواب نہیں دیا تھا۔ پہلے تو اس نے کرایے کے فلیٹ کے لیے بھاگ دوڑ شروع کی پھر اپنی اکیڈمی کھولنے کے لیے جو سرمایہ ساتھ لایا تھا۔ اس کی انویسٹمنٹ کے پلان بنا رہا تھا۔ ساتھ ہی سی ایس ایس کے اگزامز میں شرکت کے لیے بھی اپلائی کر دیا تھا۔ وہ عانیہ سے بات کرنے سے دانستہ کترا رہا تھا۔ بالآخر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر عانیہ کو ہی اسے فون کرنا پڑا۔

☆☆☆

عاشر کی شادی کی خبر عانیہ کے دل پر بجلی بن کر گری تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کے خوابوں کا محل یوں ریت کے ذروں کی طرح مسمار ہو جائے گا۔ دکھ اور غم کی شدت سے نڈھال عانیہ تمام شرم و حیا بالائے طاق رکھ کر عاشر سے شکوہ کیے بنا نہ رہی۔

''تم ایسا کیسے کر سکتے ہو عاشر، میں تو سوچ رہی تھی کہ تم ملتان جا کر اپنے ماں، باپ کو ہمارے گھر شادی کی بات کرنے کے لیے بھیجو گے اور تم نے......!'' شدتِ غم سے وہ مزید کچھ نہیں بول سکی۔

اور عاشر یوں اچانک عانیہ کی طرف سے اس کھلے اعترافِ محبت پر گنگ ہی تو رہ گیا۔ اور شاید دل میں ہلکا سا ملال بھی جاگا تھا۔ اچھا ہوتا کہ وہ اپنی نام نہاد انا اور جھجک کا شکار ہونے کے بجائے ایک بار کھل کر عانیہ سے بات کر لیتا۔ کچھ بھی تھا، وہ بھی تو عانیہ کو پسند کرتا تھا۔ مگر اسے کیا پتا تھا یونیورسٹی میں اتنے محتاط رویہ رکھنے والی عانیہ اسے اتنی شدت سے چاہتی ہو گی، دوسری طرف عانیہ روتے ہوئے اعتراف کر رہی تھی۔

''کیوں عاشر! میں تو تم سے اتنی شدت سے محبت کرنے لگی تھی...... پھر اس محبت کی آنچ کی حدت تمہارے دل تک رسائی کیوں نہ پا سکی۔ ضروری تو نہیں تھا کہ میں لڑکی ہو کر تمہارے سامنے اپنی محبت کا اعتراف کرتی...... تم اتنے کم فہم تو نہ تھے یا پھر تم نے بھی مجھ سے محبت کی ہی نہیں تھی۔''

عانیہ روہانسی ہو کر عاشر کی طرف دیکھنے لگی تو عاشر کو بھی احساس ہوا کہ اس نے واقعی اس کے ساتھ زیادتی کر دی ہے، اسے عانیہ کو اپنے اور ہادیہ کے رشتے کے بارے میں پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا۔ اور اگر وہ سنجیدگی سے کوشش کرتا تو اس کے گھر والے عانیہ کے لیے شاید مان ہی جاتے۔ آخر زندگی تو عاشر نے گزارنی تھی۔ لیکن عانیہ کو پسند کرنے کے باوجود ابھی شادی کرنا اس کی پلاننگ میں نہیں تھا۔ وہ اپنا کیریئر بنانا چاہتا تھا اور گھر والوں نے اسے مجبور کر دیا۔ کیا ہو جاتا

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اگر وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی مہلت لے کر اس شادی کو ٹال دیتا لیکن وہ تو عانیہ کے ساتھ سیریس ہی نہیں تھا۔ یا پھر مرد، عورت سے دوستی اور دل لگی تو خوش دلی سے کر لیتے ہیں.... مگر شادی کرنا ان کی پلاننگ میں کہیں نہیں ہوتا۔ عاشر کے رویّے نے تو یہی ثابت کیا تھا اور اس وقت عانیہ کو روتا دیکھ کر وہ دلگرفتہ ہو گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کس طرح تسلی دے۔ اس لیے اب سوائے اس سے معافی مانگنے کے کوئی چارہ نہیں تھا۔

''آئی ایم سوری عانیہ...... لیکن میرا یقین کرو...... میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا تھا..... تم تو جانتی تھیں میں پہلے اپنے پیروں پر کھڑا ہو کر اپنا کیریئر بنانا چاہتا تھا لیکن گھر والوں نے خاندان اور برادری کی ناراضی کا دباؤ ڈال کر مجھے مجبور کر دیا۔ ورنہ میں تو تم کو ہی پسند کرتا تھا۔''

اور عاشر کے لفظ ''تھا'' نے عانیہ کو مزید تکلیف پہنچائی تھی۔ یعنی سالوں کی پسندیدگی میں چند دن کی شادی شدہ زندگی برتنے کے بعد عاشر کی زندگی میں عانیہ کی چاہت اور پسند ''تھا'' بن چکی تھی۔ اسے عاشر کی وضاحت پر تسلی کے بجائے غصہ آیا تھا۔

''نہیں عاشر...... تمہاری یہ ساری دلیلیں بہت کمزور اور بودی ہیں۔ اگر تم نے مجھ سے محبت کی ہوتی، مجھے پانے کی خواہش رکھتے تو کبھی اپنی خواہش سے اتنی آسانی سے دستبردار نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ تم نے بھی دوسرے لڑکوں کی طرح دوستی کے نام پر میرے ساتھ دل لگی کی...... اس لیے میں تمہاری زندگی سے اتنی آسانی سے نکل گئی کیونکہ تم نے کبھی مجھ سے محبت ہی نہیں کی تھی۔ محبت تو میں نے کی تھی شاید اسی بے وقوفی کی سزا ملی ہے مجھے...... کیونکہ میں اب کسی کے ساتھ خوش نہیں رہ سکوں گی۔ اس لیے میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی عاشر......'' عانیہ نے روتے ہوئے فون بند کر دیا تھا مگر عانیہ کے دکھی ہونے پر اسے بھی افسوس ہوا تھا۔ وہ اس کے لیے اتنی شدت سے چاہت رکھتی ہوگی اس خیال نے عاشر کو ملول کرنے کے ساتھ، ساتھ ایک عجیب سے تفاخر میں بھی مبتلا کر دیا تھا۔ دوسری جانب عانیہ کو احساس ہو رہا تھا کہ عاشر کے سامنے جذباتی ہو کر جو اعترافِ محبت وہ کر بیٹھی تھی اس کے بعد اس کا بھرم بھی ٹوٹ گیا تھا۔ کیا ہوتا جو وہ عاشر کے سامنے کمزور نہ پڑتی۔ کم از کم اس کا بھرم ہی رہ جاتا۔ مگر اس وقت تو وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی بار کسی لڑکے سے دوستی کی تھی۔ اس کی محبت میں مبتلا ہو کر اس کے ساتھ زندگی جینے کے خواب دیکھے تھے۔ اسے کیا پتا تھا لڑکیوں کو جھوٹے خواب دیکھنے کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑ جاتی ہے۔

اب اس دکھ اور اذیت کے احساس کا کوئی ازالہ نہیں تھا کہ عاشر کسی اور کا ہو چکا ہے شاید ایاز کو بھی ٹھکرانے کے بعد اسے بھی ایسا ہی دکھ ہوا ہوگا اور اس نے عانیہ کو بددعا دی ہوگی، تب ہی تو عانیہ اس کی طرح نامراد ٹھہری تھی۔ رہ، رہ کر اسے (عانیہ کو) روتے ہوئے یہی خیال آ رہا تھا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی...... سوائے اس کے کہ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر اپنی جاب میں خود کو مصروف کر لے...... اور اس نے کیا بھی یہی تھا۔

☆☆☆

فریدہ بیگم ماں تھیں۔ اس لیے اس کے مزاج کے برخلاف بھید بھری چپ سے پریشان ہو گئی تھیں۔ اس لیے چاہتی تھیں کہ وقت پر عانیہ اپنے گھر کی ہو جائے۔ ورنہ وقت ہاتھ سے نکل جائے تو محلوں کی شہزادیاں بھی بے مول ہو کر رہ جاتی ہیں۔ عانیہ کے معاملے میں وقت ہی ان کے ہاتھوں سے پھسلتا جا رہا تھا۔ عانیہ کے جوڑ کا کوئی معقول رشتہ مل ہی نہیں رہا تھا۔ جانے کیا وجہ تھی۔ اچھے خاصے لوگ گھر آ کر پسند کر کے جاتے...... مگر پھر رشتہ طے ہونے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ عانیہ کی دونوں بڑی بہنوں نے تو کہنا شروع کر دیا تھا کہ بھابیوں نے اس کے رشتے پر بندش کرا دی ہے۔ ایاز کا رشتہ نہ لینے پر جادو ٹونا کرایا ہے۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اوران کا یہ عقیدہ اتنا پختہ تھا کہ فریدہ بیگم بھی سنجیدگی سے اس کی شادی کے لیے پریشان ہوگئی تھیں۔ جبکہ خود عانیہ کو کسی بات کی پروا نہیں تھی۔ عاشر کی بے وفائی بلکہ ہرجائی پن نے شادی کے نام سے اس کا دل اچاٹ کردیا تھا۔ وہ عاشر کو دل سے نکال کر کسی اور کو جگہ دینے میں ناکام اور بے بس تھی...... اس لیے بہتے پانی کی طرح پلوں کے نیچے سے نکلتے وقت کو اس نے بھی مٹھی میں پکڑ..... کے قید کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور یوں آٹھ سال دبے پاؤں اس کی زندگی سے خاموشی سے گزر گئے۔

ان آٹھ سالوں میں عاشر دو بیٹیوں کا باپ بن چکا تھا۔ سی ایس ایس کر کے مقامی کالج میں لیکچرار شپ کررہا تھا۔ اپنی ذاتی اکیڈمی اور پرائیویٹ اسکول کھول چکا تھا...... اس نے اپنے سارے خواب پورے کرلیے تھے جبکہ عانیہ کی زندگی میں عمر کے ساتھ ہندسوں میں اضافے کے ساتھ بینک اکاؤنٹ میں اضافہ ہوا تھا۔ مگر اس کی زندگی ایک ہی جگہ ٹھہر چکی تھی۔ عاشر ہر طرح سے فائدے میں رہا تھا۔ آج عانیہ کے لیے شادی شدہ اور رنڈوے مردوں کے رشتے آرہے تھے۔ مگر وہ شادی نام کا جوا کھیلنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ عمر کے ساتھ مزاج میں بھی خودسری آگئی تھی۔ جس کے باعث سب نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ فریدہ بیگم پہلے سے زیادہ کمزور اور پریشان رہنے لگی تھیں۔ مگر عانیہ کو کسی کی پروا نہیں تھی...... وہ عاشر کے معاملے میں بے بس تھی اور آج تک اس کی محبت دل سے نکال نہیں سکی تھی۔

☆☆☆

اور اب پورے آٹھ سالوں بعد بجھی ہوئی راکھ میں چنگاری کو عاشر اور عانیہ کی اچانک ملاقات نے ہوا دی تھی۔ وہ اسکول کے سالانہ فنکشن میں شرکت کے لیے کوئی ڈریس لینے مال میں شاپنگ کے لیے آئی تھی۔ جہاں اس کی ملاقات عاشر سے ہوئی۔ وہ پہلے سے زیادہ ہینڈسم ہوگیا تھا۔ عانیہ نے اسے دیکھا تو لگا کہ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد عاشر کی محبت آج بھی روزِ اول کی طرح اس کے دل میں دھرنا مارے بیٹھی ہے۔ وہ آج بھی اس ہرجائی کو دل سے نکالنے میں اتنی ہی بے بس تھی جتنی آٹھ سال پہلے ہوا کرتی تھی۔ شاید محبت بندے کو اسی طرح خوار کراتی ہے۔ عانیہ بھی اس محبت کے ہاتھوں خوار ہورہی تھی۔ ایاز نے بھی اس کی طرف سے مایوس ہوکر اپنی کزن سے شادی کرلی تھی اس نے پہلے بھی عاشر کی طرح راستہ نہیں بدلہ تھا۔ آج بھی وہ اس کے سامنے سے راہ بدل کر وہاں سے نہیں جاسکی تھی۔

پھر عاشر نے ہی اسے کیفے میں بیٹھ کر کافی پینے کے لیے کہا تھا اور وہ اس کے ساتھ چل پڑی تھی۔

''تم کافی بدل گئے ہو عاشر......''

عانیہ نے اس کی ظاہری شخصیت دیکھ کر کہا تھا...... وہ واقعی پہلے سے زیادہ خوشحال اور آسودہ نظر آرہا تھا۔

''اور تم بالکل نہیں بدلیں عانیہ......'' عاشر نے مسکراتے ہوئے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تو وہ سیریس ہوگئی۔

''ہاں...... کیونکہ مجھے موسموں اور رویوں کی طرح بدلنے کی عادت نہیں ہے۔''

اس کی بات کے مفہوم کو سمجھ کر عاشر ایک لمحے کے لیے خاموش ہوگیا تھا۔ اس دوران کافی اور چاکلیٹ کوکیز ویٹر رکھ کر جاچکا تھا۔ عاشر نے اسے بتایا کہ اس کی ہادیہ سے طلاق ہوچکی ہے اور اس کی دو بیٹیاں ہیں جو عاشر کے پاس ہی ہیں۔ جواباً عانیہ کچھ نہیں بول سکی تھی۔ نہ ہی افسوس کا اظہار اور نہ ہی تسلی کے روایتی جملے...... اسے تو ان میاں، بیوی کے درمیان ہونے والے حالات کا علم ہی کب تھا۔ مگر عانیہ کی زندگی میں ہونے والی کسی بھی تبدیلی کے بارے میں جان کر وہ حیران ہوئے بغیر نہیں رہا تھا۔ یہ جان کر کے اس نے اب تک شادی نہیں کی...... تو اس نے پہلا مشورہ عانیہ کو گھر بسانے کا ہی دیا تھا۔

''مجھے تم سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

عانیہ...... بھلا آج کے دور میں کون کسی کی خاطر جوگ لیتا ہے۔''

جواباً عانیہ خاموش رہی...... عاشر کو واقعی افسوس ہوا تھا۔ اسی لیے اب وہ اس پر دوستانہ رعب جمانے کی کوشش کررہا تھا۔

''اپنی خیالی دنیا سے باہر نکل آؤ عانیہ...... کیوں خود کو اپنے حصے کی خوشیوں سے محروم رکھنا چاہتی ہو...... جو ہو چکا اسے بھول جاؤ...... شاید ہمارے نصیب میں ایک دوسرے کا ساتھ نہیں لکھا تھا۔ مگر زندگی کی خوشیوں پر تمہارا بھی حق ہے۔ اور تمہیں اسے خود حاصل کرنا ہوگا، کوئی پلیٹ میں سجا کر پیش نہیں کرے گا۔''

''یہ حق تو سالوں پہلے تم نے خود ہی چھین لیا تھا مجھ سے...... اب تم ہی بتاؤ...... میں تمہارے ساتھ کے بغیر کیسے خوش رہ سکتی ہوں۔'' عانیہ پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بس یہی کہہ سکی تھی۔ ''میری خوشی تو صرف تم تھے۔ مگر اب نہ مجھ میں چھیننے کی ہمت ہے اور نہ حاصل کرنے کی خواہش...... کل بھی تم ہی خوشی دینے پر قادر تھے اور آج بھی اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں تو تمہارے سوا یہ اختیار کسی کو نہیں دے سکی۔'' اور عانیہ کی بات میں چھپے مفہوم نے اسے گنگ کردیا تھا۔ کیونکہ عانیہ اس کی زندگی کی پوری سچائی سے واقف نہیں تھی...... یا پھر وہ شرمندگی کے مارے بتا نہیں پارہا تھا۔ وہ تو یہ بھی سوچ نہیں سکا کہ لڑکیاں عانیہ جیسی پاگل بھی ہوتی ہیں۔ وہ خود تو اس سارے عرصے میں جانے کتنے جہانوں کی پرواز کے لطف اٹھاتا رہا تھا مرد واقعی فطرتاً ہرجائی ہوتا ہے۔ اسے ہادیہ سے طلاق کے بعد بھی عانیہ کو اپنانے کا خیال نہیں آیا تھا۔ نہ ہی اس نے عانیہ کی زندگی کے بارے میں کچھ بھی جاننے کی کوشش کی تھی کیونکہ ہادیہ کی موجودگی میں ہی فائزہ اس کی زندگی میں آچکی تھی۔ فائزہ اس کی ٹیوشن اکیڈمی میں فرسٹ ایئر کی اسٹوڈنٹ تھی۔ بہار کی چٹکتی کلی کی طرح خوب صورت اور حسین اور عاشر کا بے ایمان دل فائزہ کی معصومیت اور خوب صورتی پر ہار گیا تھا۔ فائزہ بھی اس کی ہینڈسم پرسنالٹی سے امپریس تھی اور پھر ان کے درمیان افیئر شروع ہوا۔ بات شادی تک پہنچی تھی اور عاشر نے ہر رکاوٹ کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے فائزہ کو حاصل کرلیا تھا۔ ہادیہ یہ بے وفائی برداشت نہیں کرسکی...... اس نے خلع لے لی اور واپس ملتان اپنے میکے لوٹ گئی۔ دونوں بچیاں عاشر نے اپنے پاس رکھ لی تھیں اور اب اس واقعے کو بھی تین سال ہورہے تھے مگر بدقسمتی سے فائزہ اب تک ماں نہیں بن سکی تھی۔ اور عاشر اپنی ذات سے جڑی یہ ساری سچائیاں عانیہ کو بتانا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے اسے اپنی زندگی میں آگے بڑھنے کا مشورہ دے کر وہ وہاں سے گھر لوٹ آیا تھا۔ مگر عانیہ انجانے میں ایک بار پھر سے عاشر سے امید باندھ بیٹھی تھی۔

☆☆☆

بات تو دکھ کی تھی کہ عاشر اور ہادیہ کی علیحدگی ہوگئی تھی مگر عانیہ کے دل میں ایک بار پھر امید کا دیا جلا گئی۔ وہ عاشر کو پھر سے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ اصل سچائی سے بے خبر تھی۔ اس لیے دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر عانیہ نے گھر جاکر عاشر کو فون پر کہہ دیا تھا کہ اگر عاشر چاہے تو وہ اپنے گھر والوں کو عاشر کے لیے منالے گی۔ اس کی دونوں بیٹیوں کو قبول کرنے پر بھی اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ بس وہ عاشر کا ساتھ چاہتی ہے۔ اور عاشر اس پاگل، نادان اور دیوانی لڑکی کی محبت کے سامنے بے بس ہوگیا۔ اس نے عانیہ کو فائزہ کے بارے میں بھی سب کچھ بتادیا۔ مگر عانیہ اس سچائی کو تسلیم کرنے پر تیار ہی نہیں تھی۔ مجبوراً عاشر کو اسے یقین دلانا پڑا تھا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں عانیہ، تمہیں کسی دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میں نے تو ہمیشہ یہی سوچا تھا کہ تم اپنی زندگی میں شادی کے بعد آگے بڑھ چکی ہوگی...... بھلا ہمارے معاشرے میں کوئی تنہا عورت اتنا بولڈ اسٹیپ کیسے لے سکتی ہے۔ مگر مجھے کیا پتا تھا...... تم آج بھی مجھ سے......''

عاشر آگے بھی کچھ بولنا چاہتا تھا مگر عانیہ کی سسکیوں کی آواز سن کر وہ خاموش ہوگیا تھا۔ اور اس

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

نے عانیہ کو، کوئی تسلی دینے کے بجائے خاموشی سے فون رکھ دیا تھا۔

دوسری جانب عانیہ بند کمرے میں بیڈ پر بیٹھی اپنے نصیب کو رو رہی تھی۔ حالانکہ رونا تو اسے عاشر کی ہرجائی فطرت پر چاہیے تھا۔ رونا تو اسے اپنی نادانی اور بے وقوفی پر چاہیے تھا۔ مگر وہ اپنی قسمت کو رو رہی تھی۔ اتنے طویل انتظار کے بعد بھی عاشر اس کی دسترس سے اتنا ہی دور تھا جتنا آٹھ سال پہلے ہوا تھا۔

بات صرف سمجھنے کی تھی مگر وہ سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔ اگر عاشر نے اس سے محبت کی ہوتی تو اس کی زندگی میں ہادیہ اور فائزہ کے بجائے صرف عانیہ ہوتی...... مگر وہ تو ہرجائی تھا۔ اسے محبت ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ اگر ہوتی تو ہادیہ سے ہو جاتی۔ اسے تو شاید فائزہ سے بھی محبت نہیں تھی۔ عاشر جیسے مرد کی زندگی کسی مسافر خانے یا سرائے جیسی ہوتی ہے۔ جہاں محبت کے نام پر مسافر بدلتے رہتے ہیں لیکن ضرورت وہی رہتی ہے جو عاشر جیسے ہرجائی فطرت کے مردوں کو ساری زندگی رہتی ہے۔ لیکن عانیہ کی عقل تو بے مہر محبت نے سلب کر رکھی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے گھر والے کبھی عاشر سے اس کی شادی نہیں کریں گے۔ یہ بات عاشر بھی اچھی طرح جانتا تھا لیکن چاہے جانے کی خواہش کس دل میں نہیں ہوتی۔ چاہت بھی وہ جو عانیہ جیسی لڑکی کی دیوانگی اور پاگل پن جیسی ہو...... جس میں محبوب کی کوئی خامی، خامی نہ لگے۔ اسی کو تو اندھی محبت کا جنون کہتے ہیں۔ جبکہ سچ تو یہ تھا کہ عاشر کو اس بار عانیہ کے لیے بہت افسوس تھا اس نادان لڑکی نے اس کی محبت کی خاطر اپنی زندگی کے قیمتی سالوں کو ضائع کر دیا تھا۔ اور اب آگے بھی اسے یہی کرنا تھا۔ اس لیے اگلے دن عاشر نے اسے اپنا فیصلہ سنا دیا تھا۔ وہ عانیہ سے شادی کرنے کے لیے تیار تھا...... اس کی وجہ سے عانیہ کی زندگی برباد ہو رہی تھی...... اب وہی اسے آباد کرنا چاہتا تھا۔ اور عانیہ کا غصہ تو صرف ایک رات میں ہی اتر گیا تھا۔ اگلے دن عاشر کے فون پر اپنا فیصلہ سنانے پر اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ خوشی سے ہنسے یا پھر روئے...... اگر عاشر اسے مل سکتا تھا تو پھر اسے فائزہ کی صورت میں سوتن نام کی اس کٹھن آزمائش کی بھی پروا نہیں رہی تھی۔ جسے دنیا کی کوئی عورت ہنسی خوشی جھیلنے پر تیار نہیں ہوتی مگر عانیہ نے ہامی بھر لی تھی۔ وہ اپنے گھر والوں کو منا لے گی۔ یہ سوچے بغیر کہ دو کشتیوں کا سوار اکثر زندگی میں توازن قائم رکھنے میں ناکام رہتا ہے۔ لیکن اس بار عانیہ نے سب سے لڑ کر اپنا حق (محبت، خوشی) دنیا سے چھیننے کا اٹل فیصلہ کر لیا تھا۔ یہ سوچے بغیر کہ اس کا یہ فیصلہ صائب ہے یا نہیں......

☆☆☆

اور بالآخر سب ہی کی بھرپور مخالفت کے باوجود عانیہ اپنی ضد منوانے میں کامیاب ہو گئی۔ عاشر نے فائزہ کو کس طرح راضی کیا۔ اسے اس بات سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ صرف اتنا جانتی تھی کہ بالآخر وہ عاشر کو ہمیشہ کے لیے پانے جا رہی ہے۔ جس کے بعد زندگی میں کوئی خلش، کوئی کسک باقی نہیں رہے گی۔ کیونکہ عمر کے بتیسویں سال میں اس نے کسی طلاق یافتہ یا رنڈوے کا رشتہ قبول کر کے زندگی سے کمپرومائز کرنا تھا تو پھر عاشر کیوں نہیں...... بس اسی دلیل کے ساتھ عانیہ نے سب کی مخالفتوں کے منہ بند کر دیے تھے اور سوچ لیا تھا کہ عاشر کی محبت کی خاطر وہ زندگی سے ہر سمجھوتا کر لے گی۔

اور پھر صرف ایک ہفتے کے اندر وہ عاشر سے نکاح کے بعد سادگی سے رخصت ہو کر اس کے فلیٹ میں آ گئی۔ جہاں فائزہ پہلے سے موجود تھی۔ لیکن اس وقت اس کا استقبال کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ عاشر کے گھر والے بھی اس نکاح میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ ویسے بھی باپ کے انتقال کے بعد سالوں سے کراچی میں مقیم عاشر کے ذاتی معاملات میں اس کے بھائیوں نے دخل دینا چھوڑ دیا تھا۔ ہادیہ سے اس کی علیحدگی کے بعد وہ پہلے ہی اس سے ناراض تھے۔

بہرحال عاشر کو پا کر عانیہ بہت خوش تھی۔ مگر

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

شادی کی پہلی رات ہی فائزہ کی خودکشی کی کوشش نے عانیہ کی خوشی ہی نہیں ارمانوں پر بھی خاک مل دی تھی۔ کیونکہ عاشر نے وہ پوری رات فائزہ کی دیکھ بھال اور دلجوئی میں گزار دی تھی۔ مجبوراً عانیہ کو صبر کا یہ کڑوا گھونٹ پینا پڑا۔ وہ کسی دوسری عورت کا حق بانٹنے آگئی تھی کیونکہ عاشر، فائزہ کو طلاق دینا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے وہ پوری رات اس نے فائزہ سے معافیاں مانگتے گزاری تھی۔ اسے یہ یقین دلاتا رہا تھا کہ وہ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ اور فائزہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر پرسکون ہوگئی۔ کیونکہ وہ عاشر کو نکاح کی پہلی رات ہی عانیہ سے دور رکھنے میں کامیاب ہوگئی تھی۔

اگلی صبح ناشتے کی ٹیبل پر عاشر نے اس سے معذرت کرنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ حالانکہ وہ ساری رات بے چین اور پریشان رہی تھی۔ اور اب عانیہ خود فائزہ کو اتنی مطمئن اور پُرسکون دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ اتنی خوب صورت اور کم عمر بیوی کے ہوتے عاشر اس سے شادی کے لیے کیوں مجبور ہوگیا۔ وہ تو فائزہ کی خوب صورتی کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھی۔ پُرکشش شخصیت بھی وقت گزرنے کے ساتھ اپنی کشش کھونے لگی تھی۔ اس کی عمر 32,33 سال تھی اور فائزہ صرف 23 سال کی تھی اور شادی کو بھی دو سال سے زیادہ ہوگیا تھا تو کیا صرف اولادِ نرینہ کی خواہش نے عاشر کو اس سے شادی کے لیے مجبور کیا تھا۔ اس سوچ نے عانیہ کی بھوک، پیاس ہی اڑا دی۔ اور ناشتے کی ٹیبل سے وہ صرف چائے پی کر ہی اٹھ گئی۔

اپنے کمرے میں آ کر اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے...... اسے اندازہ نہیں تھا پچھتاوے کا لمحہ اتنی جلدی اس کی زندگی میں آجائے گا۔ وہ تو اپنی محبت اور خلوص سے عاشر کے ساتھ اس کی بیٹیوں اور فائزہ کا دل جیتنے کی خواہش لے کر اس گھر میں آئی تھی۔ لیکن خسارے کے اس سودے میں وہ پہلے قدم پر ہی ہار جائے گی، یہ سوچا نہیں تھا۔ عاشر کی دونوں بیٹیاں فائزہ کو ماما کہہ رہی تھیں۔ اس سے بات کرنا تو دور اسے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ چار اور چھ سال کے معصوم ذہنوں میں فائزہ نے نہ جانے کیا فیڈ کیا تھا کہ باپ کے حوالے سے بھی انہوں نے عانیہ کو رعایت دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ بہت مایوس اور پژمردہ تھی۔ جب عاشر اسے سمجھانے چلا آیا تھا۔

''دیکھو عانیہ......اس وقت فائزہ جس ذہنی حالت سے گزر رہی ہے اس کا اندازہ تم بخوبی لگا سکتی ہو......اس لیے میں اسے اس کنڈیشن میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا......تم سمجھدار ہو اور میچور ہو...... تمہیں صبر اور برداشت سے کام لینا ہوگا۔''

اور جواباً وہ کچھ نہیں بول سکی تھی۔ سوائے یہ سوچنے کے وہ کل رات سے اب تک صبر اور برداشت ہی سے تو کام لے رہی تھی۔ صرف عاشر کی محبت کی خاطر وہ محبت جو اسے عاشر سے تھی اور اس نامراد محبت کی خاطر اس نے زندگی کا یہ خاردار راستہ اپنی رضا سے چنا تھا۔

ولیمے کے تین چار دن بعد اس کی چھٹیاں ختم ہوگئی تھیں۔ اب اسے اسکول جوائن کرنا تھا۔ اسے اسکول کے لیے صبح جلدی اٹھنے کی عادت تھی۔ سو اس نے ناشتا بنانے کے ساتھ، ساتھ نمرہ، ثمرہ کو بھی اسکول کے لیے تیار کردیا تھا۔ اس سے پہلے صبح کے ناشتے کے ساتھ، ساتھ دوپہر اور شام کا کھانا بھی باہر سے آرڈر کیا جاتا تھا۔ فائزہ کچن کے کام نہیں کرتی تھی۔ وہ عاشر کا اسکول چلا رہی تھی۔ اس لیے گھر کے اوپری کاموں کے لیے ملازمہ آتی تھی۔ مگر عانیہ نے صرف چند دنوں میں گھر کی روٹین ہی بدل دی تھی۔ اس نے صبح کے ناشتے کے ساتھ دوپہر اور شام کا کھانے بنانے کی ذمے داری اپنے سر لے لی۔ فائزہ تو اسکول آف ہونے کے بعد وہیں سے اکیڈمی چلی جاتی۔ پھر شام کو واپس آتی تھی۔ عاشر رات دیر تک اکیڈمی میں ہوتا تھا۔ لہٰذا اس کی واپسی تک عانیہ اس کے انتظار میں نڈھال ہوچکی ہوتی۔ کیونکہ پورے دن بھر میں صبح ناشتے کی ٹیبل اور رات کے کھانے پر ہی عانیہ کا سامنا عاشر سے ہوتا تھا۔ اس کے بعد کچھ دیر ٹی وی دیکھنے کے بعد عاشر سونے کے لیے اپنے اور فائزہ کے بیڈروم

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

میں چلا جاتا تو عانیہ دل مسوس کے رہ جاتی۔ شاید ایک دن ہی وہ اس کے کمرے میں آیا تھا۔ چند دنوں میں اسے عاشر کے روزمرہ معمولات کا علم ہوگیا تھا۔ اب اسے اس معمول کا حصہ بن کر عادی ہونا تھا مگر وہ زیادہ دن صبر اور برداشت کے پڑھائے عاشر کے سبق پر من وعن عمل نہیں کرسکی۔ اور موقع ملتے ہی عاشر سے شکوہ کر بیٹھی تھی۔

''ایسا کب تک چلے گا عاشر...... میں نے تمہارے ساتھ ایسی زندگی جینے کے خواب نہیں دیکھے تھے۔ میں مزید یہ سب برداشت نہیں کرسکتی۔ تمہیں فیصلہ کرنا پڑے گا۔'' عانیہ نے بالآخر دل کی بھڑاس نکالنے میں دیر نہیں کی تھی۔ اور لیپ ٹاپ پر کام میں مصروف عاشر نے اسے اچنبھے سے دیکھا تھا۔

''کیسا فیصلہ...... تم کہنا کیا چاہتی ہو عانیہ......؟''

''یہی کہ میں بھی فائزہ کی طرح آپ کی بیوی ہوں اور اس لحاظ سے میرے اور اس کے حقوق برابر ہیں، اس لیے آپ کو اب ہم دونوں کے درمیان اپنے وقت کی تقسیم برابری کی بنیاد پر کرنی ہوگی۔''

عاشر نے نروٹھے پن سے اسے دیکھا تھا۔

''میں بھی ایسا ہی کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ مگر فی الحال......''

''نہیں عاشر...... جب سے ہماری شادی ہوئی ہے، آپ مجھ سے زیادہ فائزہ کو ٹائم دیتے ہیں، یہ سراسر ...ناانصافی ہے کیونکہ ہماری ابھی شادی ہوئی ہے۔ آپ کے زیادہ وقت پر میرا حق بنتا ہے، یہ بات فائزہ کو سمجھنی چاہیے۔ مگر جب آپ ہی کو میری پروا نہیں ہے تو فائزہ کو یہ بات کون سمجھائے گا۔'' عانیہ نے اس کی بات کاٹ کر اپنی ناراضی کا برملا اظہار کیا تھا۔

''دیکھو عانیہ...... میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا۔ اس وقت فائزہ کو میری زیادہ ضرورت ہے۔ تم اس گھر میں میری محبت کی شراکت دار بن کر اس کی زندگی میں آئی ہو۔ اور یہ بات کوئی بھی عورت آسانی سے برداشت نہیں کرتی ہے۔ فائزہ کو بھی حالات سے کمپرومائز کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔ تب تک تمہیں ہی برداشت کرنا پڑے گا۔''

عاشر کے روکھے پھیکے جواب نے عانیہ کو حد سے زیادہ مایوس کیا تھا۔ بات تو عاشر کی درست تھی وہ دوسری عورت کے حق پر غاصب بن کر آئی تھی لیکن شاید شادی سے پہلے اس نے یہ سوچنے کی زحمت نہیں کی تھی کہ شادی کے بعد اسے سوتن کو برداشت کرنے کے لیے، بہت بڑی قربانی دینی پڑے گی۔ نہ جانے کتنے سمجھوتے کرنے پڑیں گے مگر اس وقت عانیہ کے سر پر عاشر کی محبت پانے کا بھوت سوار تھا۔ زندگی کی تلخ حقیقتوں کا ادراک رکھنے کے باوجود وہ یہ سمجھنا نہیں چاہتی تھیں کہ جس قسم کی زندگی کا انتخاب اس نے کیا ہے اس میں عانیہ کو ساری زندگی سمجھوتے ہی کرنے پڑیں گے۔

وہ عاشر کو لاؤنج میں صوفے پر بیٹھے کام کرتا چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔

عاشر سے اس حد تک بے حسی کی امید نہیں تھی۔ اس کی قربانیوں کی قدر اور ستائش نہ سہی عاشر کو احساس ہی ہوجاتا کہ عاشر کی محبت اور خوشنودی کی خاطر اس نے اس گھر اور اس کی ذمے داریوں کو ہی نہیں سنبھالا بلکہ سوتن کے جیتے جاگتے وجود کو بھی حوصلے سے قبول کیا ہے۔ پھر بھی ساری قربانی اور برداشت اسی کے حصے میں آرہی ہے۔ عاشر کو یہ احساس ہی ہوجاتا تو شاید وہ اتنی جلدی پچھتاوے کا شکار نہ ہوتی اور وہ تو ابھی سے اس زندگی سے تھک کر بیزار ہونے لگی تھی مگر اس سب کے باوجود عاشر سے الگ ہونے کا سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ شاید محبت کی دیوانگی اور پاگل پن اسی کو کہتے ہیں جو آج کے دور میں ڈھونڈنے سے بھی ناپید ہی ملے گا۔

وہ بیڈ پر گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھی سوچتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ رات گہری ہوچلی تھی۔ وہ اٹھ کر کمرے سے باہر لاؤنج میں آئی تھی۔ یہ سوچ کر کہ فائزہ تو اب تک سوچکی ہوگی...... عاشر تو لاؤنج میں کام کررہا ہے مگر وہاں آکر عاشر کو نہ پاکر اسے مایوسی ہوئی۔ عاشر نہ جانے کب اپنے اور فائزہ کے بیڈروم میں جاچکا تھا۔ وہ یوں ہی اپنی تسلی کے لیے ان کے بیڈروم تک گئی تھی۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

جس کا دروازہ بند نہیں تھا۔ اور اندر سے عاشر اور فائزہ کی آواز صاف باہر تک آرہی تھیں۔ وہ یہ سوچ کر آگے بڑھی تھی کہ شاید عاشر کو اپنی کوتاہی کا احساس ہو گیا ہو اور وہ فائزہ کو سمجھا رہا ہو گا۔ لیکن عاشر کی بات سن کر وہ وہیں دم بخود کھڑی رہ گئی۔

''تم نہیں جانتی فائزہ...... ان نوکری کرنے والی عورتوں کے دماغ میں خود مختار اور معاشی طور پر مضبوط عورت بننے کا خناس سمایا ہوتا ہے، وہ آزاد خیال، خود سر اور منہ زور ہو جاتی ہیں۔ اس لیے میں نہیں چاہتا کہ عانیہ کے دماغ میں بھی ایسی خناس بھر جائے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے۔ میں کل ہی عانیہ سے اس کا اے ٹی ایم کارڈ لے لوں گا۔ اسے جتنے پیسوں کی ضرورت ہوگی وہ مجھ سے مانگ لے گی۔ تاکہ وہ یہ نہ سمجھنے لگے کہ اپنی نوکری کی وجہ سے وہ میری دست نگر نہیں ہے۔ بلکہ آزاد اور خود مختار ہے اور ایسی آزاد خیال عورتیں مجھے زہر لگتی ہیں۔''

لفظ نہیں کانٹے تھے جو عانیہ کو اپنے وجود میں چبھتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔ اپنے لیے عاشر کی ایسی سوچ اور الفاظ سن کر اسے لگ رہا تھا کہ وہ کسی اونچائی سے زمین پر نہیں گری بلکہ کھائی میں گری ہے۔ جہاں بدبو دار دلدل نے اس کے وجود کو جکڑ لیا ہے۔ فائزہ جواباً عاشر کی سوچ کو درست قرار دیتے اسے سمجھا رہی تھی۔

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں عاشر...... آخر میں بھی تو اسکول کی آمدنی کی پائی، پائی کا حساب آپ کو دیتی ہوں...... اپنی ضرورت کی ہر چیز آپ سے مانگتی ہوں...... پھر عانیہ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں۔ اسے بھی اپنی تنخواہ اور اب تک کے اپنے بینک بیلنس کا حساب کتاب آپ کو دینا پڑے گا۔ آخر اب وہ آپ کی بیوی ہے اور اس کی ہر چیز پر آپ کا پورا حق بنتا ہے۔''

یہ فائزہ کے الفاظ تھے۔ جس پر اسے افسوس ہو رہا تھا کہ فائزہ ایک عورت ہو کر ایسا کیسے سوچ سکتی ہے یا پھر اپنی کمزوری (اولاد نہ ہونے) کی بدولت وہ جان بوجھ کر عاشر کی خوشنودی پانے کے لیے ایک کمزور و لاچار عورت بن کر رہنے میں ہی خوش تھی......... تاکہ عاشر کی مردانہ اور حاکمانہ ذہنیت کو تقویت پہنچا سکے۔

واپسی کا سفر کٹھن تھا مگر عانیہ نے طے کر لیا تھا وہ فائزہ جیسی بیمار سوچ کی مالک عورت نہیں تھی۔ تعلیمی شعور اور اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی طاقت نے اسے ایک پُراعتماد عورت بنایا تھا۔ اسے عاشر کی سوچ اور ذہنیت پر افسوس سے زیادہ صدمہ ہوا تھا، وہ بھی فائزہ کی سوچ کی تائید نہیں کر سکتی تھی۔ بیوی، شوہر کی زندگی میں اس کی رفیق اور ساتھی ہوتی ہے۔ اس کی غلام یا باندی نہیں جسے وہ ساری زندگی اپنا دست نگر اور محکوم بنا کر رکھے...... وہ وہاں سے چپ چاپ اپنے کمرے میں چلی آئی تھی تاکہ فیصلہ کر سکے کہ اسے آگے زندگی میں کون سی عورت بننا ہے۔

فیصلہ مشکل تھا مگر عانیہ نے کر لیا تھا۔ اگلی صبح ناشتے کی ٹیبل پر عانیہ نے عاشر کے لیے ایک خط چھوڑا تھا۔ جس میں اس سے علیحدگی کے لیے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔ کیونکہ عاشر کی محبت کی چاہ میں اس نے جو ٹھوکر کھائی تھی اس کی چوٹ بہت گہری تھی اور زخم کو بھرنے کے شاید ساری عمر کا عرصہ درکار تھا۔ وہ اس کی زندگی اور گھر سے نکل آئی تھی۔

☆☆☆

کہتے ہیں کہ محبت اندھی ہوتی ہے لیکن عانیہ کے معاملے میں بہری بھی ہو چکی تھی۔ کوئی سنتا تو یقین نہ کرتا کہ ایک پڑھی لکھی اور باشعور لڑکی جانتے بوجھتے خود کو کس طرح کھائی میں گرا سکتی ہے۔ لیکن کوئی کیا کرے...... محبت اختیار سے باہر کی چیز ہوتی ہے جو عانیہ جیسے باشعور لوگوں کو بھی بے اختیار کر کے منہ کے بل گرا دیتی ہے۔ وہ اب بھی عاشر سے الگ ہونا نہیں چاہتی تھی۔ یہ محبت میں دیوانگی تھی، پاگل پن یا بے وقوفی مگر عانیہ کو جس شدت سے ٹھوکر لگی تھی اس کی چوٹ کا زخم ساری زندگی ہرا رہنا تھا۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM



پھوہڑ

اسما قادری

”دیکھو بھئی زیتون! میری کوئی لمبی چوڑی شرطیں نہیں ہیں۔ میں نہ تو چاند کا ٹکڑا لڑکی مانگتی ہوں' نہ بہت مال و دولت والے لوگ...... مناسب شکل صورت کی لڑکی اور شریف خاندانی لوگ مل جائیں تو غنیمت ہے لیکن لڑکی کے لیے میری شرط ہے کہ سلیقہ مند اور سلیقہ شعار ہو...... پچھلے آٹھ سال سے ایک پھوہڑ بہو کو بھگت، بھگت کر میرا آدھے سے زیادہ خون جل گیا ہے۔ اب کی بار ایسی بہو ملی تو سیدھی قبر میں ہی چلی جاؤں گی۔ دو ہی تو بیٹے ہیں میرے اور دو میں سے ایک بھی ڈھنگ کی بہو نہ ملی تو کیسے سہوں گی یہ دکھ......“ اماں جی رشتے لگوانے

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

والی زیتون بی بی کے سامنے بیٹھی کچھ اپنا دکھڑا رو رہی تھیں اور کچھ چھوٹی بہو سے متعلق اپنی خواہشات کا اظہار کر رہی تھیں۔ ساتھ، ساتھ ہاتھ میں موجود سروتے سے کتر، کتر چھالیا بھی کاٹتی جا رہی تھیں۔

''فکر مت کریں بی بی! زیتون کی پٹاری میں ہر طرح کا رشتہ ہوتا ہے، بڑے بیٹے کی باری پر آپ نے کہا تھا کہ زیتون لڑکی چندے آفتاب، چندے ماہتاب ہونی چاہیے سو میں نے ویسی ہی آپ کے سامنے حاضر کر دی۔ یاد نہیں، کیسے مہینوں تک بڑی دلہن کی خوب صورتی کے چرچے گھر، گھر ہوتے رہے تھے۔ محلے، پڑوس اور رشتے داروں سمیت آپ کے سارے جاننے والوں نے انگلیاں دانتوں میں داب لی تھیں کہ ایسی حسین دلہن آپ نے کہاں سے ڈھونڈی......'' زیتون نے انہیں یاد کیا دلایا گویا زخموں پر نمک چھڑکا۔

''حق ہا...... کیسی نادانی کی تھی میں نے اس وقت...... سمجھتی تھی حسین دلہن لانے سے گھر سج جائے گا لیکن یہ تو اس کو برت کر معلوم ہوا کہ گھر عورت کے حسن نہیں، سگھڑاپے سے سجتا ہے۔'' انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ بہو گھر پر نہیں تھی۔ اپنے حسن کو چار چاند لگانے بیوٹی پارلر گئی ہوئی تھی۔ اسی لیے انہوں نے اس وقت زیتون کو بلایا تھا اور دل کھول کر بات کر رہی تھیں۔

''یہ تو آپ نے سولہ آنے ٹھیک کہا بی بی! گھر کو گھر تو سگھڑ عورت ہی بناتی ہے۔ آپ فکر مت کیجیے ایسی سگھڑ اور گنوں والی لڑکی تلاش کروں گی آپ کے لیے کہ آپ ساری زندگی مجھے دعائیں دیں گی۔'' زیتون نے انہیں تسلی دی اور رخصت کے لیے پر تولنے لگی۔ اماں جی نے تکیے کے نیچے رکھا اپنا بٹوا نکال کر اس میں سے پانچ سو کا نوٹ برآمد کیا اور زیتون کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے بولیں۔

''من پسند بہو ڈھونڈ کر دے دی تو تیری فیس کے علاوہ انعام پکا ہے۔''

''آپ کی دریا دلی کو جانتی ہوں بی بی۔'' زیتون نے دانت نکالے اور چل مٹکتی ہوئی وہاں سے رخصت ہو گئی اور اماں جی یادوں کی پٹاری میں موجود تکلیف دہ یادوں کو اپنے ذہن میں کھول کر بیٹھ گئیں۔

☆☆☆

منیب اور حسیب بس ہی دو بیٹے تھے اماں جی کے جن کے جوان ہوتے ہی شوہر راہیِ ملکِ عدم ہوئے۔ مالی و معاشی مسئلہ کوئی نہیں تھا لیکن بیوگی کی چادر اوڑھتے ہی انہیں گھر کی تنہائی کاٹنے لگی۔ بڑا منیب نیا، نیا ملازمت پر لگا تھا اور حسیب کی تعلیم کا سلسلہ ابھی جاری تھا۔ ایسے میں دونوں بیٹوں ہی کے لیے ممکن نہ تھا کہ انہیں زیادہ وقت دے سکتے چنانچہ منیب احمد کو نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی بہو لانے کی خواہش کے آگے سر جھکانا پڑا۔ حسب خواہش حسین و جمیل بہو انہیں جلد مل بھی گئی۔

دنوں انہوں نے بہو کو مسہری سے نیچے قدم نہ دھرنے دیا۔ سو، سو نخرے اٹھائے لیکن آخر کب تک......؟

حسب روایت وہ چند ماہ بعد دلہن سے امید کرنے لگیں کہ وہ گھریلو ذمے داریاں سنبھالے گی۔ دلہن نے طوعاً و کرہاً ان کی یہ خواہش پوری کرنے کے لیے امورِ خانہ داری میں ہاتھ ڈالا اور یہیں سے اماں جی پر کھلا کہ ان کی بہو کے پاس بس حسن ہی حسن ہے اور سلیقہ نام کی شے سے دور، دور تک اس کا کوئی واسطہ نہیں...... دال بناتی تو دال الگ پانی الگ رہتا...... چاولوں کی لئی بنا ڈالتی۔ کچی پکی، موٹی، ادھ جلی، پاپڑ کی طرح کڑ کڑ...... بہو کے ہاتھ کی پکی روٹیوں کی جانے کون کون سی قسم انہیں کھانے کو ملی...... بوٹیوں سے بھری ہانڈی کئی بار پھینکنی پڑی کہ اتنا بدذائقہ کھانا یا جلا ہوا سالن کسی کے حلق سے نہیں اتر سکا تھا۔

ان کا صاف ستھرا باورچی خانہ اب میل، کائی اور کالک سے بھر گیا تھا۔ قیمتی فرنیچر پر دھول مٹی سے اٹا رہنے لگا غرض ایک بدنظمی اور بدانتظامی تھی جو گھر کے ہر کونے سے جھلکنے لگی اور اماں جی جو اپنے تئیں بھولا کر ریٹائرمنٹ کی زندگی گزارنے کے خواب دیکھ رہی تھیں ایک بار پھر میدان میں اترنے پر مجبور ہو گئیں لیکن اس بار گھر سنبھالنا پہلے سے زیادہ مشکل تھا کیونکہ پھوہڑ بہو سنوری ہوئی چیزوں کو بھی بگاڑ دیتی تھی۔

وہ مانجھ، مانجھ کر چولہا صاف کرتیں اور بہو بیگم دودھ ابال کر ان کی ساری محنت غارت کر دیتیں...... صوفے پر رکھے کشن ہمیشہ اِدھر، اُدھر لڑھکتے رہتے، برتنوں کے تو جیسے پیر لگے ہوئے تھے کہ شوکیس میں رکھتے ہی نہیں تھے اور کچن کا ڈنر اور سنک سے لے کر ڈرائنگ روم کی چیزوں اور صوفوں تک ہر جگہ نظر آتے تھے۔ بچوں

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کی آمد کے بعد تو معاملات اتنے بگڑے کے اماں جی کے لیے بھی سنبھالنا مشکل ہوگیا اور اپنے محنت و محبت سے سجے گھر کا بگڑا حلیہ تصویرِ حسرت بنی دیکھتے رہنے پر مجبور ہوگئیں۔ بہو ایسا چکنا گھڑا تھی جسے سگھڑ بنانے کی ان کی ہر کوشش رائیگاں گئی اور جس پر ان کی کسی نصیحت و فصیحت نے اثر نہ کیا۔ منیب احمد سے شکایت کرنا بھی بے سود رہا کہ حسین بیوی کے حسن میں جکڑا وہ اسے ایک لفظ بھی کہنے کا روادار نہیں تھا۔ ہر معاملے میں بدسلیقہ بیوی اپنے حسن کو سنبھالے رکھنے میں بہت ہوشیار تھی۔ گھریلو ٹوٹکوں سے لے کر پارلرز کی مہنگی سروسز تک سب کچھ خود پر آزماتی رہتی سو آج بھی اول روز کی طرح ہی چمکتی دمکتی تھی ایسے میں میاں اس کے حسن کا اسیر تھا تو کچھ ایسا غلط بھی نہیں تھا...... یہ تو اماں جی ہی تھیں کہ بیٹے کی کمائی اس بے دردی سے لٹتے دیکھنے پر اپنی جگہ بیٹھی کلستی رہتی تھیں۔

بری میں بڑی چاہت سے چڑھائے کم خواب کے غرارے کا مسکنا، خاص حیدرآباد دکن سے منگوائی گئی بنارسی ساڑی کا استری سے جلنا، سچے کام کے دوپٹوں کا پھٹنا تو سارے ماضی کے صدیے ہوگئے تھے۔ بہو ہر روز ان کے دل پر ایک نیا چرکا لگاتی تھی۔ اب برانڈڈ جوڑے اپنی بے قدری کا ماتم کرتے اِدھر، اُدھر رلتے پھرتے تھے۔ بچوں کے قیمتی کپڑے کام والی ایک ساتھ سرف میں بھگو کر ایک دوسرے پر رنگ چڑھا دیتی تھی، ہر سوٹ کے ساتھ میچنگ سے آئے جوتے، سینڈلیں، بیگز یوں گھر کے مشرق، مغرب، شمال، جنوب میں بکھرے رہتے کہ وقتِ ضرورت پہننے کے لیے ایک ساتھ ایک جوڑی دستیاب نہ ہوتی...... بسکٹ، ٹافیوں، چپس اور پاپڑ کے رنگ برنگے ریپرز گھر میں اِدھر سے اُدھر اڑتے پھرتے اور بہو بیگم پلنگ پر اٹوائی کھٹوائی لیے پڑی رہتیں۔ منیب دفتر سے گھر واپس آتے تو دہائی دی جاتی کہ سارا دن کام کر، کر کے اور بچوں کا پھیلاوا سمیٹتے، سمیٹتے جان آدھی ہوگئی ہے۔ اس آدھی جان کو پورا کرنے کے لیے منیب بیوی بچوں کو آؤٹنگ پر لے جاتے، ونڈو شاپنگ ہوتی اور کھانا کہیں باہر ہی کھایا جاتا۔ نڈھال سی اماں جی اپنے اور حسیب کے لیے ہانڈی روٹی کرتیں اور پھر حسیب کے سامنے دل کے پھپھولے پھوڑتیں...... ماں کی شکایات اور گھر کی ابتر حالت نے حسیب کے دل میں بھی یہ خیال راسخ کر دیا تھا کہ عورت چاہے خوب صورت نہ ہو لیکن سگھڑ ضرور ہونی چاہیے چنانچہ بڑے بیٹے کی شادی کے پورے آٹھ سال بعد جب اماں جی دوسرا بیٹا بیاہنے چلیں تو ان کا پہلا مطالبہ سگھڑاپا اور صرف سگھڑاپا تھا۔

☆☆☆

سانولی رنگت، بوٹا سا قد، موٹی، موٹی خوب صورت آنکھیں اور میٹرک تک تعلیم...... یہ تھی اماں جی کی دوسری بہو شازیہ جسے سب گھر والے شجو کہہ کر پکارتے تھے۔ حسیب نے ایم فل کر رکھا تھا اور یونیورسٹی میں پڑھا رہا تھا۔ پڑھنے پڑھانے کے چکر میں ہی اس کی شادی میں اتنی تاخیر ہوگئی تھی کہ بڑے بھائی سے عمر میں چار سال چھوٹا تھا لیکن شادی میں آٹھ سال کا وقفہ آگیا تھا۔ اماں جی زیتون کے ساتھ رشتہ دیکھنے شازیہ کے گھر گئیں تو اس کی شکل صورت پر تو کوئی اعتراض نہ ہوا لیکن میٹرک تعلیم سن کر ذرا تذبذب میں پڑ گئیں کہ اتنے پڑھے لکھے بیٹے کے لیے صرف میٹرک پاس لڑکی کو کیسے بہو بنائیں دوسری طرف شازیہ کے گھر کے سلیقے نے ان کا دل موہ لیا ایسا چمکتا دمکتا، جگر، جگر کرتا گھر تھا کہ کسی شے کو ہاتھ لگاتے بھی ڈر لگتا تھا کہ کہیں چھونے سے میلی نہ ہوجائے۔ زیتون نے انکشاف کیا کہ گھر میں سجے گلاس پینٹنگ، سرامکس، کروشیے اور کرسٹل ورک کے نمونوں سے لے کر صوفوں پر رکھے کشنز کی ڈیزائننگ اور کڑھائی تک سب کچھ شازیہ کے ہاتھوں کا کمال ہے۔ ان کی خاطر کے لیے انواع و اقسام کی جو چیزیں پیش کی گئیں وہ بھی شازیہ کے ہاتھوں کا اعجاز قرار پائیں۔ خوش رنگ و خوش ذائقہ وہ اشیائے کام و دہن کچھ ایسے سلیقے سے پیش کی گئیں کہ اماں جی تکلف کا مظاہرہ کرنے کی خواہش کے باوجود کافی کچھ کھا گئیں اور دل میں داد دیے بغیر نہ رہ سکیں کہ ہر شے لاجواب ہے۔ آزمائش کے لیے شازیہ سے چاکلیٹ کیک اور چکن نگٹس کی تراکیب بھی پوچھ ڈالیں جو اس نے ایسی فر، فر اور سبھاؤ سے سنائیں کہ اماں جی کو یقین کرنا پڑا کہ ان سے لڑکی کے سگھڑاپے کے بارے میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا ہے۔ وہ اس گوہر نایاب کو اپنے گھر لانے کے لیے بے قرار ہونے لگیں لیکن مسئلہ تعلیم کا تھا کہ بیٹے کو شکوہ نہ ہو کہ ماں میری ہم پلہ بیوی نہ ڈھونڈ سکی۔ آخر انھوں نے حتمی فیصلے کے لیے گیند بیٹے کے کورٹ میں

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اچھال دی۔ تعلیم کا سن کر وہ بھی ذرا سا چپ ہو گیا لیکن پھر کچھ دیر سوچ کر بولا۔

"آپ اس رشتے کو اوکے کر دیں اماں جو لڑکی اتنے گنوں والی ہے وہ یقیناً ذہین بھی ہوگی، ہو سکتا ہے اسے کسی وجہ سے اپنے گھر میں پڑھنے کا موقع نہ ملا ہو...... اس کی یہ کمی یہاں آ کر بھی دور ہو سکتی ہے۔" اماں جی بیٹے کا جواب سن کر خوش ہو گئیں اور یوں چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق ان کی چھوٹی بہو ان کے آنگن میں اتر آئی۔

بہو کا جہیز دیکھ کر تو اماں جی کی باچھیں مزید پھیل گئیں اس لیے نہیں کہ وہ بہت قیمتی چیز لائی تھی۔ قیمتی جہیز کی انہیں ایسی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں تھی۔ اللہ کا دیا بہت کچھ تھا اور بیٹے بھی اچھا کماتے تھے اس لیے ان کے دل میں کوئی لالچ نہیں تھا۔ وہ تو جہیز میں بھی بہو کی سلیقہ مندی کے نمونے دیکھ، دیکھ کر نہال ہوتی رہتی تھیں۔ کچھ لوگوں نے اعتراض بھی کیا کہ وہ بڑی بہو کی ٹکر پر چھوٹی بہو نہیں لائیں اور بڑی کے سامنے چھوٹی ذرا دبی، دبی سی لگ رہی ہے لیکن انہوں نے ذرا پروا نہ کی اور مسکرا کر بولیں کہ وہ بڑی بہو کی ٹکر پر حسین نہ سہی لیکن اس کے پھوہڑ پن کے توڑ کے طور پر سلیقہ مند بہو ضرور لائی ہیں۔ ایک عقل مندی انہوں نے یہ کی تھی کہ چھوٹی بہو لانے سے قبل ہی بڑے بیٹے اور بہو کو اوپری پورشن میں منتقل کر کے ان کا چولھا ہانڈی الگ کر دیا تھا۔ انہیں اندازہ تھا کہ انہوں نے خود تو جیسے تیسے بڑی بہو کے ساتھ گزارہ کر لیا تھا لیکن چھوٹی کے لیے اس کا ساتھ ایک آزمائش ہوتا اور وہ کیوں خواہ مخواہ کسی کو آزمائش میں ڈال کر اپنے گھر کا ماحول خراب کرتیں۔

☆☆☆

چھوٹی کو گھر کی ذمے داریاں سونپنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی۔ ویسے کے دوسرے دن ہی اس نے اماں جی کے بہت روکنے کے باوجود کام کاج میں ہاتھ ڈال دیا تھا۔ صفائی اور کپڑوں کی دھلائی کے لیے گھر میں کام والی آتی تھی لیکن بس یونہی چلتا ہوا کام کرتی تھی۔ شازیہ نے اس کو اپنے ساتھ لگا کر صفائی کا بیڑا اٹھایا تو گھر کی صورت ہی کچھ سے کچھ ہو گئی۔ کئی پرانی چیزیں پھنکوا کر اس نے ان کی جگہ اپنے جہیز کی چیزیں سجا دیں تو گھر اور بھی خوب صورت لگنے لگا۔ پھنکوائی جانے والی چیزوں میں سے چند ایسی تھیں جو اماں جی کو بڑی عزیز تھیں اس لیے انہیں تھوڑا سا دکھ ہوا، ساتھ ہی یہ بھی برا لگا کہ بہو نے سب کچھ بڑی خود مختاری سے کیا اور کسی معاملے میں ان سے کوئی رائے نہ لی لیکن گھر کی نکھری صورت دیکھ کر انہوں نے یہ شکوہ اپنے دل میں ہی دبا لیا اور حسیب کے ساتھ مل کر بہو کو اس کی کارکردگی پر داد دی۔ تعریف سن کر وہ یوں فخریہ مسکرائی جیسے کہہ رہی ہو کہ ہم سا ہو تو سامنے آئے اور بات واقعی تھی بھی یہی...وہ کھانا پکاتی تو ایسا لاجواب کہ کھانے والا اپنی انگلیاں چاٹتا رہ جاتا۔ کپڑے اتنی صفائی سے سیتی کہ بڑے، بڑے درزیوں کو مات دے دیتی۔ خود اماں جی کو اس نے نہایت نفیس کڑھائی کا کرتا تیار کر کے دیا جسے پہن کر وہ نہال ہو گئیں اور ایک، ایک کو بتاتی رہیں کہ یہ ان کی چھوٹی بہو کے ہاتھ کا سلیقہ ہے، بہو فخریہ (بلکہ متکبرانہ) مسکراتی رہی۔

بڑا بیٹا، بیوی کے حسن کا غلام بنا تھا تو چھوٹا اس کے سلیقے سے مرعوب ہو گیا۔ اول، اول خیال تھا کہ بیوی کو مزید تعلیم دلوائے گا لیکن پھر یہ کہہ کر خود ہی اپنے ارادے کو منسوخ کر دیا کہ بیچاری پہلے ہی دن بھر گھر کے کاموں میں ہلکان رہتی ہے اس پر مزید بوجھ کیسے ڈالوں۔ اماں جی نے اعتراض نہ کیا حالانکہ انہیں احساس تھا کہ تعلیم کی کمی شازیہ کے اندازِ گفتگو سے چھلکتی ہے۔ انہوں نے سوچا کہ پڑھے لکھے شوہر کے ساتھ رہے گی تو یہ کمی دور ہو جائے گی۔ چھوٹی کے آنے سے انہیں سچ مچ کی ریٹائرمنٹ بھی مل گئی تھی۔ وہ انہیں کوئی کام نہیں کرنے دیتی تھی۔ ابتدا میں اماں جی خوش ہو گئیں لیکن بیکار بیٹھنے کی عادت نہیں تھی۔ سو چند دنوں میں گھبرا گئیں اور گھریلو امور میں تھوڑا بہت حصہ لینے کی کوشش کی لیکن چھوٹی نے انہیں کچن میں گھسنے نہ دیا۔ بہت اصرار پر سبزیاں کٹوانے پر راضی ہوئی تو ان کے کاٹنے کے بعد یوں ناقدانہ نظروں سے دیکھتی رہی جیسے... یہ زبانِ خاموشی کہہ رہی ہو کہ ساری سبزی کا ناس مار دیا...... وہ بیچاری دل ہی دل میں شرمندہ ہو گئیں کہ بہو کی طرح بھلا انہوں نے کہاں خاص انداز سے سبزیاں کاٹنے کی تربیت لے رکھی تھی۔

عجیب المیہ تھا اماں جی کا کہ بڑی حد سے زیادہ پھوہڑ اور چھوٹی حد سے زیادہ سگھڑ تھی، دیکھا جائے تو سگھڑ ہونے میں کوئی برائی نہیں تھی۔ بہو بدزبان بھی نہیں تھی بلکہ

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

زیادہ تر خاموش ہی رہتی تھی لیکن اماں جی کے دل میں اس کے خلاف کوئی ایسا شکوہ جنم لینے لگا جسے وہ کوئی نام بھی نہیں دے سکتی تھیں۔ پہلے ان کی عادت تھی کہ لاؤنج میں صوفے پر کشن سر کے نیچے رکھ کر ٹی وی دیکھتیں۔ بہو نے نیا ایل ای ڈی ان کے کمرے میں لگوا دیا کہ اماں آرام سے اپنے تخت پر لیٹ کر دیکھا کریں۔ بظاہر وہ ان کا خیال رکھ رہی تھی لیکن یک دم ہی اماں جی منکشف پر ہوا کہ اس کی خیال داری میں خلوص نہیں منافقت ہے اور وہ بہت سلیقے سے انہیں ان ہی کے گھر سے بے دخل کر کے ایک کمرے تک محدود کرتی جا رہی ہے۔ بیٹے سے شکایت کرنے کا سوچا پھر یہ سوچ کر چپ ہو رہیں کہ وہ ان کی بات کا یقین نہیں کرے گا کہ وہ تو ہر وقت اپنی بیوی کے گن گاتا رہتا تھا کہ اس نے اس کی ماں کو ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا ہوا ہے اور مل کر تنکا بھی دُہرا نہیں کرنے دیتی۔ اندر سے بے چین وہ کسی نہ کسی طرح اس صورتِ حال کو برداشت کر رہی تھیں کہ ایک بات پر ان کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ بڑی بہو جیسی بھی تھی اور انہیں اس سے جتنے بھی شکوے تھے ان کی اولاد کو وہ دل و جان سے چاہتی تھیں کہ آخر وہ ان کے پوتا' پوتی تھے۔ پوتا، پوتی مطلب جگر کے ٹکڑے اور چھوٹی بہو نے ان جگر کے ٹکڑوں کی نچلے پورشن میں آمد پر پابندی لگا کر ان کے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا انہوں نے بہو کی اس حرکت پر نہایت غصے سے حسیب سے شکایت کی تو وہ اطمینان سے بولا۔

"اس میں اتنا ناراض ہونے کی کیا بات ہے اماں......! آپ کو بھی معلوم ہے کہ بھائی کے بچے کتنے بدتہذیب ہیں، بیچاری شازیہ اتنی محنت سے گھر کو سجاتی اور سنوارتی ہے اور وہ لوگ آ کر سب برباد کر دیتے ہیں۔"

"بچے تو ایسے ہی ہوتے ہیں اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ آپس کے تعلقات ہی ختم کر لیے جائیں۔ تمہاری بیگم نے تو گھر کو گھر سے زیادہ شوروم بنا کر رکھ دیا ہے۔ جہاں کوئی تنکا بھی اِدھر سے اُدھر نہیں کر سکتا......" غصے میں بھری اماں جی نے چھوٹی بہو پر پہلی بار کھل کر تنقید کی۔

"اب یہ تو اس کا حق ہے اماں! ظاہر ہے جو اتنی محنت کرے گا اسے اپنی محنت کو برباد کرنے والوں پر غصہ بھی آئے گا۔ یاد ہے ناں کہ آپ بھابی کے پھوہڑ پن سے کتنی نالاں رہتی تھیں اور اب آپ ہی شازیہ کی سلیقہ شعاری پر تنقید کر رہی ہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے کہ اماں......! اوپر بھابی اپنی مرضی اور حساب سے زندگی بسر کر رہی ہیں، یہاں آپ شازیہ کو اس کے حساب سے رہنے دیں۔ آپ کے لیے دونوں پورشنز میں کیا فرق ہے اوپر بڑے بیٹے کا گھر ہے تو نیچے چھوٹے کا۔ آپ کا بچوں سے ملنے کا دل چاہتا ہے تو اوپر چلی جایا کریں، آپ کا دل بھی بہل جائے گا اور شازیہ کو بھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" حسیب مزے سے انہیں مشورہ دے کر چلا گیا اور وہ اپنی جگہ ہکا بکا بیٹھی رہ گئیں...... ان کا گھر دونوں بیٹوں بلکہ بہوؤں میں تقسیم ہو چکا تھا اور وہ ایک معزول کی سی حیثیت اختیار کر چکی تھیں۔ زمانہ جانے کب یہ قیامت کی چال چل گیا تھا کہ انہیں خبر ہی نہیں ہو سکی تھی۔

☆☆☆

غزل

تری ہی ذات کا عکسِ کمال ہے مجھ میں
یہ رنگ و نور ترا ہی جمال ہے مجھ میں

شرارتیں جو ہمیشہ سکھائے جاتا ہے
شریر بچہ سا اِک بے مثال ہے مجھ میں

میں مانتی ہوں میرے رب کی یہ عنایت ہے
کہ عشق و پیار و وفا لازوال ہے مجھ میں

خوشی ملے بھی تو دل کھول کر نہیں ہنستی
کہیں عجیب سا رنگِ ملال ہے مجھ میں

میں یاد رکھتی ہوں اس کو بھلا نہیں پاتی
کہ ربط ماضی سے اب بھی بحال ہے مجھ میں

کسی سے ملنے ملانے کا شوق اب نہ رہا
کہ تجھ کو کھونے کا ایسا ملال ہے مجھ میں

بھلاؤں کیسے شگفتہ وہ روز و شب جن کی
حسین یادوں کی اب بھی دھمال ہے مجھ میں

کلام: شگفتہ شفیق، کراچی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

سردیوں کے دن تھے، اماں جی کو شروع سے اس موسم میں بار، بار چائے پینے کی عادت تھی اور اب بڑھاپے میں تو سردی اور بھی زیادہ لگنے لگی تھی چنانچہ بھری دوپہر میں چائے پینے کے لیے دل مچلنے لگا۔ بہو اندر اپنے کمرے میں سلائی مشین سنبھالے بیٹھی تھی۔ اس کے ہاں کچھ عرصے بعد ننھے مہمان کی آمد متوقع تھی اور وہ اسی سلسلے میں تیاریاں کرنے میں مصروف تھی۔ بڑی بہو کے گھر پہلے بچے کی پیدائش پر اماں جی نے ایک، ایک چیز بڑے ارمانوں سے خود اپنے ہاتھوں سے تیار کی تھی لیکن چھوٹی سگھڑ بی تھی جسے اپنے ہاتھ سے تیار کی چیز کے سوا کچھ بھاتا ہی نہیں تھا، اس لیے اماں جی کو اس سلسلے میں کوئی تیاری کرنے کی قطعی ضرورت نہیں تھی...... بہو کی مصروفیت کا خیال کر کے وہ اپنے لیے چائے تیار کرنے خود باورچی خانے میں جا پہنچیں...... اپنی حسب پسند چائے بنائی اور اسے پیالی میں نکالنے کے لیے صافی کی مدد سے دیگچی اٹھا ہی رہی تھیں کہ ہاتھ کانپ گیا اور آدھی چائے چولھے پر ہی گر گئی۔ کچھ عرصے سے انہیں رعشے کی شکایت شروع ہوگئی تھی۔ ابھی مرض ابتدائی اسٹیج پر تھا اور اعضا بالکل بے قابو نہیں ہوئے تھے لیکن کبھی، کبھی ہاتھ پیر بہک ہی جاتے تھے۔ اس وقت بھی یہی ہوا تھا اور اب وہ بے بس کھڑی گندے ہو جانے والے چولھے کو دیکھ رہی تھیں۔

''یہ کیا، کیا آپ نے اماں......!'' ابھی وہ چائے گرنے کے صدمے سے سنبھلی بھی نہیں تھیں کہ پیچھے سے بہو کی تیز آواز سنائی دی۔

''کچھ نہیں بیٹا بس وہ چائے بنا رہی تھی تو......'' مارے خفت کے وہ اپنا جملہ بھی مکمل نہ کر سکیں۔

''بھری دوپہر میں اور چائے...... خیر آپ کو پینی ہی تھی تو مجھ سے کہہ دیتیں......'' وہ جیسے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

''تم مصروف تھیں تو میں نے سوچا میں خود ہی......'' اس بار بھی وہ مکمل جملہ نہ بول سکیں...... بہو کا پل، پل رنگ بدلتا چہرہ انہیں مکمل کر کچھ بولنے ہی نہیں دے رہا تھا۔

''کیا فائدہ ہوا آپ کی اس ہمدردی کا...... الٹا میرا کام اور بڑھ گیا۔'' وہ بڑبڑائی اور چولھے کی صفائی میں جت گئی۔ اماں جی اتنی شرمندہ ہوئیں کہ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والے پورشن میں پہنچ گئیں۔ وہاں وہی ہمیشہ والا حال تھا۔ ایک چپل اِدھر تو دوسری اُدھر...... کارپیٹ پر پھیلے کھلونے، صوفوں پر دھرا کپڑوں کا ڈھیر جسے انہیں آتا دیکھ کر بڑی بہو نے ایک طرف سمیٹا اور ان کے بیٹھنے کی جگہ بنائی۔

بچے ہمیشہ کی طرح دادی کو...۔ دیکھ کر خوش ہوگئے اور اپنی، اپنی بولیاں بولنے لگے۔ ان کی باتوں کا جواب دیتی اماں جی دھلے کپڑوں کے اس ڈھیر کو تہ لگا کر رکھنے لگیں۔ وہ جب بھی اوپر آتی تھیں ایسا ہی کوئی چھوٹا موٹا کام نمٹا جاتی تھیں۔ کبھی بہو کو سبزی کاٹ کر دے دی۔ کبھی قمیصوں کے ٹوٹے بٹن ٹانک دیے اور کبھی بچوں کے سر میں تیل کی مالش کر دی۔ یہ چھوٹے موٹے کام انجام دیتے ہوئے انہیں اپنا آپ کارآمد محسوس ہوتا تھا ورنہ نیچے تو وہ فارغ بیٹھ، بیٹھ کر اکتا جاتی تھیں۔

''دادی وہ میوے والی میٹھی پوریاں بنائیں ناں...... آپ اتنے مزے کی بناتی ہیں، کل پاپا بھی یاد کر رہے تھے۔'' بڑے پوتے نے اچانک ہی ان سے فرمائش کی تو انہیں یاد آیا کہ ہر سال وہ سردیوں میں میوہ بھری پوریاں بناتی تھیں جنہیں ان کے بیٹے بہت شوق سے کھاتے تھے۔

''واقعی اماں جی کل منیب کہہ رہے تھے کہ اماں کے ہاتھ کی بنی پوریاں کھائے بغیر سردی کا کوئی لطف نہیں ہے۔ بنانے کو میں بھی بنا دوں لیکن اول تو فرصت نہیں ملتی دوسرے آپ کے ہاتھ والی بات کہاں آسکتی ہے۔'' ناخنوں پر بڑی لگن سے نیل پالش لگاتے ہوئے بڑی بہو نے بھی گفتگو میں حصہ ڈالا۔

''ٹھیک ہے تم سامان منگوا کر رکھ لینا میں کل بنا دوں گی۔'' بڑی بہو کی زبان سے اس کی مصروفیت کا ذکر سن کر ان کا خون کھولا تو ضرور لیکن صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئیں اور نرمی سے جواب دیا۔

اگلے دن وہ صبح ناشتے کے بعد سے ہی اوپر پہنچی ہوئی تھیں۔ حسب معمول گھر پھیلا ہوا تھا لیکن انہوں نے نظر انداز کر دیا۔ آج چھٹی کا دن تھا اس لیے منیب اور بچے سب گھر پر تھے۔ وہ پوریوں کے لیے آٹا گوندھتی رہیں اس دوران منیب اور بچوں نے مل کر ان کی حسب ہدایت میوہ کاٹ ڈالا۔ پوریاں بیلنے اور ان میں میوہ بھرنے کے کام میں بھی سب نے جوش و خروش سے حصہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

لیا۔ آخری مرحلہ ان پوریوں کو تلنے کا تھا۔ نیب نے چاہا کہ یہ ڈیوٹی اپنی بیگم کو سونپ دیں لیکن اماں جی نے انکار کر دیا۔ بہو کے پھوہڑپن سے واقف تھیں۔ معلوم تھا کہ وہ تلے گی تو ان کی ساری محنت اکارت چلی جائے گی۔

چنانچہ ہمت کر کے خود کھڑی ہوگئیں، بہو نے ان کے حسب ہدایت کڑاہی میں گھی ڈال کر چولھے پر رکھ دیا تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے پوریاں تلنے لگیں لیکن رعشہ زدہ ہاتھ بار، بار بہک جاتا تھا اور گھی کی بڑی مقدار چولھے پر گر رہی تھی۔ انہوں نے چور نظروں سے کئی بار بہو کی طرف دیکھا کہ شاید وہ برا مانے لیکن وہ تو جیسے دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔ شاید اس لیے بھی پروا نہیں تھی کہ چولھا پہلے ہی اچھا خاصا گندا ہو رہا تھا اور گھی گرنے سے بڑھنے والی گندگی اس کے لیے قطعی پریشانی کا سبب نہیں تھی۔

پوریاں تیار ہوئیں، سب نے خوب تعریفیں کر کے کھائیں ایک پلیٹ بھر کر نیچے بھی بھیجی گئیں اور یوں شاداں و فرحاں اماں جی ذرا تھکی ہوئی آرام کی غرض سے نیچے کی طرف روانہ ہوئیں۔ چھوٹی بہو ائرفون لگائے کسی سے گفتگو میں مصروف تھی ساتھ ہی فرنیچر پر سے نادیدہ گرد صاف کرنے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

''سونا، کھانا، پینا سب نیچے ہے بڑی بی کا لیکن خدمتیں جا کر اوپر والوں کی کرتی ہیں۔'' اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے بہو کا یہ جملہ ان کے کانوں میں پڑا تو دنگ رہ گئیں لیکن زبان سے کچھ نہ کہا اور اپنے کمرے میں لیٹ کر اس بارے میں سوچتی رہیں...... کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ چھوٹی بہو ان سے کوئی کام نہیں لیتی ہے لیکن اکیلے اتنا زیادہ کام کرنے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں چڑچڑاپن پیدا ہو رہا ہے یوں بھی اس کی آج کل جو حالت تھی اس میں عورت کے مزاج میں تبدیلی آ ہی جاتی ہے۔ انہوں نے اپنے تئیں بہو کی مدد کرنے کی ٹھانی اور ان کاموں کا جائزہ لینے لگیں جو وہ انجام دے سکتی تھیں۔ کچن کا کوئی کام کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ بہو بیگم اپنی مہارت کے آگے کسی کو کچھ گردانتی نہیں تھیں، بہرحال کافی سوچ سمجھ کر انہوں نے ان کاموں کی فہرست مرتب کر لی جنہیں انجام دینے کے لیے ان کے حساب سے کسی خاص مہارت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگلے دن وہ ایک نئے عزم سے اٹھیں اور ناشتے کے بعد ڈسٹر لے کر ڈرائنگ روم میں جا گھسیں۔

بہو ابھی باورچی خانے میں ہی مصروف تھی۔ انہوں نے ڈسٹر کی مدد سے فرنیچر کی صفائی شروع کر دی۔ صوفوں اور سینٹرل ٹیبل سے فارغ ہو کر انہوں نے سائڈ ٹیبل کا رخ کیا۔ یہاں کرسٹل کے موتیوں سے بنا ایک شو پیس سجا ہوا تھا جو اُن کی بہو کے ہنرمند ہاتھوں کا کارنامہ تھا۔ انہوں نے شو پیس احتیاط سے اٹھایا اور اسے کپڑے سے رگڑنے لگیں۔ اسی وقت دروازہ چوں کی ہلکی سی آواز سے کھلا اور نہایت انہماک سے شو پیس صاف کرتی اماں جی اس بری طرح چونکیں کہ باوجود کوشش کے بھی شو پیس ان کے ہاتھوں میں رکا نہ رہ سکا۔ نازک سا شو پیس قالین پر گرنے کے باوجود سلامت نہ رہ سکا اور آنِ واحد میں وہاں کرسٹل کے بکھرے موتی نظر آنے لگے۔

''اماں جی......! یہ کیا، کیا آپ نے؟'' آنے والی چھوٹی بہو شازیہ تھی جو صدمے کی کیفیت میں چکنا چور شو پیس کو دیکھ رہی تھی۔

''بیٹا، میں بس وہ ذرا سی ڈسٹنگ......'' مارے خفت کے وہ اپنا جملہ بھی مکمل نہ کر پائیں۔

''کیوں کر رہی تھیں آپ ڈسٹنگ...... میں نے کب کہا تھا آپ سے ایسا کرنے کو...... آپ کی بڑی بہو کی طرح مجھے آپ سے خدمتیں لینے کا کوئی شوق نہیں ہے۔'' اس کا لہجہ بدتمیزی کی حدوں کو چھو رہا تھا اور انہیں یہ طعنہ دیتے ہوئے اسے قطعی یاد نہیں تھا کہ کل وہ بڑی بہو کی خدمتیں کرنے پر بھی کسی سے فون پر شکوہ کر رہی تھی۔ افسردہ اور شرمندہ سی اماں جی سے جواب میں کچھ کہا ہی نہیں گیا۔

''آپ کو کیا معلوم میں نے اسے کتنی محنت سے بنایا تھا۔ پوری کلاس میں فرسٹ پرائز ملا تھا۔ میری کئی گھنٹوں کی محنت آپ نے ایک لمحے میں برباد کر دی۔'' وہ اتنے شدید صدمے میں مبتلا تھی کہ اماں جی کی شرمندگی اور افسردگی اسے نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے ڈرائنگ روم سے باہر نکلیں اور اوپر پورشن کی سیڑھیاں چڑھ گئیں۔ کسی خطا کار بچے کی طرح شام تک وہ وہیں منہ چھپا کر بیٹھی رہیں لیکن آخر کب تک...... آرام کے لیے تو انہیں اپنے کمرے میں آنا ہی تھا۔ نیچے آئیں تو شازیہ اور حسیب کہیں جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ شازیہ کے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

چہرے پر اب بھی روٹھے، روٹھے تاثرات تھے۔

''خیریت بیٹا! کہاں جارہے ہو؟'' حبیب کے سلام کرنے پر انہوں نے حوصلہ پکڑ کر یونہی سرسری طور پر دریافت کیا۔

''بس ایسے ہی آؤٹنگ پر نکل رہے ہیں اماں...... شازیہ مینٹلی ڈسٹربڈ ہے اور سارا دن روتی رہی ہے اس لیے میں اس کا دل بہلانے کے لیے اسے زبردستی اپنے ساتھ باہر لے جارہا ہوں۔'' حبیب نے ان سے صبح والے قصے کا ذکر نہیں کیا تھا لیکن جو کہا تھا اسی سے انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ بہو کی حالت کی ذمے داری ان ہی پر عائد کی جارہی ہے۔ انہوں نے دھیرے سے بیٹے کو اللہ حافظ کہا اور اپنے کمرے میں جاکر لیٹ گئیں۔ صرف ایک شوپیس ٹوٹنے پر ان کی بہو پورا دن روتی رہی تھی اور اسے قطعی احساس نہیں تھا کہ اس کے ردِّعمل پر ان کا دل کتنی بری طرح ٹوٹا ہے۔ اس روز رات کا کھانا بھی نہ کھاسکیں اور نہ ہی ساری رات نیند آئی۔ بستر پر کروٹیں بدلتے ہوئے انہوں نے طے کرلیا کہ اب ہرگز بھی کسی کام کو ہاتھ نہ لگائیں گی۔ کاموں کی جو فہرست انہوں نے مرتب کی تھی اسے بھی فراموش کردیا......

بہو کے ہاں بیٹی کی ولادت تک وہ اپنے اس فیصلے پر کاربند رہیں لیکن جب بہو اسپتال اور پھر وہاں سے اپنے میکے چلی گئی تو انہیں ناچار کام کاج میں ہاتھ ڈالنا پڑا۔ رعشے کا مرض جان سے لگ گیا تھا۔ سال بھر کے عرصے میں کام کاج کی عادت بھی تقریباً چھوٹ گئی تھی اس لیے باوجود کوشش کے وہ کچن اور باقی گھر کو اس حالت میں برقرار نہ رکھ پائیں جیسے چھوٹی بہو رکھتی تھی۔ دس دن بعد شازیہ میکے سے واپس آئی تو سب سے پہلا کام اس نے گھر کے معائنے ہی کا کیا پھر کافی صدمے میں مبتلا نظر آنے لگی۔ بیچاری اماں جی چور سی بنی اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتی رہیں۔ غنیمت یہ تھا کہ وہ زبان سے کچھ نہ بولی اور دوبارہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اماں جی کو بہو کی آمد کی اطلاع تھی اور انہوں نے بڑے خلوص سے اس کے لیے بکرے کا شوربا اور چپاتیاں تیار کرکے رکھی ہوئی تھیں انہوں نے سوچا تھا کہ بہو سے کہیں گی یہ گھر تمہارا ہے اور تمہیں ہی اسے سنبھالنا ہے لیکن کچھ دن آرام کرو اور گھر کی ذمے داری مجھ ناکارہ کو سونپ دو۔ ایک نئے عزم کے ساتھ ٹرے میں کھانا سجا کر وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھیں...... دروازہ بند تھا۔ وہ آواز دینے کے لیے منہ کھولنے ہی لگی تھیں کہ اندر سے آتی آوازوں نے ان کی آواز کا گلا گھونٹ دیا۔

''اب جانے بھی دو ناں یار کب تک کڑھتی رہوگی۔'' یہ حبیب تھا جو منانے والے انداز میں بیوی سے مخاطب تھا۔

''کیسے جانے دوں؟ میری سال بھر کی محنت کو دس دن میں ٹھکانے لگادیا آپ کی اماں نے...... میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ جب تک میں امی کے گھر ہوں آپ بھی وہیں رک جائیں اور اماں کو اوپر بڑی بھابی کے ہاں بھجوا کر نیچے کا پورشن بند کردیں لیکن آپ نے میری بات نہیں مانی...... اگر آپ میری بات مان لیتے تو آج گھر کا یہ حال نہ ہوتا......'' تلخ لہجے میں بولنے کے ساتھ، ساتھ وہ شاید رو بھی رہی تھی۔

''میں اماں سے یہ کیسے بول سکتا تھا یار! ان کی شروع سے عادت ہے کہ اپنے بستر کے سوا کہیں نہیں سوتیں......'' حبیب دبے، دبے لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کررہا تھا۔

''یہاں میری نیندیں جو اڑ گئیں اس کا کوئی خیال نہیں ہے۔ آپ بتائیں میری حالت ایسی ہے کیا کہ میں دوبارہ اتنی محنت کرکے گھر کو صحیح حالت میں لاسکوں...... امی کتنا روک رہی تھیں مجھے کہ ابھی مت جاؤ ابھی تمہیں کمزوری ہے لیکن میں اسی فکر میں وہاں نہیں رک سکی کہ میرے پیچھے جانے گھر کا کیا حال ہورہا ہوگا اور میری فکر مندی بے بنیاد بھی نہیں تھی۔ ساری محنت مٹی میں مل گئی ہے۔ آپ کی اماں کے پھوہڑپن نے میرے سارے گھر کا ناس مار کر رکھ دیا ہے۔'' وہ آگے بھی کچھ کہہ رہی تھی لیکن اماں جی میں مزید سننے کا یارا نہیں تھا۔ ہاتھوں کی کپکپاہٹ کو مشکل سے قابو میں کیے وہ چپکے سے وہاں سے پلٹ گئیں لیکن ان کے دل و دماغ میں زبردست شور مچا ہوا تھا اور لفظ ''پھوہڑ'' کسی ہتھوڑے کی طرح ان کے دماغ پر برس رہا تھا۔ سلیقہ شعار بہو گھر لاتے ہوئے انہیں گمان بھی نہیں تھا کہ ایک روز خود انہیں ''پھوہڑ'' کا خطاب مل جائے گا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

"اے بہو ذرا رمضان اور عید کی تیاری شعبان میں ہی کرلینا، ہمارے ہاں رمضان میں بازار نہیں جاتے۔"

"جی امی......!" کرن نے تابعداری سے کہا۔

"جی امی تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے جو میں کہوں گی وہی کرو گی، اری بنو، تمہارے تو رنگ ڈھنگ ہی نرالے ہیں، پتا ہے ناں رمضان میں نیا جوڑا پہنو تو حساب نہیں دینا پڑتا۔" شائستہ بیگم بولیں۔

"اور جو ابھی چھ جوڑے نئے بنائے ہیں ان کا حساب کون دے گا۔" کرن نے دل میں سوچا۔

"اور ہاں، سستے، سستے مت بنالینا، ہم لوگ ذرا بڑھیا کپڑے بناتے ہیں، یہ نہ ہو کہ بازار کے فٹ پاتھ سے اٹھالاؤ، ڈیزائنرز کے ہی لانا اور ہاں پیسے کم ہوں تو مجھ سے لے لینا۔" شائستہ بیگم نے اس کی حیثیت یاد دلاتے ہوئے گویا حاتم طائی کی قبر پر لات ماری۔

اور بھی ہیں غم.........

مریم شہزاد



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اس بار بھی کرن نے صرف ”جی“ کہنے پر اکتفا کیا مگر دل میں پھر خیال آیا کہ ”اسراف......؟“

”اور ہاں کھانوں کی بھی نئی، نئی ترکیبیں نکال لینا۔ اچھا لگتا ہے دستر خوان بھرا، بھرا رمضان میں اور پھر افطار سے سحری تک چکھا چکھی چلتی ہی رہتی ہے۔“ شائستہ بیگم نے اسے رمضان کے متعلق ہدایات دیں۔

”اور ہاں پکوڑے روزانہ لازمی ہوں گے اور عید کے جوڑے کا کیا سوچا، میکے سے تو آئے گا ناں تمہارا اور فرحان کا اور ایک میں بنا دوں گی، ہمارے ہاں دستور ہے، پہلی عید پر ماں اور ساس دونوں جوڑا بناتی ہیں۔“ انہوں نے مزید کہا۔

”شکر ہے۔“ کرن نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا کہ اب عید کی شاپنگ سے تو بچ گئی مگر یہ خوشی اس کے لیے عارضی ثابت ہوئی فوراً ہی ساس کی آواز آئی۔

”ایک جوڑا تم خود بھی بنا لینا، ذرا ہم بھی تو دیکھیں تمہاری پسند، پہلی، پہلی عید ہے۔ سب ہی پوچھتے ہیں، آنا جانا تو ہوگا ہی۔“

”اُف، رمضان اور عید کی یہ تیاری......“ کرن سوچ ہی رہی تھی کہ اذان ہوگئی اور اس سے پہلے کہ اس کی ساس مزید ہدایت نامہ جاری کرتیں وہ فوراً ہی نماز کے لیے کمرے میں آگئی۔

ان تین مہینوں میں اس کی ساس اتنا تو جان ہی گئی تھیں کہ وہ اذان کے ساتھ ہی سب کام چھوڑ چھاڑ کر نماز کے لیے کھڑی ہوجاتی ہے، ورنہ ان کو تو اس کا کم بولنا، غرور، فارغ وقت میں قرآن پڑھنا، دکھاوا اور سادگی سے رہنا، سب ہی عجیب لگتا تھا۔ وہ دیکھتیں کہ صرف ایک ہی ڈش ہوتی ہے دستر خوان پر جب سے اس کے ہاتھ میں کچن آیا تھا، کوئی آجائے، چلا جائے تو کیا سوچے گا کہ ہم اتنے گئے گزرے ہیں کہ دو ڈش بھی نہیں بنا سکتے۔ اسی لیے آج انہوں نے موقع دیکھ کر رمضان اور عید کی ساری روٹین اس کے کانوں میں انڈیل دی تھی۔

اُدھر کرن نماز پڑھ کر سوچ رہی تھی کہ کیسے سمجھائے ساس کو......”بزرگ ہیں ان کے آگے بولوں گی تو زبان دراز کہلاؤں گی۔“ اس نے تو ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی تھی جہاں رمضان کے تقدس کا پورا، پورا خیال رکھا جاتا تھا۔ کم سے کم کھانے پر توجہ اور زیادہ سے زیادہ عبادت اور رمضان کی برکتیں سمیٹنا تاکہ افطاری اور سحری کے پکوانوں کی فکر کرنا۔ ”مگر یہ سب یہاں کیسے کروں؟“

فرحان بھی اس کا ہم خیال تھا مگر ماں کے آگے بول نہیں سکتا تھا۔ بے شک اس کی شادی میں ماں کی رضامندی شامل تھی مگر کرن کو اس نے اپنی خوبیوں کی وجہ سے پسند کیا تھا کیونکہ وہ اس کے دوست کی بہن تھی۔ اور دوست کے گھرانے کو وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا مگر کرن کو صرف ایک ہی بار دیکھا تھا۔ اب بیوی کی حمایت میں بولنا گویا زن مرید کا لقب پانے کے مترادف تھا۔

آخر دونوں نے ایک پلان بنایا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے......اور اس پر عمل بھی جلدی ہی کرنا تھا۔ ورنہ شعبان شروع ہوجاتا تو پھر کوئی فائدہ نہیں تھا۔

آفس جاتے ہوئے روزانہ ہی کرن اور فرحان میں چھوٹے موٹے جھگڑے شروع ہوگئے تھے، روز ہی ایک دو دفعہ اونچی آوازیں ان کے کمرے سے آنے لگی تھیں۔

ایک دن شائستہ بیگم کو تجسس ہوا کہ سنوں تو آخر جھگڑا ہے کس بات پر، وہ خاموشی سے کمرے کے دروازے سے کان لگا کر کھڑی ہوگئیں۔

”آپ نے بات کی امی سے؟“ کرن کی آواز آئی۔

”کون سی بات......؟“ فرحان نے پوچھا۔

”روزانہ یاد دلانا پڑے گا کیا؟“ کرن نے پوچھا۔

”ارے بھئی بھول جاتا ہوں، آج تو ضرور کرلوں گا۔“ فرحان نے کہا۔

”نہیں، نہیں آج بھی بھول جایئے گا، گناہ تو میرے سر ہوگا ناں کہ میں بدتمیزی کررہی ہوں۔“ کرن نے کہا۔

”نہیں، تم کچھ نہیں بولوگی امی سے، میں خود بات کرلوں گا۔“

”ٹھیک ہے، آج آخری دن ہے ورنہ آپ خود ذمے دار ہوں گے۔“ کرن نے آخری وارننگ دی۔

”اچھا ابھی تو چلتا ہوں آج رات کو ضرور بات کرلوں گا۔“ فرحان نے کہا اور شائستہ بیگم جلدی سے دروازے سے ہٹ گئیں اور اپنے تخت پر آکر بیٹھ گئیں۔

”آخر کیا بات ہوسکتی ہے۔“ سارا دن اسی سوچ میں گزر گیا۔ رات کو فرحان آیا، کھانے پر بھی اس نے کوئی

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

ایسی بات نہیں کی، وہ انتظار میں ہی رہیں، اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے جب کمرے میں سونے کے لیے جانے لگا تو ان کی برداشت جواب دے گئی۔

”بہو، تم جاؤ کمرے میں، مجھے فرحان سے کچھ بات کرنی ہے۔“ کرن نے فرحان کو دیکھا اور مسکراہٹ دباتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔ اور فرحان کے پاس سے گزرتے ہوئے دھیرے سے "best of luck" کہا۔

”کیا بات ہے بیٹا، میں کچھ دنوں سے محسوس کر رہی ہوں کہ تم دونوں کی کچھ کھٹ پٹ چل رہی ہے آپس میں؟“ شائستہ بیگم نے پوچھا۔

”چھوڑیں اماں، یہ آپ کی بہو بھی ناں عجیب، عجیب باتیں کرتی ہے۔“ فرحان نے اماں کے تجسس کو ابھارا۔

”کیا مطلب؟ کیسی باتیں؟“

”کیا بتاؤں اماں، آپ نہیں کی تمہاری ہی پسند تھی...... مگر مجھے کیا معلوم تھا۔“ فرحان مصنوعی بیچارگی سے بولا۔

”اے ہائے...... کچھ تو بتاؤ گے بھی یا یونہی ہولائے جاؤ گے۔“

”وہ کہتی ہے، رمضان اپنے طریقے سے گزارنے دیں ورنہ......“

”ورنہ کیا؟ ہائیں......“ وہ چونکیں۔

”ورنہ کو تو چھوڑیں...... اور یہ بتائیں بھلا کہیں ایسا ہوسکتا ہے کہ رمضان میں سادہ افطاری بنے، سادہ کھانا کھائیں، صرف عبادات پر ہی توجہ دیں، وہ تو کہتی ہے کہ مجھے تو ایسے ہی رمضان گزارنا ہے اگر اماں مان جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ......“

”کیا کرے گی ورنہ......؟“

”کہتی ہے ہم ابھی سے الگ گھر لے کر رہ لیتے ہیں کم سے کم عبادت تو میں کر سکوں گی ورنہ تو سارا دن پکانے میں ہی گزر جائے گا یا پھر......؟“

”یا پھر کیا......؟“

”یا یہ کہہ رہی ہے کہ مہینے بھر کے لیے امی کی طرف......“

”ارے واہ، یہ بھی اچھی کہی...... تم کیا کہتے ہو؟“ اماں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

”میں کیا کہوں اماں، جیسا آپ چاہیں گی ویسا ہی ہوگا، ویسے میں تو سوچ رہا تھا کہ اچھا ہے اسی بہانے خرچہ بھی کم ہوگا اور عبادات بھی اچھی ہو جائے گی، ورنہ زیادہ افطاری کے بعد تو تراویح بھی نہیں پڑھی جاتی۔“ فرحان نے اماں کے فیصلے پر رکھ کر بات کہی۔

”اچھا......“ اماں نے بیٹے کو نیم رضامند دیکھ کر دھیرے سے کہا۔

”چلو ابھی تو تم آرام کرو، صبح میں خود ہی بہو سے بات کرتی ہوں۔“

دوسرے دن ان کے بات کرنے سے پہلے ہی کرن آن کے سر پر آ کھڑی ہوئی۔

”امی آپ لسٹ بنوادیں، میں بازار سے سامان منگوالوں۔“ شائستہ بیگم کے کانوں میں فرحان کے الفاظ گونجے۔

”ہم الگ گھر میں رہ لیں گے۔“ وہ سر جھٹک کر فوراً ہی بولیں۔

”میرا خیال ہے بہو، رمضان میں زیادہ کھانے کا اہتمام کرنا اچھی بات نہیں، تم خود ہی دیکھ لو جو لانا ہو، لے آؤ۔“

”ہاں امی یہ تو ہے، اچھا آپ کپڑے دلوانے چل رہی ہیں؟ مجھے تو عادت نہیں ہے برانڈڈ کپڑے پہننے کی۔“ کرن نے دوسرا تیر چلایا۔

”کیا پتا اسی بات کو بہانہ نہ بنا لے الگ ہونے کا۔“ انہوں نے دل میں سوچا۔

”ایسا کروں گی میں خود ہی لے آؤں گی، تم اپنا کام کرو، ضروری تھوڑی ہے ہر دم نئے کپڑوں کے جھنجٹ میں لگے رہو۔“

رات کو فرحان آیا تو کرن نے فرحان کو کامیابی کی نوید سنائی اور پھر ایک دفعہ اور دونوں نے کچھ اونچا بول کر ڈراما کیا۔

”تم بہو کو کہہ دینا کہ اپنے طریقے سے رمضان گزارے۔“ فرحان باہر آیا تو شائستہ بیگم نے اس سے کہا۔

اور پھر کرن نے مکمل عبادات اور طاقتور مگر ہلکی غذاؤں کے ساتھ رمضان گزارہ اور ساس کو بھی اپنے ساتھ ساتھ تفسیر وغیرہ کے درس میں لے کر گئی۔ اور عید پر ساس کو بہت اچھا سا سوٹ بھی گفٹ میں دیا، ساس بھی دل سے خوش تھیں کہ واقعی اس دفعہ کی عید سچی عید لگ رہی تھی جسے انہوں نے رمضان کی عبادتوں کے انعام کے صلے میں پایا۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM



بیچاری فریدہ

فہمی فردوس احمد

بیوہ خالہ بڑے چاؤ سے اسے اپنے اکلوتے بیٹے کی دلہن بنا کر لائیں... کہ بڑھاپا سکون سے گزر جائے گا۔ آخر کو کم عمر بھانجی ہے۔ خوب خدمت کرے گی، اگر مارے گی بھی تو چھاؤں میں ڈالے گی۔ یہ بھی کیا خوب کہاوت ہے مار ہی ڈالے گی تو کیا چھاؤں کیا دھوپ...... ادھر فریدہ بیچاری نے بھی کیا، کیا خوش گمانیاں دل میں بسائے نئی زندگی میں قدم رکھا تھا۔ مگر جلدی ہی خوش گمانیوں کے بادل چھٹنے لگے...... اور زندگی کے تلخ حقائق کڑی دھوپ کے مانند...... اس کے جسم و روح کو جھلسانے لگے۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

خلیل اس کا خالہ زاد، اس کا مجازی خدا...... تھا تو بڑا فرمانبردار اور سعادت مند شوہر...... مگر مصیبت یہ تھی کہ وہ ماں کا بھی اتنا ہی فرمانبردار تھا جتنا کہ بیوی کا...... رات کا کھانا کھاتے ہی وہ اماں کے پیچھے، پیچھے چلتا ان کے کمرے میں پہنچ جاتا اور پھر اماں اپنے بیڈ پر لیٹ جاتیں اور وہ پائنتی کی جانب بیٹھ کر ٹانگیں دبانے لگتا...... اماں گھنٹوں آنکھیں موندے پڑی رہتیں...... مجال ہے کہ کبھی خود سے کہہ دیں۔ ''جاؤ بیٹا...... تمہاری نئی، نئی شادی ہوئی ہے...... دلہن کے پاس جاؤ۔ وہ تمہارا انتظار کررہی ہوگی۔''

اُدھر وہ اپنے کمرے میں جلے پاؤں کی بلی کے مانند چکراتی پھرتی۔ سونے کے لیے لیٹتی تو بیڈ کھانے کو دوڑتا، صبح سے شام تک وہ شوہر کا انتظار کرتی اور وہ ماں کی خدمت میں اتنا مگن رہتا...... کہ بھول جاتا...... اب اس پر اس کی بیوی کی بھی ذمے داری ہے۔ اور جب وہ پاؤں دباتے، دباتے اونگھنے لگتا...... تب اماں اسے اپنی بھاری بھرکم ٹانگ رسید کر کے جانے کا سگنل دے دیتیں...... آج بھی اماں نے جب ٹھوکر رسید کی تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔

بیچارہ گرتا پڑتا اپنے کمرے میں پہنچا...... کہ بیگم کی سنگت میں تھوڑا اور وقت گزارے گا مگر......

''اب کیوں آئے ہو......؟'' بستر پر لیٹی ہوئی فریدہ پھنکاری۔

''کیا مطلب ہے بھئی...... سونے کے لیے آیا ہوں، میرا کمرا ہے...... یہاں نہیں آؤں گا تو کہاں جاؤں گا......'' اس نے ڈرتے، ڈرتے جواب دیا۔

''وہیں سو رہتے ناں...... اماں کے قدموں میں یہاں آکر احسان جتلانے کی کیا ضرورت تھی...... رات تو ویسے بھی آدھی سے زیادہ گزر چکی ہے۔'' وہ آگ بگولا بنی چنگاریاں چھوڑ رہی تھی۔

''فریدہ...... میری جان...... تم خواہ مخواہ غصہ کررہی ہو...... یہ میری بچپن کی روٹین ہے، جب تک اماں کے پاؤں نہ دبالوں مجھے سکون نہیں ملتا اور خود اماں کو بھی......'' وہ منمنایا۔

''تو پھر دباتے رہتے ناں اماں کے پاؤں تمام عمر...... شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ سکون تو ویسے ہی وافر مقدار میں حاصل ہو رہا تھا تمہیں......'' وہ تنک کر بولی۔

''فریدہ ڈیئر...... تم کیا چاہتی ہو؟'' وہ لجاجت سے بولا۔

''اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاؤں بھی دبا دیا کروں گا۔'' اس نے بڑھ کر فریدہ کے پاؤں چھونے چاہے۔

''ہاتھ مت لگاؤ مجھے......'' وہ چمک کر بولی...... اور پاؤں سمیٹ لیے...... ''یہ جھوٹی چاپلوسی کر کے تم مجھے راضی نہیں کرسکتے۔''

''مان جاؤ ناں جان......'' وہ گڑگڑایا...... ''تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تم...... سے بہت محبت کرتا ہوں۔''

''اس کا ثبوت دینا پڑے گا۔'' وہ اترا کر بولی۔

''کیسا ثبوت......؟'' وہ ہونق چہرے سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''کل سے تم اماں کے کمرے میں نہیں جاؤ گے۔''

''مگر......'' وہ ہکلایا......''اگر میں اماں کے کمرے میں نہیں جاؤں گا تو ان کے پاؤں کیسے دباؤں گا۔'' اس کی بات سن کر فریدہ شپٹا گئی۔

''بس تم کل سے اماں کے پاؤں نہیں دباؤ گے۔'' وہ فیصلہ کن لہجے میں بولی۔

''اگر اماں کے پاؤں نہیں...... دباؤں گا تو مجھے آخرت میں جنت کیسے ملے گی۔'' ایک دم وہ پریشان ہوگیا۔

''سوچ لو......وہ جنت حاصل کرنے کے لیے اس جنت سے نکلنا پڑے گا......'' وہ سفاکی سے بولی تو خلیل بیچارگی سے اس کا چہرہ تکنے لگا۔

☆☆☆

اگلے دن خلیل کے دفتر جانے کے بعد فریدہ، خالہ صغریٰ کو بڑے فخر سے اپنی فتح کا کارنامہ سنا رہی تھی۔ خالہ صغریٰ ان کی ہمسائی تھیں۔ بڑی تیز طرار اور چالاک عورت تھی...... مگر فریدہ کے لیے ان کی ذات

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کسی شجرِ سایہ دار سے کم نہیں تھی۔ اگر خالہ صغریٰ اس کی دکھ بھری باتیں سن، سن کر اس کی ڈھارس نہ بندھاتیں تو وہ تو کب کی جل بھن کر اندر ہی اندر جھلس کر کوئلہ بن چکی ہوتی۔

''خالہ...... بالآخر خلیل کو میرے جذبات کی قدر ہو ہی گئی ہے...... اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اب اماں کے کمرے میں نہیں جائے گا...... بلکہ دفتر سے آنے کے بعد زیادہ وقت میرے ساتھ ہی بتائے گا۔''

''کیا واقعی......؟'' خالہ نے حیرت سے انگلی ٹھوڑی پر رکھی۔ ''بھئی یقین نہیں آتا...... آپا رقیہ کی ایک دھاڑ سن کر وہ بھیگی بلی بنا اس کے پاس پہنچ جائے گا۔''

''نہیں خالہ...... اب میں ایسا نہیں ہونے دوں گی...... اگر وہ ماں ہیں تو میں بھی تو بیوی ہوں...... میرا بھی تو اپنے شوہر پر پورا حق ہے۔'' وہ گردن اکڑا کر بولی۔

''یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ تم اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئی ہو...... بلکہ آج کی رات ہی اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا۔'' خالہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''انشاء اللہ...... جیت میری ہوگی خالہ......''

فریدہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی۔

☆☆☆

شام کو خلیل دفتر سے گھر آیا تو فریدہ سولہ سنگار کیے اس کی راہ تک رہی تھی...... اسے دیکھ کر پہلے تو وہ... سرشار ہوا...... پھر اسے رات میں کی گئی تمام باتیں یاد آنے لگیں تو اس کے اوسان خطا ہونے لگے...... سوکھے ہونٹوں کو زبان پھیر کر تر کیا۔

''کھانے میں کیا پکا ہے آج......؟'' اس کے حلق سے بہ مشکل آواز نکلی۔

''چکن بریانی اور کوفتے بنائے ہیں، آپ کو یہ دونوں چیزیں بہت پسند ہیں ناں......'' وہ اندازِ دلربائی سے بولی۔

اماں...... جو پاس بیٹھی بڑی گہرائی سے دونوں کا جائزہ لے رہی تھیں...... بول اٹھیں۔

''اس دن جب فردوس اپنے بچوں کے ساتھ آئی تھی اور اس کے بچے منہ سے بریانی مانگ رہے تھے...... تب تو تمہیں توفیق نہیں ہوئی پکانے کی...... آلو گوشت پکا کر انہیں بھگتا دیا...... وہ بھی پھیکے شوربے والا...... اتنا نہ ہوا کہ ساتھ کوئی میٹھا ہی پکا لیتیں۔''

''اماں، وہ دراصل اس دن میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔'' وہ کھسیا کر بولی...... ''ویسے آپا آئے دن تو بچوں کے ساتھ آ جاتی ہیں، اگلی مرتبہ آئیں گی تو بریانی بنا لوں گی۔''

''اوہو...... اس بات سے تمہاری کیا مراد ہے بھئی کہ آئے دن آ جاتی ہیں۔'' اماں تنک کر بولیں۔ ''میری بیٹی اتنی فارغ نہیں ہے کہ تمہارے پکوان کھانے کے لیے اس گھر کے چکر کاٹتی پھرے، وہ اپنے گھر میں بڑی خوشحال ہے...... اور اللہ کا لاکھ، لاکھ شکر ادا کرتی ہوں، کسی معاملے میں تم لوگوں کی محتاج نہیں ہے، تم جیسوں کو تو وہ ہاتھ سے دے کر خوش ہوتی ہے۔'' اماں نے ہاتھ نچا کر بہو کی طبیعت صاف کرنے کی کوشش کی...... اور اماں اپنی اس کوشش میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئیں...... یعنی فریدہ کی طبیعت تو صاف ہو گئی مگر موڈ خراب ہو گیا...... وہ قہر آلود نظروں سے خلیل کو دیکھنے لگی۔

خلیل، بیوی کی نظروں کی تاب نہ لاتے ہوئے منمنایا۔

''اماں چھوڑیں بھی...... یہ آپ کن باتوں کو لے کر بیٹھ گئیں...... آپا کا دل بہت بڑا ہے، وہ ان چھوٹی، چھوٹی باتوں کی بالکل بھی پروا نہیں کرتیں، چلیں آئیں کھانا کھاتے ہیں۔'' تینوں اٹھ کر ڈائننگ ٹیبل پر آ گئے۔

☆☆☆

کھانے سے فارغ ہو کر رقیہ بیگم ہر روز کی طرح پورے طمطراق سے چلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف چلیں تو خلیل ان کے پیچھے نہیں گیا...... بلکہ وہ بیوی کے پلو سے بندھا اپنے بیڈروم میں آ گیا۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے...... ابھی اماں مجھے آواز

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

دیں گی اور پوچھیں گی کہ میں ان کے کمرے میں کیوں نہیں آیا تو......تو میں کیا جواب دوں گا؟''

''جواب تو......تم تب دو گے ناں......جب اماں کے سامنے جاؤ گے۔'' فریدہ اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر مسکرائی۔

''اگر وہ یہاں آ گئیں تو......'' وہ خوفزدہ ہو کر بولا۔

''اگر وہ یہاں آ گئیں تو......میں دیکھ لوں گی......تم کیوں اتنا نروس ہو رہے ہو۔'' وہ استہزائیہ انداز میں بولی اور وہی ہوا......جس کی توقع کی جا رہی تھی۔ رقیہ نے اپنے پیچھے خلیل کو موجود نہ پا کر آواز دی۔

''خلیل......کہاں رہ گئے آج......جلدی آؤ......میری ٹانگیں بہت درد کر رہی ہیں......'' رقیہ بیگم کی کرخت آواز کانوں سے ٹکرائی تو خلیل ایک جھٹکے سے فریدہ سے الگ ہوا......دروازے کی طرف بڑھا تو فریدہ دوڑ کر بازو پھیلائے سامنے آ کھڑی ہوئی اور عجیب نظروں سے دیکھنے لگی۔

''پلیز فریدہ جان......مجھے جانے دو......میں وعدہ کرتا ہوں، آج جلدی آ جاؤں گا......اور جب تک تم کہو گی، تمہارے پاؤں بھی دباؤں گا۔ بس مجھے اماں کے پاس جانے دو......'' وہ گڑگڑا رہا تھا، التجائیں کر رہا تھا......مگر فریدہ کا دل تو جیسے پتھر کا بن گیا تھا......اس کی منت سماجت کا اس پر کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔

رقیہ بیگم تھوڑی دیر تک اسے پکارتی رہیں......جب کوئی جواب نہ ملا......تو بکتی جھکتی کمرے سے باہر آ کر ان کے کمرے کے دروازے پر کھڑی ہو گئیں۔ دو تین مرتبہ ہاتھ سے دروازہ دھڑ دھڑایا......جب کسی نے نہ کھولا تو ایک ٹھوکر دروازے کو رسید کر کے واپس چلی گئیں۔

اس دوران خلیل کو فریدہ نے کیسے قابو میں رکھا، یہ صرف وہی جانتی تھی۔

''لگتا ہے خالہ چلی گئیں۔'' فریدہ فاتحانہ انداز میں خلیل کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔

''اب کیا ہوگا؟'' وہ خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ''صبح اماں مجھے چھوڑیں گی نہیں۔'' وہ رونے کو تھا۔

''مرد بنو......تم تو عورتوں سے بھی گئے گزرے ہو۔'' فریدہ چڑ کر بولی۔ ''میں عورت ہو کر حالات کا مقابلہ جواں مردی سے کر رہی ہوں اور تم مرد ہو کر ایک عورت سے ڈر رہے ہو۔''

''وہ عورت نہیں ہے فریدہ......میری ماں ہے۔'' اس نے دہائی دی۔

''تو کیا ماں عورت نہیں ہوتی۔'' وہ تنک کر بولی۔

''بچوں کو ماں کی ضرورت ایک خاص عمر تک رہتی ہے۔ جب وہ جوان ہو جاتے ہیں تو انہیں ماں سے زیادہ جیون ساتھی کی ضرورت ہوتی ہے۔'' فریدہ کافی دیر تک پیار سے خلیل کو سمجھاتی رہی...... یہ فریدہ کے پیار بھرے انداز کا اثر تھا کہ وہ جلد ہی ماں کے خوف سے آزاد ہو کر فریدہ کے پیار میں کھو گیا۔

☆☆☆

اگلے دن دفتر جانے سے پہلے خلیل نے ڈرتے، ڈرتے اماں کے کمرے میں جھانکا تو وہ سر منہ لپیٹے سو رہی تھیں۔ خلیل نے اس وقت اماں کو پکارنا مناسب خیال نہ کیا اور چپکے سے نکل گیا۔

ہاں البتہ واپسی پر شام کو اماں کے لیے انار لانا نہ بھولا......انار اماں کا مرغوب پھل تھا......اور وہ اکثر و بیشتر اس سے انار لانے کی فرمائش کیا کرتی تھیں۔

خلیل اناروں کا شاپر ہاتھ میں پکڑے اماں کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ بستر پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

''اماں...... یہ انار لایا ہوں آپ کے لیے۔'' اس نے اٹکتے ہوئے کہا۔

اماں کچھ نہ بولیں......بلکہ زیر لب پڑھتی رہیں۔

''اماں آپ کچھ بولتی کیوں نہیں۔'' وہ پاس بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''کیا مجھ سے ناراض ہیں؟''

''نہیں بیٹا، میرے چاند، میں بھلا تم سے کیوں ناراض ہونے لگی۔ تم نے تو ہمارے خاندان کا اتنا نام روشن کیا ہے کہ شاید پچھلی سات پشتوں نے بھی اتنا نہ کیا ہو......'' اماں شہد آگیں لہجے میں بولیں۔

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

''وہ کیسے اماں......؟'' وہ حیران ہونے کے ساتھ، ساتھ خوش بھی بہت ہوا۔

''تم جیسا زن مرید......اور جورو کا غلام تو پچھلی سات پشتوں میں پیدا نہیں ہوا......اس لحاظ سے تم تو سب پر نمبر لے گئے ناں......'' اماں کا ایک، ایک لفظ طنز سے بھرپور تھا۔

''وہ اماں...... دراصل......رات کو...... میں جلدی سو گیا تھا۔'' وہ ہکلا کر بولا۔

''اور تمہاری بیوی......؟'' اماں گرجیں۔

''وہ بھی جلدی سو گئی تھی۔'' وہ جلدی، جلدی بولا۔

''ہوں، تو تم دونوں میاں بیوی سو گئے تھے...... اور تم نے میری کوئی آواز نہیں سنی...... کیا بھنگ پی کر سوئے تھے؟'' اماں چنگھاڑیں تو وہ تھر، تھر کانپنے لگا۔

''اماں معاف کردیں......میری کوئی غلطی نہیں ہے، فریدہ نے زبردستی مجھے روک رکھا تھا۔'' وہ... گڑگڑانے لگا۔

''ارے کم بخت......تو کیسا مرد ہے۔'' اماں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ''تف ہے تیری مردانگی پر......مرد ہو کر ایک عورت سے ڈرتا ہے، چل یہ انار پکڑ اور جا کر اپنی آقا زادی کے قدموں میں رکھ۔'' اماں نے اناروں والا شاپر اٹھایا اور اس کے منہ پر دے مارا......وہ اماں کے قدموں پر سر رکھ کر رونے لگا۔

''اماں مجھے معاف کردیں......آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا۔'' وہ زار، زار رو رہا تھا......اور اماں کسی گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

''اماں میں آئندہ، ہر روز رات کو پہلے آپ کے کمرے میں آؤں گا...... پہلے کی طرح آپ کی ٹانگیں دباؤں گا......اور پھر اپنے کمرے میں جاؤں گا۔''

''اچھا ٹھیک ہے معاف کیا......اب یہ رونا دھونا بند کر......'' اماں نے یہ کہہ کر خلیل کے سر پر گویا کوئی احسانِ عظیم کردیا تھا۔

وہ آنسو پونچھ کر تشکر آمیز چہرہ لیے اُن کی طرف دیکھنے لگا۔

''ہوں......تو فریدہ تجھے میرے کمرے میں آنے اور میری خدمت کرنے سے منع کرتی ہے، ہے ناں......؟'' اب اماں سکون بھرے لہجے میں اس سے پوچھ رہی تھیں۔

''ہاں اماں......'' اس نے معصومیت سے سر اثبات میں ہلایا۔

''یہ سوچ کر بھانجی بیاہ کر لائی تھی......کہ بن ماں کی بچی ہے خالہ کو ساس نہیں ماں سمجھے گی۔ مگر اس کے ڈھیلوں کا تو پانی ہی سوکھ گیا۔ مجھ سے میرا اکلوتا، معصوم بیٹا چھین لینا چاہتی ہے۔ اب میں اسے بتاؤں گی کہ ایک ساس جب اپنی آئی پر آجائے تو کیا، کیا کرسکتی ہے۔'' وہ زیر لب بڑبڑاتی رہیں اور خلیل حیرت سے ان کی طرف دیکھتا رہا۔

''تم جاؤ خلیل...... میں تم سے ناراض نہیں ہوں......اور ہاں آج سے میرے پاؤں دبانے کے لیے میرے کمرے میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

''وہ کیوں اماں......؟'' وہ پریشان ہوگیا۔

''وہ اس لیے کہ آج سے میں تمہارے کمرے میں آجایا کروں گی......اور جب تک نیند نہیں آئے گی، وہیں آرام کیا کروں گی......تب تم جی بھر کے میری ٹانگیں دبایا کرنا۔'' وہ مسکرا کر بولیں۔

''ٹھیک ہے اماں......یہ ٹھیک رہے گا۔'' وہ خوش ہوگیا۔ اس طرح فریدہ کا اعتراض بھی ختم ہوجائے گا......''اچھا اماں، میں چلتا ہوں، یہ انار کھالینا۔'' اس نے شاپر زمین سے اٹھا کر پھر سے ماں کے آگے رکھا۔

''کھالوں گی۔'' وہ خوش دلی سے بولیں......تو خلیل خوش، خوش کمرے سے باہر نکل گیا۔

''میرا بھولا بیٹا......'' رقیہ بیگم زیرلب بولیں اور مسکرانے لگیں۔

☆☆☆

کھانے پر خلاف توقع اماں کا خوشگوار موڈ دیکھ کر فریدہ کا ماتھا ٹھنکا......اسے یہ سمجھنے میں زیادہ دیر نہیں لگی کہ خلیل گھر آکر اماں کو راضی کرچکا ہے اب کیسے راضی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کیا ہے.....اس بات کا وہ اندازہ نہیں لگا سکی......اب اسے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ اسی وقت نہانے کے لیے کیوں گھسی کہ جب خلیل کے آنے کا وقت تھا......ورنہ وہ بیٹے کو ماں کے پاس جانے ہی کیوں دیتی......خیر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

''اچھا ہے، بڑی بی مان گئیں......انہیں منانے کے لیے مجھے کوئی پاپڑ نہیں بیلنے پڑے......'' وہ خود کو تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھی......وہ مطمئن بیٹھی کھانا کھاتی رہی۔

مگر اس کا سارا اطمینان اس وقت غارت ہو گیا جب بڑی بی کھانے سے فارغ ہو کر سیدھی اس کے کمرے میں چلی آئیں......اور اس کے بیڈ پر دراز ہو گئیں۔

خلیل جھٹ سے بیڈ پر چڑھا......اور اماں کی ٹانگیں دبانے لگا۔

فریدہ یہ صورتِ حال دیکھ کر دنگ رہ گئی......وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس کی ساس اس قدر چالاکی سے کام لے کر اس کی چال الٹ دے گی۔

اور خلیل اس کے اضطراب سے بے خبر جھوم، جھوم کر اماں کی ٹانگیں دبا رہا تھا۔ اور اماں حسب معمول آنکھیں موندے پڑی تھیں......مگر آج بند آنکھوں کی جھریوں سے فریدہ کی بے چینی سے خوب حظ اٹھا رہی تھیں۔ فریدہ کچھ دیر تو بے چینی سے کمرے میں ٹہلتی رہی پھر تھک ہار کر کرسی پر بیٹھ گئی......بظاہر وہ ٹی وی دیکھ رہی تھی......مگر دھیان ٹی وی کے بجائے ساس کی چالبازی میں اٹکا ہوا تھا۔ جب بیٹھے، بیٹھے تھک گئی تو اشاروں کنایوں سے خلیل سے پوچھنے لگی کہ اس مصیبت سے آخر کب جان چھوٹے گی۔

خلیل بیچارہ......بیچارگی سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔

جب اماں کے خراٹوں کی آواز کمرے میں گونجنے لگی تو فریدہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا......وہ سارا ادب بالائے طاق رکھتے ہوئے ساس کو جھنجوڑنے لگی۔

''کیا قیامت آ گئی ہے۔'' وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں۔

''اماں......اگر آپ کو نیند آ رہی ہے تو اپنے کمرے میں جا کر سوئیں ناں......مجھے بھی بہت نیند آ رہی ہے۔'' وہ غصہ دباتے ہوئے نرمی سے بولی۔

''اچھا......'' وہ جمائیاں لیتے ہوئے بولیں۔

''ارے رات کے گیارہ بج گئے۔'' وہ ناک پر چشمہ رکھے وال کلاک کو گھور رہی تھیں۔

''نہیں دن کے گیارہ بجے ہیں۔'' فریدہ کے منہ تک یہ جملہ آتے، آتے رہ گیا۔

بڑی مشکلوں سے بڑی بی نے ٹانگیں بیڈ سے نیچے لٹکائیں......خلیل نے بڑھ کر جوتا اُن کے پاؤں میں پہنایا......اور وہ آہستگی سے پاؤں گھسیٹتے، گھسیٹتے باہر نکلیں......خلیل میاں دروازہ لاک کر کے پلٹے تو فریدہ کا خونخوار چہرہ دیکھ کر اماں کے گرم کیے ہوئے کمبل میں دبک گئے۔

☆☆☆

''خالہ کیا کروں......میری تو قسمت ہی خراب ہے۔'' وہ آج پھر خالہ صغریٰ کے سامنے بیٹھی قسمت کو کوس رہی تھی۔

''ارے بیٹی......مجھے تو کل ہی یقین نہیں آ رہا تھا......آپا رقیہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والی عورت نہیں ہیں۔ عمر بیت گئی میری ان کے ساتھ رہتے ہوئے......اوہو......کل تم کس قدر خوش دکھائی دے رہی تھیں اور آج پھر سے وہی پرانا رونا۔'' وہ افسردگی سے بولیں۔

''خالہ سمجھ میں نہیں آتا......میں کیا کروں......بڑی بی رات کو میرے کمرے میں جو ڈیرا جما لیتی ہیں......وہ گیارہ، بارہ بجے سے پہلے نہیں اٹھتا......پچھلے پندرہ دن سے اسی کرب میں مبتلا ہوں۔ آپ کوئی مشورہ دیں ناں......''

''بی بی مجھے تو اس معاملے سے دور ہی رکھو۔'' وہ دونوں ہاتھ کانوں کو لگاتے ہوئے بولیں۔ ''تمہاری ساس کو اگر بھنک بھی مل گئی کہ میں تمہارے دکھ سکھ میں شریک ہوتی ہوں تو......میری تو شامت آ جائے گی......ویسے وہ ہیں کہاں؟'' وہ چاروں طرف نظریں گھماتے ہوئے دیکھنے لگیں۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''بیٹی کے گھر گئی ہیں۔'' فریدہ بیزاری سے بولی۔''کاش وہیں رہیں......اور واپس ہی نہ آئیں۔''

''کیسی باتیں کر رہی ہو بٹیا......واپس تو وہ آئیں گی اس گھر کی مالکن جو ہیں......میاں مرنے سے پہلے یہ مکان ان کے نام کر گئے تھے......ان کی مرضی کے بغیر کوئی پتا بھی نہیں ہل سکتا یہاں۔'' خالہ صغریٰ نے فریدہ کے زخموں پر نمک چھڑکنے کی پوری کوشش کی۔

''خالہ......میں تم سے مسئلے کا حل پوچھ رہی ہوں اور تم ہو کہ مزید میرا دل دکھا رہی ہو۔''

''ایک حل ہے تو سہی۔'' خالہ صغریٰ پُراسرار لہجے میں بولیں۔''اب تم پتا نہیں مانو یا نہ مانو......''

''کیسا حل خالہ؟'' فریدہ نے پُرجوش انداز میں پوچھا۔

''بنگالی بابا......!'' خالہ صغریٰ نے سرگوشی میں جواب دیا۔

''بنگالی بابا؟ یہ کیا بلا ہے......؟'' فریدہ نے پوچھا۔

''بلا نہیں ہیں......بلکہ بلائیں دور کرنے والے......بڑے پہنچے ہوئے بابا ہیں۔'' خالہ نے انکشاف کیا۔

''وہ کیا کریں گے بھلا۔'' فریدہ حیران ہوئی۔

''وہ کوئی ایسا تعویذ دیں گے......جسے پیتے ہی آپا رقیہ تمہارے لیے ایک دم بے ضرر ہو جائیں گی۔''

☆☆☆

اور پھر اگلے دن ہی فریدہ بازار کا بہانہ کر کے خالہ صغریٰ کے ساتھ بنگالی بابا کے پاس پہنچ گئی۔ بابا نے تین تعویذ فریدہ کو دیے......جو کہ ہر رات دودھ میں گھول کر رقیہ بی بی کو پلانے تھے......تین ہزار وصول کر کے بابا نے کام ہو جانے کا پورا یقین دلایا اور فریدہ خوشی خوشی تعویذ لیے گھر آ گئی۔

اب اسے رات ہونے کا بے چینی سے انتظار تھا۔ رات کو کھانے سے فارغ ہو کر جب رقیہ بیگم، فریدہ کے بیڈ پر قبضہ جمائے ٹی وی سے لطف اندوز ہو رہی تھیں اور خلیل پاس بیٹھا ہل ہل کر ماں کی ٹانگیں دبا رہا تھا کہ فریدہ پہلا تعویذ دودھ کے گلاس میں حل کر کے لے آئی۔

''اماں......دودھ پی لیں۔'' رقیہ بیگم شک بھری نظروں سے فریدہ کو گھورنے لگیں جو ٹرے میں دودھ کا گلاس رکھے سراپا محبت بنی کھڑی تھی۔

''خیریت ہے ناں بہو......پہلے تو کبھی اتنی تابعداری نہیں دکھائی......ہمیشہ میرا دودھ کا گلاس فریج میں رکھا ہوتا ہے جو میں خود کچن میں جا کر پیتی ہوں......تو پھر آج یہ انقلاب کیسا؟''

''بس اماں......اب میں نے سوچ لیا ہے کہ آج سے میں اپنے ہاتھوں سے آپ کو دودھ پلایا کروں گی۔'' وہ نہایت فرمانبرداری سے بولی۔

''اس کی کوئی خاص وجہ؟'' ان کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

''بس یونہی اماں......آپ تو بال کی کھال اتارنے لگتی ہیں۔'' وہ اٹھلا کر بولی اور دودھ کا گلاس آگے بڑھایا۔

رقیہ بیگم اٹھ کر بیٹھ گئیں اور دودھ کا گلاس پکڑ لیا پھر ایک ہی سانس میں غٹا غٹ کر کے چڑھا گئیں۔

فریدہ کا خیال تھا کہ وہ دودھ پی کر اپنے کمرے میں چلی جائیں گی مگر وہ ڈکار مار کے پھر وہیں لیٹ گئیں۔

فریدہ غصے سے بل کھانے لگی۔ پھر یہ سوچ کر دل کو تسلی دی کہ......بس تین ہی دن کی تو بات ہے۔ برداشت کر لیتی ہوں پھر تو بڑی بی تیر کی طرح سیدھی ہو جائیں گی۔

☆☆☆

مگر فریدہ قسمت کی اتنی دھنی نہ تھی کہ اس کے من کی مراد پوری ہو جاتی......جس رات اس نے اماں کو تیسرا تعویز دودھ میں گھول کر پلایا......اسی رات اماں واش روم میں پھسل کر کولہے کی ہڈی تڑوا بیٹھیں۔

ان کی چیخ و پکار سے پورا گھر لرز اٹھا......دونوں میاں بیوی بھاگم بھاگ پہنچے انہیں بہ مشکل واش روم سے اٹھا کر بستر پر لٹایا۔ خلیل نے آپا فردوس کو فون کیا اور اماں کو اٹھا کر گاڑی میں ڈالا اور پھر اسپتال پہنچ گئے۔

ڈاکٹروں نے معائنہ کیا اور ضروری ٹیسٹوں کے

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

بعد بتایا کہ کولہے کی ہڈی دو تین جگہ سے کریک ہو گئی ہے۔ فوری آپریشن ہو گا اور اماں کے تین چار ماہ بستر پر ہی گزریں گے۔ فریدہ یہ سن کر غش کھا کر گر پڑی۔ وہیں اسی اسپتال میں لیڈی ڈاکٹر نے معائنہ کر کے یہ خوش خبری سنائی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ عجیب سی صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ اتنی بڑی خوش خبری سن کر بھی کوئی کھل کر خوشی کا اظہار نہ کر سکا۔ اماں نے سنا تو کراہتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا اور خدا سے تندرست اور خوب صورت پوتے کی دعا کی۔

☆☆☆

اب حالات پہلے سے بھی زیادہ گمبھیر ہو چکے تھے۔ فریدہ سارا، سارا دن سر پر پٹی باندھے پڑی رہتی۔۔۔جی الگ متلاتا رہتا۔ کوئی چیز کھائی ہی نہ جاتی...... اگر خلیل زبردستی کچھ کھلانے کی کوشش کرتا تو فٹ سے قے ہو جاتی...... ایسے میں اماں کو کون سنبھالتا...... ظاہر ہے بیٹی کے علاوہ کس نے پاس آنا تھا...... وہ بیچاری صبح سے شام تک ماں کی خدمت کرتی...... بلکہ فریدہ کی دیکھ بھال بھی کرتی...... ان کے لیے کھانا وغیرہ بھی بنا دیتی۔ فردوس کے یہاں آنے سے اس کا گھر اور بچے متاثر ہو رہے تھے۔ آخر اس کے ذہن میں ایک حل آیا۔ اس نے خلیل سے اماں کو اپنے گھر لے جانے کی اجازت مانگی جو خلیل نے ہنسی خوشی دے دی۔ اندھا کیا چاہے بھلا...... دو آنکھیں...... اماں کے جاتے ہی فریدہ نے پلنگ چھوڑ دیا۔ اسے اپنا گھر حقیقی معنوں میں اپنا لگنے لگا۔ ایک بے نام سی خوشی اور آزادی محسوس ہونے لگی۔ اب کوئی روک ٹوک کرنے والا تھا اور نہ حکم دے کر رعب جمانے والا...... جب جی چاہتا گھر میں پکاتی ورنہ باہر سے پکا پکایا آ جاتا...... بلکہ رات کا کھانا اکثر گھر سے باہر جا کر کسی ریسٹورنٹ میں کھایا جاتا۔ دن میں سو، سو مرتبہ وہ بنگالی بابا کا شکریہ ادا کرتی جس کے تعویذوں نے یہ کمال دکھایا تھا۔

تین چار ماہ کیسے گزر گئے پتا ہی نہ چلا۔ دونوں میاں بیوی ہر دوسرے، تیسرے دن جا کر اماں کی خبر

غم دوراں

اس کی زندگی کا پیمانہ تقریباً لبریز ہو چکا تھا، زندگی اور موت کے اس موڑ پر وہ سارے خاندان کو اپنے اردگرد دیکھنا چاہتا تھا۔ گھر کے سامنے کے حصے میں کریانہ کی دکان تھی جہاں بیٹھ کر اس نے کئی سال چیزوں میں ملاوٹ کر کے دولت جمع کی تھی۔ لیکن اب وہ مر رہا تھا اور گھر کا ہر فرد رنج و غم کا مجسمہ بنا ہوا چارپائی کے پاس کھڑا تھا اور ہر شخص کی آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ بالآخر بڈھے نے ذرا ہوش سنبھال کر کچھ کہنے کی آرزو کا اظہار کیا اور سارا خاندان وصیت سننے کی امید میں ہمہ تن گوش ہو گیا۔ کمرے میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔

''کیا تمہاری اماں آ گئیں؟'' بڈھے نے بڑی مشکل سے سانس لیتے ہوئے پہلا سوال کیا۔

''جی ابا جی......''

''میری بیٹی کوثر کہاں ہے؟''

''یہ کھڑی ہوں میں ابا جی......''

''اور نسیمہ؟''

''میں بھی حاضر ہوں ابا جی......''

''اختر کہاں ہے؟''

''جی ابا جی......''

''اور اشرف؟''

''حاضر ہوں ابا جی۔''

''یعنی گھر کے تمام لوگ یہیں ہیں؟''

''جی......''

بڈھا بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور چلا کر کہنے لگا۔ ''کم بختو......! تم سب یہاں کیا کر رہے ہو، ادھر ملازم خالص چیزیں فروخت کر رہے ہوں گے۔''

انتخاب: نفیسہ آرا، راس الخیمہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

گیری کر آتے۔ اماں اب گھر آنے کے لیے بڑا مچلتیں...... مگر خلیل یہ کہہ کر چپ کروا دیتا کہ ”اماں، فریدہ کی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں...... وہ آپ کا خیال کیسے رکھے گی بھلا......“ اماں بیچارگی چہرے پر سجائے خاموش ہو جاتیں۔

آج بھی خلیل، اماں کے پاس بیٹھا تھا۔ آج وہ اکیلا آیا تھا۔

”آپا، اماں آج پہلے سے کافی بہتر نظر آ رہی ہیں۔“ خلیل نے خوش ہو کر بہن سے کہا۔

”ہاں، اب میں خود واکر کے سہارے چل کر واش روم میں جا سکتی ہوں...... اب میں تمہاری بیوی پر بوجھ نہیں بنوں گی...... اب تو مجھے گھر لے جاؤ...... میرے گھر...... میرے اپنے گھر۔“ وہ التجائیہ انداز میں بولیں۔ ”میں اپنے پوتے کا استقبال اپنے گھر میں کرنا چاہتی ہوں۔“

”ہاں، ہاں اماں...... کیوں نہیں...... بس ایک ہفتہ اور نکال لیں۔“ خلیل نے جواب دیا۔ ”پھر میں آپ کو لے جاؤں گا۔“

گھر جا کر اس نے فریدہ کو اماں کے گھر آنے کی اطلاع دی اور کہا کہ اماں کا کمرا صاف کروا دو...... وہ اگلے ہفتے آ رہی ہیں۔

”کیا واقعی اماں واپس آ رہی ہیں؟“ فریدہ کے ارمانوں پر گویا اوس پڑ گئی۔ وہ بے دلی سے بولی۔

”ہاں بھئی...... اماں اس گھر کی مالکن ہیں...... اور وہ اپنے گھر کے ہوتے ہوئے بھلا اور کسی کے گھر میں کیوں رہیں گی؟“

”اچھا ٹھیک ہے...... میں کل ہی ان کا کمرا صاف کروا دوں گی۔“

”کاش اماں...... گھر واپس نہ آئیں۔“ اس کے دل سے کئی مرتبہ کی نکلی ہوئی دعا پھر سے نکلی۔ ”کتنا سکون ہے ان کے بغیر...... ورنہ ان کے ہوتے ہوئے ہر کام، ہر بات میں ان کی مرضی چلتی ہے۔ میری اپنی مرضی تو جیسے ختم ہو کر رہ گئی تھی۔“

فریدہ کی کئی مرتبہ کی مانگی ہوئی دعا اپنا کام کر گئی۔ شاید وہ گھڑی ہی قبولیت کی تھی۔ اسی رات اماں کو سوتے میں ہارٹ اٹیک ہوا...... اور وہ اپنے گھر میں آنے کی حسرت دل میں لیے اوپر چلی گئیں۔

فریدہ کو جب یہ اطلاع ملی تو اسے جیسے اپنے کانوں پر یقین نہ آیا...... اس کے خیال میں اماں اتنی آسانی سے جان چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھیں پھر اچانک یہ سب...... فون رکھ کے وہ کافی دیر تک بنگالی بابا کا شکریہ ادا کرتی رہی۔

☆☆☆

خدا، خدا کر کے فریدہ کی مشکلوں میں تھوڑی کمی واقع ہوئی...... ساس کے رخصت ہونے کے ٹھیک چار ماہ بعد اس نے ایک چاند سے بیٹے کو جنم دیا۔ خلیل بیٹے کو گود میں لے کر آبدیدہ ہو گیا تھا۔ اسے شدت سے اماں کی یاد آئی مگر جانے والے کو کون روک سکتا ہے...... انہوں نے بڑے ارمانوں سے بیٹے کا نام عادل رکھا۔

وقت پر لگا کر اڑتا گیا۔ عادل کے بعد فریدہ کی گود دوبارہ ہری نہ ہو سکی مگر جب عادل دس سال کا ہوا تو فریدہ کا پاؤں پھر سے بھاری ہو گیا۔ اب کی بار فریدہ کے ہاں ایک کومل سی بیٹی نے جنم لیا...... جس کا نام خلیل نے رومائسہ رکھا...... عادل جب پچیس سال کا کڑیل جوان بنا تو رومائسہ بھی پندرہ سال کی کم سن دوشیزہ کا روپ دھار چکی تھی۔

عادل بہت فرمانبردار اور قابل بچہ تھا۔ پڑھائی سے فارغ ہوتے ہی اچھی سی جاب مل گئی۔ فریدہ اس کے سر پر سہرا سجانے کے لیے بے تاب رہنے لگی۔ آخر اس کی نظرِ انتخاب بڑی بہن کی اکلوتی بیٹی رباب پر جا ٹھہری۔

رباب خوش اخلاق، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور شوخ طبیعت کی مالک تھی۔ بہن نے عادل کی خوبیوں کو دیکھتے ہوئے فٹ سے ہاں کر دی اور یوں فریدہ سگی بھانجی کو دلہن بنا کر اپنے گھر لے آئی...... یہ سوچتے ہوئے کہ اپنی ہے، اچھا برتاؤ کرے گی...... مارے گی

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

بھی تو چھاؤں میں ڈالے گی۔ وہ اس بات کو یکسر فراموش کر بیٹھی تھی کہ کبھی اس کی ساس نے بھی یہی سوچ کر اسے اپنایا تھا۔

بس یہاں سے فریدہ کی زندگی کا دکھ بھرا دوسرا دور شروع ہوگیا۔ شادی کے شروع دنوں میں تو فریدہ نے بہو کے خوب ناز نخرے اٹھائے اور بہو کی جی آنٹی‘ جی آنٹی کہتے زبان نہیں سوکھتی تھی...... مگر پھر آہستہ، آہستہ سب کچھ بدلنے لگا۔ فریدہ کو بہو کی ہر بات پر اعتراض ہونے لگا۔ اس کے دیر سے اٹھنے پر...... میاں کے ساتھ باہر گھومنے پھرنے پر...... زور، زور سے کھلکھلا کر ہنسنے پر......

”لو بھلا...... بہوؤں کا کیا کام ہے کہ وہ اتنی زور سے ٹھٹھا لگا کر قہقہہ لگائیں۔“ وہ خالہ صغریٰ کے سامنے بہو کی خرابیاں گنوانے لگتی۔ ”سوچا تھا بہو گھر میں آئے گی تو تھوڑا ہاتھ بٹائے گی...... مگر یہ تو میرے سر پر بوجھ بن کر بیٹھ گئی۔ سارا، سارا دن کمرے میں گھسی سوئی رہتی ہے...... کھانا تیار ہوتا ہے تو باہر آکر کھا لیتی ہے۔ شام کو شوہر کے آنے سے پہلے خوب سج سنور کر تیار ہو جاتی ہے۔ اس بیچارے کو پورا گھر میں بیٹھنا نصیب بھی نہیں ہوتا کہ مہارانی اڑا کر باہر لے جاتی ہے...... رات کا کھانا ہر روز باہر کھایا جاتا ہے...... بھلا یہ بھی کوئی انسانیت ہے...... بچی بیچاری دیکھتی رہتی ہے...... مجال ہے کبھی جھوٹے منہ اسے ساتھ لے جانے کی آفر کی ہو۔ آخر بہن ہے...... اس کا بھی حق ہے بھائی پر......“

خالہ صغریٰ اس کی دکھ بھری داستان سن کر بظاہر افسوس کا اظہار کرتیں مگر دل ہی دل میں خوب ہنستیں۔ خالہ صغریٰ کے علاوہ وہ اکثر خلیل کے سامنے بھی دل کے پھپھولے پھوڑتی رہتی۔ خلیل جوان دنوں ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہا تھا۔ بہ آسانی اس کے قابو میں آجاتا تھا اور کبھی، کبھی لب کھولنے کی جرأت بھی کر لیتا۔

”فریدہ یاد کرو...... کبھی یہ دن تم پر بھی آئے تھے...... تمہارا بھی ان دنوں دل چاہتا تھا کہ میں صرف تمہیں سارا وقت دوں...... میرا اماں کے پاس بیٹھنا تمہیں سخت ناگوار گزرتا تھا...... تمہاری خواہش ہوتی تھی کہ ہر روز رات کو گھومنے کے لیے جایا جائے۔ اب یہی کچھ ہماری اولاد کررہی ہے...... تو تمہیں برا کیوں لگتا ہے۔“

”بس رہنے دو...... تمہیں کبھی میرے جذبات کا احساس نہیں ہوسکتا...... تم کبھی اندازہ ہی نہیں لگا سکتے کہ میں کس کرب سے گزر رہی ہوں۔“ وہ آنسو بہانے لگتی۔

”تو مجھ سے کیا چاہتی ہو......؟“ وہ چڑ کر کہتا۔

”میں کیا کرسکتا ہوں...... تم عادل سے بات کرو...... بلکہ اپنی بہو سے سیدھے، سیدھے بات کرو...... بھانجی ہے تمہاری کوئی غیر تھوڑی ہے۔“ آخری بات کرتے، کرتے خلیل کا لہجہ خود بخود طنزیہ ہوگیا۔

”کرلوں گی میں بات......“ وہ تنک کر بولی۔

”مجھے بھی تمہارا احسان لینے کی کوئی ضرورت نہیں...... بھانجی ہے میری...... جانتی ہے کہ خالہ سے کیسے بات کرنی ہے۔“

☆☆☆

اور پھر اسی رات...... کھانے سے فارغ ہو کر عادل اور رباب اوپر اپنے کمرے میں جانے کے لیے اٹھے تو فریدہ نے روک لیا۔

”عادل اور رباب ذرا دونوں بیٹھو...... مجھے تم دونوں سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔“

دونوں ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں دیکھنے لگے اور پھر بادلِ ناخواستہ وہیں لاؤنج میں رکھے صوفوں پر بیٹھ گئے۔ خلیل اور رومائسہ بھی وہیں پاس بیٹھے تھے۔

”رباب بیٹا...... تمہاری شادی کو چار مہینے سے اوپر ہونے کو آرہے ہیں۔“ فریدہ نے پیار بھرے انداز میں بات شروع کی۔ ”میں چاہتی ہوں کہ اب کچن میں تم میرا ہاتھ بٹایا کرو...... میں اکیلی اتنا کام نہیں کر سکتی...... تھک جاتی ہوں بیٹا!“

”یومین (آپ کا مطلب) آنٹی...... میں کچن میں...... وہ بھی اس شدید گرمی میں...... کھانا پکایا

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کروں۔'' وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

''ہاں بیٹا...... گرمی ہے تو...... مجھے بھی تو لگتی ہے ناں، میں بھی تو اتنے سالوں سے پکار رہی ہوں ناں۔''

''آپ کی بات اور ہے آنٹی..... آپ اس شدید گرمی کی عادی ہو چکی ہیں جبکہ مجھے گرمی سے الرجی ہے اور ویسے بھی مجھے کھانا پکانا نہیں آتا..... آپ جانتی ہیں کہ ہمارے گھر میں کھانا پکانے کے لیے کک ہے۔'' وہ نخوت سے بولی۔

''کوئی بات نہیں..... اگر تمہیں کھانا پکانا نہیں آتا تو میں سکھا دوں گی...... کوشش تو کرو۔'' فریدہ ابھی تک خوش گمانیاں پالے بیٹھی تھی۔

''سوری آنٹی، ایکچوئیلی...... مجھے کھانا پکانے یا سیکھنے میں کوئی انٹرسٹ نہیں۔'' وہ کھڑی ہو گئی اور چلتے چلتے بولی۔ ''اگر آپ کو کچن سنبھالنے والی بہو چاہیے تھی تو پھر کوئی مڈل کلاس لڑکی لے کر آنی چاہیے تھی اپنے بیٹے کے لیے۔'' وہ کندھے اچکا کر بولی۔

''عادل مجھے نیند آ رہی ہے..... میں کمرے میں جا رہی ہوں۔'' وہ کھٹ کھٹ آگے بڑھتی گئی۔

''دیکھ رہے ہو تم عادل......'' وہ چلی گئی تو فریدہ نم ناک لہجے میں بولیں۔ ''تمہاری بیوی کتنی بدلحاظ اور زبان دراز ہے۔''

''آپ کی بھانجی ہے امی...... میں کیا کہہ سکتا ہوں...... آپ ہی کی پسند ہے۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''کیسے مرد ہو...... زن مرید کہیں کے...... ایک عورت کو قابو نہیں کر سکتے۔'' وہ حقارت سے بولی۔

''امی...... وہ عورت میری بیوی ہے...... اور اب میرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ وہ کوئی خونخوار جانور نہیں ہے جسے میں قابو کرنے کی فکر کروں۔'' وہ بدمزگی سے بولا۔

''تمہاری بیوی دنیا کی پہلی عورت نہیں ہے جو بچہ پیدا کرنے جا رہی ہے...... میں بھی دو دفعہ ماں بنی تھی جب تم میری کوکھ میں تھے تو بیمار ساس کی تیمارداری بھی کرتی تھی اور پورے گھر کو بھی سنبھالتی تھی۔''

خلیل یہ بات سن کر اس کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ وہ زیر لب مسکرا رہا تھا مگر وہ اس کے اس طرح دیکھنے کو نظرانداز کر کے پھر سے اونچی آواز میں بولنے لگی تاکہ بہو بھی سن لے۔

''وہ میری ساس ہی نہیں، سگی خالہ بھی تھیں...... خون کے رشتوں کے تقدس کا احساس تھا مجھے...... آج کل تو لوگوں کا خون ہی سفید ہو گیا ہے۔'' وہ چپ ہو کر ہانپنے لگی۔

''اچھا امی...... میں چلتا ہوں۔'' عادل اٹھ کر چلا گیا تو وہ پھر سے شروع ہو گئی۔

''کتنا بدل گیا ہے میرا بیٹا۔'' اب وہ سسک رہی تھی۔ ''شادی سے پہلے ہر رات سونے سے پہلے جب تک میری ٹانگیں نہیں دبا لیتا تھا اپنے کمرے میں نہیں جاتا تھا مگر اب تو بیوی کے نخرے اٹھانے سے ہی فرصت نہیں۔ ماں کے پاس بھلا کیا خاک بیٹھے گا۔'' وہ اپنی نم ناک آنکھیں دوپٹے کے پلو سے رگڑنے لگی۔ رومائسہ فٹ سے پانی کا گلاس لے آئی۔

''امی یہ لیں...... پانی پی لیں۔''

''اللہ کا لاکھ، لاکھ شکر ہے کہ اس نے ایک بیٹی دے دی۔ سچ کہتے ہیں لوگ...... بیٹی، بیٹی ہوتی ہے...... اور بہو، بہو......'' وہ پانی پی کر افسردگی سے بولی۔

☆☆☆

وقت تھوڑا اور سرکا...... تو فریدہ ایک خوب صورت سے پوتے کی دادی بن گئی۔ ابھی پوتے کو جی بھر کے کھلایا بھی نہ تھا کہ عادل کا ٹرانسفر ایک دور دراز شہر میں ہو گیا۔ وہ بیوی اور بچے کو بھی ساتھ لے گیا۔ فریدہ کا رونا دھونا پھر سے شروع ہو گیا۔ وہ پھر سے قسمت کو کوسنے لگی۔

''میری تو قسمت ہی خراب ہے...... خوشیاں تو جیسے میرے مقدر میں ہی نہیں۔'' وہ ہر روز پوتے کی تصویر دیکھتی اور چوم، چوم کر رونا شروع کر دیتی۔ اسی طرح روتے دھوتے پانچ سال مزید گزر گئے۔

عادل اب دو بچوں کا باپ بن چکا تھا۔ دونوں میاں بیوی سمیت بچوں عید، بقرعید یا پھر کسی خاص

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

موقع پر ہی ملنے آتے۔

اس عید پر عادل آیا تو فریدہ نے رومائسہ کی شادی کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

''عادل بیٹا...... رومائسہ بیس سال کی ہو گئی ہے میرا خیال ہے کہ اب اس کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہیے۔''

''ہاں امی...... آپ ٹھیک کہتی ہیں...... کوئی رشتہ ہے آپ کی نظر میں؟'' عادل نے پوچھا۔

''ابھی تو نہیں...... وچولن سے کہہ رکھا ہے کہ جیسے ہی کوئی اچھا رشتہ ہاتھ میں آئے...... ہمیں اطلاع دے دے...... اور ہاں اسے ایک بات صاف، صاف لفظوں میں سمجھا دی ہے کہ لڑکا اکیلا ہونا چاہیے...... بڑی فیملی کے جھنجٹ میں نہیں پڑنا ہمیں......''

☆☆☆

جلد ہی فریدہ کا من پسند رشتہ مل گیا...... لڑکا ایک بہت بڑی مل میں سپروائزر تھا۔ تنخواہ بھی ٹھیک ٹھاک تھی اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ ایک ماں کے علاوہ اور کوئی رشتے دار موجود نہ تھا۔

فریدہ اور خلیل نے ضروری چھان پھٹک کے بعد ہاں کر دی اور اس طرح جھٹ منگنی اور پٹ بیاہ کے مصداق رومائسہ بیاہ کر جواد کے گھر آ گئی۔

اور پھر یہاں سے فریدہ کی مصیبتوں نے ایک نیا موڑ لیا اور اس کی زندگی کے تیسرے دکھ بھرے باب کا آغاز ہوا...... رومائسہ کی شادی کے بعد عادل نے اپنا ٹرانسفر اپنے شہر میں کروا لیا تھا...... شاید ماں، باپ کی تنہائی پر ترس آ گیا تھا...... مگر اس کی بیوی نے اکٹھے رہنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ وہ اوپر والے پورشن میں الگ رہنے لگے...... فریدہ اور خلیل کے لیے اتنا بھی بہت تھا۔ پوتے اور پوتی کی شکل میں انہیں دل بہلانے کے لیے دو کھلونے مل گئے تھے۔

رومائسہ کی سسرال بھی زیادہ دور نہ تھی۔ ہر ہفتے ڈیڑھ ہفتے بعد میاں کے ساتھ بائیک پر چکر لگانے آ جاتی۔ انہی دنوں اس کا پاؤں بھاری ہو گیا...... بیٹی اور داماد ڈاکٹر سے سیدھے فریدہ کے ہاں آئے یہ خوش خبری سنانے کے لیے...... فریدہ تو یہ خبر سن کر خوشی سے پاگل ہو گئی، بیٹی کی پیشانی چوم کر بولی۔

''بٹیا...... اب اپنا خوب خیال رکھنا...... سارا دن بیڈ ریسٹ کرنا...... خبردار جو کسی کام کو ہاتھ بھی لگایا تو......''

''امی...... صفائی اور کپڑوں کے لیے تو جواد نے ماسی رکھ کے دی ہوئی ہے...... بس کچن کا کام خود کرنا پڑتا ہے۔''

''تو تم اتنی گرمی میں کچن میں کیوں جاتی ہو...... تمہاری ساس کھانا نہیں بنا سکتیں...... دو افراد کا کھانا ہی کتنا ہوتا ہے بھلا......''

''امی...... جواد کو یہ پسند نہیں ہے کہ ان کی امی کھانا بنائیں۔'' وہ منہ بسور کر بولی۔

''عجیب احمق ہے...... ماں کا بڑا خیال ہے اور بیوی کی جیسے کوئی پروا ہی نہیں...... اچھی خاصی ہٹی کٹی ہے تمہاری ساس...... بس کام کرتے وقت موت آتی ہے۔'' وہ جل کر بولی۔

''اپنی، اپنی قسمت کی بات ہے امی۔'' رومائسہ نے جواب دیا۔

''ہاں بیٹی سچ کہتی ہو...... ہر عورت کی قسمت میری طرح تھوڑی ہوتی ہے...... ساری عمر مشقتیں کرتے گزر گئی۔ اس بڑھاپے میں بھی آرام نصیب نہ ہوا...... ایک تمہارا شوہر ہے...... ماں کا کتنا فرمانبردار اور خیال رکھنے والا...... اور ایک میرا بیٹا ہے جسے میری کوئی پروا ہی نہیں۔'' وہ ٹھنڈی سانس بھر کر خاموش ہو گئی۔

☆☆☆

اگلے ہفتے رومائسہ آئی تو اچھی خاصی کمزور دکھائی دے رہی تھی۔ رنگت بھی پیلی پڑ رہی تھی...... جواد اسے چھوڑ کر چلا گیا یہ کہتے ہوئے کہ شام کو دفتر سے واپسی پر لے جاؤں گا۔

''رومائسہ...... کیا ہوا ہے تمہیں...... ٹھیک تو ہو ناں؟'' فریدہ بیٹی کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

''ٹھیک ہوں میں...... امی......'' وہ مسکرائی۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''مجھے تو ٹھیک نہیں لگتی...... چہرے کا رنگ بھی پیلا پھٹک ہو رہا ہے...... سچ بتاؤ...... کیا بات ہے...... مجھے لگتا ہے کہ تم نے میرے مشوروں پر عمل نہیں کیا۔''

''کن مشوروں کی بات کر رہی ہو فریدہ...... اچھی بھلی ہے ہماری بیٹی...... کیوں خوامخواہ اسے پریشان کر رہی ہو......'' خلیل نے کمرے سے نکل کر جواب دیا اور بیٹی کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھ۔

''بیٹی تم اپنی ماں کی باتوں میں نہ آنا...... اسے تو عادت ہے...... بات کا بتنگڑ بنانے کی...... فریدہ میں جا رہا ہوں...... رومائسہ کے لیے دہی بڑے لینے۔''

''ہاں، ہاں جاؤ...... اور ہاں میٹھی چٹنی الگ سے لانا۔'' وہ چلا گیا تو فریدہ پھر سے شروع ہو گئی۔

''ہاں...... اب بتاؤ...... کچن کا سارا کام کرتی ہو گی ناں؟''

رومائسہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''ظاہر ہے امی میرے سوا اور کون کھانا بنائے گا۔'' وہ بیچارگی سے بولی۔

''آنے دو جواد کو...... میں آج اس سے دوٹوک بات کروں گی...... عجیب گھامڑ مرد ہے...... بیوی اس کے بچے کی ماں بننے والی ہے...... اور وہ اپنی ماں کو آرام دینے پر تلا ہوا ہے۔'' فریدہ سیخ پا ہو کر بولی۔

''رہنے دیں امی...... وہ اپنی امی کے خلاف کوئی بات بھی سننا پسند نہیں کرتے۔''

''اگر وہ ماں ہے تو...... تم بیوی ہو اس کی...... تمہارا بھی پورا حق ہے اپنے شوہر پر......''

فریدہ کچھ سوچنے لگی اور بیٹی کی طرف جھکتی ہوئی رازداری سے بولی۔ ''تمہارے مسئلے کا ایک حل ہے میرے پاس......'' فریدہ کچھ سوچ کر سرگوشی کے سے انداز میں بولی۔

''وہ کیا امی......؟'' رومائسہ چونک کر ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

''بنگالی بابا......'' وہ سرگوشی نما آواز میں بولی۔

''بنگالی بابا......'' رومائسہ نے زیرِ لب دُہرایا۔

''ہاں...... بڑے پہنچے ہوئے بابا ہیں...... تمہاری ساری پریشانیاں دور کر دیں گے۔''

''سچ......'' رومائسہ خوش ہو گئی۔

''ہاں ہنڈرڈ پرسنٹ سچ......'' فریدہ جوش سے بولی۔ ''بس تین تعویذ...... اور پھر زندگی ایک دم آسان......''

''تو پھر مجھے بھی ان سے تین تعویذ لا دیں ناں۔'' رومائسہ مچلی۔

''ہاں، ہاں لا دوں گی...... تم کل میرے ساتھ چلنا بنگالی بابا کے پاس......''

''شام کو جواد لینے آئیں گے...... تو اُن سے کیا کہوں گی؟''

''بس کوئی بھی بہانہ کر کے ٹرخا دیں گے۔''

''یہ ٹھیک رہے گا۔'' رومائسہ خاصی ایکسائٹڈ ہو رہی تھی۔

☆☆☆

اگلے دن خالہ صغریٰ سے بنگالی بابا کے پاس جانے کا فریدہ نے ذکر کیا...... تو خالہ صغریٰ ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولیں۔

''بابا جی تو اللہ کو پیارے ہو گئے۔''

''کیا، کب، کیسے......؟'' فریدہ پر گویا ساتوں آسمان گر پڑے۔

''پچھلے جمعے کو...... کسی بدبخت نے گولی مار دی۔ یہ مغلظات بک کر کہ نعوذ باللہ یہ بابا شیطان کا چیلا ہے...... لوگوں کے گھر اجاڑتا ہے...... اس بدبخت نے بہت بڑا ظلم کمایا بابا کو قتل کر کے...... آہ بابا شہید ہو گئے...... بڑا نور تھا...... ان کے چہرے پر...... مرنے کے بعد بھی چہرہ کیسے دمک رہا تھا۔'' خالہ صغریٰ رقت آمیز لہجے میں بتا رہی تھیں اور فریدہ یہ سوچ رہی تھی کہ اب رومائسہ کا کیا ہوگا...... پھر بول اٹھی۔

''ہائے خالہ...... میری تو قسمت ہی خراب ہے۔ ایک بیٹی تھی...... وہ بھی اپنے گھر میں سکھی نہیں۔'' اب وہ سسک رہی تھی۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

مانگے کی جنت

طیبہ عنصر مغل



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

”خیر سے دلہن بیگم کو بتایا نہیں تھا تم نے انعم کہ ختم القرآن اور میلاد کی محفل ہے، کسی کی شادی نہیں ہے جو بے وقت جانے پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“ آمنہ بیگم کے لہجے میں نرمی لیکن الفاظ میں تھوڑی سی سختی تھی۔

”اماں بی! یہ کوئی پہلی بار تھوڑی ہے جو وہ کہیں جانے میں دیر لگا رہی ہے۔ نئی دلہن ہے تھوڑا وقت لگ جاتا ہے تیاری میں۔“ اس سے پہلے کہ انعم کچھ الٹا سیدھا بول دیتی، سیما نے ساس کو رسانیت سے جواز پیش کیا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

انعم جو کچھ بولنے کو منہ کھول ہی رہی تھی منہ بسور کر رہ گئی۔ پلٹ کر مہ جبیں کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا اندر سے آتی مسلسل چلتے ڈرائر کی آواز نے اسے سمجھا دیا کہ ابھی بھابی بیگم کو کافی دیر لگے گی۔

''اٹھیں دادی اماں، ہم دونوں چلتے ہیں۔ امی اور بھابی بعد میں آجائیں گی۔'' اس نے آمنہ بیگم کو پکڑ کر اٹھایا اور ان کا کروشیے کی بیل لگا جارجٹ کا کریم کلر کا دوپٹا سیٹ کرنے لگی۔

''ٹھیک کہہ رہی ہے انعم بیٹا! تم دلہن کے ساتھ آجانا، ہم سے نہیں ہوتا یہ لمبا انتظار...... ارے اب اتنی بھی کیا تیاری کہ بندہ دوسروں کو بھی دیر کروادے۔'' آمنہ بیگم بڑبڑاتے ہوئے پوتی کا ہاتھ تھامے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

سیما نے پہلے ان دونوں کو دیکھا پھر پلٹ کر مہ جبیں کے بند دروازے کو اور اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں۔ بات تو واقعی سچ تھی۔ چھ ماہ ہو چکے تھے اعزاز اور مہ جبیں کی شادی کو اور اس عرصے میں مہ جبیں کی بہت سی اچھی عادات نے ان سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ ان میں سرفہرست اس کا ہر کام میں پھرتیلا پن تھا کچن کا کام تھا تو وہ یوں جھٹ پٹ نبٹاتی مانو چٹکی بجاتی اور کام ختم...... ساتھ ہی پھیلاوا سمیٹنا، بس کھ بلا کی تھی جہاں بیٹھتی شگفتگی کے رنگ بکھیر دیتی۔ سینا، پرونا، سلائی، کڑھائی، کروشیا ہر ہنر سے آشنا من موہن صورت والی مہ جبیں، سیما بیگم کو بہت تلاش کے بعد میسر آئی تھی۔ دو سال پہلے جب اکلوتے بیٹے اعزاز کی شادی کا ارمان جاگا تو گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اعزاز کو دبئی گئے چار سال ہونے کو تھے، اچھی تعلیم کی وجہ سے اسے دبئی میں ماشاءاللہ بہت بہترین جاب آفر ہوئی تھی اور وہ بھی فوری روانہ ہو گیا۔ دو سال پہلے وہ بہ مشکل شادی پر رضامند ہوا تھا ورنہ تو اس پر کیریئر مزید مضبوط کرنے کی دھن سوار تھی۔ اب اماں بی اور سیما کا ایک پاؤں گھر میں تو دوسرا کسی اور کے آنگن دھرا ہوتا۔ روزانہ ہی لڑکی دیکھنے کو کہیں نہ کہیں پہنچی ہوتیں لیکن کبھی لڑکی پسند نہیں آتی تو کبھی اماں کو گھر کا ماحول بدمزہ کر دیتا۔

''نہ بھئی نہ...... لڑکی کے گھر میں تو بے ترتیبی کی انتہا تھی، کہیں سے بھی تو سلیقے کی جھلک نظر نہیں آئی تھی ہمیں تو...... چائے، ناشتا گھر کا تھا نہ ہی لڑکی کو پیش کرنے کا سلیقہ...... صوفہ کسی رنگ کا تو پردے دھاڑتے ہوئے رنگوں کے اور تو اور صوفوں کی پشت پر پشت دان بھی نہ ڈالے۔'' آمنہ بیگم کی باتوں میں وزن تو ہوتا لیکن سیما بیگم لوگوں کو رعایت دینے کی عادی تھیں۔

''اماں بی! اس مہنگائی کے دور میں کوئی کتنا کرے، اب جو جیسا ہو گا انہوں نے ویسا ہی رہنے دیا۔ کہاں سے لائیں لوگ میچنگ کرتی چیزیں اس ہوش اڑاتی مہنگائی میں۔''

''اے لو...... ابی بی تم تو خود ساری زندگی اپنے سلیقے کے زور پر ہی تو ہمارے دل پر راج کرتی رہی ہو...... یہ اسی صوفے کو دیکھ لو۔'' انہوں نے لاؤنج میں رکھے اس صوفے کی طرف اشارہ کیا جس پر سیما بیگم بیٹھی تھیں۔ ''یہ تو میرے زمانے مطلب میری جوانی کے زمانے کا ہے لیکن ابھی تک چمچما رہا ہے، جب سے آئی ہو ہاتھ سیدھا ہوتے ہی سیل سے کپڑا لے کر کور سی دیتی ہو...... اور یہ کشن جن کی میری جیٹھانی مرحومہ کی بہو تصویریں بناتی رہی ہے، نوج ماری کو کیا بتایا یہ تو تم صوفے کے کور سے ملتے جلتے سنبھال کر رکھے گئے انعم کے اور اپنے پرانے کپڑوں سے بنا دیتی ہو۔ بس روئی پھکی اور ڈال دی۔''

''بس اماں یہ تو آپ کا بڑا پن ہے جو آپ کو میرا کیا نظر آتا ہے۔'' سیما نے دل میں عجیب سی خوشی محسوس کی۔

''یہ ہماری بچی انعم کو ہی دیکھ لو، کیا خوب صورت پھول بناتی ہے۔ کترنوں سے اور بچی ہوئی پلاسٹک کی تھیلیوں سے کہ رنگ برنگا پردہ ہی بنا ڈالا۔ گلدان بھی سجائے مٹی کے لا کر اس پر گل بوٹے بنائے یہ بھی تو آج ہی کی بچی ہے ناں...... پڑھتی بھی ہے اور گھر بھر کا کام بھی سیکھ گئی ہے، اللہ تعالیٰ نصیب اچھے کرے۔''

سیما بیگم نے دل ہی دل میں آمین کہا...... اور

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ایک طمانیت بھری نظر گھر کے پُرسکون ماحول پر ڈالی اور دل ہی دل میں اعزاز کے اچھے جوڑ کے مِل جانے کی دعا کرتے ہوئے چائے بنانے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

خاندان بھر کے لوگ جن کی لڑکیاں جوان تھیں اس آس میں تھے کہ اعزاز کی ماں اور دادی کی نگاہِ انتخاب کب ان پر پڑ جائے تو ایسا ہو بھی جاتا لیکن اعزاز اور انعم کو لڑکی کی سب خوبیوں پر بھاری ایک خوبی کی شرط تھی اور ابھی تک جو لڑکیاں پسند آئیں، ان میں یہ خوبی تو مل کے نہ دی۔ انعم کی تو خیر تھی لیکن اعزاز کی پسند کو اولیت دینا تو بہت ضروری تھا۔ ایک ہی تو شرط تھی اس کی۔ ''بے تحاشا لمبے بال۔''

انعم کی سہیلیوں سے لے کر خاندان کے تمام گھروں اور محلے سے لے کر رشتہ کروانے والیاں بھی ابھی تک اتنے لمبے بالوں والی لڑکی نہ ڈھونڈ پائی تھیں، جتنے لمبے بال اعزاز کی تمنا تھے۔ اس کو تو کولہوں سے نیچے ٹخنے سے ذرا اوپر گھنے جنگل جیسے بالوں والی لڑکی سے شادی کرنا تھی۔ کمر تک لمبے بالوں والی لڑکیاں تو ملیں لیکن اعزاز کی سوئی تو بس اتنے ہی لمبے بالوں پر اٹکی ہوئی تھی۔

☆☆☆

وہ بار، بار شیشے میں اپنے بالوں کو دیکھتی کبھی دائیں گھماتی تو کبھی بائیں گھماتی، خوشی سے اس کی آنکھوں میں جگنو اتر آئے تھے۔ بال تو اس کے پہلے بھی لمبے تھے لیکن اب تو وہ جہاں جاتی بس منظرِ نگاہ وہی ہوتی۔ اسم بامسمیٰ مہ جبیں تو وہ تھی ہی اس پر اتنے دراز گیسو اس کے حسن میں چار چاند لگا گئے تھے۔

''مہ جبیں، جلدی کرو بیٹا سب مہمان آنے ہی والے ہوں گے۔'' امی کی آواز پہ وہ جلدی سے باہر نکلی سرخ و سیاہ امتزاج کے سوٹ میں وہ بہت نکھری نکھری لگ رہی تھی لیکن اس کے ابھی تک کھلے بالوں کو دیکھ کر امی نے برا سا منہ بنایا۔

''ان کمبختوں کو تو باندھ لینا تھا۔''

''ارے امی، آج نہیں باندھوں گی بس ہلکا سا کلپ کر لیتی ہوں۔'' وہ سُریلی آواز میں بولی۔

''چلو جو بھی کرنا ہے جلدی کرو، کچن کو بھی دیکھ لو، میرے تو ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں، اکلوتی اولاد ہو اور بیاہ کی بات پر کلیجا منہ کو آتا ہے لیکن اچھے رشتے ملتے کہاں ہیں، یہ تو تمہارے نصیب سے اتنا اچھا خوبرو پڑھا لکھا لڑکا، برسرِ روزگار اور اتنی اچھی مختصر سی فیملی ہے انکار کو دل نہیں چاہا۔ ورنہ تو تمہارے ابا کو تو اعتراض

قارئین متوجہ ہوں

پرچا نہیں ملتا

کچھ عرصے سے بعض مقامات سے یہ شکایات مل رہی ہیں کہ ذرا بھی تاخیر کی صورت میں قارئین کو پرچا نہیں ملتا۔ ایجنٹوں کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے ہماری گزارش ہے کہ پرچا نہ ملنے کی صورت میں ادارے کو خط یا فون کے ذریعے مندرجہ ذیل معلومات ضرور فراہم کریں۔

☆ بک اسٹال کا نام جہاں پرچا دستیاب نہ ہو۔
☆ شہر اور علاقے کا نام۔
☆ ممکن ہو تو بک اسٹال کا PTCL یا موبائل نمبر۔

0301-2454188

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

مندرجہ ذیل ٹیلی فون نمبروں پر بھی رابطہ کر سکتے ہیں

35802552-35386783-35804200

ای میل: jdpgroup@hotmail.com

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

ہے کہ بیس بائیس کوئی عمر ہے شادی کی۔ لو ان کی بھی سنو تو اب کیا 25، 30 کی عمر ہوتی ہے بیاہ کی۔" وہ تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے بولیں۔

"ابھی اگر لڑکا اٹھائیس کا ہے تو تب کیا چالیس کے پیٹے والا رشتہ قبول کریں گے۔ توبہ ہے میاں جی سے بھی۔" اور ماں کی باتوں سے بے نیاز مہ جبیں اب کچن میں اپنے ہاتھ بجلی کی طرح چلا رہی تھیں۔

"ارے بہو بیگم......! اب تو یہاں سے ہاں لے کر ہی اٹھنے کی کرنا اس سے پہلے ہرگز نہیں...... درست کہتے ہیں بڑے "دیر آید درست آید......" اللہ کے کاموں میں مصلحت ہوتی ہے، دیکھ رہی ہو ایک، ایک چیز سے سلیقہ ٹپک رہا ہے۔ اور تو اور وہ دیکھو لیمپ کے شیڈ کو دیکھو وہ بھی ہاتھ کا بنا ہوا ہے۔" ذکیہ بیگم جو ذرا معذرت کر کے ڈرائنگ روم سے نکلی ہی تھیں کہ آمنہ بیگم نے فوراً احوالِ دل بہو بیگم کے گوش گزار کر دیا۔

"ارے اماں بی کیوں ہتھیلی پر سرسوں جمانے لگی ہیں، صبر رکھیں انہیں بھی تو مشورہ کرنا ہوگا۔ ہماری طرف سے اپنا اطمینان کرنا ہوگا، آخر کو اکلوتی بیٹی ہے ان کی......" سیما نے ساس کے ہاتھ کو نرمی سے دبایا۔

"ارے تم بھی درست کہہ رہی ہو، میں تو باؤلی ہوگئی لڑکی دیکھ کر۔"

"اماں بی! اُف ایمان سے کتنی حسین ہیں ناں اور اوپر سے بال بھی اتنے لمبے...... میں نہیں بولتی آپ لوگوں سے، مجھے ساتھ کیوں نہیں لے کر گئے۔" انعم نے تصویر دیکھتے ہوئے منہ پھلایا۔ وہ ساتھ جو نہیں گئی تھی۔

"پگلی......! اب تو اس کو انشاء اللہ دلہن بن کر اسی گھر میں آنا ہے، اتاؤلی کیوں ہوئی جا رہی ہو۔" سیما نے اس کے سر پر پیار سے چپت لگائی۔

اور پھر اعزاز کو مہ جبیں کی تصویر دکھائی گئی تو اس نے بھی فوراً ہاں کر دی۔ ظاہر ہے تصویر میں بال بھرپور طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ دو تین بار کی ملاقاتوں اور زبیر (اعزاز کے والد) اور احمد صاحب (مہ جبیں کے ابو) کی ملاقات کے بعد جب ذکیہ بیگم نے ہاں کا عندیہ دیا تو زور شور سے شادی کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں۔ کیونکہ اعزاز کو صرف ایک ماہ کی چھٹی ملنا تھی باہمی مشورے سے تاریخ اس طرح سے طے کی گئی کہ اعزاز کو اپنی دلہن کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع مل سکے۔ دونوں طرف ہی تیاری بھرپور تھی۔ اگرچہ آمنہ بیگم نے ذکیہ بیگم کو جہیز کے لیے منع کیا تھا لیکن وہ برا مان گئی تھیں کہ ان کی اکلوتی بیٹی ہے ان کے بے شمار ارمان ہیں، یوں جب مہ جبیں خوب صورت رسموں کے بعد دھوم دھام سے بیاہ کر سسرال آئی تو اس کی آمد سے پہلے اس کے جہیز نے آ کر آمنہ بیگم کو بھی گنگ کر دیا۔ ...وہاں تو ان کے تخت پوش کے کوروں ــــ سے لے کر جگ گلاس کے کور بھی کروشیوں اور کڑھائیوں سے مزین تھے۔ پہناوئی میں آنے والے کپڑوں پر بھی ہاتھ کی کڑھائیاں اور لیس سے مزین دوپٹے سلیقے کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

"یہ تو تم سے بھی بڑھ کر نکلے سیما بہو...... تم تو خوب قسمت والی ہو۔" شادی کے اگلے دن اعزاز کے چہرے پہ خوشی اور طمانیت دیکھ کر جہاں سیما بیگم نے سکھ کی سانس لی وہیں ذکیہ بیگم کے لائے ہوئے گھر کے بنے ناشتے نے اماں بی کو سرشار کر دیا۔ وہ تو نوافل پر نوافل پڑھ رہی تھیں شکرانے کے۔

☆☆☆

اتنی ڈھیر ساری خوبیوں میں اعزاز کے رہتے ہوئے تو کسی اور کو تو اتنا احساس نہ ہوا لیکن سیما بیگم کو محسوس ہوا کہ بہو بیگم کو تیار ہونے میں بہت دیر لگتی ہے اور وہ دیر کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ہو جاتی تھی۔ اکثر دعوتوں پہ وہ لوگ تیار ہو کر بیٹھے رہتے اور بہو بیگم کمر ابند کیے بال سکھانے اور سنوارنے میں لگی رہتی تھیں لیکن جہاں اتنی خوبیاں تھیں وہاں یہ خامی ہونا کچھ خاص اہمیت نہیں رکھتا تھا۔

اعزاز تو اپنی بیوی کا دیوانہ ہو گیا تھا۔ وہ عین اس کی توقعات پہ پوری اتری تھی بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھ کر ثابت ہوئی تھی۔ خوب صورت، فرمانبردار، کم عمر،

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

چنچل اور ہنس مکھ......اب اسے تیزی سے گزرتی چھٹیاں بہت تکلیف دیتی تھیں۔ وہ جلد اس کو اپنے پاس بلانے کے عہد و پیمان باندھتا تھا اور مہ جبیں اس کے سینے پر سر رکھ کر ان نوازشات کو فخر سے وصول کرتی جو اس کا ہم سفر اس پر لٹاتا تھا۔ اعزاز کو اس کے بالوں سے عشق تھا لیکن وہ جب بھی اس کے بالوں میں پیار سے انگلیاں پھیرتا تو جانے کیوں مہ جبیں بے چین ہوجاتی' اعزاز کو عجیب تو لگتا لیکن وہ جانتا تھا کہ اتنے حسین بالوں کی حفاظت کے لیے اتنا فکر مند ہونا تو اس کا حق تھا۔

وقت پر لگا کر اُڑ گیا اور اعزاز کی چھٹیاں بھی تمام ہوگئیں۔ وہ بے دلی سے روانہ ہوا تو اِدھر سارے گھر والے بھی اداس ہوگئے اور مہ جبیں تو اس کو سی آف کرنے بھی نہیں گئی کہ وہ اس کو جاتا ہوا دیکھ نہیں پائے گی۔

کچھ دن گھر میں اداسی اور خاموشی نے ڈیرے ڈالے رکھے' مہ جبیں پہلے ہی کی طرح روزانہ تیار ہو کر کمرے سے نکلتی سارے کام کاج کو آہستہ، آہستہ اس نے باقاعدہ اپنا لیا۔ اور اس کی پھرتی اور ہاتھ کے ذائقے نے گھر والوں کا دل جیت لیا اب تو اماں بی کو سیما بیگم کے پکائے میں بھی نقص نظر آتے تھے۔

اور سلیقہ تو مہ جبیں پہ ختم تھا کہ کسی چیز کو ضائع نہ جانے دیتی۔ ہر چیز کو کسی نئی شکل میں ڈھال کر کارآمد بنا دیتی تھی۔ چاہے وہ کولڈ ڈرنک کی خالی بوتل ہی ہو یا بیکار ٹی شرٹ......بس ایک عیب روز بروز ہر خوبی پر حاوی ہوتا جا رہا تھا۔ جس سے آمنہ بیگم، انعم اور سیما بھی عاجز آنے لگی تھیں۔

چھ ماہ گزر چکے تھے، ہر طرح کی خوبیوں سے مالا مال مہ جبیں کی اس عادت نے سب کو نالاں کر دیا تھا۔ کچھ بھی ہو کوئی قیامت کیوں نہ آجائے' مہ جبیں روزانہ دو بار نہانا اور اس پر گرمیوں میں بھی ڈرائر مشین سے گھنٹوں بال خشک کرنے میں لگاتی تھی اور اس دوران کوئی مہمان آئے، کوئی بھوکا ہو، کچھ بھی ہو وہ جب تک اپنے دراز گیسوؤں کو سکھا کر سلجھا نہ لیتی' نہ باہر آتی نہ کمرا کھولتی......پہلے پہل سب کو لگا شاید اس کو کوئی وہم ہے کہ نظر نہ لگے اس لیے کمرا بند رکھتی ہے یا وہمی ہے اس لیے بار، بار نہاتی یا سر دھوتی ہے لیکن ایسا بھی نہیں تھا کیونکہ اگر وہ نظر کا وہم کرتی تو کھلے بالوں کسی کے سامنے نہ آتی یا ہمیشہ باندھ کر رکھتی اور ڈھانپے رکھتی۔

سیما بیگم نے ایک دو بار کہیں جانے میں دیری ہوجانے پر اسے دبے لفظوں میں جتایا بھی لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کے معمولات وہی تھے حتیٰ کہ گرمیوں کے بعد سردیوں کے موسم نے ڈیرے جما لیے۔ دلہن بیگم کی اس روٹین نے سب کو پریشان کر رکھا تھا کہ کہیں وہ بیمار نہ ہو جائیں۔

اس دن قیامت کی سردی تھی، گیس تو آ نہیں رہی تھی کہ گیزر کام کرتے اوپر سے بجلی نے بھی دغا دے ڈالی۔ تیز بارش تھی، بہو بیگم اپنے معمولات پر قائم سر دھو رہی تھیں۔ آج تو سیما بیگم کو مہ جبیں پر...... پیٹ بھر کر غصہ آیا۔ انہوں نے مجبور ہو کر ذکیہ بیگم کو فون کر ڈالا۔ ذکیہ بیگم سے حال احوال لے کر طریقے سلیقے سے اپنا مدعا سمدھن کے سامنے پیش کیا تو ذکیہ بیگم تھوڑی دیر کو چپ ہوگئیں۔ پھر جو بولیں تو مانو قیامت کر ڈالی......

''اُف اماں بی! خیرن بوا سے پتا کریں کیا ان کو اس بات کا علم تھا؟'' سیما نے اماں بی کو سب بتایا تو ہق دق بیٹھی اماں بی کو تو چپ ہی لگ گئی۔

اُدھر چھینکوں پہ چھینکیں لیتی مہ جبیں چکراتے سر کے ساتھ بیڈ پر ڈھیر ہونے سے پہلے کمرا ان لاک کرنا نہ بھولی۔

☆☆☆

اسے ہوش آیا تو وہ اسپتال میں تھی۔ اس نے نظر گھمائی تو ذکیہ بیگم اور سیما بیگم سامنے رکھے صوفے پر بیٹھی تھیں۔ اس نے بے ساختہ اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو اسپتال کی کیپ سے اس کا سر ڈھانپا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلتی دیکھ کر دونوں اٹھ کر اس کی طرف بڑھیں۔ ذکیہ بیگم نے دعا پڑھ کر اس پر پھونک ماری اور پیشانی چومی آخر کو تین دن بعد اسے ہوش آیا تھا۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اسے شدید نمونیہ اور سیزنل انفلوئنزا ہو گیا تھا۔ وہ ہوش میں تو آ گئی تھی لیکن ابھی اسے مزید کچھ دن اسپتال میں رہنا تھا۔ ایک ہفتے بعد ذکیہ بیگم....اسے اپنے ساتھ گھر لے گئیں۔ سیما بیگم نے بھی برے دل سے اجازت دے دی۔

''امی مجھے نہانے نہ دیں لیکن کم از کم سر تو دھونے دیں پلیز......'' وہ منمنائی۔

''چپکی بیٹھی رہو اور یہ سوپ پیو...... مرتے، مرتے بچی ہو۔''

کچھ دن بعد صحت بحال ہوتے ہی وہ خوشی، خوشی غسلِ صحت کر کے سسرال روانہ ہوئی۔ اس کے کاغذات تیار تھے اور ایک ہفتے بعد اسے اپنے شوہر اعزاز کے پاس جانا تھا۔ ذکیہ نے اسے خوش دیکھ کر کچھ بتانے سے گریز کیا یا ہمت نہ کر پائیں۔ اس نے خوب دل لگا کر بال سکھائے، سلجھائے اور سسرال میں قدم رکھا۔ سب نے کچھ خاص گرم جوشی نہ دکھائی لیکن وہ اپنی خوشی میں کچھ زیادہ محسوس ہی نہیں کر سکی۔ سیما بیگم نے اس سے بات کرنے کے لیے مناسب الفاظ کا چناؤ کر رکھا تھا لیکن اس سے پہلے ہی دن کے کھانے کے وقت سب ٹیبل پر بیٹھے تو......

''بھابی آپ کے ماتھے پر...... آخ تھو......'' انعم نے ابکائی روکنے کو منہ پر ہاتھ رکھا۔

''کیا ہے میرے ماتھے پر؟'' مہ جبیں نے.... بے ساختہ ماتھے پر کچھ رینگتا محسوس کر کے پکڑا تو ایک نہ دو اکٹھی چار جوئیں اس کے ہاتھ میں آ گئیں۔

☆☆☆

''میم......! میں نے آپ کو منع کیا تھا ناں کہ یہ چیزیں ٹیمپریری شوق کے لیے استعمال کرنا ان لوگوں کو زیب دیتا ہے جن کے اپنے بال چھدرے ہوں یا گنج پن ہو، وہ بھی وقتی طور پر، حتیٰ کہ ماڈلز بھی اسے جز وقتی ہی استعمال کرتی ہیں اور آپ نے تو میرے منع کرنے کے باوجود اتنا بڑا قدم اٹھا لیا تھا۔ پرمانینٹ (ہمیشہ والی) اصل بالوں والی وگ ایکسٹینشن لگوا لیا، میں نے آپ کو اس کے لگانے کے بعد کی احتیاط بھی بتائی تھیں کہ آپ کو بالوں کو دن میں کم از کم دو بار ضرور دھونا ہوگا اور خشک مکمل خشک ہونے تک ڈرائیر استعمال کرنا ہوگا۔ یہ جڑوں میں خاص طریقے سے گانٹھ کر لگائی جاتی ہے اس لیے جڑیں اگر خشک نہ ہوں تو جوئیں بھی پڑ جاتی ہیں اور اگر آپ کے ساتھ یہ سب ہو گیا یعنی سر جوؤں سے بھر گیا تو اس کا انجام بھی ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ یہ شوق پھر آپ کے اصلی بال بھی لے جاتا ہے۔ اس کو ریموو کرنے کا بس یہی طریقہ ہوتا ہے۔'' بیوٹیشن نے اس کے جھکے سر کو اٹھا کر آئینے کی طرف کیا تو وہ سمجھ نہ پائی کہ زیادہ زور سے روئے یا ساکت ہو جائے۔ بہت لمبے بالوں کے شوق میں وہ اپنے کمر تک آتے بالوں کی آبشار کو بھی کھو بیٹھی تھی۔ اور سر پر تھوڑے نہ زیادہ، لمبے نہ چھوٹے سرے سے بال ہی نہیں تھے۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے اپنی تصویر اعزاز کو واٹس ایپ کی۔

تھوڑی دیر بعد اعزاز کا پیغام اس کے فون پر آیا۔

''میں سب حالات سے واقف ہوں فی الحال تمہاری سیٹ کینسل کروا دی ہے' جب بال باب کٹ تک آ جائیں تب شاید بلالوں کچھ سزا ہم دونوں کو بھگتنی ہوگی۔ ایسے غیر فطری شوق کی تمہیں....اور فضول تقاضوں کی مجھے۔'' اس نے فون آف کیا اور منہ ڈھانپ کر زور، زور سے رونے لگی۔

بیوٹیشن افسوس زدہ انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ جو اپنا سر حجاب سے ڈھانپ رہی تھی۔ کچھ شوق ہمیں پورے کرنے کی چاہ اس کے انجام سے بے خبر کر دیتے ہیں۔ وقتی....واہ، واہ سمیٹتے مہ جبیں تو یہ بھی بھول بیٹھی تھی کہ یہ وگ جانے کن، کن لوگوں کے بالوں سے ملا کر بنی ہوگی کسی غیر مسلم عورت کی، کسی مردہ عورت کی، جانے کس کی....اور کیا ان نقلی چیزوں کے ساتھ عبادت، غسل، وضو ہوتا ہوگا؟ یا اگر ایسی چیزوں کے ساتھ وقتِ رخصت آ جائے تو......

پھر کیا ہوگا......؟ ہاں پھر......؟

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM



بھٹکے ہوئے مسافر

شمسہ الطاف زندگی

"بہو آج شام کو افطار پارٹی ہے۔کافی مہمان آئیں گے، تم ذرا صبح سے تیار ہو جانا، یہ نہ ہو کہ ایسے ہی نماز کی طرح دوپٹا لپیٹے پھر رہی ہو۔" اس کی ساس نے یاد دلاتے ہوئے تنبیہہ کی۔

"افطار پارٹی......؟ روزے تو یہاں کوئی رکھتا نہیں افطار پارٹی کس چکر میں؟" دل کی بات اس کی زبان پر آ ہی گئی تھی۔

"ارے ساری عمر پڑی ہے عبادتوں کے لیے۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی اب۔ سحری میں کون اٹھے اور پھر رات کو اتنی دیر سے کھا کر سوئیں تو آدمی رات کو پھر اٹھ کر کہاں کھانے کا دل ہوتا ہے۔ سارا دن منہ نہیں روک سکتے۔ دکھاوے کی عبادت ہم نہیں کر سکتے۔ تم میں نہ جانے کہاں سے یہ غریبوں، مسکینوں والی روح آ گئی۔" وہ کمال استغنا سے اتنی بڑی بات کہہ گئیں۔

"استغفر اللہ!" اس کی روح تک لرز گئی۔

"کچھ خوف خدا کریں......اپنے گھروں میں اللہ کے حکم کے مطابق روزے رکھنا، نماز پڑھنا کہاں کا دکھاوا ہے؟ یہاں تو کسی کو رب کے آگے جھکنے کی توفیق نہیں، کم از کم ایسی کفر

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کی باتیں تو مت کریں۔'' حرا نے ساس کو شرم دلانا چاہی۔
''تم ہو ناں جس کے پاس ہر بات کی توفیق ہے، ہم سے نہیں اس گرمی میں روزے رکھے جاتے۔'' وہ عجب کروفر میں مبتلا تھیں۔
''اور نماز کے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا......؟'' وہ بھنّا کر بولی۔ آج اس نے بھی انہیں راہ راست پر لانے کی ٹھان رکھی تھی۔
''صبح اٹھنا نہیں ہوتا اور دن کو ٹائم کب ہوتا ہے اتنا۔ رات میں آنا جانا ہوتا ہے۔ بتاؤ کیا کریں؟'' وہ بے تکے عذر پیش کرنے لگیں۔
''لاحول ولا قوۃ......اللہ کے عذاب سے ڈریں۔''
حرا کو ان کی باتوں سے خوف آنے لگا۔
''بہو ان باتوں کی پروا غریبوں کو ہوتی ہے، جن کے پاس اور کچھ کرنے کو نہیں ہوتا۔ تم بیکار میں ٹینشن مت لو......''
اور وہ غرور و تکبر اور عجیب بے پروائی کے انداز میں چانے کیا، کیا کہے جا رہی تھیں۔ حرا......بس استغفار پڑھتی رہی تھی۔
''میرے اللہ تو ایسوں کو بھی اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے، تیرا بڑا کرم ہے مولا۔'' اس کے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔
وہ جب سے یہاں بیاہ کر آئی تھی عجیب بے دینی تھی ماحول میں۔ سب کاموں کے لیے وقت مل جاتا تھا سوائے اللہ کے حضور جھکنے کے...... اس نے اپنے شوہر کو تو کافی حد تک سدھار دیا تھا مگر پھر بھی یہاں کے طور طریقے دیکھ کر کڑھتی رہتی تھی۔
افطار پارٹی میں سب انہی کی کلاس کے لوگ تھے، کھلم کھلا روزہ کھا رہے تھے۔ جیسے ان کے لیے رمضان محض افطار پارٹیز کی حد تک اہمیت کا حامل تھا۔ البتہ حرا کی اپنی فیملی میں سے جو لوگ آئے سب روزے سے تھے اور سبھی نے صرف کھجور سے روزہ کھولتے ہی نماز ادا کی تھی۔ اور اس کے بعد باقی چیزیں کھائی تھیں۔ تھے تو وہ بھی ایلیٹ کلاس سے مگر ان کے ہاں باقاعدگی سے نماز روزے اور دیگر عبادات کا اہتمام ہوتا تھا۔ حرا پر بھی اسی تربیت کا اثر تھا جو ان جاہل اور بے دین سسرالیوں میں آ کر بھی نہیں اترا تھا۔ دراصل اس کے سسر ایک دیندار آدمی تھے۔ وہ حرا کے والد کے دوستوں میں سے تھے۔ اب ان کے انتقال کو کافی سال ہو گئے تھے۔ بہت کوشش کے باوجود بھی وہ اپنے شوہر کے علاوہ کسی کو بھی اس غلط راہ سے ہٹا نہ سکی تھی۔ ان کے اپنے نظریات، اپنے جواز، اپنے خیالات ہوتے جو کم از کم اس کی نظر میں فقط جہالت اور غرور پر مبنی تھے۔
رات کو دیر سے سارے مہمان گھروں کو روانہ ہوئے تو وہ سب ہی تھکے ہارے اپنے، اپنے کمروں میں جانے لگے۔
''انس کہاں ہے؟'' حرا کی ساس نے چھ سالہ پوتے کی بابت پوچھا۔
''کمرے میں ہوگا دیکھتی ہوں......'' ان کی بڑی بہو یعنی انس کی ماں فرحت نے تھکے، تھکے لہجے میں کہا۔
کچھ دیر بعد گھر میں کہرام مچ گیا تھا۔ انس کہیں بھی نہیں تھا پورا گھر، کونا، کونا چھان مارا تھا۔ مگر وہ کہیں ہوتا تو ملتا۔
فرحت بھابی اور ممی گریہ و زاری کرنے لگیں۔ حرا بھی پریشان ہوگئی۔ یاسر بھائی، ناصر گاڑی لے کر اسے ڈھونڈنے نکل گئے۔
حرا اِدھر اُدھر فون کر کے پتا کرنے لگی کہ شاید کسی عزیز کے ساتھ چلا گیا ہو۔ فرحت بھابی کا تو رو، رو کر برا حال تھا۔ ممی کا تو سارا کروفر جیسے کہیں خاک میں مل گیا تھا۔ رو، رو کر پوتے کی سلامتی کے لیے دعائیں کر رہی تھیں۔ ملازم بھی پریشان ہو گئے۔ سارا گھر گویا سراپا الم بنا ہوا تھا۔
رات دو بجے سب واپس آ گئے مگر خالی ہاتھ، انس کہیں نہ ملا تھا آخر وہ گیا کہاں؟ سوچ، سوچ کر سب کے دماغ شل ہو رہے تھے۔ سمجھ نہیں آ رہا تھا پولیس میں رپورٹ کرائی جائے یا نہیں......
پریشانی میں ممی کا بی پی ہائی ہو گیا' وہ بے ہوش ہو گئیں، جلد از جلد انہیں اسپتال پہنچایا تو سہی لیکن فالج ان پر حملہ کر چکا تھا۔ اس عالم میں بھی وہ انس کو پکار رہی تھیں۔
پوری رات پے در پے پریشانیوں میں بیت گئی۔ صبح نو بجے کے قریب یاسر بھائی کے موبائل پر کسی ان نون نمبر سے کال آئی۔ انہوں نے بلا تامل جھٹ سے کال اٹینڈ کی۔ یاسر بھائی نے فون کان سے ہٹایا تو سب ان کے چہرے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

پر نظریں جمائے ان کے لبوں کی جنبش کے منتظر تھے۔

"انس اغوا ہو گیا ہے۔ اغوا کاروں نے ایک کروڑ کی رقم طلب کی ہے اگر ہم ادا نہیں کریں گے تو وہ......" اس سے آگے وہ کچھ کہہ نہ سکے۔ ٹپ، ٹپ آنسو گرنے لگے۔ اصل میں یہ لوگ ایک پوش علاقے میں رہتے تھے جہاں آئے دن...... وارداتیں ہو رہی تھیں...... انس مہمانوں کے رخصت کرنے کے دوران باہر نکلا اور اغوا کر لیا گیا۔

"یاسر پلیز جائیں، ابھی جائیں پیسے ان کے منہ پر مار کر میرے بیٹے کو لے آئیں۔ پلیز جائیں......" بھابی ہسٹریائی انداز میں چیخنے لگیں۔

"بیٹا کیا بتایا ہے انہوں نے، کہاں سے لائیں گے بچے کو اور وہ کہاں سے رقم وصول کریں گے؟" فرحت بھابی کے والد پوچھنے لگے۔

"وہ لوگ دوبارہ کال کریں گے انکل۔" بھائی نے مختصراً بتایا۔

"ہمیں پولیس کو اطلاع کرنی چاہیے۔" ناصر نے کہا۔

"نہیں، ان لوگوں نے کہا ہے پولیس کو انوالو کیا تو انس کی لاش ملے گی۔" یاسر بھائی کے حلق سے کراہتی ہوئی آواز نکلی۔

"نہیں......ن......میرے بچے کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" بھابی کا کلیجا پھٹ پڑا وہ چیخیں۔

"بھابی کچھ نہیں ہوگا انس کو، آپ سنبھالیں خود کو......" حرا نے تسلی دی۔

ممی اب دنیا و مافیہا سے بے خبر پڑی تھیں۔ حرا کو ان کی حالت پر ترس آیا۔ کل تک غرور سے اکڑا جسم آج کس قدر بے بس پڑا تھا۔ جھٹ پٹ سے ان پر ایسی قیامت گزر گئی تھی جس کا کسی کو اندیشہ تک نہیں تھا۔

اغوا کاروں نے بالآخر پچاس لاکھ لے کر انس کو صحیح و سالم ان کے حوالے کر دیا۔ مگر اس میں بھی دو تین دن تو ضرور لگ گئے۔ ان کا مقصد صرف پیسہ بٹورنا تھا۔ ایک کروڑ بھی ایک بڑی رقم تھی جس کے لیے ان سب کو اپنے، اپنے اکاؤنٹس کھنگالنے پڑے مگر بہرحال اس وقت انس کی بازیابی سب سے اہم تھی۔

فوری طبی امداد اور حرا کی دعاؤں نے انہیں مکمل مفلوج ہونے سے بچا لیا تھا۔ ممی ہوش میں آئیں تو نقاہت سے ہل نہیں پا رہی تھیں۔ انس کو دیکھا تو جیسے جی اٹھیں۔

وہ بار بار خدا کا شکر ادا کر رہی تھیں اور پوتے کو چوم رہی تھیں۔ حرا کو پاس بلا کر انہوں نے اسے گلے سے لگایا اور رو پڑیں۔

"تم ٹھیک کہتی تھیں میری بچی، اللہ نے تمہاری شکل میں دین کا چراغ ہمارے گھر بھیجا۔ مگر ہم نے تمہاری ایک نہ سنی......تم نے ہمیشہ اللہ کی نافرمانی کے عذاب سے ڈرایا مگر ہم نے کان نہ دھرے......اتنی عمر گزر گئی مگر عقل آئی تو کب......آج اگر میں مفلوج ہو جاتی، میرے پوتے کو کچھ ہو جاتا تو یہ دولت اور اسٹیٹس کا کیا کر لیتی۔ یہ شاید تمہاری ہی ریاضتوں کا نتیجہ ہے کہ اللہ نے ہم پر کرم کر دیا۔ ورنہ نہ جانے اس وقت ہم پر کیا بیت گئی ہوتی۔"

وہ روتے، روتے کہہ رہی تھیں۔

"ممی یہ اللہ کی طرف سے ہلکا سا جھٹکا تھا۔ سمجھیں ایک وارننگ......یہ ہماری خوش نصیبی ہوگی اگر ہم اس سے سبق سیکھ لیں۔ اور بھٹکی ہوئی راہوں کو چھوڑ کر سیدھے راستے پر چل پڑیں۔" حرا ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"بیٹی ہم سدھر گئے ہیں، آئندہ ہمارے گھر میں بھی صوم و صلوٰۃ کی پابندی ہوگی۔ شاید تمہاری دعاؤں نے ہمیں اجڑنے سے بچا لیا ہے۔ انس کو کچھ ہو جاتا تو ہم کدھر جاتے کیا کرتے......ہم بھٹکے ہوئے مسافر ہیں تم ہمیں رستہ دکھاؤ اور اللہ سے دعا کرو۔ وہ ہمیں معاف کر دے۔" یاسر بھائی نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے اپنی کم مائیگی کا اعتراف کیا۔

"اللہ بڑا مہربان ہے وہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ہمیں اپنے کیے کی سچے دل سے توبہ کرنی چاہیے اور اس مہربان ذات کا شکر ادا کریں جس نے ہمیں آزمائش سے بچا لیا ہے اور بروقت راہ ہدایت دی۔ بے شک وہ بڑا مہربان اور بے نیاز بادشاہ ہے۔" حرا نے کہا تو سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

"بے شک وہی قادرِ مطلق، عبادت کے لائق ہے۔"

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ناولٹ

دوسرا اور آخری حصہ

کوئی شہرِ یارِ وفاؤں کا

نگہت سیما



رات تو ایک ہی گزری تھی مگر اسے لگا جیسے صدی بیت گئی ہو۔ ایک گہری سانس لے کر وہ بیڈ سے اتری اور پھر منہ ہاتھ دھو کر نیچے لاؤنج میں آ گئی۔ سامنے ہی تھری سیٹر صوفے پر اسفند گھٹنے موڑے سویا ہوا تھا۔ اس کے سلکی بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔ ایک بازو نیچے لٹک رہا تھا۔

''پتا نہیں مسز احسان کہاں ہیں؟'' اس نے اسفند سے نظر ہٹا کر کچن کی طرف دیکھا... مسز احسان

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اسے کچن میں کھڑی نظر آ گئیں۔
"السلام علیکم آنٹی۔" وہ ہولے، ہولے چلتی ہوئی کچن میں آ گئی۔
"ارے تم جاگ گئیں؟" انہوں نے مڑ کر اسے دیکھا۔
"کچھ دیر اور سو لیتیں۔ میں نے تو نماز کے لیے بھی تمہیں نہیں جگایا کہ ساری رات تو جاگتی رہی ہو۔ اب قضا پڑھ لینا۔"
"جی۔" وہ انہیں تھرماس میں پتی ڈالتے اور پھر بوائل پانی ڈالتے دیکھ رہی تھی۔
"چائے دم کر رہی تھی۔ مجھے ناشتے سے پہلے ایک کپ چائے پینے کی عادت ہے۔ تمہارے لیے بھی بنا دوں؟"
"آپ پلیز بیٹھیں، میں بناتی ہوں چائے۔"
"ابھی شمو آنے والی ہو گی ناشتا تو وہی آ کر بنائے گی۔ یہ بتاؤ کتنی چینی لو گی؟"
"پلیز آنٹی، میں بنا لیتی ہوں۔" وہ شرمندہ ہو رہی تھی۔
"اچھا ٹھیک ہے۔" وہ مسکرائیں۔
"تم ہی بنا لو، میں پھیکی چائے پیتی ہوں۔" انہوں نے کہا اور لاؤنج میں چلی گئیں۔ جب وہ چائے لے کر لاؤنج میں آئی تو اسفند اٹھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے چائے کے کپ ٹیبل پر رکھے۔
"تم چائے لو گے بیٹا۔" مسز احسان نے پوچھا تو اس نے انکار کر دیا۔
"نہیں، میں ابھی سوؤں گا کچھ دیر۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
"میں چائے بنانے گئی تو دیکھا تم صوفے پر ہی سو رہے تھے۔"
"رات کسی نے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سونے دیا، اس لیے صبح اٹھ کر بھاگا کہ تھوڑی نیند لے کر فریش ہو جاؤں۔"
"تو بیٹا سونے سے پہلے ذرا خلیل بھائی سے ایمن کی بات تو کروا دو۔ بچی ساری رات پریشان رہی ہے، بات کرلے گی تو تسلی ہو جائے گی۔ وہاں تو اس وقت رات کے دس بجے ہوں گے۔"
ایمن نے تشکر نظروں سے مسز احسان کی طرف دیکھا۔ "ابا صحیح کہتے تھے۔ دنیا ابھی اچھے لوگوں سے خالی نہیں ہوئی اور اچھے لوگ تھے ناں مسز احسان جیسے اور ساجدہ آپا جیسے۔" اسفند بنا کچھ کہے صوفے پر پڑا اپنا فون اٹھا کر نمبر ملانے لگا اور وہ دل ہی دل میں دعا کرنے لگی کہ خلیل انکل سے اس کی بات ہو جائے۔
"لیجیے بات کریں۔" نمبر ملا کر خلیل بیگ کو اس کے متعلق مختصراً بتا کر اس نے فون اس کی طرف بڑھایا اور خود واپس صوفے پر بیٹھ گیا۔
"انکل میں ایمن۔" اور پھر بہت سارے آنسوؤں نے اس کا حلق سی لیا۔
"کیا ہوا ایمن بیٹی! تم اس طرح اچانک کیسے آ گئیں، تم تو کہہ رہی تھیں کہ سب ٹھیک ہے اور عاطف تمہارا بہت خیال رکھ رہا ہے پھر......؟"
"انکل! بھائی نے مجھے دھکے دے کر گھر سے نکال دیا۔" وہ رو پڑی تھی اور پھر روتے، روتے اس نے وہ سب کچھ بتا دیا جو عاطف اور زریں نے اس کے ساتھ کیا تھا اور جس مجبوری کی حالت میں وہ یہاں آئی تھی۔
"مرتضیٰ کو اسی بات کا ڈر تھا۔" خلیل بیگ کو سب کچھ سن کر بے حد افسوس ہوا تھا۔
"اس لیے تو اسے تمہاری شادی کی جلدی تھی لیکن جو اللہ کو منظور......تم پریشان مت ہونا۔ میرے آنے تک اِدھر ہی رکنا احسان صاحب کے ہاں۔"
"اِدھر کیسے انکل؟" وہ حیران ہوئی تھی۔
"میں آج واپس بہاول پور چلی جاؤں گی۔ ایک دو دن ساجدہ آپا کے پاس رہ کر کسی ورکنگ ویمن ہاسٹل کو تلاش کروں گی اور آپ کے واپس آنے کے بعد......"
"نہیں، نہیں تمہیں کہیں نہیں جانا۔ میں جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کروں گا لیکن پھر بھی پندرہ دن تو لگ ہی جائیں گے۔ میں نے مرتضیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ تمہارا خیال رکھوں گا۔ سنو ذرا فون مسز احسان کو دو۔"
اس نے فون انہیں پکڑا دیا۔ مسز احسان فون پر

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

بات کررہی تھیں اور اس کے آنسو خاموشی سے رخساروں پر پھسل رہے تھے۔ وہ کسی پر بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی۔ کل تک وہ انہیں جانتی تک نہ تھی اور انکل خلیل اپنی واپسی تک اسے یہاں ہی رہنے کو کہہ رہے تھے۔ پھر بہاول پور جانے سے بہتر تھا وہ یہاں ہی رہ کر انکل کا انتظار کرتی لیکن یہاں کیسے؟ بھلا کس رشتے سے رہے گی، نہیں وہ آج واپس چلی جائے گی۔ اسفند جو خاموشی سے اسے خلیل بیگ سے بات کرتے سن رہا تھا اب بھی اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا۔

''کتنے سمندر سمو رکھے ہیں آپ نے اپنے اندر کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہے۔''

اس نے ذرا کی ذرا نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور ہاتھوں کی پشت سے آنسو صاف کیے۔

''آپ کے ساتھ جو کچھ ہوا یقیناً اچھا نہیں ہوا لیکن آپ کو ہمت اور حوصلے سے کام لینا چاہیے۔ زندگی بعض اوقات انسان سے بہت مشکل امتحان لیتی ہے۔'' اس کی آواز میں نرمی تھی اور وہ تاسف سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ رخسار صاف کرتی اور آنسو پھر نکل آتے صحیح تو کہہ رہا تھا وہ اس کے اندر سمندر ہی سما گیا تھا کہ آنسو ختم ہونے میں ہی نہیں آتے تھے۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی لیکن اسے اپنے آنسوؤں پر اختیار نہیں تھا۔ مسز احسان بات ختم کرکے اس کے پاس صوفے پر آ کر بیٹھ گئیں۔

''بس کرو اب بچے۔ ساری رات رو، رو کر تھکی نہیں ہو کیا اور تمہیں ذرا بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ خلیل بھائی جب تک واپس نہیں آ جاتے تم یہاں ہی رہو گی ہمارے پاس اور یہی سمجھنا کہ تم خلیل بھائی کے گھر ہی رہ رہی ہو۔''

''میں اپنی وجہ سے آپ کو تکلیف نہیں دینا چاہتی۔ پلیز آپ بس اتنی مہربانی کیجیے گا کہ اپنے ڈرائیور کے ساتھ مجھے اسٹیشن بھجوا دیں۔''

''ہرگز نہیں، میں نے خلیل بھائی سے وعدہ کیا ہے کہ تمہارا خیال رکھوں گی پھر کیسے اس طرح بھٹکنے کے لیے بھیج دوں اور پھر تمہارے یہاں رہنے سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی بلکہ خوشی ہوگی میں تو سارا دن اکیلی ہوتی ہوں، تمہارے ہونے سے مجھے دوسرا ہٹ ہو جائے گی۔'' اور اس کے آنسو پھر بہنے لگے تھے۔

''بس اب نہیں رونا شاباش۔'' انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور ان کے گلے سے لگ کر وہ بے تحاشا روئی اور وہ ہولے، ہولے اسے تھپکتی رہیں۔ تب ہی شمو نے جو اس دوران آ گئی تھی۔ کچن کے دروازے میں سے جھانکا۔

''ناشتے میں کیا بنانا ہے جی۔''

''کیا لوگی ایمن؟'' انہوں نے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو پونچھے۔

''کچھ بھی جو بھی آپ لیں گی۔'' ایمن نے خود کو سنبھالتے ہوئے آہستگی سے کہا تو وہ شمو کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''پراٹھا اور آملیٹ بنا لو۔ ایک انڈا فرائی کر دینا۔ اسفند ابھی ناشتا نہیں کرے گا اور ہاں یہ چائے تو ٹھنڈی ہوگئی ہے۔ دوبارہ بنا دو۔''

''نہیں۔'' اس نے منع کیا۔

''بس اب ایک بار ہی پیوں گی ناشتے کے بعد۔''

''رو، رو کر کیا حشر کرلیا ہے اپنی آنکھوں کا بس ناشتا کر کے کچھ دیر سو جانا۔'' انہوں نے تاسف سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اسفند کو مخاطب کیا جو ابھی تک کھڑا تھا اور گاہے، گاہے اس پر بھی ایک نظر ڈال لیتا تھا۔

''کیا کبھی ایسے بھی خون سفید ہو جاتا ہے۔ بھائی ہو کر بہن کے ساتھ یہ سلوک؟''

''کیا آپ نہیں جانتیں کہ خون کیسے سفید ہوتا ہے۔'' اسفند کے لہجے میں تلخی تھی اور مسز احسان کا چہرہ یک دم زرد پڑ گیا تھا۔

''او کے سوری مام ریلیکس۔''

وہ ان کے کندھے کو ہولے سے تھپتھپاتا ہوا اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔ مسز احسان بے حد افسردہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

لگ رہی تھیں۔ پتا نہیں اسفند نے ایسی بات کیوں کی اور کیا کبھی مسز احسان کے بھائی نے بھی ان کے ساتھ برا سلوک کیا تھا، اس نے سوچا تھا اور اگلے چند دنوں میں جان لیا تھا کہ اسفند نے ایسی بات کیوں کی تھی۔ مسز احسان کے دونوں بڑے بیٹے حامد اور فہد شادی کے بعد اپنی، اپنی بیویوں کو لے کر الگ ہو گئے تھے اور ان سے کوئی رابطہ بھی نہیں رکھا تھا کہ دونوں کو ہی ان سے بہت شکایتیں تھیں۔ ساری شکایتیں خود ساختہ اور ان کی بیویوں کے ذہن کی پیداوار تھیں۔

''سب بھلا دیا انہوں نے کہ میں کتنی تھکی ہوں ان کے لیے۔'' مسز احسان نے اسے بتایا تھا چند دنوں میں ہی وہ اس کے بہت قریب آ گئی تھیں۔

اسفند اپنی جاب میں مصروف تھا اس سے صرف ناشتے اور کھانے پر ہی ملاقات ہوتی تھی اور سارا دن وہ دونوں گھر پر اکیلی ہوتی تھیں۔ اسے مسز احسان کی کمپنی اچھی لگتی تھی۔ وہ سارا وقت ان کے ساتھ ہی رہتی تھی سوائے اس وقت کے جب وہ ظہر کی نماز کے بعد کچھ دیر آرام کرتی تھیں۔ تب وہ اپنی لائی ہوئی کتابوں میں سے کوئی کتاب لے کر نیچے لاؤنج میں آ جاتی کہ وہ ڈسٹرب نہ ہوں۔ اگر شمو کام سے فارغ ہو کر لاؤنج میں بیٹھ کر ٹی وی دیکھ رہی ہوتی تو وہ بھی گاہے، گاہے پڑھتے ہوئے ٹی وی پر ایک نظر ڈال لیتی تھی۔ دنیا میں کہیں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی سب کچھ ویسا ہی تھا۔ بس ایک اس کی زندگی بدل گئی تھی۔

اس روز سنڈے تھا اور اسے مسز احسان کے گھر رہتے ہوئے ساتواں دن تھا اور وہ لاؤنج میں بیٹھی... مسز احسان کے پاؤں کا مساج کر رہی تھی کہ صبح سے ان کے پاؤں میں درد ہو رہا تھا۔ جب اسفند اپنے روم کا دروازہ کھول کر لاؤنج میں آیا اور عین اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

''السلام علیکم! آپ نے ناشتا کر لیا۔'' اس نے بغیر کسی کو مخاطب کیے پوچھا۔

''نہیں، شمو ابھی آئی ہے۔ برتن دھو کر ناشتا بنائے گی۔'' مسز احسان نے جواب دیا تو اس نے وہاں ہی بیٹھے، بیٹھے شمو کو آواز دی۔

''شمو ناشتا نہ بنانا، میں باہر سے لے آتا ہوں۔''

پھر اس نے ایمن کی طرف دیکھا جو کارپٹ پر بیٹھی مسز احسان کے پاؤں گود میں رکھے بدستور ہولے، ہولے مساج کر رہی تھی۔

''جی مس ایمن' میں ناشتا لینے جا رہا ہوں آپ کو کیا پسند ہے۔ پائے، نہاری، چنے، پوریاں..... کیا؟''

''نہیں' میں بس سلائس لوں گی۔'' اس نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

''آپ ہماری مہمان ہیں مس ایمن اور اپنی مصروفیات کی وجہ سے اتنے دن ہو گئے آپ کو اپنا زبردست لاہوری ناشتا نہیں کروا سکا۔ سو اپنی پسند بتا دیں نہیں تو میں اپنی پسند سے لے آؤں گا۔''

''مہمان تو دو دن کا ہوتا ہے اور میں.....'' اس کی مساج کرتی انگلیاں ذرا دیر کو رکی تھیں اور افسردگی اس کے لہجے سے جھلکتی تھی۔

''آپ اتنی pessimistic کیوں ہیں مس ایمن! زندگی کی مشکلات کا ہنس کر مقابلہ کرنا چاہیے۔'' اس کی نظریں اس کے ہاتھوں پر تھیں۔

خوب صورت ہاتھ، خوب صورت انگلیاں جیسے کسی فنکار نے تراشی ہوں۔ اس نے دل ہی دل میں سراہتے ہوئے گاڑی کی چابیاں جو سینٹر ٹیبل پر پڑی تھیں اٹھائیں۔

''آپ نے تو میری والدہ پر قبضہ ہی جما لیا ہے۔ مجھے تو اب یہ میسر ہی نہیں ہوتیں۔''

اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ دلچسپی سے اس کی اٹھتی گرتی پلکوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو ایک بار سوالیہ انداز میں اس کی طرف اٹھ کر گر گئی تھیں۔

''بھئی وہ سارے کام جو پہلے میں کرتا تھا یعنی اماں جان کو اخبار پڑھ کر سنانا' انہیں وقت پر دوائی دینا وغیرہ سب آپ نے سنبھال لیے۔''

''مجھے اچھا لگتا ہے ان کے لیے کچھ کرنا۔ ان

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

کے وجود سے مجھے ماں کے وجود کی خوشبو آتی ہے۔ میں نے بہت کم عمری میں اپنی ماں کو کھو دیا اور میں سوچتی ہوں اگر وہ ہوتیں تو ایسی ہی ہوتیں آنٹی کی طرح۔'' اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ ''اگر آپ کو اچھا نہیں لگتا تو۔''

''ارے، ارے میں نے ایسا کب کہا۔'' اسفند بوکھلایا۔

''مجھے تو بہت اچھا لگتا ہے کہ میری اماں جان آپ کی وجہ سے خوش رہنے لگی ہیں۔ اس پورے ہفتے میں ایک بار بھی ان کا بی پی ہائی نہیں ہوا۔''

''ہاں، مجھے ایمن کی وجہ سے بہت اطمینان اور سکون ملتا ہے۔ تم تو آفس چلے جاتے ہو اور میں سارا دن اکیلی شمو سے بھی کیا اور کتنی باتیں کروں اور دن تو پر لگا کر اڑے جا رہے ہیں۔ یہ بھی اور کتنے دن ہے خلیل بھائی آئیں گے تو چلی جائے گی پھر وہی میں اور میری تنہائیاں۔'' وہ افسردہ ہو گئی تھیں۔

''تم شادی کر لو اسفی۔ بھلے ہانیہ سے ہی سہی۔ اپنا گھر بسا لو اسفی، میں تب شاید خود غرض ہو گئی تھی۔ میں نے صرف اپنا سوچا تمہارا نہیں۔ ڈر گئی تھی کہ ہادیہ کی طرح وہ بھی اگر تمہیں چھین کر لے گئی... تو میں کیسے رہ پاؤں گی تمہارے بغیر۔ پتا نہیں کیوں مجھے لگتا تھا، وہ اپنی بہن کی طرح ہی ہے۔ خود غرض اور بے حس۔''

''آپ کو بالکل صحیح لگتا تھا اماں جی۔ وہ ایسی ہی ہے خود غرض اور بے حس اور یہ کہ مجھے ہانیہ سے شادی نہ ہونے کا بالکل افسوس نہیں ہے، یہ خیال آپ دل سے نکال دیں۔''

''تو پھر اپنا گھر کیوں نہیں بسا لیتے بچے۔ میری خاطر کیوں اپنی زندگی برباد کر رہے ہو۔''

''کر لوں گا مام۔''

وہ یوں تو انہیں اماں جی کہہ کر بلاتا تھا لیکن جب بھی موڈ میں ہوتا تو مام کہہ کر بلاتا تھا۔

''کب کرو گے۔ کتنی زندگی رہ گئی ہے میری۔''

''کر لوں گا مام جب بھی کوئی ایسی لڑکی مل گئی۔'' اس نے کن انکھیوں سے ایمن کی طرف دیکھا اور... مسز احسان کا کندھا تھپتھپا کر لاؤنج سے باہر نکل گیا۔

''حامد نے اپنی پسند سے اپنی کلاس فیلو ہادیہ سے شادی کی، ہانیہ اس کی چھوٹی بہن تھی۔ وہ بہن کے پاس آتی تو بہن کے پاس تو کم ہی بیٹھتی اسفند کے گرد ہی چکراتی پھرتی۔ بہت تیز طرار اور ہوشیار لگتی تھی مجھے۔ ہادیہ، حامد کو لے کر الگ گھر میں چلی گئی تو یہ باہر باہر ہی اسفند سے ملنے لگی۔ اسفند اسے پسند کرنے لگا تھا۔ مجھ سے کہا وہ ہانی سے شادی کرنا چاہتا ہے، میں نے منع کر دیا۔ دو بیٹے پہلے ہی بہویں لے گئی تھیں اب اسے بھی ہانی لے جاتی تو میں تو بالکل خالی ہاتھ رہ جاتی۔ اب سوچتی ہوں میں نے خود غرضی کی اس کے دل کی خوشی تھی، اجازت دے دیتی۔ میرا کیا تھا جو چار دن زندگی کے باقی رہ گئے تھے گزر جاتے۔''

اور انہیں اتنا دلگرفتہ دیکھ کر اس نے سوچا تھا وہ بات کرے گی اسفند سے...... سمجھائے گی کہ ضروری تو نہیں کہ ہر لڑکی حامد اور فہد کی بیویوں کی طرح ہو اور پھر اسے چند دن بعد ہی اسفند سے بات کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ شمو اچانک ہی بیمار ہو گئی تھی اور مسز احسان کے منع کرنے کے باوجود اس نے کچن کا سارا کام سنبھال لیا تھا۔ صفائی اور کپڑوں وغیرہ کے لیے تو دوسری ماسی آتی تھی۔ اس روز بھی وہ کچن میں مصروف تھی جب اسفند نے کچن میں جھانکا۔

''بڑی خوشبوئیں آ رہی ہیں کیا پک رہا ہے؟''

''بریانی!''

''واؤ، آپ تو ہماری عادتیں خراب کر دیں گی۔ دو روز تک شمو آ جائے گی اور پھر آپ چلی جائیں گی تو ہم بیچارے کیا کریں گے۔ منہ کو آپ کے پکے کھانوں کا ذائقہ لگ چکا ہے۔ اب شمو بیچاری کے کھانے کس کے حلق سے اتریں گے۔'' وہ کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا اور اسے چاولوں اور گوشت کی تہ لگاتے دیکھ رہا تھا۔

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں شمو بھی بہت اچھی کک ہے۔'' اس نے آنچ دھیمی کر کے چاول دم پر رکھے اور پھر صافی سے ہاتھ پونچھتے ہوئے اس کی طرف مڑی۔

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

''آپ کو کچھ چاہیے تھا۔''
''نہیں، خوشبو پر کھنچا چلا آیا۔'' وہ مسکرایا۔
''بس ابھی دم آ جائے تو کھانا لگا دیتی ہوں۔''
آج وہ آفس نہیں گیا تھا۔ اسے تین بجے کسی سیمینار میں شرکت کے لیے جانا تھا۔
گندمی رنگت، بڑی بڑی خوابیدہ آنکھیں، لمبی پلکیں جو اکثر بھیگی رہتی تھیں۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر نظریں اس کے چہرے سے ہٹالیں۔
''اوکے! اماں جی کدھر ہیں۔'' اس نے کچن سے باہر جاتے ہوئے پوچھا۔
''وہ نماز کے بعد آرام کے لیے لیٹ گئی تھیں۔ ٹیبل لگا کر میں انہیں بلاتی ہوں۔'' وہ بھی اس کے پیچھے ہی لاؤنج میں آ گئی تھی۔
''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا کہ یہ جو آپ نے ہمیں مزے، مزے کے کھانے کھلا... کر ہماری عادت خراب کردی ہے۔ آپ کے جانے کے بعد کیا ہوگا ہمارا۔'' اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور جی چاہا وہ بار، بار اسے دیکھے اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں کو اپنے ہاتھوں سے پیچھے ہٹا دے۔ کیسی عجیب خواہشیں تھیں۔ اس نے فوراً ہی اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں۔
''ایک حل ہے تو میرے پاس۔'' وہ بھی اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔
''آپ شادی کرلیں، آپ کو شمو کے پکے کھانوں سے نجات مل جائے گی۔''
''کیا خبر آنے والی کو کوکنگ سے دلچسپی ہی نہ ہو۔'' وہ مدھم سا مسکرایا۔
''کھانا پکانا کون سا مشکل کام ہوتا ہے۔ آنٹی سے سیکھ لے گی۔'' ایمن نے سوچا آج وہ اسے شادی کے لیے ضرور... قائل کرلے گی۔
''اور اگر وہ سیکھنا ہی نہ چاہے۔'' اسفند کو اس سے بحث کرنے میں مزہ آرہا تھا۔
''اگر آپ چاہیں گے تو وہ بھی ضرور چاہے گی کہ بیوی کی خواہشات تو شوہر کی خواہشات سے مشروط ہوتی ہیں۔''
''یہ آپ کی خام خیالی ہے مس ایمن، میرا تجربہ اس بارے میں بالکل مختلف ہے۔ خواتین کے نزدیک صرف اپنی خواہشات اہم ہوتی ہیں۔ شوہر کے احساسات کی انہیں پروا نہیں ہوتی۔'' وہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔
''پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں، ضروری نہیں کہ ہر عورت ایسی ہی ہو جیسا آپ کا تجربہ کیا ہے۔''
''مے بی لیکن بہرحال یقین سے تو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔''
''لیکن آنٹی خود کو بہت تنہا اور اکیلا محسوس کرتی ہیں اور ان کی شدید خواہش ہے کہ آپ شادی کرلیں۔''
''تو اماں جان نے آپ کو اس مشن پر لگایا ہے۔'' وہ ہنسا۔
''نہیں تو۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ''انہوں نے تو مجھ سے نہیں کہا بلکہ میں نے خود محسوس کیا ہے۔ اس عمر میں تنہائی بہت جاں گسل ہوتی ہے۔ اپنا وجود بے مقصد لگنے لگتا ہے۔ اولاد کی اولاد پوتے، پوتیاں اس احساس کو کم کرسکتے ہیں، آپ کو پتا ہے وہ بہت گلٹی فیل کرتی ہیں۔ انہیں لگتا ہے جیسے آپ کے شادی نہ کرنے کی وجہ ان کی ذات ہے۔''
وہ سب کو اپنے دلائل سے قائل کرلیتی تھی اور اسے یقین تھا کہ وہ اسفند کو بھی قائل کرلے گی لیکن مقابل بھی اسفند تھا جس نے اپنی بھابیوں کے ہاتھوں اپنی ماں کو اذیت اٹھاتے دیکھا تھا اور تب ہی اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ اپنی ذات کے حوالے سے اپنی ماں کو یہ اذیت نہیں دے گا۔
''زندگی کے فیصلے مفروضوں پر نہیں کیے جاتے اور نہ ہی زندگی کسی مفروضے کے تحت گزاری جاسکتی ہے۔''
''بہت خوب۔'' وہ بہت دھیان سے اسے سن رہا تھا۔
''آپ اچھی وکیل بن سکتی ہیں لیکن ایمن

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

مرتضیٰ، کیا آپ مجھے اس بات کی گارنٹی دے سکتی ہیں کہ میں جس لڑکی سے شادی کروں گا۔ میری ماں کا وجود اس کی نظروں میں نہیں کھٹکے گا۔"

"ایسے تو کسی کی بھی گارنٹی نہیں دی جاسکتی اسفند صاحب، رسک تو لینا ہی پڑتا ہے اور......"

"لیکن میں رسک نہیں لینا چاہتا۔" اسفند نے اس کی بات کاٹی۔

"کیونکہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ آپ نہیں جانتیں....ایک روز واش روم میں اماں جان کا پاؤں پھسلا، وہ گر پڑیں۔ فہد بھائی کی بیوی گھر پر تھی اور ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ شمو نے انہیں جا کر بتایا تو جواب دیا کہ میں اپنا فیورٹ ڈراما دیکھ رہی ہوں خود ہی اٹھالو۔ شمو تب بارہ، تیرہ سال کی بچی تھی گھبرا گئی تب اماں جان نے ہی ہمت کی، ان کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ وہ درد سے تڑپ رہی تھیں اور فہد بھائی کی بیوی کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ کیونکہ وہ فہد بھائی سے ناراض تھی تو اس کی والدہ کی مدد کیوں کرتی۔"

درد اس کی آنکھوں سے چھلکنے لگا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن پھر بھی آنٹی کی پسند کی ہوئی لڑکی کو ایک بار دیکھ لیں، بات چیت کرلیں اگر مطمئن ہوں تو تب ورنہ انکار کا حق تو آپ کے پاس ہے۔"

"لوگوں نے چہروں پر نقاب چڑھائے ہوتے ہیں، فرض کریں میں مطمئن ہو جاتا ہوں، شادی کرلیتا ہوں اور بعد میں وہ بھی ہادیہ اور ثنا بھابی کی طرح ہوئی تو؟"

"پھر مجبوری ہے اسی تنخواہ میں گزارہ کرلیجیے گا۔"

وہ بے اختیار ہنسی تھی اور اسفند جیسے اس کی ہنسی میں کھو سا گیا تھا۔ جب سے وہ آئی تھی۔ اس نے کبھی اسے ہنستے یا مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ وہ سنجیدہ اور خاموش رہتی تھی اور اکثر اس کی پلکیں بھیگی ہوتیں، ہنستے ہوئے وہ بے حد دلکش لگ رہی تھی۔ وہ بہت زیادہ خوب صورت نہیں تھی لیکن اس میں بلا کی جاذبیت تھی۔ وہ مبہوت سا اسے دیکھے جارہا تھا اور دل کے اندر ہلچل سی مچی تھی۔

طریقہ

ایک بے وقوف شخص نے مولوی صاحب سے پوچھا۔

"کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ میں کھاؤں پیئوں بھی اور میرا روزہ بھی نہ ٹوٹے۔

مولوی صاحب بولے لوگوں کے کے اور لاتیں کھاؤ اور غصہ پی جاؤ روزہ نہیں ٹوٹے گا۔"

از: تسنیم چوہدری، آزاد کشمیر

فکرِ اشفاق

☆طبعی موت سے پہلے ہم بہت سی موتیں مر چکے ہوتے ہیں طبعی موت تو محض اعلان ہے ہر موت سے نجات کا۔

اشفاق احمد کی کتاب......زاویہ سے اقتباس

مرسلہ: تمثیلہ لطیف، جوڑ ھالہ

مشکل نہیں رہتی

☆مشکلات میں ڈالنے والوں سے بڑا مشکلوں سے نکالنے والا اللہ ہے۔ یہ نقطہ سمجھ میں آجائے تو کوئی مشکل، مشکل نہیں رہتی۔

☆اللہ کو چاہنے والا نکھرتا ہے اور دنیا کو چاہنے والا بکھرتا ہے۔

☆دعائیں دینے والے سے بڑھ کر دنیا میں کوئی سخی نہیں......اور دعائیں سمیٹنے والے سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دولت مند نہیں۔

مرسلہ: تہمینہ عباسی، بہاول پور

ھائیکو

محبت عام ہے جاناں

مجھے اپنے خزانوں سے

کوئی انمول غم بھیجو

کاوش: زرین خالد، گجرات

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''اوہ، دم آگیا ہوگا۔'' کہتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی تو وہ چونکا۔

''لیکن میں اس ''تنخواہ'' میں گزارہ نہیں کر سکتا ایمن بی بی۔''

''پھر بھی غور کیجیے گا۔'' وہ کہتے ہوئے کچن میں چلی گئی تو غیر ارادی طور پر وہ اسی کے متعلق سوچنے لگا۔ اس لڑکی میں کچھ تھا...... کچھ خاص جو اٹریکٹ کرتا تھا۔ وہ جاذب نظر تھی۔ نرم مزاج، ہمدرد دوسروں کا احترام کرنے والی اس میں یقیناً وہ سب خوبیاں تھیں جو کسی بھی مرد کو متاثر کر سکتی تھیں۔ اس کا جی چاہا وہ اسے آواز دے کر کہے۔

''تو وہ لڑکی آپ کیوں نہیں ہو سکتیں مس ایمن۔''

کم از کم اس کے لیے وہ رسک لینے کو تیار تھا لیکن وہ یہ بات اس سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ اس کے گھر میں مہمان تھی۔ وہ بھلا کیا سوچے گی کہ میں......'' اس نے سر جھٹکا اور ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کیا کوئی ٹاک شو آ رہا تھا لیکن اس کا دھیان بار، بار ایمن کی طرف چلا جاتا جو ٹیبل لگا رہی تھی۔ لاؤنج میں ہی ایک طرف چار کرسیوں والی گول ٹیبل تھی۔ عموماً یہاں ہی ناشتا، کھانا کھایا جاتا تھا۔ ڈائننگ روم مہمانوں کی صورت میں ہی استعمال ہوتا تھا۔

''تو کیا میں ایمن کو پسند کرنے لگا ہوں۔'' اس نے ٹیبل پر پانی کی بوتل رکھتی ایمن کو دیکھا۔

''شاید ہاں، شاید نہیں۔''

''وہ ایسی ہی ہے اسفند احسان کہ اسے پسند کیا جائے، چاہا جائے۔'' دل نے چپکے سے سرگوشی کی تو وہ ہولے سے سر جھٹک کر پھر ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا۔

☆......☆

اس روز کی گفتگو نے اسفند اور اس کے درمیان موجود تکلف کی دیوار گرا دی تھی۔ وہ آفس سے آ کر اپنے بیڈ روم میں جانے کے بجائے لاؤنج میں ہی بیٹھ جاتا۔ یہ وقت مسز احسان کے آرام کا ہوتا تھا اور وہ بھی ان کے ڈسٹرب ہونے کے خیال سے پڑھنے کے لیے کوئی کتاب لے کر نیچے لاؤنج میں آ جاتی تھی...... مسز احسان پھر شام کی چائے کے لیے ہی نیچے آتی تھیں۔

اس دوران اسفند اور اس کے درمیان مختلف موضوعات پر بات چیت ہوتی رہتی۔ حیرت انگیز طور پر دونوں کی دلچسپیاں اور پسند تھوڑے بہت فرق کے ساتھ ملتی جلتی تھیں۔ غیر ارادی طور پر وہ ایک دوسرے کے خیالات سے متاثر ہو رہے تھے۔

وہ رات کو سونے کے لیے بیڈ پر لیٹتی تو اسفند کی کوئی نہ کوئی بات اس کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتی تھی لیکن وہ اسفند کے لیے اپنے دل میں پیدا ہونے والے جذبے سے بے خبر تھی جب کہ اسفند اچھی طرح باخبر تھا کہ وہ ایمن کو پسند کرنے لگا ہے بلکہ پسند سے بھی کچھ آگے...... ہاں شاید وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے لیکن وہ خود سے بھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے ڈرتا تھا اور مسلسل خود کو باور کراتا رہتا تھا کہ یہ پسندیدگی محض اس کی خوبیوں اور اچھی نیچر کی وجہ سے ہے اور کچھ نہیں۔ حالانکہ ان دنوں غیر ارادی طور پر وہ آفس سے جلدی اٹھ کر گھر آنے لگا تھا۔ شاید اس کے دل میں اندر کہیں ایمن کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کی خواہش تھی اور اس روز تو آفس میں بیٹھے، بیٹھے ہی اس کا دل اچاٹ ہو گیا تھا۔

''خلیل بیگ دو دن بعد واپس آ رہے تھے اور پھر...... پھر ایمن چلی جائے گی۔'' عجیب سا خالی پن محسوس ہو رہا تھا۔ کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ سو وہ دو بجے ہی آفس سے اٹھ آیا۔ ایمن کچن میں شمو کے ساتھ مصروف تھی جبکہ مسز احسان لاؤنج میں بیٹھی اپنا پسندیدہ کوکنگ پروگرام دیکھ رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

''طبیعت تو ٹھیک ہے ناں بیٹا...... آج جلدی آ گئے۔''

''بس یونہی سستی ہو رہی تھی۔'' اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ٹانگیں پھیلائیں تو.... انہوں نے اٹھ کر اس کا ماتھا چھو کر دیکھا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''بخار تو نہیں ہے۔''

''ارے نہیں مام...... شاید رات کو پوری نیند نہیں لی اس لیے......'' اس نے ان کا ہاتھ پکڑ کر آنکھوں سے لگایا۔'' کتنے بدنصیب ہیں حامد اور فہد جو ماں کی اس محبت سے محروم ہیں۔''

مسز احسان نے اس کی پیشانی چوم کر شمو کو آواز دی۔

''شمو اسفند بھی آ گیا ہے۔ کھانا لگا دو...... اور ایمن بیٹا تم صبح سے کچن میں گھسی ہوئی ہو، شمو کو بتا دو، وہ کر لے گی۔''

''جی آ رہی ہوں۔'' پیشانی پر دمکتے پسینے کے ننھے، ننھے قطرے، رخساروں کو چومتی بالوں کی کچھ گستاخ لٹیں......

اس نے نظریں چرا لیں۔

''خیریت تھی، آپ جلدی آ گئے۔'' اس نے بھی مسز احسان والی بات کی تو اس کا جی چاہا کہہ دے۔ خیریت نہیں ہے، اچانک ہی آپ کو دیکھنے کے لیے دل مچل اٹھا تھا۔

''یونہی دل چاہا لنچ سب کے ساتھ کرنے کو۔'' اس نے بہ مشکل اس کے چہرے سے نظریں ہٹائیں۔

یہ کیسی انہونی خواہشیں اس کے دل میں پیدا ہو رہی تھیں۔ اس نے صوفے کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں موند لی تھیں۔ اور ہولے، ہولے گنگنانے لگا۔

''کوئی شہریار وفاؤں کا
کبھی آئے عشق کے تخت پر
مجھے مجھ سے چھین کے لے چلے
کہیں دور شہرِ جمال میں''

(میر واحد اعجاز)

''پتا نہیں کب کہاں اس نے یہ نظم پڑھی تھی اور اس کے ذہن سے چپک کر رہ گئی تھی۔ فارغ وقت میں وہ اکثر گنگناتا رہتا تھا۔

''خلیل بھائی کی فلائٹ کب ہے؟'' مسز احسان نے پوچھا۔

''پرسوں صبح چھ بجے......'' اس نے آنکھیں بند کیے، کیے ہی جواب دیا۔

''میں نے انہیں کہہ دیا تھا کہ صابر حسین کو ائر پورٹ بھجوا دوں گا یا خود ریسیو کر لوں گا۔''

''یہ اچھا کیا تم نے، صبح سویرے کہاں ٹیکسی کے لیے خوار ہوتے پھریں گے۔'' مسز احسان نے اسفند سے بات کر کے ایمن کی طرف دیکھا۔

''تمہارے چلے جانے کے خیال سے میرا دل ابھی سے اداس ہو رہا ہے۔''

''میرا بھی دل اداس ہو رہا ہے...... لیکن آنٹی یہ چار قدم پر تو انکل خلیل کا گھر ہے، ہر روز آپ کے پاس آیا کروں گی۔'' ان کے قریب بیٹھتے ہوئے اس نے ان کا ہاتھ تھام کر چوم لیا۔'' آپ کو دیکھتی ہوں تو مجھے لگتا ہے جیسے میں اپنی اماں کو دیکھ رہی ہوں، وہ بالکل آپ جیسی تھیں ایسی ہی مہربان اور شفیق آپ کے وجود سے ماں کے وجود کی خوشبو آتی ہے۔ آپ کے پاس بیٹھ کر مجھے وہی سکون ملتا ہے جو اماں کے پاس بیٹھ کر ملتا تھا۔''

وہ ہولے، ہولے ان سے کہہ رہی تھی اور اسفند کا دل جیسے ڈوب، ڈوب کر ابھرتا تھا۔ کاش وہ اسے روکنے پر قادر ہوتا اس سے کہہ سکتا وہ نہ جائے۔

وہ صوفے کی پشت سے سر ٹکائے سوچتا رہا اور بند آنکھوں میں جیسے اس کی تصویر مجسم ہو گئی تھی۔ وہ جو کسی بھی لڑکی کے لیے اپنے دل میں کوئی جذبہ محسوس نہیں کرتا تھا۔ ایمن مرتضٰی کے لیے اس کا دل انوکھے انداز میں دھڑکنے لگا تھا۔ ایک بار ہانیہ حیدر اسے اچھی لگی تھی۔ شوخ وشنگ، بے انتہا خوب صورت اس کا حسن جلاتا تھا' راکھ کرتا تھا' وہ بھڑکتا ہوا شعلہ تھی جو منٹوں میں بھسم کر دے۔ اور اب ایمن مرتضٰی تھی ٹھنڈی میٹھی چاندنی جیسی جو ہولے، ہولے سحر طاری کرتی ہے۔ وہ اگر بپھرا ہوا سمندر تھی تو یہ ایک پُرسکون ہولے، ہولے بہتی ہوئی ندی کی طرح...... کیا وہ ہانیہ حیدر کے بعد ایمن مرتضٰی سے متاثر ہو رہا ہے۔ کیا صرف اٹھارہ دن کی رفاقت سے کوئی دل کے اتنے قریب آ جاتا ہے کہ اس کے چلے جانے کے تصور سے

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

دل ڈوب، ڈوب جاتا ہو گیا وہ اس سے محبت کرنے لگا ہے اس ایمن مرتضٰی سے جو پہلے دن اسے کچھ مشکوک، مشکوک سی لگی تھی۔

''کھانا لگ گیا ہے۔''

شمو نے آکر بتایا تو اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں اور سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اب بھی مام سے باتیں کرتے ہوئے ہولے، ہولے مسکرا رہی تھی۔ اس کی نظروں نے لمحہ بھر کے لیے اسے اپنے حصار میں لیا اور پھر وہ رخ موڑ کر ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بھی ان کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی اس کے مقابل آکر بیٹھ گئی تھی۔ ''کتنا مکمل اور بھرپور منظر ہے اماں جانیں اور ایمن جیسے ایک مکمل فیملی...... اور کتنا اچھا ہوا گر وہ نہ جائے یہاں ہی رک جائے۔''

دل میں ایک لاحاصل سی خواہش نے سر ابھارا تو سر جھٹک کر وہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔ فضول اور بیکار خواہش لیکن کبھی، کبھی خواہشیں یوں ہی پوری ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ اس نے ایسا تو نہیں چاہا تھا۔ وہ کھانا کھا کر اپنے بیڈ روم میں آ گیا تھا اور اِدھر اُدھر کی باتیں سوچتا ہوا جانے کب سو گیا تھا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو رات کے آٹھ بج رہے تھے اور اس کا فون بج رہا تھا شاید اس کی آنکھ فون کی آواز سے ہی کھلی تھی۔ دوسری طرف خلیل بیگ کا داماد تھا جس نے اسے خلیل بیگ کا پروگرام کینسل ہونے اور ان کے حادثے کی خبر دی تھی۔ حادثے کے نتیجے میں ان کی ایک ٹانگ اور بازو...... میں فریکچر ہو گیا تھا۔

''اوہ نو......'' بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا...... اور پھر حادثے کی تفصیل پوچھ کر وہ فریش ہو کر باہر آیا تو مسز احسان اور ایمن لاؤنج میں بیٹھی ٹی، وی دیکھ رہی تھیں۔

''بہت سوئے تم...یقیناً نیند پوری ہو گئی ہو گی۔'' انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اثبات میں سر ہلاتا اور ایمن پر ایک نظر ڈالتا وہ صوفے پر بیٹھ گیا.... مسز احسان صبح کے مقابلے میں خوش نظر آ رہی تھیں۔

''لالی کا فون آیا تھا کل شام کی فلائٹ سے آ رہی ہے، تم ذرا فون کر کے ٹائم اور فلائٹ نمبر کنفرم کر لینا۔'' انہوں نے بتایا تو وہ بھی خوش ہو گیا۔

''کون، کون آ رہا ہے حسیب بھائی بھی آ رہے ہیں؟''

''نہیں، اکیلی آ رہی ہے تین ہفتوں کے لیے۔ بچوں کو بھی نہیں لا رہی۔''

''ان شیطانوں کے بغیر کیا مزہ آئے گا۔''

اسے جیسے بچوں کے نہ آنے سے مایوسی ہوئی تھی۔

''دراصل اس روز بات ہوئی تو میں بہت اداس ہو رہی تھی اس کے لیے...... وہ بھی پریشان ہو گئی۔ بچوں کی تو پڑھائی کا مسئلہ ہے، بس فوراً خود تیار ہو گئی آنے کے لیے۔ چلو اچھا ہے ناں، ایمن جائے گی تو کچھ دن لالی کے دم سے رونق رہے گی۔''

اسفند کو تفصیل بتا کر انہوں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ ایمن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''ایمن تو ابھی نہیں جا سکے گی۔''

''کیوں......؟''

ایمن کی سوالیہ نظریں اس کی طرف اٹھیں۔

''دراصل انکل خلیل کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔''

وہ اب حادثے کے متعلق تفصیل بتا رہا تھا اور ایمن متوحش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

''میں......تو میں اب کہاں جاؤں گی؟'' اسفند کی بات ختم ہوتے ہی بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا۔

''کہاں، کیا مطلب، تم گھر سے باہر بیٹھی ہو؟'' مسز احسان نے ناراضی سے کہا۔

''اپنا گھر ہے تمہارا جب تک خلیل بھائی نہیں آتے تم یہاں ہی رہو۔''

''لیکن آنٹی پتا نہیں وہ کب تک ٹھیک ہوں گے، میں ایسے کب تک یہاں رہ سکتی ہوں؟''

''غیروں جیسی بات کیوں کر رہی ہو بچی، میں نے ایک دن کے لیے بھی تمہیں غیر نہیں سمجھا۔ بالکل لالی کی طرح ہی لگتی ہو مجھے. اور تم نے بھی مجھے بیٹی جیسا سکھ دیا ہے۔''

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''لیکن میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوتا ہے۔'' اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئی تھیں۔ ''ابا کہتے تھے مجھے کچھ ہو گیا تو تمہاری پھپو ہیں ناں لیکن وہ ان سے پہلے ہی چلی گئیں...... اور اب انکل خلیل...... میں آپ کی محبت و شفقت کی قدر کرتی ہوں اور اس محبت کے لیے بہت ممنون ہوں آپ کی لیکن ساری زندگی میں یہاں......'' اس کی آواز بھرا رہی تھی۔

''ساری زندگی کیوں، خلیل بھائی کو اللہ صحت و زندگی دے تو آ جائیں گے۔ ساری عمر انہوں نے وہاں تو نہیں رہنا۔ وزٹ ویزے پر گئے ہیں، آنا تو ہے ہی آخر اور تم ساری زندگی یہاں رہو تو بھی ہم پر بوجھ نہیں ہو، بس شاباش اب آنسو پونچھ لو اور اپنے خلیل انکل کی صحت و تندرستی کے لیے دعا کرو......''

''آپ پریشان نہ ہوں ایمن...... جیسے ہی انکل خلیل کی طبیعت بہتر ہوتی ہے میں آپ کی بات کروا دیتا ہوں ان سے......'' اس نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

اسے یہاں ہی رہنا تھا انکل خلیل کے آنے تک اور اس کا ٹھکانا بھی کہاں تھا گو ساجدہ آپا سے بات ہوتی رہتی تھی وہ ان کے خلوص کی قدر دان تھی لیکن ان کے گھر زیادہ دن نہیں رہ سکتی تھی۔ کسی ہاسٹل میں رہنے سے بہتر تھا وہ یہاں ہی رہے، ساجدہ آپا نے کئی بار اسے عارب سے رابطہ کرنے کو کہا تھا لیکن کیسے...... کیسے کرتی وہ رابطہ اس کے پاس عارب کا نمبر ہی نہیں تھا۔ ابا کے فون میں یقیناً ہوگا لیکن...... ایک گہری سانس لے کر وہ مسز احسان کی طرف متوجہ ہوگئی جو اسے لالی کے متعلق بتا رہی تھیں۔

''لالی اسفند کے چچا کی بیٹی ہے۔ بہت کم عمری میں ماں کی محبت سے محروم ہوگئی تھی۔ میں نے ہی اسے پالا۔ اس نے بیٹی کی کمی پوری کر دی تھی۔ میری اور اسفند کے والد کی بھی خواہش تھی کہ اسے ہمیشہ کے لیے اپنے گھر میں ہی رکھ لیں۔ اسفند کے چچا تو ملک سے باہر ہوتے تھے، بیوی کی وفات کے چند سالوں بعد انہوں نے وہاں شادی کر لی تھی اور وہاں ہی سیٹل تھے۔ میں جب بھی حامد کی دلہن کا سوچتی تھی تو وہی میرے تصور میں آتی تھی لیکن حامد کو اپنی کلاس فیلو ہادیہ پسند آ گئی تھی جب اس کی جاب اسٹارٹ ہوئی تو اس نے صاف منع کر دیا۔ میں نے سوچا چلو حامد نہ سہی فہد سہی وہ فہد سے بھی تو دو سال چھوٹی تھی لیکن فہد سے تو کچھ کہنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ وہ خود ہی دندناتا ہوا آیا اور لالی سے شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا یہ کہہ کہ حامد نے انکار کر دیا ہے تو اب مجھے قربانی کا بکرا مت بنایئے گا...... میں نے لالہ رخ کے متعلق اس طرح کبھی نہیں سوچا...... شکر ہے بچوں سے ہم نے اپنی خواہشات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ میں نے حامد کے ساتھ ہی لالی کی بھی شادی کر دی۔ لالی کے ماموں کا بیٹا ہے۔ حسیب بہت اچھا اور خیال رکھنے والا...... انجینئر ہے، دبئی میں اور لالی اپنے گھر میں بہت خوش ہے۔ تم لالی سے ملو گی تو حیرت ہوگی تمہیں کہ ایسی ہیرا لڑکی کو بھی کوئی ٹھکراتا ہے۔''

اور واقعی لالی ایسی ہی تھی خوش شکل، خوش اخلاق، ہنس مکھ، ہر فن مولا، کبھی کچن میں شمو کے سر پر کھڑی ہوتی اور کبھی باہر گیراج کی صفائی کروا رہی ہوتی...... اس سے بھی بہت جلد بے تکلف ہو گئی تھی۔ اس کی ساری کہانی سن کر اس نے اسفند کو ڈانٹ پلائی تھی۔

''اور تم اتنے دنوں سے کیا کر رہے ہو، وہ تمہارے سارے وکیل دوست کیا پاکستان سے غائب ہوگئے ہیں جن کی خاطر تمہیں بھی وکیل بننے کی سوجھی تھی۔ پکڑو انہیں اور ایمن کی طرف سے جائداد میں اس کے حصے کے لیے کیس کر دو۔''

''نہیں نہیں......'' اس نے بے اختیار منع کیا تھا۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے، میں نے اینٹ، پتھر، چونے کی چار دیواری کا کیا کرنا ہے، جب عاطف کی محبتیں ہی میرے نام نہ ہوسکیں۔''

''ارے پاگل یہ افسانوی باتیں ہیں، اس اینٹ سیمنٹ کی چار دیواری کی بھی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ تمہارے حصے کا جو پیسہ ملے گا تمہارے بہت کام آئے

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

گا میری جان......"

"لیکن نہیں......ابھی نہیں، خلیل انکل آجائیں تو وہ جو کچھ کہیں......ابا نے انہیں ہی میرا سرپرست بنایا تھا۔" اس نے پھر انکار کیا۔

"ٹھیک ہے خلیل انکل آجائیں تو اسفی یاد رکھنا خوب مضبوط کیس تیار کروانا ان کے خلاف۔"

"او کے آپی جان......!" وہ اس سے چار سال بڑی تھی لیکن وہ اسے لالی کہہ کر ہی بلاتا تھا۔ اسفند کے لبوں پر دلکش سی مسکراہٹ تھی۔

"جو حکم آپ کا......" اس نے ہلکا سا سر خم کیا۔

"ایسے ہی حکم کے بندے ہو تو میری بات کیوں نہیں مان لیتے۔ کب سے ٹال رہے ہو۔"

"کون سی بات......؟" اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا تو پاس بیٹھی لالی نے اس کا کان کھینچا۔

"ایکٹنگ مت کرو......میں تمہاری شادی کی بات کر رہی ہوں اور اس بار میں تمہاری شادی کروا کر ہی جاؤں گی۔"

"تو آپ اس مشن پر آئی ہیں، میں بھی حیران تھا کہ یہ بے وقت آپ کے دل میں ہماری محبت کیوں جاگ گئی کہ صاحب تو صاحب بچوں کو بھی چھوڑ آئی ہیں۔"

"بالکل اسی مشن پر آئی ہوں، اماں جان صبح سے شام تک اکیلے رہ، رہ کر تھک گئی ہیں۔ تمہاری بیوی گھر پر ہوگی تو میں بھی ان کی طرف سے مطمئن رہوں گی، چند دن قبل ہانی ملی تھی ایمپوریم میں۔ شادی نہیں ہوئی اس کی ابھی تک کہو تو میں ہادیہ بھابی سے بات کروں۔"

"اُفوہ......کہہ تو چکا ہوں نہیں کرنی مجھے اس سے شادی میں کوئی اس کے عشق میں مرا نہیں جا رہا تھا۔ اچھی لگی تھی تو کہہ دیا تھا اماں جان سے......" وہ جھنجلایا۔

"لیکن وہ تو تمہیں بہت یاد کر رہی تھی۔" لالی کی آنکھوں میں شرارت تھی۔

"اچھا، صرف یاد کر رہی تھی اپنے خیالات سے مستفید نہیں کیا کہ اسے بوڑھے، دقیانوسی لوگوں کی کمپنی سے الرجی ہے اور یہ کہ اسے تو کسی ایسے بندے سے شادی کرنی ہے جس کا آگے پیچھے کوئی نہ ہوتا کہ وہ تنہا زندگی انجوائے کرے۔" وہ بدستور جھنجلایا ہوا تھا۔

"خیر چھوڑو اسے یہ تو اماں جان کا خیال تھا کہ شاید اب بھی تم......تو پھر کیا خیال ہے کل بیگم فراست کے ہاں چلیں ان کی بیٹی دیکھنے......اماں جان بہت تعریف کر رہی تھیں اس کی۔"

"اماں جان اور آپ کی تو پتا نہیں کیوں نزدیک کی نظر کمزور ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ایمن سر جھکائے دونوں کی باتیں سنتی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ اسفند کی نگاہیں اس کی طرف اٹھی تھیں اور پھر فوراً ہی وہ اس سے نظر ہٹا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ لالی نے ایمن کی طرف اس کی نظروں کا اٹھنا اور پھر پلٹنا دیکھا تو دل کو کچھ ہوا۔ اور وہ ایمن کی طرف مڑی۔

"پتا ہے جب میں تم سے پہلی بار ملی تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا تھا کہ تم ہی وہ لڑکی ہو جس کا اسفند کو انتظار تھا۔ وہ اکثر کہتا ہے کہ اسے اس لڑکی سے شادی کرنی ہے جو صرف اس کا دل ہی نہ فتح کرلے بلکہ اس سے منسوب رشتوں کا دل بھی مٹھی میں لے اور تم نے اس کا دل ہی فتح نہیں کیا بلکہ اس سے وابستہ رشتوں کا دل بھی مٹھی میں لے لیا ہے۔" اور وہ اپنے دل کی ...... بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالے حیران، حیران سی لالی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ہوسکتا ہے ایمن یہ میرا وہم ہو لیکن مجھے لگا کہ وہ تمہیں پسند کرنے لگا ہے۔ کاش ایسا ہوسکتا ایمن تو میں اسفند کو دنیا کا خوش قسمت ترین بندہ سمجھتی لیکن میری دعا ہے کہ ایسا نہ ہو۔" اس نے ایک گہری سانس لی اور اس کی خوب صورت براؤن آنکھوں سے افسردگی جھلکنے لگی۔ ایمن کا رنگ جو پہلے گلابی ہوا تھا یک دم زرد پڑ گیا۔ یہ کیا تھا؟ یہ کون سا احساس تھا جو دل کی گہرائیوں سے پھوٹا تھا۔ اسفند احسان کی چاہت کا احساس لیکن اسفند احسان اس کی منزل نہیں تھا اس کی زندگی کی ڈور تو ابا نے عارب کے ہاتھوں میں تھمائی تھی اور عارب نے کہا تھا وہ اس رشتے کو نبھائے گا پھر......پھر کیوں

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

نہیں آجاتا تھا وہ۔ ساجدہ آپا کے پاس پھپو کا جو نمبر تھا وہ بند تھا اور عارب کا اپنا سیل نمبر اس کے پاس نہیں تھا۔ ابا ہی بات کرتے تھے اس سے۔ خلیل انکل کی طبیعت ذرا بہتر ہو تو وہ ساجدہ آپا سے کہے گی ان سے پوچھیں ان کے پاس یقیناً عارب یا جاذب کا نمبر ہوگا جس طرح ابا اس کے لیے فکرمند تھے۔ انہوں نے ضرور بتایا ہوگا تاکہ اگر کبھی ضرورت پڑے تو کیا خبر ابا کی اسٹڈی میں کہیں کسی ڈائری، کسی کتاب پر اس کا نمبر لکھا ہو۔

''پتا نہیں ایسی خواہشیں کیوں ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہیں جنہیں پورا نہیں ہونا ہوتا۔'' لالی ابھی تک افسردہ تھی۔

''تم مجھے یہاں اس گھر میں چلتے پھرتے اسی گھر کا حصہ لگی تھیں۔''

اور وہ ایمن مرتضٰی اپنے دل میں پیدا ہونے والے اس نئے احساس سے خوفزدہ ہوگئی تھی اور جلد از جلد عارب سے رابطہ کرنا چاہتی تھی۔ تب ہی جب لالی اپنی نند سے ملنے کے لیے بہاول پور جانے کے لیے تیار ہوئی تو وہ بھی اس کے ساتھ تیار ہوگئی۔

''ساجدہ آپا کے گھر میرے ڈاکومنٹس اور کچھ دوسرا سامان پڑا ہے۔ اس میں سے کچھ ضروری چیزیں بھی لے آؤں گی اور شاید عارب کے متعلق بھی کچھ پتا چل جائے کیا خبر وہ پاکستان آئے ہوں۔ انہوں نے گھر فون کیا ہو۔ پتا نہیں عاطف اور زریں نے انہیں کیا کہا ہوگا اور انہوں نے کیا سوچا ہوگا۔'' بہت سے ڈر، خوف اور وسوسے اس کے دل سے لپٹے ہوئے تھے لیکن ساجدہ آپا نے اسے بتایا کہ یہ بات تو یقینی ہے کہ وہ لوگ پاکستان نہیں آئے۔ البتہ عارب کا کوئی اور رابطہ نمبر نہیں ملا تھا حالانکہ ساجدہ آپا نے زریں اور عاطف سے دو ایک بار نمبر معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے ساجدہ آپا کی خلیل انکل سے بھی بات کروائی تھی اور خلیل انکل نے جواب پہلے سے بہتر تھے اور اسپتال سے گھر آگئے تھے بتایا کہ مرتضٰی نے انہیں عارب کا جو نمبر دیا تھا وہ بند ہے البتہ لاہور میں عارب کی پھپو کا ایڈریس انہوں نے سمجھا دیا تھا کہ وہ ایک بار مرتضٰی کے ساتھ صوفیہ پھپو کو اُدھر چھوڑنے گئے تھے۔ اس نے ساجدہ آپا سے اچھی طرح سمجھ لیا تھا اور لکھ بھی لیا تھا کہ وہ لاہور جا کر ضرور وہاں جائے گی۔ یقیناً ان لوگوں کے پاس کوئی نہ کوئی رابطے کا ذریعہ مل جائے گا۔ وہ ساجدہ آپا کے ساتھ بینک بھی گئی تھی اسے کچھ رقم بینک سے نکلوانی تھی وہ جب لاہور آئی تھی تو اس کے پاس ساجدہ آپا کے دیے ہوئے روپے تھے اگرچہ وہ محسن رضا کو چیک لکھ کر دے آئی تھی کہ وہ رقم نکلوائیں لیکن انہوں نے بینک سے رقم نہیں نکلوائی تھی۔ چیک کیش کروانے کے بعد اس نے بیلنس شیٹ دیکھی تو حیران رہ گئی تھی۔ ابا نے اپنی وفات سے صرف تین دن قبل آن لائن اس کے اکاؤنٹ میں اپنے اکاؤنٹ سے چالیس لاکھ روپے منتقل کروائے تھے۔ اسے بتائے بغیر وہ اکیلے ہی بینک چلے گئے۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے دیے ہوئے چیک اس نے اپنے اکاؤنٹ میں جمع نہیں کروائے۔ اس کے اندر دور، دور تک نمی پھیلتی چلی گئی۔ ابا کو اس کا کتنا خیال تھا۔ کاش ابا یوں اس طرح اچانک اسے چھوڑ کر نہ جاتے۔ وہ تین دن بہاول پور رہی تھی اور ان تین دنوں میں اسفند احسان نے جان لیا تھا کہ وہ ایمن مرتضٰی سے محبت کرنے لگا ہے اور ان تین دنوں میں اس نے خود سے نہ جانے کتنی بار اعتراف کیا تھا کہ وہ اسفند احسان جو لڑکیوں کی طرف نظر اٹھا کر ہی نہیں دیکھتا تھا ایمن مرتضٰی کی محبت میں بہت بری طرح مبتلا ہو چکا ہے۔ ایمن مرتضٰی جسے اس گھر میں رہتے ابھی ایک ماہ بھی نہیں ہوا تھا۔ وہ گھر سے گئی تو گھر یوں ویران، ویران سا لگنے لگا تھا جیسے وہ ہمیشہ سے اسی گھر میں رہتی آرہی تھی۔ کچن، لاؤنج، ڈرائنگ، ڈائننگ اس کے نہ ہونے سے اس کے بغیر سب اداس لگتے تھے اسفند کو۔ ان تین دنوں میں اس نے کتنے ہی خواب دیکھ ڈالے تھے اس کی ہمراہی کے۔ ان تین دنوں کا کوئی ایک لمحہ ایسا نہ تھا جب اس نے ایمن مرتضٰی کو نہ

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

سوچا ہوا اور اس کے ساتھ کی تمنا اس کے دل میں نہ پیدا ہوئی ہو۔ اس لیے تو جب وہ لالی کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئی تو وہ بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس کی نظروں نے اس کا والہانہ طواف کیا تھا۔

''اتنے دن لگا دیے لالی۔''

وہ پوچھ لالی سے رہا تھا لیکن اس کی نظریں ایمن کا طواف کرتی تھیں۔ لالی ٹھٹکی، اس کی آنکھوں کی چمک اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ۔

''اللہ کرے یہ میرا وہم ہو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کیا اسفند نہیں جانتا یہ لاحاصل سفر ہے.... بیکار مسافتیں ہیں۔''

''زیادہ دن کہاں لگائے، تیسرے دن واپس آ گئے ہیں، دو دن تو سمجھو سفر میں ہی گزر رہے ایک آنے میں ایک جانے میں۔''

''لیکن مجھے تو لگتا تھا جیسے صدیاں بیت گئی ہوں۔''

بے ساختہ اس کے لبوں سے نکلا تھا اور لالی کے وہم کو جیسے تقویت سی ملی تھی۔ یہ بے چینی، یہ اضطراب یوں ہی تو نہیں اور اس نے اسی شام مسز احسان سے ذکر کیا جنہیں گمان تک نہ تھا کہ تھوڑا سا اکھڑ اور عورتوں سے دور بھاگنے والا اسفند، ایمن مرتضیٰ کے سامنے اپنا دل ہار بیٹھا ہے۔

''تمہیں وہم ہوا ہے لالی۔''

''وہم ہی سہی لیکن آپ کل ہی چلیں میرے ساتھ مسز فراست کے ہاں۔ اگر مجھے بھی ان کی بیٹی اچھی لگی تو میں پھر اسفند سے بات کروں گی۔ آپ آج انہیں فون کر کے بتا دیجیے گا۔''

اور وہ اگلے دن ایمن کو کہیں جانے کا بتا کر گھر سے نکلیں تو اسفند اچانک ہی آفس سے گھر آ گیا۔ وہ لاؤنج میں اکیلی بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی جبکہ شمو، فوزیہ کو لے کر اوپر صفائی کروانے گئی ہوئی تھی اور اسفند نے جو اس کے آنے کے بعد سے ہی اس سے حالِ دل کہنے کے لیے بے چین ہو رہا تھا اور آفس سے بھی اسی بے چینی میں اٹھ کر چلا آیا تھا۔ موقع ملتے ہی اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔

''ایمن میں آپ سے...... بہت بے حد محبت کرنے لگا ہوں۔ میں نہیں جانتا آپ کی محبت نے کب میرے دل میں جڑیں پکڑیں اور کب یہ میرے لہو میں گردش کرنے لگی لیکن آپ جب بہاولپور گئیں تو مجھے لگا جیسے میرا کچھ کھو گیا ہو۔ کوئی بہت قیمتی متاع، یقین کریں میں بولایا، بولایا سا پھرتا تھا نہ آفس میں جی لگتا نہ گھر میں تب مجھ پر انکشاف ہوا کہ میں آپ کی محبت میں بری طرح مبتلا ہو چکا ہوں۔ میں آپ کو اپنا شریک زندگی کرنا چاہتا ہوں لیکن اماں جان سے بات کرنے سے پہلے ایک بار میں آپ سے بات کرنا چاہتا تھا۔ پھر آپ کی رضامندی کے بعد ہی اماں جان، انکل خلیل سے بات کریں گی۔''

یہ زندگی کے کس موڑ پر محبت نے اسے چنا تھا جب وہ اس کی پذیرائی نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے نم آنکھوں سے اسفند کی طرف دیکھا۔ وہ کیسے اس اتنے پیارے شخص کا دل توڑے جو پُرامید نظروں سے اسے تکتا تھا اور اس کی آنکھیں اس کی محبت کی تپش سے دمکتی تھیں اور اس کا اپنا دل جیسے پاتال میں گرتا جاتا تھا۔ آنسو بہت تیزی سے پلکوں کا بند توڑ کر اس کے رخساروں پر بہتے جا رہے تھے۔

''کیا ہوا ایمن آپ کیوں رو رہی ہیں۔ میری بات سے اگر آپ کو تکلیف پہنچی ہو تو میں معذرت کر لیتا ہوں لیکن پلیز میری بات کا یقین کریں میں آپ کو بہت چاہنے لگا ہوں۔''

وہ اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

''وہ کیا کہے کیسے بتائے اسے کہ وہ غلط راستے کا مسافر بن گیا۔ ان راستوں پر اس کے لیے منزل نہیں ہے۔''

وہ سر جھکائے رو رہی تھی اور آنکھوں کے سامنے بیتے ہوئے مناظر آ رہے تھے۔ ابا نے فیصلے کا حق اسے دیا تھا لیکن کیا وہ یہ حق استعمال کر سکتی تھی، نہیں ناں۔ وہ انہیں دکھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس کے لیے ہر وقت

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

پریشان رہتے تھے۔ وہ ان کی پریشانی دور کرنا چاہتی تھی۔ عارب کے متعلق جو وسوسے بھی اس کے دل میں پیدا ہوئے تھے وہ اس نے جھٹک دیے تھے اور ابا کا ہاتھ تھام کر نرم آواز میں کہا تھا۔

''ابا مجھے کچھ نہیں سوچنا، آپ ہیں ناں میرے متعلق سوچنے والے اور آپ نے جو بھی سوچا ہوگا اچھا ہی سوچا ہوگا۔'' اور اس سمے ابا کی آنکھوں میں جو اطمینان اور چہرے پر جو سکون اتر آیا تھا اسے اپنا فیصلہ صحیح لگا تھا اور اس سمے سے لے کر آج اس لمحے تک وہ ایک بار بھی اپنے فیصلے پر پچھتائی نہیں تھی۔ تب پھپو نے اسے گلے لگا کر اس کی پیشانی چوم لی تھی۔

''میرا بیٹا بہت اچھا ہے ایمن، وہ تمہیں بہت خوش رکھے گا اور تم اپنے دل میں کوئی وہم نہ پالنا، میں اس کی مرضی اور اجازت سے ہی آئی ہوں۔''

پھپو اپنے فون پر اسے عارب کی تصویریں دکھاتیں اور اس کے متعلق بتاتی رہتیں۔ اس کی عادات، مزاج، پسند ناپسند لیکن اس کے دل میں کہیں کوئی گدگدی نہیں ہوتی تھی اور نہ ہی کوئی میٹھا سا احساس جاگتا تھا۔ وہ یقیناً شاندار پرسنالٹی کا مالک ایک اسمارٹ اور وجیہہ شخص تھا جو کسی بھی لڑکی کا خواب ہو سکتا تھا۔ پھپو جانے سے پہلے اس کا نکاح کرنا چاہتی تھیں لیکن عارب اپنی مصروفیات کی وجہ سے آ نہیں سکتا تھا۔ تب فون پر ہی نکاح ہو گیا تھا۔ نکاح سے پہلے اسکائپ پر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور مختصر سی بات بھی کی تھی۔ وہ اسے اپنی جاب اور ایجوکیشن کے متعلق بتاتا رہا اور اس سے بھی اس کی تعلیمی سرگرمیوں کے متعلق پوچھا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ دونوں اپنی، اپنی تعلیم مکمل کر لیں تو رخصتی تب ہی ہو۔ اس دوران اس کے پیپرز بھی تیار ہو جائیں گے۔ پھپو نے بھی پہلے نکاح اس لیے کیا تھا تاکہ جب وہ عارب کے ساتھ شادی کے لیے آئیں تو رخصت کروا کے ساتھ ہی امریکا لے جائیں۔ ابا اس کے نکاح سے مطمئن ہو گئے تھے۔

پھپو تین ہفتے بعد واپس چلی گئی تھیں اور وہ اپنی پڑھائی میں مگن ہو گئی تھی۔ اس کا ماسٹر مکمل ہوتے ہی ابا، پھپو سے کہنے لگے تھے کہ وہ اپنی امانت لے جائیں۔ ان ڈیڑھ سالوں میں عارب سے اس کی تین یا چار بار بات ہوئی تھی وہ بھی پھپو نے کروائی تھی۔ مختصر سی بات جو بس خیریت پوچھنے تک ہی محدود رہی تھی۔

اس دوران وہ امریکن ایمبیسی میں انٹرویو بھی دے آئی تھی اور اس کے کاغذات بھی مکمل تھے اور پھپو نے کہا تھا عارب نے چھٹی کے لیے اپلائی کر دیا ہے جیسے ہی چھٹی ملے گی وہ عارب اور جاذب آ جائیں گے، ابا چاہتے تھے وہ شادی کے لیے ضروری شاپنگ کر لے کپڑے، جوتے، جیولری وغیرہ۔ اور کچھ تو خریدنا نہیں تھا کیونکہ اسے ساتھ ہی امریکا جانا تھا لیکن اس کا جی ہی نہیں چاہتا تھا کچھ خریدنے کو۔ ان دنوں ابا کی طبیعت بھی خراب رہنے لگی تھی۔ ان کا بی پی اچانک ہی شوٹ کر جاتا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنی زندگی میں دونوں بہن بھائیوں کو ان کا شرعی حق دے دیں جس کے لیے انہوں نے عاطف سے بات کی کہ اگر وہ گھر رکھنا چاہتا ہے تو مارکیٹ کی قیمت کے حساب سے ایمن کا جو حصہ بنتا ہے وہ اسے دے، دے اور اگر نہیں تو ان کے پڑوسی صدیقی صاحب جن سے ان کے بہت اچھے تعلقات تھے گھر خریدنے کے لیے تیار تھے۔ وہ اپنے حصے کی رقم سے الگ ایک نسبتاً چھوٹا گھر لے، لے۔ صدیقی صاحب تین چار ماہ کی مہلت دے دیں گے لیکن ابا کی جائز بات نے بھی عاطف کو مشتعل کر دیا تھا۔ وہ ایسا ہی ہو گیا تھا۔ غصیلا اور گرم مزاج۔ اس کے بعد سے ہی ابا کا بی پی ہائی رہنے لگا تھا۔ وہ اکثر اس سے بات کرتے ہوئے رو پڑتے تھے۔

''تمہاری پھپو آ جائیں تو مجھے سکون مل جائے۔ میں نے صدیقی سے بات کر لی ہے۔ تمہاری شادی کے فوراً بعد یہ گھر فروخت کر کے تم دونوں کو تمہارے حصے کی رقم دے دوں گا۔''

ان دنوں وہ تقریباً روز ہی پھپو کو فون کرتے تھے کہ وہ اکیلی ہی آ کر ایمن کو رخصت کروا کے لے

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

جائیں۔ عابی کو چھٹی نہیں ملتی تب بھی نکاح تو ہو چکا وہاں جاکر بارات ولیمے کے شوق پورے کرتی رہنا۔ تب ایک روز پھپو کا فون آیا تھا کہ اگلے ہفتے وہ تینوں دو ہفتوں کے لیے آرہے ہیں۔ وہ اپنی تیاری کرلیں۔ ولیمے کے لیے بھی ہال بک کروالیں وغیرہ، وغیرہ اور وہ بولائی، بولائی سی ابا کے گرد چکر لگایا کرتی تھی۔

''ابا میں آپ کو کیسے چھوڑ کر جاؤں گی، آپ کا کون خیال رکھے گا۔''

''تمہیں صوفی اور عارب کو سونپ کر میں بے فکر ہو جاؤں گا، ایمن میری آدھی بیماری تو خود ہی دور ہو جائے گی اور پتا ہے میں نے پلان کر رکھا ہے کہ تمہارے امریکا جانے کے بعد میں خلیل کے پاس لاہور چلا جاؤں گا اور دونوں بڈھے دوست خوب گھومیں پھریں گے، عیش کریں گے۔'' وہ ہنستے لیکن پتا نہیں کیوں اسے ہنسی نہیں آئی تھی آنسو اس کے اندر گرتے تھے۔

''گھر تو سیل ہو جائے گا اور جب میں تھکوں گا تو تمہارے پاس آجاؤں گا۔ صوفی کہتی ہے ناں کہ تم سیٹل ہو جاؤ گی تو مجھے بلوا سکو گی۔'' ابا نے کتنی دور تک سوچ رکھا تھا لیکن پتا نہیں کیوں ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کا دل بجھتا جارہا تھا۔ ابا نے پرانے محلے سے ساجدہ آپا کو بلوا بھیجا تھا کہ وہ اس کے ساتھ جاکر ضروری شاپنگ کرلیں۔ ساجدہ آپا کو اماں نے بیٹی بنا رکھا تھا اور ہر دکھ سکھ، مشکل میں ان کا ساتھ دیا تھا۔ وہ کبھی کبھار ملنے آتی رہتی تھیں۔ اماں کے بعد بھی انہوں نے ایمن سے رابطہ رکھا ہوا تھا۔ ابا بھی ان کا بہت خیال رکھتے تھے اور انہوں نے جب ساجدہ آپا سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ جاکر ضروری شاپنگ کرلیں تو انہوں نے بخوشی یہ ذمے داری لے لی تھی اور وہ صرف ابا کی خاطر ساجدہ آپا کے ساتھ دو تین بار مارکیٹ گئی تھی اب بھی بارات اور ولیمے کا جوڑا پسند کرنا تھا کہ امریکا سے پھپو کی ڈیتھ کی اطلاع آگئی۔ پاکستان آنے سے صرف آٹھ دن پہلے اور تب ہی ابا کو انجائنا کا اٹیک ہوا تھا۔ اسپتال سے آئے تو پہلے سے زیادہ بے چین تھے۔ پھپو کے لیے تڑپ، تڑپ کر روتے عارب اور جاذب سے مسلسل رابطے میں تھے لیکن جب ساجدہ آپا نے کہا کہ وہ عارب سے کہیں کہ وہ رخصتی کروالے آکر تو انہوں نے بے بسی سے انہیں دیکھا تھا۔

''کیسے کہوں ساجدہ بیٹی، ابھی اس کی ماں کو مرے دس دن ہوئے ہیں۔ میری ہمت نہیں ہوتی۔''

اور پھر دو ماہ بعد انہوں نے جھجکتے، جھجکتے عارب سے بات کی تھی اور عارب نے وعدہ کیا تھا کہ وہ دوبارہ چھٹی اپلائی کرے گا اور اس کے چھٹی اپلائی کرنے سے پہلے ہی ابا چلے گئے تھے تب ابا کی تعزیت کرتے ہوئے عارب نے اسے تسلی دی تھی کہ وہ بہت جلد آنے کی کوشش کرے گا اور ابا نے اس سے کہا تھا کہ اسے عارب کا انتظار کرنا ہے۔

سر جھکائے اس نے مختصر لفظوں میں اسفند احسان کو سب کچھ بتادیا تھا۔

''نہیں۔'' اسفند کو لگا تھا جیسے حبیب بینک پلازہ اس پر آگرا ہوا۔

''نہیں، کہہ دو ایمن یہ غلط ہے۔ میرے کانوں نے غلط سنا ہے۔'' ایمن کے آنسو اور تیزی سے بہنے لگے تھے۔

''اماں اور لالی جانتی تھیں ہاں تب ہی۔'' وہ یک دم اٹھا تھا اور یوں تھکے، تھکے قدموں سے اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھا تھا جیسے عمر بھر کی پونجی لٹا بیٹھا ہو۔ وہ چلا گیا تھا اور وہ یونہی سر جھکائے آنسو بہارہی تھی، اس کا اپنا دل جیسے خالی ہوگیا تھا اور اندر دھول اڑتی تھی اور کیا تھا اگر وہ عارب کی منکوحہ نہ ہوتی تو اسفند، ہاں اسفند......اسفند کے نام سے دل میں ہر طرف چراغاں سا ہوا تھا اور پھر دھواں پھیل گیا تھا۔

اسفند اور وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے چھپ رہے تھے۔ وہ آفس سے دیر سے آنے لگا تھا۔ ناشتے پر اسے دیکھنے سے گریز کرتا تھا۔ ڈنر پر کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر غائب ہو جاتا۔ ایک دن لالی نے ناشتے پر اس کی

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کلاس لی۔

"چند دن رہ گئے ہیں میرے جانے میں اور تم ہاتھ ہی نہیں آرہے ہو۔ کیا پرابلم ہے تمہیں۔"

"کچھ نہیں۔" وہ افسردگی سے مسکرایا تھا۔ "میں ذرا آفس کے ایک مسئلے میں الجھا ہوا تھا۔ آج شام تیار رہیے گا۔ ایمپوریم مال چلیں گے آپ کو جو بھی لینا ہو اپنے اور بچوں کے لیے لے لیں گے۔"

"میں نے کچھ پوچھا تھا تم سے۔ جواب چاہیے تھا۔"

"جواب ہی ہے لالی۔" اور وہ لالی کے ہیں، ہیں کرنے کے باوجود گاڑی کی چابیاں اٹھا کر تیزی سے باہر نکل گیا لیکن اسی شام جب وہ نیچے لاؤنج میں تھی اور لالی اوپر مسز احسان کے بیڈروم میں اپنے شوہر اور بچوں سے اسکائپ پر باتیں کر رہی تھی تو وہ اس کے سامنے صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔

"میں نے خود کو بہت سمجھانے کی کوشش کی ہے ایمن لیکن میرا دل سمجھ ہی نہیں رہا۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں عارب کے لیے کوئی جذبہ نہیں ہے اور تم بھی مجھے چاہتی ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں چاہوں اور تم نہ چاہو۔ تم ایسا کرو خلع لے لو۔ شیزی بہت اچھا وکیل ہے میں اس سے بات کرتا ہوں۔"

"پلیز نہیں۔" اس نے نگاہیں نہیں اٹھائی تھیں۔

"میں ابا کا قائم کیا رشتہ نبھانا چاہتی ہوں۔ پلیز مجھے مت بھٹکائیں، میں نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھال رکھا ہے۔"

"لیکن میں کیا کروں گا ایمن...... پلیز میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ تمہارے علاوہ کوئی نہیں، تم نہیں تو کوئی نہیں ایمن۔" اور اس نے لالی سے صاف کہہ دیا تھا نہ مسز فراست کی بیٹی نہ کوئی اور وہ اس کے لیے رشتے نہ دیکھے۔

"لیکن کیوں اسفند کیوں، کیا اماں جان کی خاطر بھی تم شادی نہیں کر سکتے۔"

"یہ اسفند احسان کا دل ہے لالی کوئی سرائے نہیں کہ یہاں مکین بدلتے رہیں۔" اس سے اس کے چہرے پر اتنا کرب تھا کہ لالی کو اپنا دل کٹتا ہوا محسوس ہوا۔

"تو کیا کوئی اور...... ہانی کے علاوہ۔"

لالی نے کھوجنا چاہا تھا لیکن اسفند نے نظریں چرا لی تھیں۔

"اگر کوئی ہو بھی تو کیا فائدہ۔ وہ تو کسی اور آسمان کا چاند ہے کسی اور کے ماتھے کا جھومر۔"

وہ لالی کے سامنے دل کھول کر رکھ دینا چاہتا تھا۔ اسے لگتا تھا اگر اس نے کچھ نہ کہا تو اس کا دل پھٹ جائے گا اور کوئی نام لیے بغیر لالی اس کے دل تک پہنچ گئی تھی۔

"ایمن۔" اس کے ہونٹوں سے آہستگی سے نکلا تھا۔

ہاں ایمن بھلا اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا وہ تھی ایسی کہ کوئی بھی مرد اس کی چاہ کر سکتا تھا۔ وہ اپنے اس لاڈلے اور بے حد حساس بھائی کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی سو ناکام و نامراد واپس لوٹ گئی تھی لیکن جانے سے پہلے ایمن کو تاکید کر گئی تھی کہ وہ فوراً عارب کی پھپو کے گھر جا کر عارب کا پتا کرے۔ جتنی جلدی ممکن ہو سکے وہ یہاں سے چلی جائے کہ اسی میں دونوں کی بہتری ہے کہ خلیل بیگ کی ٹانگ کی ہڈی ٹھیک سے نہیں جڑی تھی اور دوبارہ آپریشن کر کے پلاسٹر چڑھا دیا گیا تھا اور لالی صحیح ہی تو کہہ رہی تھی۔ کتنا مشکل تھا اس حقیقت کو جان لینے کے بعد ایک دوسرے کا سامنا کرنا اور لالی کے جانے کے فوراً بعد ہی وہ ایڈریس لے کر جانے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ مسز احسان نے کہا تھا کہ وہ صابر حسین کے ساتھ چلی جائے۔ ایسے اکیلے کیسے خوار ہوتی پھرے گی اور جب وہ باہر آئی تو صابر حسین کے بجائے اسفند کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے دیکھ کر لمحہ بھر کو حیران ہوئی تھی۔

"وہ بہت گنجلک ایریا ہے اور صابر حسین کے لیے مشکل ہو گا گھر ڈھونڈنا۔"

اس کی طرف دیکھے بغیر اسفند نے کہا تو وہ خاموشی سے چکر کاٹ کر پسنجر سیٹ پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ دونوں کے دل میں بیک وقت شاید ایک ہی خواہش

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

پیدا ہوئی تھی۔ کاش یہ ہم سفری دائمی ہوتی۔ کاش یہ سفر کبھی ختم نہ ہو۔ بانس بازار میں کافی تلاش کے بعد مطلوبہ ایڈریس ملا تھا۔ تین مرلے کا پرانا سا مکان، گراؤنڈ فلور پر دکانیں تھیں۔ تنگ اور تاریک سیڑھیاں چڑھ کر ایک رنگ اڑے دروازے کے سامنے رک کر اسفند نے اس کی طرف دیکھا۔

''یہی فلیٹ ہے ناں، سیکنڈ فلور کا۔'' اس نے نمبر دیکھ کر سر ہلایا تھا۔ بیل دینے پر دروازہ کھولنے والی لڑکی نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

''وہ ہم عارب ضیا......'' اور لڑکی پوری بات سنے بغیر دروازہ کھلا چھوڑ کر اندر کی طرف بھاگی تھی۔

''امی......امی وہ امریکا سے عارب بھائی کے دوست آئے ہیں۔'' اندر اطلاع دے کر اس نے پھر دروازے کی طرف رخ موڑا تھا۔

''آئیں ناں آجائیں، یہاں کیوں کھڑے ہیں۔''

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر جھجکتے ہوئے اندر قدم رکھا۔ چھوٹی سی راہداری کے بعد ایک سٹنگ روم تھا جس میں چند کرسیاں اور ایک پرانا سا صوفہ پڑا تھا۔

''بیٹھ جائیں ناں۔'' لڑکی بہت اشتیاق سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس نے گھٹنوں سے اونچی ٹائٹ سی شرٹ اور ٹخنوں سے ذرا اوپر تک ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ سر پر دوپٹا ندارد تھا۔

''عارب بھائی نے کوئی گفٹ وغیرہ نہیں بھیجا۔ پہلے تو ہمیشہ گفٹ بھجواتے ہیں۔ ضرور پیسے بھجوائے ہوں گے۔''

''فضول بولے چلی جاتی ہے۔ چل ہٹ یہاں سے۔'' ایک قدرے فربہ سی خاتون دوپٹے کے پلو سے ہاتھ پونچھتی ہوئی انہیں تنقیدی نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

''وہ دراصل ہمیں عارب کا فون نمبر چاہیے تھا۔'' اسفند نے اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی کہا۔

''کیوں، کس کے لیے چاہیے، کون ہو تم؟'' وہ اسی طرح کھڑی تھی۔

''یہ......'' اسفند نے ایمن کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ عارب کے ماموں کی بیٹی ہیں بہاول پور سے آئی ہیں۔''

''اچھا!'' خاتون نے اچھا کو لمبا کھینچا تھا۔

''تو یہ ہے وہ جس کے لیے میرے ہیروں جیسے بھتیجے کو تاڑ لیا تھا اس کے باپ نے۔'' اسفند کی پیشانی پر ناگواری سے شکنیں سی پڑ گئی تھیں اور ایمن بوکھلا کر کبھی اسفند کو دیکھتی اور کبھی انہیں۔

''پلیز اگر آپ کے پاس ان کا کوئی فون نمبر ہو تو دے دیں۔''

''اور یہ اس کی بیوی ہے، اس کے پاس نہیں ہے اس کا نمبر۔''

کم از کم وہ خاتون اس بات سے تو آگاہ تھیں کہ عارب اور ایمن کا نکاح ہو چکا ہے۔

''وہ دراصل مرتضٰی صاحب کی اچانک ڈیتھ کی وجہ سے۔''

اسفند وضاحت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ لڑکی جو خاتون کے کہنے کے باوجود ابھی تک وہاں ہی کھڑی تھی ان کے بازو پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

''لگتا ہے امی زینو خالہ کی بات سچ ہے کہ عابی کی بیوی کسی کے ساتھ بھاگ گئی تھی اس لیے عابی نے اسے چھوڑ دیا ہے۔'' اسفند کا رنگ یک دم سرخ ہوا تھا۔

''زبان سنبھال کر بات کریں۔''

''پہلے تو یہ بتاؤ تم کون ہو، اس کے بھائی تو ہو نہیں، دیکھا تھا ایک بار اسے صوفیہ کے ساتھ آیا تھا۔'' خاتون کمر پر ہاتھ رکھے اسے گھور رہی تھی۔

''لگتا ہے امی اسی کے ساتھ بھاگی ہے یہ۔'' لڑکی کی سرگوشی اتنی بلند ضرور تھی جو ایمن اور اسفند نے صاف سنی تھی۔ اسفند یک دم کھڑا ہوا تھا اور اس نے ایمن کو بھی کھڑا ہونے کا اشارہ کیا۔

''آپ کی بڑی مہربانی ہوگی پلیز اگر آپ ہمیں ان کا نمبر دے دیں تو۔''

''نہیں ہے ہمارے پاس اس کا نمبر شمبر۔ جب بھی فون کرو تو بند ہی ملتا ہے۔ آگئے ہیں منہ اٹھا کر تیم

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

(ٹائم) ضائع کرنے۔"

اور اس نے ایمن کو چلنے کا اشارہ کیا۔ دروازے سے باہر نکلتے اس نے سنا... لڑکی کہہ رہی تھی۔

"امی زینو خالہ سے فون ملا کر تفصیل تو پوچھو۔ اس روز تو تم نے اسے لفٹ ہی نہیں کروائی تھی۔ لگتا ہے عارب اُدھر فون کرتا رہتا ہے۔ تم نے تو خواہ مخواہ ہی اسے ناراض کردیا تھا غصہ کرکے اور یہ اس کے ماموں کی بیٹی شکل سے ہی آوارہ لگ رہی ہے۔ ضرور اس لڑکے کے ساتھ چکر چلا رکھا ہوگا۔"

ہونٹ بھینچے وہ سیڑھیاں اترنے لگا تھا اور اس کے پیچھے، پیچھے چلتی ہوئی ایمن سیڑھیوں کے بیچ بیٹھ کر رونے لگی تھی۔

"کیا کررہی ہیں ایمن۔ اِدھر اُدھر سے کوئی آگیا تو کیا سوچے گا... پلیز سنبھالیں خود کو۔" اس نے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"لوگ اتنے ظالم کیوں ہوتے ہیں اسفند۔ ان کی زبانوں پر کانٹے اگے ہوتے ہیں جو سوچے سمجھے بغیر دوسروں کے دلوں میں اتار دیتے ہیں۔" وہ آنسو پونچھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"دنیا میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں اچھے برے، بس یہ دعا کرنی چاہیے کہ ہمارا اچھے لوگوں سے واسطہ پڑے۔" وہ ہولے ہولے اسے تسلی دیتا ہوا گاڑی تک آیا تھا۔ گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اس کی نظریں اوپر گیلری کی طرف اٹھی تھیں جہاں سے وہ لڑکی جھانک کر انہیں دیکھ رہی تھی۔

"یہ کیسے لوگوں میں آپ نے اپنی پھپو کی شادی کی تھی؟" اس نے تاسف سے اسے دیکھا جس کی پلکیں اب بھی بھیگی ہوئی تھیں۔

"ابا کہتے تھے دادا جان کے ساتھ دھوکا ہوا تھا۔ ایک جاننے والے کے طفیل رشتہ آیا تھا۔ پھپو نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم ایس سی کیا تھا۔ دادا ان دنوں اپنی جاب کی وجہ سے یہاں ہی مقیم تھے۔ انہیں یہی بتایا گیا تھا کہ لڑکا بہت پڑھا لکھا ہے اور امریکا میں ایک

دنیا کے کسی بھی گوشے میں اور ملک بھر میں

گھر بیٹھے

جاسوسی ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ

ماہنامہ پاکیزہ، ماہنامہ سرگزشت

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرِ سالانہ

(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

900

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے 10,000 روپے

9,000

آپ ایک وقت میں کئی سال کے لیے ایک سے زائد رسائل کے خریدار بن سکتے ہیں۔ رقم اسی حساب سے ارسال کریں۔ ہم فوراً آپ کے دیے ہوئے پتے پر رجسٹرڈ ڈاک سے رسائل بھیجنا شروع کردیں گے۔

بیرونِ ملک سے قارئین صرف ویسٹرن یونین یا منی گرام کے ذریعے رقم ارسال کریں۔ کسی اور ذریعے سے رقم بھیجنے پر بھاری بینک فیس عائد ہوتی ہے۔ اس سے گریز فرمائیں۔

0301-2454188

0333-3285269

جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز

63-C فیز II ایکسٹینشن ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی مین کورنگی روڈ، کراچی

فون: 35804200-35804300

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

بہت بڑی کمپنی میں اعلیٰ عہدے پر فائز ہے لیکن پھپھو کو وہاں جا کر پتا چلا کہ وہ ایک پیٹرول پمپ پر معمولی سی جاب کرتے تھے۔ وہ صرف ان پڑھ ہی نہیں پکے جاہل تھے۔ پھپھو نے بہت مشکل وقت گزارا۔"

"پھر بھی...... پھر بھی تمہارے ابا نے تمہارا رشتہ دے دیا۔" اس نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے رُکھے ذرا سا رخ موڑا۔

"عارب اور جاذب کی تربیت پھپھو نے کی ہے وہ اپنے فادر سے بالکل مختلف ہیں۔"

اور پھر گھر تک ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ عارب سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا اور وہ بہت بے چین اور مضطرب تھی۔ اسے یہاں نہیں رہنا تھا، وہ یہاں نہیں رہ سکتی تھی۔ لالی نے بھی دبی زبان میں اسے جتا دیا تھا کہ اس کا یہاں رہنا مناسب نہیں ہے۔ وہ خود بھی اسفند کے دل کو تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔ وہ اس کے سامنے رہتی تو اس کی موجودگی نارسائی کے کرب کو بڑھا دیتی خود اسے بھی اسفند کو دیکھ کر احساسِ زیاں بڑھ جاتا تھا اس نے تین چار جگہ اپنی سی وی بھیج رکھی تھی۔

اسے کہیں کسی شہر میں بھی جاب مل جاتی تو وہ چلی جاتی لیکن کہیں سے کوئی جواب نہیں آ رہا تھا تب اس نے بہاول پور جانے کا فیصلہ کر لیا۔

"آپ کیوں جا رہی ہیں ایمن، مت جائیں۔" اسفند کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور دل میں جیسے کوئی سوئیاں چبھو تا تھا۔

"یہی بہتر ہے میرے لیے بھی اور آپ کے لیے بھی۔" اس نے نظریں نہیں اٹھائی تھیں اسے لگا تھا وہ اس کرب کو نہیں سہار پائے گی جو اس کی آنکھوں سے جھلکتا تھا۔ وہ نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھے گی تو اس کا دل پھٹ جائے گا۔

"میری طرف دیکھیں ایمن، کیا کمی ہے مجھ میں۔"

"کمی آپ میں نہیں ہے اسفند۔" اس نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"کمی مجھ میں ہے، زنجیریں تو میرے پاؤں میں ہیں۔ وہ لڑکی تو بہت خوش نصیب ہو گی جسے آپ کی رفاقت ملے گی۔"

"وہ خوش نصیب لڑکی آپ کیوں نہیں ہو سکتیں ایمن...... توڑ دیں ان زنجیروں کو، میرا دل کہتا ہے کہ آپ ان کے ساتھ خوش نہیں رہ سکیں گی۔ آپ کی جگہ یہاں ہے اس گھر میں۔"

وہ جانتی تھی اسے خود کو خوش رکھنے کے لیے بہت کوشش کرنی پڑے گی لیکن وہ کر لے گی۔ اسے عارب کے پاس جانے سے پہلے اسفند کے نقش کو دل سے مٹانا ہو گا اور یہ تبھی ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ یہاں سے چلی جاتی۔ وہ اس احسان کا بدلہ مر کر بھی نہیں اتار سکتی تھی جو اس رات انہوں نے پناہ دے کر کیا تھا اور پھر وہ محبت و خلوص جو اس گھر میں اسے ملا تھا وہ بھی فراموش نہیں کر سکتی تھی۔ مسز احسان کے گلے لگ کر وہ بہت روئی تھی۔ وہ بھی آبدیدہ تھیں لیکن وہ بھی جانتی تھیں کہ اس کا جانا ہی بہتر ہے۔ اسفند اسے چھوڑنے اسٹیشن تک آیا تھا۔ گاڑی چلنے میں کچھ وقت تھا۔ وہ دونوں خاموش کھڑے تھے۔ پھر اسفند نے ہی اس خاموشی کو توڑا۔

"ایمن رک جاؤ پلیز مت جاؤ...... عارب کو اگر تمہارا خیال ہوتا تو وہ خود تم سے رابطہ کرتا۔ تمہاری پھپھو کے پاس تو تمہارا ذاتی نمبر بھی ہو گا ناں۔ وہ بات کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔"

"پتا نہیں شاید ہو گا ایک بار پھپھو نے بات کی تو تھی۔" وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی کہ کہیں ضبط نہ کھو بیٹھے۔

"آپ کا اس سے رابطہ نہ ہوا تو کیا ساری زندگی یوں ہی خلا میں لٹکی رہیں گی۔"

"میں خود سے اس رشتے کو کبھی نہیں توڑوں گی اسفند جو میرے ابا نے قائم کیا۔ بھلے ساری عمر خلا میں لٹکتی رہوں۔"

اس نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ آنٹی اور لالی کی بات مان لیں پلیز۔"

اس نے اپنے دل پر کسی بھاری پتھر کا بوجھ محسوس کیا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

''اپنے متعلق ہر فیصلے کرنے میں آپ آزاد ہیں ایمن لیکن مجھ پر اپنے فیصلے مسلط مت کریں۔ میں ہمیشہ آپ کا منتظر رہوں گا کبھی ضرورت پڑے تو بے تکلف پکار لیجیے گا۔''

وہ اپنی بات کہہ کر رکا نہیں تھا اور فوراً ہی مڑ گیا تھا وہ خالی، خالی آنکھوں سے اسے جاتا دیکھتی رہی حتیٰ کہ لوگوں کے ہجوم میں وہ گم ہو گیا تو وہ نم آنکھوں کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گئی۔ گاڑی نے ہولے، ہولے رینگنا شروع کر دیا تھا اور اس کا دل جیسے خالی ہوتا جا رہا تھا اور دل کا یہ خالی پن بہاول پور آ کر اور جاب ملنے کے بعد بھی پُر نہیں ہوا تھا حالانکہ اس نے خود کو بے طرح مصروف کر لیا تھا۔ ایک پرائیویٹ کالج میں اسے جاب مل گئی تھی اور خوشی کی بات یہ تھی کہ ہاسٹل کی سہولت بھی تھی۔ کالج سے آ کر وہ اپنی پڑھائی میں مصروف ہو جاتی تھی کیونکہ اس نے ایک ساتھی ٹیچر کے مشورے پر اوپن یونیورسٹی سے ایم فل کی تیاری شروع کر دی تھی۔ ویک اینڈ پر پروہ گھنٹے دو گھنٹے کے لیے ساجدہ آپا کی طرف ضرور جاتی تھی کہ انہوں نے ابا کے بعد بہت ساتھ دیا تھا اس کا اور اگر وہ نہ جا پاتی تو سنڈے کو وہ خود آ جاتیں۔ ان کا بھی خیال تھا کہ عارب کو اگر یہ رشتہ نبھانا ہوتا تو وہ ضرور اس سے رابطے کی کوئی سبیل نکال لیتا۔ اس نے ساجدہ آپا سے کوئی بات نہیں چھپائی تھی اور ساجدہ آپا بھی اس بات کی وجہ سے بہت پریشان تھیں کہ وہ ساری زندگی خلا میں لٹک کر نہیں گزار سکتی۔ انہوں نے کئی چکر عاطف اور زریں کی طرف بھی لگائے تھے لیکن کچھ حاصل نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ باتوں، باتوں میں انہوں نے پوچھا بھی تھا کہ عارب نے پھر کوئی رابطہ نہیں کیا آخر ایمن سے اس کا نکاح ہوا تھا پوچھا تو ہو گا اس کا اور زریں صاف مکر گئی تھی۔

''ہم سے کیا پوچھنا تھا جس سے نکاح ہوا تھا اسی سے پوچھا ہو گا جو پوچھنا تھا۔ کیا تمہیں نہیں بتایا اس نے۔'' اور ساجدہ آپا نے کہہ دیا تھا کہ ایمن تو اگلے روز ہی اپنے ابا کے کسی دوست کے پاس لاہور چلی گئی تھی اور انہیں اس کے متعلق نہیں معلوم۔

کالج میں منتقلی ٹیسٹ ہو رہے تھے سو وہ پورے دو ہفتے بعد ساجدہ آپا کی طرف آئی تھی۔ محسن رضا اور بچے دادا، دادی سے ملنے گئے ہوئے تھے۔ وہ برآمدے میں ہی تخت پر نیم دراز دیوار سے ٹیک لگا کر پروین شاکر کی خوشبو دیکھ رہی تھی۔ ساجدہ آپا کچن میں چائے بنا رہی تھیں۔ کتاب کی ورق گردانی کرتے ہوئے وہ ایک صفحہ پلٹتے ہوئے ٹھٹک گئی۔ ابا کی لکھائی میں ایک فون نمبر لکھا تھا ڈبل زیرو ون نائن یہ تو سیل نمبر تھا اور نیچے عارب کا نام لکھا تھا۔ ابا کی عادت تھی جو بھی کتاب، کاپی فائل سامنے ہوتی اسی پر پہلے نمبر لکھ لیتے تھے اور پھر فون میں Save کرتے تھے۔ وہ یک دم اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

''ساجدہ آپا!'' اس کی آواز میں لرزش تھی۔

''یہ...... یہ عارب کا فون نمبر۔'' ساجدہ کچن سے باہر نکل آئی تھیں اور اب کتاب ہاتھ میں لے کر دیکھ رہی تھیں۔ یہ کتاب بھی ان کتابوں میں سے تھی جو وہ ابا کے گھر سے لے کر آئی تھیں۔

''تو فون کرو اسے ابھی۔'' ساجدہ آپا نے کتاب اسے واپس کر دی۔

''ابھی!'' اس نے ٹائم دیکھا۔

''ابھی تو مناسب ٹائم نہیں ہے۔ رات میں کروں گی۔'' ساجدہ آپا نے اصرار کر کے اسے آج روک لیا تھا۔ محسن اور بچے بھی گھر پر نہ تھے۔ اس لیے وہ بھی رک گئی تھی۔

''اچھی طرح پوچھنا حد ہو گئی بے پروائی کی، اللہ رسول کے نام پر ایک رشتہ قائم کیا اور......'' وہ بڑبڑاتی ہوئی واپس کچن میں چائے لینے چلی گئی تھیں۔

''آپا آپ ہی بات کر لیجیے گا، میں بھلا کیا بات کروں گی۔'' وہ کچن میں ان کے پیچھے ہی چلی آئی تھی۔

''اچھا میں ہی بات کر لوں گی بلکہ اچھی طرح خبر لوں گی۔'' اور ایسا ہی ہوا تھا۔ رات سونے سے پہلے اس نے نمبر ملایا تھا۔ کچھ دیر بیل ہوتی رہی تھی پھر کسی کی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

نیند میں ڈوبی ہوئی آواز آئی تھی۔ اس نے فوراً فون آپا کو پکڑا دیا تھا۔

''عارب بول رہے ہو؟''

''ہاں آپ کون؟''

اور ساجدہ آپا نے اپنا تعارف کروانے کے بعد جب بات کی تو دوسری طرف وہ حیران ہوا۔

''کیا مطلب، آپ کیا کہہ رہی ہیں۔''

''ارے کیا کہہ رہی ہوں میں۔ ایک لڑکی کو اپنا پابند بنا کر گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو گئے تم۔ کچھ ماں اور ماموں کا ہی خیال کرلیا ہوتا۔ پچھلے آٹھ ماہ سے تمہارا نمبر ڈھونڈ ڈھونڈ کر باؤلے ہو گئے۔ لاہور میں تمہاری پھوپی کے در پر بھی ہاتھ لگا آئے۔ تمہاری منکوحہ تھی تمہاری ذمے داری تھی کہ نہیں۔ باپ کے مرتے ہی بھائی، بھابی نے دھکے مار کر نکال دیا اور تمہارا جو نمبر تھا خلیل صاحب کے پاس وہ بھی بند ملتا تھا۔'' ایمن، ساجدہ آپا کو اشارے کر رہی تھی لیکن ساجدہ آپا جیسے اس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہی تھیں۔

''پلیز...... پلیز میری بات سنیں۔ مجھے ساری بات تفصیل سے بتائیں اور لینڈ لائن نمبر تو بدل گیا تھا۔''

عارب نے ان کی بات کاٹی تو ساجدہ آپا نے ذرا سا ٹھہر کر اسے ساری حقیقت بتادی تھی۔

ساری بات سن کر وہ لحہ بھر خاموش رہا اور پھر ایمن کے متعلق پوچھا۔

''یہاں ہے میرے پاس ہی۔''

''پلیز اسے فون دیں۔'' اس نے کہا تو ساجدہ آپا نے فون اسے پکڑاتے ہوئے دھیمے لہجے میں نصیحت کی کہ وہ کھل کر بات کرے اور جلد از جلد آنے کو کہے۔

''ایمن I am really very sorry میں ماما کے قائم کیے ہوئے اس رشتے کو پوری رضامندی اور خلوص کے ساتھ نبھانا چاہتا تھا لیکن میں گمان بھی نہیں کرسکتا تھا کہ...... آپ سن رہی ہیں ناں مجھے۔''

''جی!'' ایمن نے آہستگی سے کہا۔

''میں نے دوبارہ چھٹی اپلائی کرتے ہی عاطف بھائی کو فون کیا تھا۔ میرا خیال تھا وہ اس وقت آپ کے سرپرست ہیں اور مجھے انہی سے بات کرنی چاہیے لیکن انہوں نے کہا کہ آپ گھر چھوڑ کر جا چکی ہیں۔ وہ الفاظ جو انہوں نے آپ کے لیے استعمال کیے، میں وہ دُہرا نہیں سکتا۔ پھر بھی میں نے آپ کا نمبر مانگا تھا کہ کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے آپ سے تصدیق کرلوں۔ تب آپ کی بھابی نے عاطف بھائی سے ریسیور لے لیا تھا اور کہا تھا کہ میں آپ کو طلاق بھجوا دوں تاکہ آپ جس کے ساتھ رہ رہی ہیں۔ اس کے ساتھ شادی کر سکیں اور انہوں نے آپ کے متعلق اور بھی بہت کچھ کہا۔ امی نے کچھ بتایا تو تھا بھابی اور عاطف بھائی کے متعلق لیکن میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اس قدر بھی گر سکتے ہیں' ان کے مطالبے کے بعد میں نے دو دن بعد ہی ڈائیورس کے پیپر بھجوا دیے۔ مجھے اس کا بہت افسوس ہے ایمن کہ میں اپنی ماما کی خواہش ......'' اور اس نے ایک گہری سانس لے کر فون بند کر دیا تھا اور کچھ سننے کے لیے رہ بھی کیا گیا تھا۔ ساجدہ آپا سب سن کر صدمے کی سی کیفیت میں کچھ دیر بیٹھی رہیں۔

''حد ہو گئی کتنی بار زریں سے ملی لیکن اس نے ذکر تک نہ کیا۔ بتا ہی دیتی کہ عارب نے تمہیں۔''

''تو کیا ہوتا پہلے پتا چلتا یا اب کیا فرق پڑتا تھا۔''

اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ غم نہ خوشی کوئی احساس نہیں تھا۔

''کیوں فرق نہیں پڑتا تھا وہ لالی کتنی حسرت سے اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر تمہارا نکاح نہ ہو چکا ہوتا تو وہ اپنے بھائی کی دلہن بناتی تمہیں، پتا نہیں اب تو شادی ہو گئی ہو گی اس کی۔'' وہ خاموش بیٹھی گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی۔

''تم ہمیشہ مجھے اپنا منتظر پاؤ گی ایمن۔'' ریلوے اسٹیشن پر کھڑا اسفندیار حسرت سے اسے تکتا۔

''تمہارے پاس نمبر تو ہو گا ناں ان لوگوں کا۔ کبھی فون کیا؟''

''نہیں۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

کتنی بار اس کا جی چاہا تھا وہ مسز احسان کو فون

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کرے ان سے بات کرے لیکن وہ سخت شعوری کوشش سے خود کو روک لیتی تھی۔ نہیں وہ ان سے کوئی تعلق نہیں رکھے گی تو شاید اسفند کے لیے اسے بھولنا آسان ہو جائے گا اور خود اس کے لیے بھی۔ اس لیے اس نے اپنی سم بھی تبدیل کر لی تھی۔ وہ اتنے اچھے لوگوں کے لیے کوئی مشکل نہیں چاہتی تھی۔ اس نے بہاول پور آ کر خلیل انکل سے بھی بات نہیں کی تھی۔

''تو بات کرو ناں ان سے کیا پتا۔''

ساجدہ آپا کو جانے کیا خوش گمانی تھی اس نے جواب نہیں دیا تھا۔

''کل ہی زریں کی طرف جاؤں گی پوچھوں تو سہی۔'' ساجدہ آپا جانے کیا سوچ رہی تھیں کہ اس کے منع کرنے کے باوجود بھی دوسرے دن ان کے گھر پہنچ گئی تھیں زریں نے رجسٹری والا لفافہ ان کے منہ پر دے مارا تھا۔

''ارے لے جاؤ۔ ہم کہاں گلی، گلی ڈھونڈتے پھرتے اسے۔''

''کیا ضرورت تھی آپا۔''

ساجدہ آپا ہاسٹل آئیں تو اس نے افسردگی سے کہا تھا۔

''ارے واہ کیوں ضرورت نہیں تھی۔ کیا ساری زندگی یوں ہی بیٹھی رہوں گی، شادی نہیں کرنی تمہاری ثبوت تو ہو ناں ہمارے پاس کہ......''

''مجھے شادی نہیں کرنی آپا۔ میں خوش ہوں جیسے ہوں۔''

بظاہر اس نے خود کو بہت مصروف کر لیا تھا لیکن رات کو جب بستر پر لیٹتی تو یادیں امڈی چلی آتیں۔ جب تک وہ عارب کے نکاح میں تھی وہ شعوری کوشش سے اسفند کو سوچنے سے گریز کرتی تھی لیکن اب لکھتے پڑھتے سوتے جاگتے اسفند کا تصور آتا تو وہ اسے سوچتی چلی جاتی۔ وہ اسے بھلا نہیں پاتی تھی۔ وہ اسے بھلانا چاہتی ہی نہیں تھی۔ وہ زندگی اس کی یاد میں گزار دینا چاہتی تھی۔ ساجدہ آپا نے محسن کے کسی دوست کے

بھائی کا ذکر کیا تو اس نے صاف منع کر دیا تھا۔ اسفند کے خیال کو دل میں بسا کر وہ کسی دوسرے کا گھر نہیں بسا سکتی تھی۔ وہ ایمن مرتضیٰ تھی سچی، کھری اور شفاف وہ کسی کو دھوکا نہیں دے سکتی تھی۔ وہ خائن نہیں کہلوانا چاہتی تھی۔'' اور کیا اسفند احسان بھی مجھے سوچتا ہو گا...... اب بھی ایک سال گزرنے کے بعد بھی کیا میں اسے یاد ہوں گی کیا وہ مجھے سوچتا ہو گا۔ کئی بار اسے خیال آیا تھا اور ہر بار ہی دل کے اندر سے کہیں آواز آئی تھی اس کی آواز......

''میں ہمیشہ تمہارا منتظر رہوں گا ایمن۔''

''اور کیا وہ میرا منتظر ہو گا اور کیا یہ اس کی محبت کا حق نہیں ہے کہ میں اس کا انتظار ختم کر دوں۔'' کئی بار اس کی انگلیوں نے اپنے سیل فون کی اسکرین کو چھوا تھا اور پھر آدھا ادھورا نمبر ملا کر چھوڑ دیا تھا۔'' اور اگر وہ منتظر نہ ہوا تو......'' دل جیسے اس خیال سے ہی ڈوبنے لگتا تھا۔ وہ اس خوش فہمی میں رہنا چاہتی تھی کہ کوئی ہے جو اسے چاہتا ہے، اس کا منتظر ہے نہیں جانتی تھی کہ کوئی حقیقت میں اس کا منتظر ہے اور آج بھی لاؤنج میں صوفے کی پشت پر سر ٹیکے آنکھیں موندے اپنی پسندیدہ نظم گنگناتا ہے تو تصور میں اس کی ہی شبیہہ ہوتی ہے۔ لالی سال بعد مسز احسان کی بیماری کا سن کر آئی تو اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہ پہلے کے مقابلے میں بہت کمزور ہو گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں لاحاصل انتظار کی تھکن تھی۔ لالی کا دل بھر آیا۔

''تم اماں جان کی بات مان کیوں نہیں لیتے اسفی۔''

''کیسے مان لوں، میرا دل میرے اختیار میں نہیں ہے لالی۔'' اس نے دلگرفتگی سے کہا۔

''اماں جان کی خاطر اسفی۔'' لالی نے التجا کی۔

''میں اس کے ساتھ انصاف نہیں کر سکوں گا لالی۔ کیوں کسی بیچاری لڑکی پر ظلم کرنا چاہتی ہو۔''

''جب وہ تمہاری زندگی میں شامل ہو جائے گی تو خود ہی تمہارے دل میں جگہ بنا لے گی۔''

''آپ کو کیا پتا لالی۔'' اس نے سوچا۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

''اسی ایک خواب میں آج تک
میں بندھا ہوں آس کے جال میں
میرا شہریار وفاؤں کا
کبھی آئے عشق کے تخت پر''

''سنو۔'' لالی نے اسے سوچتے دیکھ کر کہا۔

''میں دو روز تک بہاول پور جا رہی ہوں افشی سے ملنے تو ساجدہ آپا کی طرف جاؤں گی، پچھلی بار ایمن کو اُن کے گھر چھوڑنے گئی تھی میں۔ انہیں ایمن کے متعلق پتا ہوگا اور اگر وہ اپنے شوہر کے ساتھ چلی گئی ہوئی تو میں تمہاری ایک نہیں سنوں گی۔ میں تمہیں مزید یہ لاحاصل انتظار نہیں کرنے دوں گی۔''

اور وہ لالی کی نادانی پر مدھم سا مسکرایا تھا۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ ایمن کی محبت کو دل میں بسا کر کسی اور لڑکی کو دھوکا دیتا جبکہ لالی نے بھی سوچ رکھا تھا کہ وہ اس بار اسفند کی شادی کروا کے ہی جائے گی۔ حسیب کینیڈا جانے کا پروگرام بنا رہے تھے اور پھر اتنی دور جا کر کیسے وہ جلدی، جلدی آپائے گی جیسے اب تین ماہ بعد بھی چکر لگا جاتی تھی۔ سو اس نے بہت دعائیں کی تھیں کہ اس بار اسفند مان جائے اور اس کی دعائیں قبول ہوگئی تھیں۔

''سنو اسفی اماں جان کو لے کر فوراً کل ہی بہاول پور ...کی فلائٹ پکڑو اور آجاؤ۔''

''لیکن کیوں لالی؟'' وہ پریشان ہوگیا تھا۔

''ظاہر ہے خلیل انکل تو ابھی تک امریکا میں ہی ہیں اور یہاں ساجدہ آپا اور ان کے میاں ہی ایمن کے سرپرست ہیں تو رشتہ تو ان سے ہی مانگنا پڑے گا۔''

لالی کی آواز میں چہکار تھی ایسی چہکار جس سے اس کے اندر رنگوں کی برسات ہونے لگی تھی۔ رنگ ہی رنگ بکھر گئے تھے۔ اس کا انتظار لاحاصل نہیں رہا تھا۔

''تو کیا...... کیا ایمن ؟'' وہ اپنی آواز کی لرزش پر قابو نہیں پاسکا تھا۔

''ہاں، وہ اس نام نہاد بندھن سے آزاد ہو چکی ہے۔'' لالی بے حد خوش تھی۔

''یہ لو بات کرو۔'' لالی نے فون ایمن کو پکڑا دیا۔

''ایمن!'' جذبات سے اس کی آواز بوجھل ہو رہی تھی۔

''جب زنجیریں کٹ گئی تھیں تو تم واپس کیوں نہیں آئیں۔''

''میں نے سوچا شاید......''

''کیوں سوچا تم نے ایسا...... میں نے کہا نہیں تھا کہ تم ہمیشہ مجھے اپنا منتظر پاؤ گی۔'' وہ ناراض ہوا تھا۔

''اپنے شب و روز کا ہر پل میں نے تمہاری یاد میں تمہیں سوچتے ہوئے گزارہ۔''

''سوری...... سوری!'' ایمن کی سوری پر وہ شوخ ہوا۔

''ایسے ہی سوری قبول نہیں کروں گا۔ خوب، خوب بدلے لوں گا۔ ہاں تو۔''

اس کا دل خوشی سے بے قابو ہو رہا تھا اس کا شہریار اس کے دل کی مسند سجانے آرہا تھا۔

''تم بھی یاد کرتی تھیں مجھے ایسے ہی جیسے میں۔''

''ہوں۔''

''کہو ناں یاد کرتی تھیں ناں مجھے۔'' وہ بے تابی سے پوچھ رہا تھا۔

''ہاں بہت...... بہت زیادہ۔''

ایمن کی پلکیں ہی نم نہیں ہوئی تھیں آواز بھی بھیگ گئی تھی۔

''میرے شہریار۔'' اسفند کی آواز سرگوشی میں ڈھل گئی۔

''اب نہیں، اب ان آنکھوں میں آنسو نہیں ہونٹوں پر مسکراہٹیں بکھریں گی۔''

اور یہ مسکراہٹ ایمن کے لبوں پر ہی نہیں آئی تھی اسے لگا تھا جیسے اس کے اردگرد آس پاس ہر چیز مسکرا رہی ہو۔ اور اسفند بھاری بوجھل آواز میں کہہ رہا تھا۔

''میرے شہریار مجھے مجھ سے چھین کے لے چلو
کہیں دور شہر جمال میں......''

اور ایمن کے رخسار گل رنگ ہوئے جاتے تھے۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM



ہم ہیں اسیرِ خواب

نزہت جبیں ضیا

جس دن سلیقہ پھپو گھر میں آجاتیں گویا ایک ہفتے کے لیے (کم از کم) عینہ اور حبہ کی زندگی اجیرن ہو جاتی۔ ساتھ، ساتھ فرزانہ بیگم کی بھی وقتاً فوقتاً شامت آجاتی۔

''نجمہ منی...... تو تو نری بدھو کی بدھو ہی ہے...... بہو لے آئی مگر ساس نہ بن سکی...... لگتا ہی نہیں کہ تو ساس ہے...... اتنی منہ مری اور سیدھی سادی توبہ ہے۔''

''اُف......! اماں نے صبح، صبح کیا خبر سنادی......؟'' حبہ نے عینہ کو مخاطب کیا تھا۔

''ہاں، میں نے بھی سنا ہے......'' عینہ نے آٹا گوندھتے، گوندھتے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

''قسم سے پکی، پکی فیس بک والی پھپو لگتی ہیں مجھے...... حالانکہ ہیں تو خالہ...... ہمیشہ حزبِ اختلاف میں رہتی ہیں، ہر ایک سے نالاں، ہر کسی پر تنقید۔'' حبہ کی بات پر عینہ کو ہنسی آگئی۔ مزے کی بات تھی کہ کہتیں چار دن کا اور ڈیرا کم از کم آٹھ دن ڈال لیتیں۔ اوپر سے فرمائشیں اور اپنی بہو نائمہ کے قصیدے سنا، سنا کر عینہ کی ہر بات

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

میں، ہر کام میں کیڑے نکالتیں...... آج بھی حبہ سوکر اٹھی تو امی نے ان کے آنے کی خبر سنائی۔

''مطلب یہ کہ سلیقہ خالہ کی سلیقہ مندی اور ناعمہ بھابی کا ''ناعمہ نامہ'' ایک بار پھر اسٹارٹ ہونے والا ہے۔'' حبہ نے منہ بنا کر بیزار لہجے میں کہا۔

''ہش...... وہ واقعی ایسی ہیں، اس لیے ایسی باتیں بھی کرتی ہیں، خبردار جو اُن کے سامنے منہ بنایا۔'' فرزانہ بیگم نے حبہ کو گھُرکا۔

''ابھی تو بنا سکتی ہوں ناں منہ......'' حبہ نے کہا اور منہ بنا کر کمرے سے نکل گئی۔

☆☆☆

فرزانہ بیگم بیوہ خاتون تھیں گورنمنٹ اسکول سے ریٹائرڈ ٹیچر، شوہر بھی سرکاری ملازم تھے۔ ابھی بیٹا ثمران چودہ سال کا اور بیٹی حبہ سات سال کی تھی کہ شوہر کا انتقال ہوگیا۔ فرزانہ بیگم پڑھی لکھی سمجھدار خاتون تھیں، مصیبت کی اس گھڑی کو احسن طریقے سے فیس کرکے زندگی گزاری۔ محنت کی، بچے بھی ذہین اور سمجھدار تھے، انہوں نے بھی قدرت کے اس فیصلے کو خود پر مسلط نہیں کیا بلکہ حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ دل لگا کر پڑھائی کی ثمران نے ایم بی اے کرلیا تو اس کو اچھی جاب مل گئی۔ حبہ جب میٹرک میں تھی ثمران کی نوکری بھی ہوگئی...... فرزانہ بیگم کی ایک بڑی بیوہ بہن سلیقہ بیگم تھیں جو حیدرآباد میں مقیم تھیں، ان کا ایک ہی بیٹا فیضان تھا جو ثمران سے بڑا تھا۔ سلیقہ بیگم تیز اور منہ پھٹ خاتون تھیں لیکن اپنی بہو کی بے حد تعریف کرتیں۔ وہ اکثر حیدرآباد سے کراچی آجاتیں اور مصیبت ہوجاتی حبہ اور ثمران کی بیوی عینہ کی۔ ثمران کی نوکری ہوئی تو فرزانہ بیگم جلد ہی بہو بھی لے آئیں۔ عینہ سیدھی سادی، پڑھی لکھی اور اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے نفسیات کا مضمون پڑھ رکھا تھا۔ گھر میں روایتی ساس، بہو یا نند، بھاوج والے جھگڑے کبھی نہیں ہوئے تھے۔ نند' بھاوج میں بھی بہت دوستی تھی جبکہ عینہ' ساس کو ماں کی طرح عزت دیتی، ان کا خیال رکھتی...... گھر کا ماحول بہت دوستانہ اور پُرسکون تھا۔ لیکن سلیقہ خالہ کی آمد سے تھوڑی سی ہلچل مچ جاتی تھی۔ بہو کا میکا بھی گھر کے قریب تھا اس لیے سلیقہ بیگم بے فکر ہوکر آجاتیں، خصوصاً عینہ ان کی تیز نظروں اور تنقید اور عتاب کا شکار ہوتی۔ وہ ہر بات میں عینہ اور ناعمہ کا موازنہ کرتیں اور پھر فرزانہ بیگم کو احساس دلاتیں کہ عینہ پرفیکٹ بہو نہیں ہے، سب سے پہلے تو اُن کی نظر اس کے سونے پر ہوتی......

''ارے فرزانہ تمہاری بہو سوکر کب اٹھتی ہے؟'' صبح ان کی نظریں برآمدے کے تخت پر بیٹھ کر عینہ کے کمرے کے دروازے پر ہوتیں۔

''آپا! فجر کے وقت اٹھ جاتی ہے وہ...... نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر ثمران کو آفس بھیج کر پھر سو جاتی ہے اس لیے میں نہیں جگاتی...... رات کو بھی جلدی سونا نہیں ہوتا، تھک جاتی ہے دن بھر کے کاموں میں۔'' فرزانہ بیگم کا جواب سن کر سلیقہ بیگم کو پتنگے لگ جاتے۔

''واہ بی بی واہ...... یہ بھی تم نے خوب کہی...... ایسا بھی کیا کولہو چلاتی ہے، دھوبی گھاٹ لگاتی ہے یا چکیاں پیستی ہے کہ تھک کر نڈھال ہوجاتی ہے۔ تم جیسی ساسیں ہی بہوؤں کو سر پر چڑھا لیتی ہیں اور پھر جب وہ سینے پر مونگ دلنے لگتی ہیں تب ہائے وائے مچاتی ہو کہ ہائے ربا...... میری بہو تو کام چور ہے، نکھٹو اور کاہل ہے، بھلا کام ہوتا ہی کیا ہے کرنے کو...... میری ناعمہ کو دیکھ لو...... وہ بھی تو اس دور کی بہو ہے ناں...... مگر ماشاء اللہ صبح فجر کی اذان کی آواز کے ساتھ جو جاگتی ہے تو سمجھو رات کو ہی بستر پر جا کر لگتی ہے۔ فجر کی نماز کے بعد ناشتا، جھاڑو، صفائی، دوپہر کا کھانا تیار...... پھرکی کی طرح گھومتی رہتی ہے، مشین بھی کم، کم لگاتی ہے کہ کپڑے صاف نہیں دھلتے۔ میرے گھر میں ڈھونڈنے سے ایک میلا رومال نہیں ملے گا یوں روز کے روز دھوبی گھاٹ لگاتی ہے، گھر دیکھو چم، چم چمکتا ہے، باورچی خانہ دیکھو تو آنکھیں چمک جائیں۔ مجال ہے جو ایک چمچہ بھی جھوٹا پڑا رہتا ہو...... میں تو کہتی ہوں اللہ نے چھپر پھاڑ کر ناعمہ کو میری جھولی میں ڈالا ہے قسم سے...... آج کل کی سست بہوؤں سے بالکل الگ ہے میری ناعمہ......''

عینہ کو کمرے سے نکلتا دیکھ کر سلیقہ خالہ کی آواز کے ساتھ بیان میں بھی تیزی آجاتی۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

"بجی کبھی آکر تو دیکھنا ذرا میرا گھر تم کیسا کوہ نور بنا رکھا ہے میری نمونے۔" آخری جملہ کہہ کر وہ عینہ کی طرف دیکھتیں۔

"آپ آنے کا موقع ہی کب دیتی ہیں، ہر ماہ خود ہی آجاتی ہیں حاضری لگانے۔" حبہ نے سرگوشی کی تو عینہ کو ہنسی آگئی۔

"کیا، کیا...... کیا کہا تم نے......؟" وہ حبہ کی جانب پلٹتیں۔

"خالہ میں کہہ رہی ہوں انشاء اللہ ہم بھی کبھی حیدر آباد آئیں گے، فیضی بھائی کی شادی کے بعد سے گئے ہی نہیں۔"

حبہ جلدی سے بات بدل لیتی تو وہ سر ہلا کر رہ جاتیں۔

ناشتے سے فارغ ہو کر دونوں نند، بھاوج نے مل کر لنچ کی تیاری کی...... حالانکہ سلیقہ خالہ اکثر آتیں مگر فرزانہ بیگم اُن کا خاص خیال رکھتیں، ان کی پسند ناپسند کا ان کی ضرورتوں کا...... بڑی تھیں اس لیے فرزانہ بیگم انہیں ماں کا درجہ دیتی تھیں...... دوپہر میں دسترخوان لگا تو اتفاق سے ثمران بھی آفس کے کام سے باہر نکلا تو لنچ کے لیے گھر آگیا۔ کوفتوں کا سالن، قیمہ مٹر، یخنی پلاؤ، رائتہ اور سلاد دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"ارے واہ مزہ آگیا آج تو......" کھانا کھا کر ثمران تعریف کیے بنا نہ رہ سکا جبکہ سلیقہ بیگم چپ چاپ کھا رہی تھیں۔

"یہ کوفتوں کا مسالا گلینڈر (گرائنڈر) میں پیا ہے؟" انہوں نے چوپر کی ٹانگ توڑی۔

"جی خالہ......" عینہ نے کہا۔

"تب ہی تو میں کہوں یہ کوفتوں میں لیس کیوں نہیں ہے، کیسے روکھے، روکھے سے ہو رہے ہیں، ارے بھئی میری ناعمہ تو ہر مسالا سل بٹے پر پیستی ہے قسم سے ایسے چکنے اور لیس دار کوفتے بناتی ہے کہ......"

"گلو ڈالتی ہوں گی مسالے میں۔" حبہ نے شوشا چھوڑا، عینہ نے بہ مشکل ہنسی روکی۔

"ایمان سے کہتی ہوں فرزانہ، ناعمہ مسالا ایسے پیستی ہے کہ مانو سرمہ...... آنکھوں میں لگالو......"

"آنکھوں میں لگالو...... سرمے کا کیا کام ہے۔" حبہ کی رگِ ظرافت پھر پھڑکی...... اس بار ثمران بھی مسکرا دیا۔

"ارے خالہ...... ہماری بھابی پر اتنا ظلم نہ کیا

پیارے پاکیزہ

کہانیاں ہیں
محبتیں ہیں
تمہارے دم سے
یہ چاہتیں ہیں
تمہارے دم سے
یہ دن یہ لمحے
تمہیں مبارک
رہو چمکتے
یونہی پاکیزہ
دعا کے تحفے
تمہیں مبارک

ازطرف: یثرب گل عفان، خیبر ایجنسی

کریں ناں...... آج کل تو مشینیں ہیں پھر...... کیوں تھکاتی ہیں بیچاری کمزور سی بھاوج کو......؟" ثمران نے گاجر کا ٹکڑا اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اے لو! .... کیسا ظلم میاں! یہ کام تو ازل سے عورت کی گھٹی میں پڑے ہیں، محنت کرنا ہی پہچان ہے، تم لوگ نئے زمانے کے ہو، ہم سے پوچھو کہ عورت کا کیا کام ہوتا تھا...... میں جب شادی ہو کر حیدر آباد گئی تو ہمارے گھر میں، بارہ افراد تھے، بارہ......"

"ارے آپا پہلے کھانا کھالیں، ٹھنڈا ہو رہا ہے، باتیں تو چلتی رہیں گی۔" فرزانہ بیگم نے ان کی توجہ کھانے کی طرف دلائی ورنہ وہ ہزار بار کی سنائی اور دیکھی ہوئی کہانی لے کر بیٹھ جاتیں تو گھنٹوں نکل جاتے۔

☆☆☆

حبہ کا رشتہ طے ہو چکا تھا، اب اس کی سسرال کی طرف سے شادی کی ڈیٹ مانگی جا رہی تھی۔ فرزانہ بیگم نے سلیقہ شعاری سے بہت کچھ تیار کر رکھا تھا مگر بیٹی کی شادی کرنا کوئی آسان نہیں...... وقت کے ساتھ، ساتھ جہیز کی چیزوں میں مزید اضافہ بھی ہوتا چلا جاتا ہے، لگتا ہے اب ہر چیز ضروری ہو گئی ہے، ثمران اور عینہ بھی حبہ کے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

لیے ہر چیز مہیا کرنا چاہتے تھے، اس دوران سلیقہ خالہ کی آمد ذرا بڑھ گئی۔ ہر بات میں، ہر چیز میں وہ مشورے دیتیں، بعض باتیں اور مشورے دل کو لگتے اور فرزانہ بیگم اس پر عمل بھی کرتیں۔

''خالہ کبھی ناعمہ بھابی کو بھی لے کر آئیں ناں...... وہ بھی حبہ کی شادی کی تیاریاں دیکھیں...... مشورے دیں۔'' ایک دن عینہ نے کہا۔

''ہاں، ہاں شادی پر آئے گی ناں......فیضی کو چھٹی نہیں مل سکتی، اب اگر وہ آجائے تو پیچھے فیضی کے لیے مشکل ہو جائے گی۔'' انہوں نے جواب دیا۔

''واقعی حبہ دل کرتا ہے ناعمہ سے مل کر اسے ایوارڈ دینے کا کہ سلیقہ خالہ جیسی خاتون کے ساتھ پچھلے کئی سالوں سے گزارہ کر رہی ہے بیچاری۔'' سلیقہ خالہ کے جانے کے بعد عینہ نے حبہ سے کہا تو حبہ کو ہنسی آگئی۔

''اماں، یہ سلیقہ خالہ ہمیشہ سے ایسی ہی ہیں کیا؟ ہٹلر ٹائپ......؟'' ایک روز عینہ نے فرزانہ بیگم سے پوچھا تو انہیں ہنسی آگئی۔

''دراصل آپا ہمارے گھر میں بڑی تھیں، اماں کا جلد انتقال ہو گیا تو گھر کی ساری ذمے داری سنبھال لی۔ ان کو حکومت کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ اپنی مرضی سے فیصلے صادر کرتی ہیں......شادی کے بعد بھی گھر میں بڑی بہو تھیں، شوہر کے جلد انتقال کے بعد مکمل ذمے داری انہی پر آگئی۔ انہوں نے سب کچھ بہتر طریقے سے انجام دیا ان کے گھر کا کونا، کونا چمکتا رہتا۔ سارے کام خود کرتیں، سلائی، کھانا پکانا، گھر گرہستی ہر کام میں پرفیکٹ رہیں بہو بھی ایسی ہی ملی ہے...... اس لیے وہ ہر کسی کو اپنے انداز سے دیکھتی ہیں، ان کو زندگی میں ذرا سی بھی کمی بیشی پسند نہیں، کھانے پینے، سونے جاگنے، عبادات ہر چیز کا وقت، ٹائم ٹیبل کے ساتھ زندگی گزاری ہے آپا نے رشک آتا ہے ان کو دیکھ کر، کسی معاملے میں سمجھوتا کرنے کی نوبت نہ آئی ان کو لیکن اس کے لیے انہوں نے خود کو بھی پابند رکھا۔''

فرزانہ بیگم کہہ رہی تھیں اور عینہ سن رہی تھی۔

''ہاں بھابی یہ بات تو ہے اب تو کافی عرصہ ہوا ہم گئے نہیں مگر...... جب بھی ہم خالہ کے گھر گئے ہیں، ان کے گھر میں ایک طریقہ ہی دیکھا۔ صاف ستھرا فرش، کچن ایسا کہ جیسے ابھی، ابھی برتن خرید کر لائی ہوں۔ صحن ایسا کہ اپنا آپ دیکھ لو...... کپڑے استری حتیٰ کے چادریں اور تولیے بھی خالہ استری کر کے رکھتی ہیں...... اتنی صفائی، اتنی پرونیکشن ہم نے کہیں نہیں دیکھی۔'' حبہ نے بھی ماں کی بات کی تائید کی تو عینہ سر ہلا کر رہ گئی۔

کافی دن ہو گئے تھے سلیقہ خالہ نہیں آئیں نہ کوئی کال آئی فرزانہ بیگم نے کال کی تو پتا لگا کہ پیر میں چوٹ لگ گئی ہے اس لیے ابھی فیضی اور ناعمہ نے ہلنے بھی نہیں دینا ہے۔

''ارے میرا بھی بہت دل کر رہا ہے آنے کو اب شادی میں بھی کم دن رہ گئے ہیں مگر...... ناعمہ نے تو مجھے پلنگ پر ہی چڑھا دیا ہے، ہلنے بھی نہیں دیتی...... ہر چیز منہ کے آگے لا کر رکھ دیتی ہے، ذرا سی چوٹ کو ہوا بنا کر رکھ دیا ہے۔ اماں آپ یہ نہ کریں، وہ نہ کریں، بس آرام کریں...... پیر دبا، دبا کر مالش کر کے مجھے ہاتھ کا چھالا بنا کر رکھ رہی ہے میری ناعمہ......'' ان کے لہجے میں ناعمہ کے لیے محبت تھی۔

''اچھا، اچھا چلیں آرام کریں آپ...... اللہ پاک ناعمہ کو اجر دے۔'' فرزانہ بیگم نے دعا دی اور کال بند کر دی۔

''آپا کے پیر میں چوٹ لگ گئی ہے۔'' انہوں نے بچوں کو بتایا۔

''اماں! ایک کام کریں......؟'' عینہ نے کہا۔

''کیا......؟'' فرزانہ بیگم نے اس کی جانب دیکھ کر کہا۔

''کیوں نہ میں اور ثمران کار لے کر حیدرآباد چلے جائیں اور خالہ کو بھی ساتھ لے آئیں گے گاڑی میں...... خالہ کو سرپرائز بھی مل جائے گا۔'' عینہ کی بات فرزانہ بیگم کے دل کو لگی۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے...... جیسے ہی ثمران کے پاس ٹائم ہو تم دونوں چلے جانا اور تمہارا شوق بھی پورا ہو جائے گا آپا کا گھر دیکھنے کا۔''

''جی......'' عینہ مسکرائی۔

عینہ ویسے بھی کراچی سے باہر کہیں گئی نہیں تھی۔ اس کو شوق بھی تھا، وہ بہت خوش تھی اور دو دن بعد وہ لوگ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

حیدرآباد کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ اگرچہ کافی عرصے بعد آرہے تھے مگر گلیاں اور گھر تو یاد ہی تھا...... پرانی طرز کا بنا ہوا گھر تھا جس کا نیچے کا پورشن کرایے پر چڑھایا ہوا تھا اور اوپر سلیقہ خالہ لوگوں کی رہائش تھی۔ دروازہ کھلا تھا وہ دونوں اندر داخل ہوئے اور سیدھا اوپر آگئے۔ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے عینہ نے دیکھا سیڑھیوں پر بے تحاشا دھول، شاپرز، مختلف ریپرز، کپڑوں کی کترنیں پڑی تھیں۔ جیسے کافی دن سے صفائی نہ کی گئی ہو...... اوپر آئے تو سامنے خاصا بڑا سا صحن تھا اور برآمدہ اور بالکل سیدھ میں اوپن کچن تھا...... صحن...... انتہائی گندا تھا سوکھے ہوئے گملے جس کے سوکھے پتے پورے صحن میں بکھرے ہوئے تھے، مٹی اور گرد سے صحن کا فرش نظر نہیں آرہا تھا، صحن کے ایک کونے میں پرانی ٹوٹی پھوٹی لکڑی کی کرسیوں کی باقیات پڑی تھیں تو دوسری طرف ٹوٹے گملوں کا ڈھیر جس کی مٹی بھی بکھری پڑی تھی...... ٹوٹی ہوئی پرانی میز کے نیچے...... بے شمار میلے کپڑے اس طرح ٹوکری میں ٹھونس کر رکھے گئے کہ آدھے، آدھے باہر کو نکلے ہوئے تھے...... ایک طرف تین چار ٹوٹی ہوئی چپلوں کی جوڑیاں پڑی تھیں...... کچن میں بیچ نلکے کے پاس بے شمار جھوٹے برتنوں کا ڈھیر تھا...... جس پر مکھیوں کی یلغار تھی...... کالی سیاہ دیگچیاں، نصف حصہ کالک جمی ہوئی، ساس پین اوندھا پڑا تھا...... عینہ آنکھیں پھاڑے یہ سب منظر دیکھ رہی تھی۔ یہی حالت ثمران کی تھی، وہ سمجھا شاید کسی دوسرے گھر میں آگیا ہے لیکن...... سامنے برآمدے میں لگی فیضی کی شادی کی بڑی سی تصویر اس بات کی دلیل تھی کہ یہ...... یہ سلیقہ خالہ کا ہی گھر ہے۔

"بس کرو اماں...... یہ ڈرامے بازیاں بہت ہوچکا...... مجھ سے نہیں ہوتی تمہاری خدمتیں...... اپنے بیٹے سے کہہ کر نوکرانی رکھوالو اپنے لیے...... نوکر نہیں ہوں تمہاری...... بس اٹھو بھی...... مجھے نہیں آتا سالن بنانا...... روز، روز باہر سے نہیں منگوا سکتی میں...... چلو کھڑی ہوکر ہانڈی بناؤ۔ ہمت پیدا کرو ذرا خود میں...... مشین لگانی ہے، برتن دھونے ہیں، دنیا بھر کے کام پڑے ہیں...... ذرا ٹھیک ہوکر پھر تم نکل جاؤ گی تفریح کے لیے......" یہ یقیناً نائمہ کی آواز تھی جو سامنے کے کمرے سے آرہی تھی۔

"بہو......! ذرا سی ہمت آئے گی تو میں سب خود ہی سنبھال لوں گی۔ کون سا تم سے کچھ کام کرواتی ہوں میں۔" یہ سلیقہ خالہ کی آواز تھی۔

"بس، بس اب راگ مت الاپنے لگنا۔ جلدی سے سبزی بنا کر دو مجھے کم از کم اس کے بعد آٹا گوندھنا ہے۔"

"اُف......!" عینہ نے ثمران کی طرف دیکھا...... ثمران کی عجیب حالت ہورہی تھی قبل اس کے ثمران آگے بڑھتا عینہ نے منہ پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کردیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر الٹے قدموں چپکے، چپکے سیڑھیوں کی طرف واپس پلٹی...... اور دونوں گاڑی میں آبیٹھے، ثمران حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"واپس چلیں گھر......"

"مگر کارڈ......؟" ثمران نے کہا۔

"ثمران ابھی واپس چلیں پلیز......" عینہ نے اپنا سر تھام کر کہا تو ثمران نے گاڑی اسٹارٹ کردی۔

عینہ نے نفسیات پڑھی ہوئی تھی وہ چند منٹوں میں ہی سب کچھ سمجھ گئی تھی...... سلیقہ خالہ جو کہ ایک پرفیکٹ عورت تھیں آج بہو کے آگے بے بس ہوچکی تھیں کیونکہ ان کے لاشعور میں وہ سب کچھ تھا جو وہ کرنا یا کہنا چاہتی تھیں...... لیکن سامنے وہ تھا جو اس کے برعکس تھا۔ اور وہ اپنی لاشعوری خواہشات کو اس طرح جھوٹے موٹے الفاظ کا سہارا لے کر پورا کرتی تھیں۔ اس طرح سے کہنے میں ان کو تشفی حاصل ہوتی...... لوگوں کے سامنے اپنی کمزوری اور ادھوری خواہشات کو اپنی طاقت بنا کر انہیں تسلی اور سکون حاصل ہوتا تھا۔

اور...... عینہ نہیں چاہتی تھی کہ جو اپنی انا کا جھوٹا بھرم انہوں نے قائم کر رکھا ہے وہ سب کے سامنے چکنا چور ہوجائے...... وہ انا، حاکمیت اور بھرم کے جس خول میں بند ہوکر دوسروں کے سامنے خود کو مضبوط اور مکمل سمجھتی تھیں دراصل اندر سے اتنی ہی بودی، کمزور اور محرومیوں کا شکار ایک کمزور عورت تھیں۔ عینہ نے اپنی سمجھداری سے ان کا بھرم رکھ لیا تھا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

عورت ثبوت

ایک عام تاثر یہی ہے کہ عورت ایک کمزور اور کم تر ہستی ہے . . . مگر یہی کمزور اور کم تر ہستی صنفِ مخالف پر کس، کس طرح اثر انداز ہوتی اور وقت پڑنے پر چٹان جیسی مضبوطی بھی دکھاتی ہے۔ حروفِ تہجی کے اعتبار سے شروع ہونے والے اس نئے سلسلے عورت کہانی میں ہماری معروف قلم کار فرحین اظفر نے یہی بتانے کی کوشش کی ہے۔

جُداگانہ موضوعات لیے کہانیوں کا نیا سلسلہ آپ جیسے باذوق قارئین کی نذر



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

چائے کے کپ سے اٹھتا دھواں تڑپ، تڑپ کر دم توڑ چکا تھا۔ مگر ان کے دل میں نہ جانے کتنا تڑپنے کی سکت ابھی باقی تھی۔ وہ جانتی تھی، انہیں ہمیشہ تڑپنے کے لیے ہی وہ چھوڑ کر جا رہی ہے۔ مگر اس کے دل میں ان کے لیے ہمدردی یا اس سے مشابہہ کوئی جذبہ اپنا وجود تو کیا شائبہ تک نہیں رکھتا تھا۔

کئی سال اس نے اپنے دل میں کونپل کی طرح سر اٹھائے اس جذبے کو کچلتے ہوئے گزارے تھے۔ جو شادی

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کے بعد شوہر کے لیے بیوی کے دل میں خود بخود ابھر آتا ہے۔ مگر انہوں نے کبھی اس کونپل کو پنپنے نہ دیا۔ اسے اپنے پیار اور اعتبار کا پانی نہیں دیا بلکہ اس نے جب بھی کوشش کی اسے الٹا شکوک وشبہات کے شعلے ہی ملے۔ جنہوں نے اس کے دل اور روح کو انگارے کی طرح دہکا دیا۔

☆☆☆

وہ بہار کی ایک گلابی شام تھی جب سلطان احمد کے نام کی انگوٹھی اس کی انگلی میں سجی تو ارمانوں بھری زندگی کے خوابوں نے اس کی آنکھوں کو بھی عجب سجاوٹ بخش دی تھی۔ ہنسی کی کھلکھلاہٹ تھی کہ سننے والے کو چونکا دیتی اور چہرے کی چمک تھی کہ نگاہیں خیرہ کر دیتی۔

وہ موبائل فون کا دور نہیں تھا ورنہ شاید کوئی اس کی بات پر یقین ہی نہ کرتا کہ اس نے اور سلطان احمد نے کبھی تنہائی میں ایک دوسرے سے کلام تک نہ کیا تھا۔

اس کے ذہن کا کینوس بس اتنا ہی وسیع تھا کہ اس میں سلطان احمد کی تصویر سج گئی تھی اور وہ اسی کو دیکھ، دیکھ کے خوش ہوتی رہتی۔ اب کسی اور کی گنجائش نہیں بچی تھی لیکن......

اصل میں مصیبت تو وہیں سے شروع ہوتی ہے جب جگہ کے بنا ہی کوئی گھسنا چاہے۔ دس کی دعوت میں گیارھواں بن بلایا مہمان چلا آتا ہے۔ چار کی رضائی میں کوئی پانچواں پیر چھپانے کے چکر میں باقیوں کو بھی کھول دیتا ہے۔ ایسے وقت میں دل کی جگہ کس کام کی ہوسکتی ہے۔

ایسی ہی ایک شام جب وہ کیاریوں کو پانی دیتی شام کے رنگ اور موتیے کی خوشبو میں بسی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ زید آیا اور، پل کی پل اس کے پاس ٹھہر کر امی کا پوچھتا ہوا، ہوا کے جھونکے کی طرح پاس سے گزر گیا۔

اس کے لیے وہ ایک جھونکا ہی تھا۔ ایک گزر جانے والا جھونکا، جس کی مہک لمحے بھر کو سانسوں میں بھر کے لوگ آگے بڑھ جایا کرتے ہیں۔ اس کا موسم تو سلطان احمد تھے۔ موسم کا اثر بہت پائیدار ہوتا ہے۔ پت جھڑ میں کوئی سبز کلی کتنی دیر کھلتی ہے؟ بہار میں کوئی سوکھا پتا کب تک اڑان بھر سکتا ہے؟ دل و دماغ میں کوئی بسا ہو تو کوئی ''اور'' آئے یا جائے کسے پروا ہوتی ہے۔

اس کے لب مسکراتے رہے، آنکھیں گنگناتی رہیں، یہاں تک کہ رات پڑ گئی۔

''آج زید آیا تھا۔''

''پتا ہے مجھے۔'' وہی بے پروائی کہ آیا تھا تو آتا رہے۔ ہم کیا کریں لیکن افروز کے انداز میں وہ بے پروائی نہیں تھی۔

''کیا پتا ہے تمہیں......؟ تمہیں کچھ نہیں پتا۔ مجھ سے ناراض تھا کہ منگنی کر دی اور مجھے بتایا تک نہیں۔''

وہ منگنی لفظ پہ مسکرائی تو تھی مگر ماں کا چہرہ دیکھ کے سنجیدہ ہونا پڑا۔ اگر وہ کہہ رہی تھیں تو یہ عام سی بات بھی خاص ہی تھی۔

''مجھے تو دھڑکا سا لگ گیا ہے۔ ابھی عابدہ کو فون کر کے خیر خبر لیتی ہوں۔''

وہ آدھی ادھوری بات میں اسے کچھ سمجھانے کی سی کوشش کرتی باہر چلی گئیں۔ وہ ہنوز ناسمجھی سے دروازے کو تکتی رہی۔

''ایسی بھی کیا ناراضی......؟''

وہ اپنے خالہ زاد کو بچپن سے جانتی تھی۔ وہ یوں بات، بات پہ یا بے وجہ ناراض ہونے والوں میں سے نہیں تھا۔ اپنے بہن بھائیوں سے جدا اور الگ مزاج تھا اس کا۔ خیر لڑائی جھگڑے والے تو وہ لوگ بھی نہ تھے لیکن زید میں خاص بات تھی۔ وہ جتنا سمجھوتے والا تھا، اتنا ہی ضدی بھی تھا۔ بیک وقت دونوں عادتیں ایک ہی شخص میں پائے جانا عجیب ہی تھا۔

وہ عام حالات میں ضد نہیں کرتا تھا لیکن جب ضد پکڑ لے تو اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا تھا۔

شاید افروز کی فکر اس کی اسی خصلت کی وجہ سے تھی۔

''اوفوہ...... اب تو ہو گئی ناں منگنی۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ شادی کے وقت پہلے سے بتا دیں گے۔''

اس کے نزدیک اس بات کا یہی جواب تھا بس...... لیکن بس ہی تو نہیں ہوئی تھی۔

ماں کے لہجے میں انجانے خدشوں کی دھمک اسے اتنی نزدیک سنائی دی کہ کان کے پردے پھٹتے، پھٹتے بچے۔

''اس نے عابدہ سے تم سے شادی کے لیے کہا ہے اور یہ بھی کہا اگر تم سے نہیں تو کسی سے نہیں۔''

اس روز پہلی بار بیلے کی کلیوں کا گجرا بناتے سے سوئی

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اس کی انگلی میں چبھ گئی۔

وہ لبوں پہ بظاہر چپ لیے وہاں سے اٹھی تو پورا گھر، کونا، کونا بے کلی سے پھرتی رہی مگر کہیں چین نہیں پڑا۔

افروز بیگم کو الگ ہول اٹھنے لگے تھے۔ بات اگر صرف منگنی ختم کرنے کی ہوتی تو بہن سے بڑھ کے کون تھا بھلا لیکن افروز کے میاں اور گیتی آرا کے والد معترض تھے۔

''خاندانی، وضع دار لوگوں میں زبان کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔ میں زبان دے کے نہیں پھر سکتا۔ ویسے بھی سلطان اس دنیا میں اکیلا ہی سمجھو۔ کون قریبی رشتے دار ہے اس کا۔ اس طرح تو اس کا بھروسا ہی اٹھ جائے گا۔''

بات درست ہی تھی۔ سلطان احمد کی خالہ نے رشتہ کروایا تھا۔ وہی ماں کی جگہ تھیں۔ انہوں نے ہی پالا پوسا تھا، وہی شادی بھی کروا رہی تھیں۔ اس کے اپنے والدین تو اس کے بچپن میں ہی ابدی سفر پہ روانہ ہو چکے تھے۔

یوں زید کے دل کی بات ہونٹوں نکلی کوٹھوں چڑھ تو گئی لیکن پوری نہ ہو سکی۔ باپ کے بعد گیتی آرا، زید کی مخالفت کرنے والی دوسری پُرزور ہستی تھی۔

اس کے دل پہ سلطان کے نام کا جو رنگ چڑھا تھا، مانو سفید کورے لٹھے پہ فالسہ مسل گیا ہو۔ اب یہ رنگ جانے والا نہیں تھا۔

زید بھی ہٹ کا ایسا پکا نکلا کہ انکار کا سن کے لب سی لیے اور یونہی چپ چاپ پردیس جا بسا۔ عابدہ کے دل کا جو حال ہوا سو ہوا، بہنوں میں بھی بات خراب ہوئی۔ افروز کو شرمندگی الگ تھی لیکن گیتی سرشاری سے شادی کے گیت دل ہی دل میں گنگناتی رہی۔

مشرقی لڑکی کی طرح اس کے کورے ذہن نے سلطان احمد کو ایک جھلک میں ہی خوابوں کا شہزادہ مان لیا تھا۔ وہ فقط ایک جھلک میں ان کے آگے دل جیسا قیمتی خزانہ ہار گئی تھی۔

ایک بار ہی وہ اپنے قریبی دوست کے ہمراہ جب ان کے یہاں کھانے پہ مدعو تھے تب، اس نے ذرا کی ذرا پردہ ہٹا کے دیکھا تھا۔ اسی پل انہوں نے بھی نگاہ اٹھائی، نگاہیں ملیں۔ انہوں نے خفیف سا سر کو خم دے کے سلام بھیجا۔ گیتی نے سرعت سے پردہ چھوڑ کے دل تھام لیا اور کتنی ہی دیر سینے سے نکل، نکل کے بھاگتے دل کو رام کرتی خود کو یقین دلاتی رہی کہ وہ اتنی ہی خوش بخت ہے، کہ اس کے لیے سلطان احمد جیسے وجیہہ مرد نے پیغام بھیجا۔

اونچا لمبا قد، چوڑے شانے، شفاف رنگت اور گمبھیر آواز......

''آج کے دور میں کہاں ہوتے ہیں ایسے مرد۔ ارے انہوں نے تو نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ کہنے لگے بس تصویر دیکھ لی کافی ہے۔''

گیتی بعد میں ماں کی بات سن، سن کے مسکراتی رہی۔ بھلا انہیں ضرورت بھی کیا تھی کہ باقاعدہ ملاقات کا کہتے۔ دیکھ تو انہوں نے لیا تھا اور گیتی نے بھی۔

ایک نظر کی اس ملاقات کو کون ادھورا کہہ سکتا تھا۔ نگاہِ التفات، سلام اور پسندیدگی...... لوازمات مکمل تھے۔ اور ہاں...... دھڑک، دھڑک کر بے قابو ہوتا دل، نم ہتھیلیاں اور ناہموار تنفس...... اثرات بھی پورے......

شادی کی تاریخ قریب ترین رکھی گئی یعنی نتائج بھی بہترین......

پھر بھلا وہ کیوں اسے روبرو دیکھنے کی بات کر کے ریپوٹیشن خراب کرتے۔

گیتی ان کی فراست کی بھی قائل ہو گئی۔

☆☆☆

دن ہوا کے جھونکوں کی طرح گزر گئے اور شبِ زفاف اپنی سرخ اوڑھنی لے کے اس کے سر پہ آن رکی۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ سلطان احمد کا انتظار کر رہی تھی جب کسی نے کمرے میں قدم رکھا اور بڑے سبھاؤ سے سلام پیش کیا۔

اس کے اندر سر اٹھانے کی ہمت نہیں تھی کہ فطری حیا نے باندھ رکھا تھا لیکن رسمی تعارف اور وقتی عہد و پیماں باندھ کے جب اس نے، ان ہی کے اسرار پر سر اٹھا کر انہیں دیکھا تو پھر جھکا نہ سکی۔ آنکھیں پھٹ پڑیں اور منہ کھل گیا۔

وہ اگرچہ نام سے سلطان احمد ہی تھے کیونکہ شک کی گنجائش نہیں تھی مگر وہ، وہ نہیں تھے......

ہاں وہ 'وہ' نہیں تھے جن کے ساتھ کے اس نے خواب دیکھے تھے۔ جن کے تصور سے باتیں کی تھیں اور جن کے خیالوں سے تنہائیاں آباد تھیں۔

اس رات، ایک ملاقات...... ایک سرسری لیکن

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

بھرپور ملاقات کا راز اس کے سینے کے پاتال میں ہمیشہ کے لیے دفن ہو گیا۔ شبِ عروسی اس کے ارمانوں کی شب خون بن گئی۔ حجلۂ عروسی مقتل گاہ میں بدل گیا اور وہ رات ایسے گزری گویا کوئی ٹرین اس کے وجود پر سے چنگھاڑتی ہوئی اسے روندتی، کچلتی، مسلتی ہوئی گزری۔ بھلا کوئی دلہن اپنی پہلی صبح ایسی زندہ لاش جیسی دکھتی ہوگی جیسی وہ نظر آتی تھی۔

بخار میں پھنکتا، انگارہ جسم سب ہی کے ہاتھ پیر پھلا گیا۔ سلطان احمد کی خالہ جو رات اُن ہی کے گھر ٹھہری تھیں۔ نظر اتار، اتار کے دم کرتی رہیں...... اور دھونکنی کی طرح چلتی سانسوں کی اوٹ میں اس کا دم نکلتا رہا۔

☆☆☆

اگلی صبح ادھ مرے جسم کے ساتھ اس نے اپنے ماں باپ کا سامنا کیا تو ایک رات کی دلہن کے بجائے اس پہ ایک صدی کا مرگ طاری تھا۔

یہ اتنا بھی آسان نہیں تھا۔ سوچا کسی اور کو، اور وہ بھی پورے استحقاق اور تیقن کی دولت جھولی میں بھر کے...... اور پایا کسی اور کو۔

ولیمے کی تقریب اس کی حالت کے پیشِ نظر ملتوی کر کے محض گھر میں دعوت رکھی گئی۔ افروز کس دل سے شریک ہوئیں وہ ہی جانتی تھیں۔ بھلا ایسا بھی کیا ہو گیا تھا۔ سلطان احمد الگ الجھے، الجھے نظر آتے تھے۔

سلطان احمد کے پاس جواب نہیں تھا۔ اور سوال کے لیے سلیم کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ سلیم نے بھی ذمّے داری خوب نبھائی......

سوچوں کے ایک ہزار ایک در وا کر کے اب وہ تو چپ بیٹھا تھا مگر سلطان کے لیے اس صورتِ حال کو ہضم کرنا مشکل تھا۔

''تم کسی اور کو پسند کرتی تھیں۔ یہ شادی تمہاری مرضی سے ہوئی ہے ناں؟''

انہوں نے رات میں اپنے لہجے پہ حتی المقدور قابو پا کے ہی پوچھا تھا مگر کچھ باتیں کتنے ہی سرسری انداز میں پوچھی جائیں، قیامت ڈھا دیتی ہیں۔

کیتی تو کل کے سانحے نما اتفاق سے ہی نہیں سنبھلی تھی کہ یہ دھماکا۔

ایک حرفی جواب ''جی'' سے ان کی تسلی ہوئی یا نہیں، کیتی پہ ضرور قیامت گزر گئی۔

آگے ان کی طرف سے مزید سوال تو نہیں آئے مگر وہ کٹہرے میں کھڑی رہ گئی۔

لیکن قیامت تو ابھی باقی تھی۔ ابھی کیتی نے سلیم کو دیکھا ہی کب تھا۔ وہ تو اسی شش و پنج میں رہی کہ سلطان احمد کو پہچاننے میں اس سے غلطی کیونکر ہوئی اور غلطی کے بعد اس نے دن رات جسے اپنا محرم سمجھ کے سوچا اور خوب سوچا وہ کون تھا۔

اور جب یہ پتا لگا تو وہ اس وقت چائے کا کپ لے کے سلطان احمد کو تھمانے کے لیے پلٹی ہی تھی۔ ایک جانے پہچانے، مانوس لیکن اجنبی شخص کو سامنے دیکھ کے چکرا کے رہ گئی۔

ہاتھ میں تھاما چائے کا کپ ایک چھناکے سے زمیں بوس ہو گیا، وہ خود بھی چکرا کے گرنے کو تھی کہ دو ہاتھوں نے شانوں سے تھاما۔ اس نے گھومتی آنکھوں سے دیکھا۔ سلطان اس سے دور تھے۔ اس وقت اور بھی دور محسوس ہوئے جب، اسے تھامنے کے لیے وہ محض اپنی جگہ سے اٹھ گئے تھے اور......

''ارے ارے بھابی صاحبہ...... آرام سے......''

مگر اسے تھامنے اور یہ جملے ادا کرنے والا کوئی اور تھا۔

وہ تڑپ کر دور ہوئی۔

اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ ایک عرصہ اس کے خوابوں، خیالوں اور تنہائی میں کلام کرنے والا اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اصل قیامت تو اب آئی تھی۔

☆☆☆

وقت کا کام بہرحال گزرنا ہے۔ چاہے تو کسی کو کندھوں پہ بٹھا لے جائے، چاہے تو روند کر گزرے اور کیتی کی زندگی کا بڑا حصہ اسی کندھوں پہ سوار اور تلووں تلے مسلتے احساس کے بین، بین گزر رہا تھا۔

سلطان پتا نہیں دھوپ چھاؤں سا مزاج ہی رکھتے تھے یا اپنے دیرینہ ہم دم و دمساز دوست کے کہنے پہ رکھ لیا کرتے تھے۔ مگر ایک بات وہ خوب جان گئی تھی۔ سلطان کو خوش رکھنا تھا تو اُن کے دوست کو خوش رکھنا تھا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کبھی، کبھی وہ گہری سانس لے کے سوچتی کہ اس کی ماں کتنی معصوم عورت تھی جو یہ سمجھتی تھی کہ گیتی کی زندگی میں ساس، نندوں جیسا ٹنٹا نہیں، جن کی خوشی سے شوہر اپنی خوشی کو مشروط کر دیتے ہیں اور بعد میں یہی عورتیں، اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر آنے والی کا جینا حرام کرتی ہیں۔

اس کی زندگی میں تو سلیم نام کی یہ مصیبت بھی بہت کافی تھی راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام کرنے کے لیے۔

دونوں ایک ہی آفس میں نوکری کرتے تھے۔ ہفتے میں چار دن سلیم کی طرف سے آنے والی کسی فرمائش پہ کھانا پکتا اور مل بیٹھ کے کھایا جاتا۔

گیتی کو شدت سے احساس ہونے لگا تھا کہ سلیم اس کے اور سلطان کی تنہائی کے وہ تمام لمحات جن میں وہ اپنے شوہر سے دو چار باتیں، دکھ سکھ کر لے بناڈ کار لیے نگل لیتا ہے۔

یہ صورتِ حال بہت الجھن زدہ تھی۔ ایک طرف ان کا رشتہ تھا جو ہر اپنائیت کے رشتے سے بڑھ کے تھا تو دوسری طرف یہ دوستی تھی جو اُن کے رشتے سے بھی بڑھ کے تھی۔ سلطان احمد کے بقول وہ تو شادی کرنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ اس کے لیے بھی سلیم نے راضی کیا تھا۔

''آپ کے دوست کو چاہیے تھا کہ ساتھ، ساتھ خود بھی شادی کر لیتے۔ اس طرح ان کی تنہائی بھی دور ہو جاتی۔''

ایک دن اس نے بہت جلے دل سے مشورہ دیا تھا۔ لیکن کون سی بات کب حلق میں پھنس جائے پتا نہیں چلتا۔

''تم سے کس نے کہا کہ وہ تنہائی کا شکار ہے۔ تمہیں کب سے اس کی اتنی فکر رہنے لگی اور تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہو گئی کہ میں تنہا تھا اس لیے شادی کر لی؟''

گیتی گہری سانس بھر کے رہ گئی ''تو پھر؟'' جیسا فطری اور فوری سوال نوکِ زباں پہ روک لیا۔ اسے اپنی اوقات اچھی طرح پتا چل چکی تھی۔

''وہ تو شادی اگر فریضہ نہ ہوتا تو شاید میں کرتا ہی نہ۔ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے سلیم جیسے دوست کی رفاقت نصیب کی۔ میرے لیے ہر رشتے سے بڑھ کے ہے وہ۔''

اور اس ہر رشتے میں بیوی کا رشتہ بھی شامل تھا اسے پوچھنے کی ضرورت نہ تھی۔ نہ سلطان کو بتانے کی۔

کئی بار ایسا بھی ہوا کہ اس کو میکے جانا تھا تو سلیم بھی ساتھ گئے اور اسے گھر چھوڑ کے دونوں دوست باہر ہی سے سیر سپاٹے کو نکل لیے۔ یہاں کھانے پہ انتظار ہوتا رہا اور وہ کھا پی کے آ گئے۔ افروز کو اس صورتِ حال سے بہت چڑ ہوئی۔

''یہ کیا بات ہوئی۔ بیوی کے وقت بیوی اور دوست کے وقت دوست کو ٹائم دیا جاتا ہے کہ نہیں۔''

''یہی تو بات ہے امی...... انہیں رشتوں میں توازن رکھنا نہیں آتا۔ شاید بچپن سے رشتے دیکھے نہیں ہیں۔ اس لیے اب زندگی بھی ایسی ہی بے توازن ہے۔''

''تم سمجھایا کرو ناں اسے۔ بیوی کی بات سمجھ لیتے ہیں آدمی۔'' افروز تو اس کے لہجے کی مایوسی سے ہول سی گئیں۔

''بات کرنے کا ٹائم ملے تب ناں۔''

ایک جملے میں زندگی بند تھی اور اس کے پاس کوئی اور در کھلا نہ تھا۔

☆☆☆

دروازے پہ دستک ہوئی۔

وہ بہت دیر سے سلطان کا انتظار کر رہی تھی۔ کئی دن کہنے کے بعد آج شاپنگ کا پروگرام بنا تھا۔ بہت دل سے سج بن کے اس نے دروازے میں بنے چھوٹے سے سوراخ سے باہر جھانکا۔ خیال تو تھا کہ اس وقت سلطان کے سوا کون ہو گا۔ سلیم کو تو سلطان نے کل ہی بتا دیا تھا کہ آج وہ لوگ گھر پہ نہیں ہوں گے۔ پھر بھی احتیاط اچھی چیز ہے۔ اب بھی کام آ گئی۔ کیونکہ دروازے پہ سلطان نہیں سلیم کھڑا تھا۔

''عجیب ڈھیٹ آدمی ہے بھئی......'' اس نے سخت کوفت کے عالم میں دروازہ کھولنے کے بجائے وہیں سے انکار کر دیا۔

''ابھی تو یہ گھر نہیں آئے۔''

''اچھا...... آنے ہی والا ہو گا۔ آپ دروازہ تو کھولیں۔''

''وہ...... ابھی گھر پہ کوئی نہیں ہے۔''

''کوئی بات نہیں، میں انتظار لوں گا۔''

گیتی اس کی ڈھٹائی پر اش، اش کر اٹھی۔

''نہیں آپ انتظار مت کریں۔ ہمارا آج کہیں

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

جانے کا ارادہ ہے۔"
اُف...... اس نے کس مشکل سے یہ بات کہی تھی۔
"کہاں...... سلطان نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔"
گیتی کو یوں لگا جیسے وہ کوئی اور ہے اور سلطان کی بیوی سامنے کھڑی ہے۔
"آپ ان ہی سے پوچھ لیجیے گا۔" وہ بے طرح چڑ گئی۔
چند لمحے خاموشی رہی پھر شاید وہ چلا گیا۔ گیتی نے جھانک کر دیکھا۔ اب سامنے کوئی نہیں تھا۔
اس نے ایک گہری لیکن بے آرام سانس لی۔ جو گستاخی آج وہ کر بیٹھی تھی یقیناً اس کی سزا ملنی تھی۔
سلطان آئے اور وہ گئے بھی لیکن وہ پہلے کی طرح پُرجوش نہیں رہی۔ سلیم نے سلطان کو فون نہیں کیا۔ سلطان نے کیا ہوگا پر ریسیو نہیں کیا گیا۔ گیتی اور سلطان کا دماغ الگ، الگ لیکن ایک ہی جگہ اٹک گیا۔ اس روز سلیم ان کے درمیان نہ ہو کر بھی موجود رہا۔

☆☆☆

واپسی میں سلطان اسے دروازے پر ہی اتار کر اس کے پاس چلے گئے اور اب وہ گھر پہ بیٹھی فردِ جرم کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی۔
کافی دیر گزری۔ سلطان واپس آئے لیکن ایک گہری چپ نے ان کا احاطہ کیے رکھا۔ گیتی کو اپنی حرکت نامناسب نہیں لگتی تھی پھر بھی اس نے معافی کا ارادہ کیا۔
بہ مشکل ہمت اور الفاظ جوڑ کر بیٹھی۔
"سلطان جو کچھ بھی ہوا، میرا وہ مقصد نہیں تھا۔ پلیز مجھے معاف کردیں۔" اپنی بے وقعتی پہ آنکھیں نم ہونا ایک قدرتی فعل تھا۔ لیکن سلطان اتنے کم ظرف نکلے کہ اس کی اتنی معمولی سی غلطی کو فراموش نہ کر سکے۔ منہ موڑ کے جو لیٹے تو رات گزر گئی لیکن بات نہ گزر سکی۔
صبح سلطان کے جانے تک وہ روہانسی ہو چکی تھی۔
پتا نہیں دل کو کس طرح اور کتنا سمجھا کے، منوں وزنی بوجھ کا پتھر رکھ کے اس نے، سلیم کو کال کی......
"زہے نصیب...... آج کیسے ہم کم نصیبوں کی یاد آ گئی۔"
"ضرورت کے وقت تو گدھے کو بھی......" دل میں سوچا ضرور مگر کہنے کی ہمت نہیں تھی۔
"وہ...... یہ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ آپ نے ان سے کیا کہہ دیا ایسا کہ......" اس سے بات مکمل نہیں کی گئی۔
جلتا ہوا احساس رگ و پے میں اترنے لگا کہ......
"میں کتنی بے مول ہوں۔"
"میں نے...... !" دوسری طرف حیرانی کی شدید ایکٹنگ تھی۔
"میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ اچھا دیکھیں...... یہ آفس ہے یہاں ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں، میں گھر آتا ہوں تو بات کرتے ہیں۔"
اس نے فون رکھا تو خود پہ جی بھر کے ترس کھایا مگر ترس کھانے سے ہوتا کیا ہے۔
کچھ دیر بعد گھنٹی بجی، اس نے دروازہ کھولا۔ سلیم اکیلے ہی چلا آیا تھا۔ طوعاً و کرہاً اسے بلانا پڑا۔ سلیم نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ اسے روک نہیں سکتی ورنہ نقصان اس کا اپنا ہوگا۔
"میں مانتا ہوں میرا دوست جذباتی ہے اسے ایسے ردِعمل کا اظہار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کی طرف سے میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔"
وہ جو چائے کا کپ اس کی طرف بڑھا رہی تھی حیرت سے اس کا منہ دیکھنے لگی۔
"ارے کیا ہوا۔ آپ کیوں حیرت میں پڑ گئیں۔"
چائے کے کپ کے بہانے اس نے گیتی کے نرم ہاتھوں کو ہولے سے چھوا۔ وہ لرز کر رہ گئی۔ جلدی سے پیچھے ہٹی۔
روم روم جل اٹھا تھا۔
ابھی وہ سنبھل نہیں پائی تھی کہ سلیم چائے رکھ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کے برابر میں براجمان ہو گیا۔ گیتی تڑپ کر اٹھی لیکن اس کی گرفت سخت تھی۔
"اپنی ازدواجی زندگی کو بچانا چاہتی ہو تو سلطان کے ساتھ ساتھ مجھ سے بھی دوستی کر لو۔ ایمان سے میں تو تمہاری ایک جھلک سے ہی دیوانہ ہو گیا تھا۔"
گیتی کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ اس نے زور سے اس کا ہاتھ جھٹکا اور اٹھ کر اس کا گریبان پکڑ لیا۔
آر یا پار...... آج اسے اس کہانی کا انت کرنا تھا۔
کیا وہ اتنی ہلکی تھی کہ کوئی بھی آ کر اس کے ساتھ کھیل کے چل دے اور وہ اپنی عزت کا جلوس نکالنے کے بعد ماتم

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

بھی نہ کر سکے۔
شدتِ غیظ کے سبب الفاظ نے لمحے بھر کے لیے ساتھ چھوڑا اور اسی غیر فیصلہ کُن لمحے سلطان کی آواز گونجی۔
''گیتی...... کیا کر رہی ہو۔''
وہ جھٹکا کھا کے پلٹی۔ دروازہ سلیم نے ہی کھلا چھوڑا تھا۔ بتانے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن سلطان نے بھی کچھ پوچھا تھا اس سے، جواب سلیم نے دیا۔
''اچھا ہوا تم آ گئے سلطان۔ میں...... میں بہت شرمندہ ہوں...... میں تو بھابی اور تمہاری صلح کروانے آیا تھا لیکن یہ...... مجھے شرم آ رہی ہے تم سے کہتے ہوئے کہ...... میں اس طرح کی عورت کو اپنی بھابی کے روپ میں قبول نہیں کر سکتا......''
''کیا بکواس ہے یہ؟'' گیتی چلائی۔
''ارے بکواس یہ ہے جو میں کر رہا ہوں یا وہ تھی جو آپ کہہ رہی تھیں۔''
وہ شخص کمال درجے کا اداکار تھا۔ سلطان کی طرف گھوما۔
''میں نے بتایا تھا ناں تمہیں وہ شادی سے پہلے کا قصہ، جب بھابی نے مجھے ''تم'' سمجھ کر کچھ اشارے کیے تھے۔ میں قسم کھاتا ہوں میرے ذہن میں تو وہ بات تھی ہی نہیں اور...... اور یہ آج تک اس بات کو دل سے لگائے بیٹھی ہیں...... اللہ...... میں یہ دن دیکھنے سے پہلے......''
''تم...... تم مر ہی جاؤ تو اچھا ہے ذلیل انسان۔'' گیتی زور سے چلائی۔ سلطان کے وجود میں حرکت ہوئی۔ اس نے گیتی کو ایک زوردار تھپڑ رسید کیا۔
''ابھی اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ۔ اس گھر میں تم جیسی بدکردار عورت کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔''
سلطان کے لبوں سے انگارے نکلے۔ اس کی روح جھلس کر رہ گئی۔
''سلطان...... سلطان...... خدا کے لیے میرا یقین کریں۔ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔'' وہ تڑپ سی گئی۔
''کیا یقین کروں میں تمہارا۔ مجھے تو کئی دن سے یہ بھلا آدمی کہہ رہا تھا کہ تمہارے تیور ٹھیک نہیں۔ میں ہی اندھا بنا رہا اور آج دیکھ لو حقیقت کھل کے سامنے آ ہی گئی ناں۔''
گیتی پتھر کی مورت جیسی کھڑی رہ گئی۔ اب اور کیا باقی تھا...... کیا...... بھلا کیا......؟

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور حواس نے جواب دے دیا۔ ہوش کھونے سے پہلے آخری منظر میں اس نے سلیم کو ہی...... سلطان کو پکارتے اور اپنی طرف بڑھتے دیکھا تھا۔

☆☆☆

اسے تین دن ہو چلے تھے میکے آئے ہوئے۔ سلطان نے ایک بار کے بعد خبر نہیں لی تھی۔ امی کو بھی ان کے رویے سے کسی غیر معمولی بات کی بھنک مل گئی تھی......
انہوں نے گیتی سے کئی بار پوچھا مگر اس نے زبان نہیں کھولی۔ ماں باپ کو بتا کے اسے کیا ملتا، الٹا انہی کو تکلیف ہوتی۔
وہ جتنا اپنی زندگی کا ڈھب سوچتی اتنی ہی حیرت میں غوطے لگاتی۔ بھلا ایسا بھی کیا دوستانہ کہ انسان اپنی نصفِ بہتر کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی بات پہ یقین کر لے۔ کیا سلطان نے اسے اب تک جانا ہی نہیں تھا۔
دراصل اس نے خود ہی نہیں جانا تھا کہ سلطان کے لیے دوسرا کوئی دوسرا نہیں اس کی اپنی ذات تھی۔
نیزے کی انی سا خیال اس کے دل میں سوراخ ڈال دیتا۔ اب اس کا دل، دل نہیں رہا تھا سلطان کی...... بے اعتنائیاں سہہ سہہ کر چھلنی بن چکا تھا۔ کبھی وہ افروز کی بات پہ ٹکر ٹکر ان کی شکل دیکھتی رہی۔
''میری بہن تو بیچاری اپنی اکلوتے بیٹے کی فکر میں آدھی ہو گئی ہے۔'' وہ تب بھی چپ رہی۔
''میں کیا کہہ رہی ہوں تم سن رہی ہو۔'' امی کو اس کی فکر دامن گیر تھی مگر ابھی وہ خود بھی الجھی ہوئی تھیں۔
''زید نے تو شادی نہ کرنے کی قسم ہی کھالی ہے۔''
''لیکن آپ یہ سب مجھے کیوں بتا رہی ہیں۔ میری تو اپنی نیا منجدھار میں ہے۔''
امی کو اس کے لہجے کی مایوسی ڈرانے لگی تھی۔ قبل اس کے کہ بات کوئی فیصلہ کُن موڑ اختیار کرتی، اس نے خود ہی واپسی کا قصد کر لیا لیکن یہ اتنا بھی اچانک نہیں تھا۔
ایک رات کھانے کے بعد ہونے والی متلی، قے اور چکروں نے اسے نڈھال کر دیا۔ افروز تو بجائے فکرمند ہونے کے خوش ہی ہو گئیں۔ اس نے بھی ان کی خوشی دیکھتے ہوئے ڈاکٹر کے بجائے سلطان کے پاس جانے کا فیصلہ کر لیا۔
''مجھے ڈاکٹر کے پاس جانا ہے، مجھے لگتا ہے، میں

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ماں بننے والی ہوں۔"

سلطان نے اس کی واپسی پر اس کی انا کو مجروح کرنے کے لیے جو لفظ تول کر رکھے تھے، وہ اس نے سنے بغیر ہی سماعتوں میں قید کیے اور حیا کا لب پہ دم پھڑ پھڑاتا ہوا پنچھی آزاد کر دیا۔

ان کے پاس خاموشی اور رضامندی کے سوا کوئی چارہ نہ بچا۔

ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ وہ لوگ سلیم کے علم میں لائے بغیر گھر سے کہیں جا رہے تھے۔ گیتی کو آنے والی خوش کن تبدیلی کی بہاروں کی خوشبو سی محسوس ہونے لگی۔

"فوڈ پوائزن کا کیس ہے۔" ڈاکٹر کی آواز اس کے سر پر ٹوٹتے پہاڑ کی گڑگڑاہٹ تلے دب گئی۔

"ہاں یار ایسے ہی بس...... تم تو جانتے ہو عورتوں کے نخرے، بہانے ہوتے ہیں توجہ سمیٹنے کے بس۔"

بس......

بس......

بس......

اس "بس" کے آگے وہ کتنی بے بس تھی۔ بس میں ہوتا تو چیخ، چیخ کر ان کو زندگی کے سب سے بڑے ادھورے پن کے بارے میں بتاتی۔

سلطان کو قلق تھا۔ اس کا اندازہ غلط ہونے کا نہیں بلکہ فضول میں ڈاکٹر کے پاس جانے کا۔ وہ بھی چپ چاپ پھر سے کوششوں میں جت گئی۔

آخر فیملی مکمل تو بچوں سے ہی ہوتی ہے۔ عورت کی ذات کی تکمیل بھی اور زندگی میں بہت سے خالی خانے اولاد کے وجود سے بھر جاتے ہیں۔ کئی رشتوں کا ادھورا پن، ان کی موجودگی سے محسوس نہیں ہوتا۔ فراغت کا تکلیف دہ احساس بھی، محبت بھری تھکن کی اوڑھنی میں دبکا وجود سکون کی نیند سوتا رہتا ہے۔

☆☆☆

زندگی آگے سرکی تو وقت کی گرد پہ پڑنے والے نشان گواہ تھے کہ اس نے کس طرح اس وقت کو گھسٹ، گھسٹ کر گزارہ تھا۔

لوگ کہتے تھے وقت بدلتا ہے۔ اس کا تو وہیں کا وہیں ٹھہرا تھا۔ وہی سلطان تھے اور وہی ان کی دوستی یاری۔ بیوی سے صرف جان پہچان یا ضرورت کا رشتہ......

اس کے دل میں جب اپنے ادھورے پن کا احساس پاگل پن کی حدوں کو چھونے لگا تو ایک دن سلطان کی خالہ ہی فرشتہ بنیں اور سلطان پر برس پڑیں۔

"ارے واہ! اتنے سال ہو گئے شادی کو... اور تمہیں کوئی احساس ہی نہیں......"

"تو...... کیا کروں خالہ جان؟" سلطان ان کے انداز پہ دب سے گئے۔

"یہ بھی میں بتاؤں۔ ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ دوا دارو کرو۔ اپنی نسل بڑھانی ہے کہ نہیں......"

سلطان کا ارادہ تھا یا نہیں لیکن خالہ کا دوٹوک انداز مجبور کر گیا۔

"علاج ہوگا تو بہتری آئے گی ان شاء اللہ۔" اس کے تھکے ہوئے وجود میں بھی زندگی کے آثار جاگے لیکن فقط دیے کی بجھتی لو کے پھڑ پھڑانے کی طرح۔

"آئی ایم سوری، آپ تو صحت مند ہیں لیکن...... آپ کے ہزبینڈ......"

اس نے خاموشی سے رپورٹس لے جا کے سلطان کے آگے رکھ دیں۔

"جھوٹ...... بکواس...... ڈاکٹروں کو اپنے پیسوں سے غرض ہوتی ہے بس...... اب پھر بلانے لگیں گے نت نئے چکروں کے لیے۔" انہوں نے رپورٹس کا لفافہ ہوا میں اچھالا اور فون پر سلیم سے کوئی بات کرنے لگے۔

گیتی دل میں اٹھتے طوفان کو دبائے تحمل سے انہیں دیکھتی رہی۔

"پھر بھی...... بچے تو...... حسن ہوتے ہیں زندگی کا... ان کے بغیر کیسے......"

"ارے تم کیا رٹ لگا کے بیٹھ گئیں...... ہونے ہوں گے تو ہو جائیں گے۔ نصیب کی بات ہوتی ہے ساری۔"

وہ اس میں انٹرسٹڈ ہی نہیں تھے۔ کمپنی انہیں دبئی بھیج رہی تھی عین ممکن تھا کہ گیتی بھی ساتھ ہی چلی جاتی۔ وہ جانے کے لیے جی جان سے تیار تھے۔ بس اسی بات کا غم تھا کہ سلیم ساتھ نہیں ہوگا اور وہ خوش تھی کہ سلیم ساتھ نہیں ہوگا۔

☆☆☆

انسان کے سالوں کے ارادے، بھربھری ریت کے

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

مانند جب ہاتھ سے پھسلتے ہیں، کانچ کے برتن کی طرح لمحوں میں چکنا چور ہوتے ہیں تو ان کی کرچیاں صرف دل نہیں روح تک میں پیوست ہوجاتی ہیں۔

اس کے ارادے بھی ایسے ہی ٹوٹے، ایسے ہی چھوٹے تھے۔

کہاں وہ دبئی جارہی تھی اور کہاں اب دنوں سے ماں کے گھر میں پڑی خود پر بیتے وقت کے ظلم کا افسوس کرتے تھکتی نہیں تھی۔

ارادہ تو یہی تھا کہ دبئی جاکر جہاں نئی زندگی ہوگی وہاں نئے ملنے ملانے والوں میں سلطان، سلیم کو یقیناً بھول جائیں گے اور رفتہ رفتہ ہی سہی انہیں گیتی نظر آنا شروع ہو جائے گی لیکن اس سے چند ہی شاموں کے فاصلے پر اس کی سلطان سے جھڑپ سی ہوگئی۔

وہ اپنی غلطی کی مانتی تھی۔ اس نے بہ آواز بلند سلیم سے جان چھوٹنے پر خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ جو سلطان کے کانوں میں پڑ گیا۔ اسے بھی فون رکھتے وقت تک اندازہ نہ ہوا کہ سلطان قریب ہی کھڑے اس کی ساری باتیں نہ صرف سن چکے تھے بلکہ چراغ پا ہوکر اسے بے نقط سنانے بھی والے تھے۔

وہ بیچاری سی بن گئی۔ اب کیا ہوسکتا تھا جواب میں...... خاموشی کے سوا لیکن ان کا ایک طعنہ......

''احسان مانو اس کا جو تم جیسی کے لیے اس ہی نے کہا تو میں تمہیں برداشت کر رہا ہوں ورنہ اس دن کی حرکت......''

وہ حیران پریشان سی ان کی صورت تکنے لگی۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں تھی اور سلطان کو اب بھی اسی شخص پہ بھروسا تھا جو ان کے گھر، ان کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

''میں بھولا ہوں نہ بھولوں گا کبھی......'' وہ تڑپ سی گئی۔

''احسان...... احسان کس بات کا مانوں میں، ارے احسان تو اس بدقماش کو ماننا چاہیے کہ قدرت نے اس کا پردہ رکھ لیا۔'' اس نے بھی آج سب بے باق کرنے کی ٹھان لی تھی۔ وہ تنک کر بولی۔

''اچھا قدرت نے پردہ رکھ لیا تو تم اٹھا دو پردہ......'' سلطان کا لب ولہجہ بھی آریا پار والا ہوگیا۔

''کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس اپنی پارسائی کا...... حالانکہ میں نے خود تمہیں دیکھا تھا اس دن...... مگر میں یاد بھی نہیں کرنا چاہتا...... بولو...... ہے کوئی ثبوت؟''

''ٹھیک ہے کوئی ثبوت نہیں میرے پاس...... لیکن میں اپنی بات پہ اب بھی قائم ہوں...... بدکردار ہے وہ آدمی اور......'' قریب تھا وہ چیخ کر آپے سے باہر ہوجاتی لیکن اس سے پہلے سلطان خود ہی چیخ پڑے۔

''بس...... اگر وہ ٹھیک نہیں ہے تو نہ سہی...... مگر میرا دل تم سے بھی صاف نہیں...... بہتر ہوگا اس بات کو یہیں چھوڑ جاؤ۔''

''بہتر ہوگا کہ آپ مجھے یہیں چھوڑ جائیں اور اس کو لے جائیں۔ جس کی جگہ آپ کے دل اور دماغ میں بیوی سے بھی زیادہ ہے۔''

وہ غصے میں بولی اور کمرے میں بند ہوگئی۔ سلطان نے جانے کیسے ضبط کیا مگر بہرحال بات دب گئی۔

☆☆☆

چند دن گزرے تو سلطان کا غصہ جہاں ٹھنڈا ہوا وہیں اس نے بھی آگے کی سوچی۔

کہہ دینا آسان تھا مگر شوہر کے بنا زندگی کا بھلا کوئی تصور بھی تھا اس کے نزدیک...... ہرگز نہیں......

ان ہی سوچوں میں غلطاں اٹھ کر الماری کھولی تو سامنے ہی نیا نکور اسمارٹ فون رکھا تھا جو سلطان بطورِ خاص دبئی سے پاکستان بات کرنے کے لیے لائے تھے۔ کچھ دیر تک تو یونہی اس سے کھیلتی رہی پھر اپنی ایک تصویر کھینچی......

''اونہہ۔'' بدمزہ ہوکر فوراً ہی ڈیلیٹ کر دی پھر کچھ سوچ کر ویڈیو کا آپشن نکالا۔

ابھی ریکارڈ کا بٹن دبا کے ڈریسنگ پہ سیٹ ہی کیا تھا کہ ڈور بیل بج اٹھی۔

سلطان کے آنے کا وقت نہیں تھا۔ اس کا اندازہ ٹھیک تھا۔ باہر سلیم کھڑا تھا۔ گیتی کا منہ کڑوا ہوگیا۔

''سلطان پاسپورٹ آفس گیا ہے۔ اس نے ایک فائل منگائی ہے۔'' اس نے گیتی کو فائل کا رنگ اور جگہ بتائی۔ وہ بنا کچھ بولے واپس پلٹ گئی۔

نیلے رنگ کی تو کیا الماری میں سرے سے کوئی فائل تھی ہی نہیں۔ وہ جھنجلا کر پلٹی پھر اپنی جگہ پہ جم کے رہ گئی۔ سلیم بالکل اس کی پشت پہ ہی کھڑا تھا۔

''اندر کیسے آئے؟'' کا سوال لبوں پہ ہی دم توڑ گیا۔

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کیونکہ گرل میں سے بازو ڈال کر کنڈی کھولنا کوئی مشکل بات نہ تھی اور نہ ہی سر پہ کھڑے سلیم کے ارادے سمجھنا۔

”مجھ سے دور ہٹو غلیظ انسان......ورنہ شور مچا کے محلے والوں کو بلالوں گی۔“

اندر سے اٹھتے خوف کو دباتی اس کی آواز کمزور لیکن واضح تھی۔

”ایسی غلطی کرنے کا سوچنا بھی مت......تم جانتی نہیں انجام کیا ہوگا......ویسے بھی ایک بار مجھ سے پنگا لینے کی کوشش کر چکی ہوناں پھر دیکھا انجام کیا ہوا۔“

اس کی مکروہ ہنسی گونجی۔

”خبردار جو مجھے ہاتھ لگایا یا کوئی بدتمیزی کرنے کی کوشش کی تو......“ اس نے بات ادھوری چھوڑ کر اسے دھکا دینے کی کوشش کی۔ وہ ذرا سا لڑکھڑایا۔

”ارے باپ رے...... ننھی سی جان میں اتنا غصہ......“

”بکواس بند کر...خبیث انسان۔“ اس نے زور لگایا جواباً سلیم نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا وہ بیڈ پر جا کے گری۔

”بہت زبان چلتی ہے تیری......کیا کہا تھا تو نے سلطان سے......خدا کا شکر ہے مجھ سے جان چھوٹے گی......اب بتا......اس کی جان تو چھوٹ جائے گی......مجھ سے تجھے کون بچائے گا۔“

گیتی نے بدک کر پیر اوپر کیے اور کھسکتی ہوئی پیچھے کی جانب چلی گئی۔ سلیم بے حد اطمینان سے اس کے نزدیک آیا۔

”بہت دنوں بلکہ سالوں ترساہوں میں اس دن کے لیے۔ تیری ایک جھلک نے جتنا مجھے تڑپایا ہے، آج میں اسی حساب سے تجھ سے بدلہ لوں گا۔ اور اس الو کے پٹھے سلطان کو بھی سبق مل جائے گا۔ جو میرے بغیر تجھے لے کر دبئی میں عیش کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس دن کے لیے میں نے اتنی جھک ماری کہ کام میرے برابر کرے اور پروموشن لے جائے وہ......بڑا آیا قسمت، قسمت کرنے والا......ایسا جھٹکا دوں گا کہ باؤلے کتے کی طرح جگہ جگہ بھونکتا پھرے گا سالا اور تو......“

سلیم ایک بار پھر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

”میرے قریب مت آؤ......کاش سلطان نے بہت پہلے تمہارا یہ مکروہ چہرہ دیکھ لیا ہوتا۔“ گیتی کی آواز خوف اور صدمے سے پھٹ سی گئی۔

سلیم ہنستے ہوئے اس کے بالکل نزدیک آ گیا۔ گیتی نے اپنے بچاؤ کے لیے مزید پیچھے ہونا چاہا مگر ناکام رہی۔

سلیم اس پر جھکا اور عین اسی وقت اس نے سائڈ ٹیبل پر ہاتھ مارا اور آرائشی لیمپ اٹھا کر پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا۔

ضرب شدید تھی۔ وہ درد سے بلبلا گیا۔ گیتی نے اس کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر پے در پے کئی وار اس کے سر پر کیے۔ گیتی کے منہ سے مغلظات اور سلیم کے سر سے خون کا فوارہ ایک ساتھ ابلے۔

”ذلیل کمینے، میری جان، عزت، خوشیوں کے دشمن......جلاد......کتے ہوس خورے......“ اس کا پارہ چڑھتا گیا۔ ہاتھ رکے نہ زبان تاوقتیکہ سلیم سر پکڑ کر ایک جانب ڈھیر ہو گیا۔

☆☆☆

”امی......میں سلطان سے طلاق لے رہی ہوں۔“

کئی دن کی جان لیوا خاموشی کے بعد خاموشی ٹوٹی تو امی کے ہاتھ سے پانی کا گلاس چھوٹ گیا۔

وہ جس دن گھر آئی تھی۔ اس حالت میں تھی کہ کچھ نہ جانتے ہوئے بھی ان کا دل ڈوب گیا تھا۔

انہوں نے اپنے شوہر کو بھی اس سے پہلے اس انداز میں نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے گیتی سے سوال کرنے کا ارادہ ہی کیا تو وہ ایسے بلک کر روئی کہ سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

”کچھ مت پوچھو۔ صرف دل جوئی کرو۔ خود ہی بتا دے گی سنبھلنے کے بعد۔“

”آپ سلطان میاں سے کچھ......“

”نہیں......میں پہلے اپنی بیٹی کی بات سنوں گا پھر کسی اور کی......“

اور اب جو بات بیٹی کر رہی تھی، اسے اس طرح سمجھ لینا ناممکن نہیں مگر مشکل بہت تھا۔

”دیکھو بیٹی......میں تمہاری بات مان لوں گا۔ اگر کوئی گنجائش نہ نکل سکی تو......لیکن تمہیں مجھے پہلے پوری بات بتانا ہوگی۔“

”بات ایسی ہے ابا کہ......“ اس نے کرب سے آنکھیں میچ لیں۔

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

''میں آپ کو بتا ہی نہیں سکتی۔'' گیتی نے انہیں سوال کرنے کے قابل نہیں چھوڑا۔

افروز نے اپنا دل تھام لیا۔ سلطان اور اس کے دوست کا حد درجہ لگاؤ ان میاں بیوی سے چھپا ہوا نہیں تھا لیکن اب تو گیتی اور سلطان دبئی جانے والے تھے پھر......

''سلطان کا دوست سلیم بد نیت تھا لیکن غیر تھا۔ سلطان تو میرے اپنے تھے مگر افسوس کہ انہوں نے ہمیشہ میرے بجائے اس کی بات کو اہمیت دی۔ انہوں نے اسے وہ مان اور بھروسا دیا جو مجھے دینا چاہیے تھا۔ جو شخص مجھ پہ اعتبار نہیں کر سکا۔ اتنے سالوں کی رفاقت میں مجھے جان نہیں سکا۔ میں اب مزید اپنی زندگی اس کے ساتھ ضائع نہیں کر سکتی اور......اور یہ نوبت بھی نہ آتی۔ میں زندگی بھر بے اولاد رہتی۔ ان کی کمی خود پر جھیلتی زندگی گزار دیتی اگر......اگر وہ پہلی ہی بار میں میری بات سنتے سمجھتے، مجھ پر اعتبار کرتے لیکن اب......اب واپسی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اب یہ ممکن نہیں ہے امی۔''

افروز دم سادھے اسے سنتی رہیں۔ وہ اپنا زخم، زخم دل کھول کر ایک، ایک گھاؤ دکھاتی گئی۔

افروز کے اندر اتنی ہمت بھی نہیں بچی کہ اپنی بچی کی دادرسی کے لیے فقط چند لفظوں کی ہمدردی کا پھایا، اس کے رستے دل پہ رکھ سکتیں۔

☆☆☆

''ثبوت چاہیے تھا ناں آپ کو......آپ کا اسمارٹ فون بھیج رہی ہوں۔''

کئی بار کا پڑھا ہوا خط ان کے آگے پڑا تھا اُن کی خالی نگاہیں اسے ٹٹول رہی تھیں۔

''اس میں ہر بات کا ثبوت ہے۔ میری بے بسی اور آپ کی بے حسی کا۔ میری کم مائیگی اور آپ کی بے رخی کا......اور سب سے بڑھ کر آپ کی دوستی اور اس کے خلوص کا۔ آپ کے دوست نے پہلی ملاقات کا احوال آپ کو ضرور سنایا تھا۔ اس ویڈیو کو دیکھنے کے بعد آپ اس کے دل کا حال بھی جان لیں گے اور اس کی نیت بھی۔ جس میں میرے لیے تو کھوٹ تھا ہی مگر افسوس کہ وہ تو آپ کے ساتھ بھی بے وفا دھوکے باز نکلا۔ مجھے بہت افسوس رہے گا کہ میں نے سالوں پرانی دوستی کی حقیقت کا ثبوت آپ کے سامنے پیش کر کے آپ کو تنہا کر دیا ہوگا۔ مگر آپ میرے لیے بالکل افسوس نہ کیجیے گا۔ ایک بہتر مستقبل اور خوشیوں بھری زندگی دیر سے ہی سہی لیکن میرا مقدر بننے والی ہے۔ میں دعا کروں گی کہ شاہراہِ حیات پہ آپ کو بھی کوئی ہمراہی مل جائے اور آپ پچھلی غلطیوں کو نہ دُہراتے ہوئے، نئی زندگی کا آغاز کر سکیں۔''

سلطان کی آنکھیں دھندلا گئیں۔ اس روز گھر واپسی پہ زخمی حالت میں سلیم کو دیکھ کر اُن کے حواس سلب ہو گئے تھے۔ سلیم نے ہوش میں آنے کے بعد وہی کہانی دُہرائی جو پہلے بھی بتا چکا تھا مگر......اس روز پہلی بار سلطان کو اس کے لب و لہجے سے جھوٹ کی بُو آئی۔

گیتی اگر غلط بھی ہوتی تب بھی وہ اتنی وحشی اور جنونی نہیں تھی کہ محض سلیم کے انکار کرنے اور سمجھانے پہ مار، مار کر اسے لہولہان کر دیتی۔ اس کا چہرہ بگاڑ دیتی۔

انہیں اتنے سالوں بعد اب جا کے خیال آیا تھا کہ وہ بہت دھیمے مزاج کی عورت تھی۔ یہ حملہ تو کسی زور زبردستی کا نتیجہ لگتا تھا۔

وہ دماغ کی آوازوں کو جھٹلا نہ سکے تھے کہ اب ثبوت بھی سامنے آ گیا۔ وہی ثبوت جو انہوں نے سلیم کے یارانے کے بھروسے بہت کروفر سے گیتی کو جھٹلا کر اس سے مانگا تھا۔

اب ثبوت ملا تھا تو وہ آئینے میں اپنی شکل دیکھنے کے قابل نہیں رہے تھے۔

''آخری بات......میرے راستے میں آنے کی کوشش مت کیجیے گا۔ یہ میری التجا نہیں تنبیہ ہے۔ کیونکہ اپنی عزت کا محافظ بن کے اسی عزت پہ ہاتھ ڈالنے والوں کی راہ ہموار کرنے والے کو میں فی الحال معاف نہیں کر سکتی۔ گزشتہ زندگی میں ہونے والی کوتاہیوں پہ میں آپ سے معافی مانگتی ہوں اور اللہ سے دعا بھی کرتی ہوں کہ معافیوں کا سلسلہ اپنے انجام کو پہنچ جائے۔ رہی تلافیوں کی بات تو اب اس کی ضرورت مجھے ہے نہ آپ کو ہوگی۔''

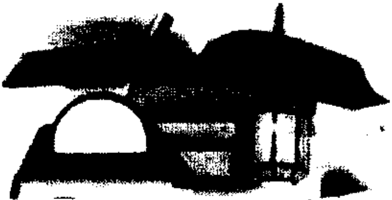
سلطان کی سرخ آنکھ سے ایک بے رنگ قطرہ نکل کر ان کے ضبط سے بے حال چہرے کا بھرم توڑتا ہوا گریبان میں جذب ہو گیا۔

رشتوں کی حیثیت وضع کرنے کے لیے انہیں ثبوت چاہیے تھا۔ اب ثبوت مل چکا تھا مگر رشتے باقی نہیں بچے تھے۔

▲▲▲

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com



اختر شجاعت

عدل ...... صفتِ الٰہی

تمام تر تعریف اور تمام حمد و ثنا صرف اور صرف اللہ عزوجل کے لیے ہے جو اس کائنات کا مالک اور خالق ہے۔ ایسی حمد جو ہمیشہ، ہمیشہ رہے۔ تو نے ہمیں پیدا کیا اور ہر لحاظ سے درست پیدا کیا۔ بیمار کیا اور پھر شفا بھی بخشی...... اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے مالک ہماری حاجتیں پوری فرمادے...... کہ ہر اطمینان ہو تیری فرمانبرداری میں...... سرور ہو تو تیری عبادت میں خواہش ہو تو تیری رضا کی، ثواب کی۔ اور کنارہ کشی ہو تو ان چیزوں سے جو تیرے دردناک عذاب کا باعث ہیں...... بے شک تو بڑی قدرت والا ہے...... اور درود و سلام ہو ہمارے پیارے آقا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر......

آج ہمارا موضوع عدل ہے۔ عدل کے لغوی معنی ہیں، برابری...... مساوات...... انصاف...... عدل و انصاف ایک ایسی چیز ہے جس نے دنیا کے نظام کو قائم کر رکھا ہے...... اگر یہ اٹھ جائے تو کارخانۂ عالم درہم برہم ہوجائے۔ اسلام عدل و انصاف کا بڑا حامی ہے۔ جس کے نزدیک دوستی، دشمنی، رنگ و نسل، رشتے داری و اجنبیت، امارت و غربت اور دین و مذہب، عدل و انصاف کی راہ میں حائل نہیں......

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”انصاف پر قائم رہو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ (سورۂ حجرات)

یعنی عدل کے معنی انصاف ایسا کرنا کہ کسی چیز کو دو برابر حصوں میں بانٹ دینا، ہر ایک کو اس کا حق پورا، پورا دینا...... عدل اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا ایک روشن باب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔“ (سورۂ نحل)

”اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔“ (سورۂ نساء)

عدل و انصاف اسلام کی ایک جامع اصطلاح ہے اور اس کے معروف معنی ”عدالتی اور قانونی عدل“ کے ہیں۔ یعنی لوگ جب باہمی تنازعات میں عدالت سے رجوع کریں تو انہیں بلا روک ٹوک اور سستا انصاف ملے اور وہ اپنی ناداری، کمزور مالی حالت...... کمتر معاشرتی حیثیت یا فریقِ مخالف کی دولت و ثروت یا جاہ و منصب اور قوت و اقتدار کی وجہ سے انصاف سے محروم نہ رہیں۔ یعنی انصاف قابلِ فروخت جنس نہ ہو اور منصف، کرسی، عدالت پر حاکمِ وقت اور بڑے سے بڑے جابر سے زیادہ طاقتور ہو۔ ایسے ”امام عادل“ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے خصوصی سایۂ رحمت کی بشارت دی ہے۔

اس کے علاوہ بھی عدل انسان کی پوری زندگی پر محیط ہے...... مثلاً تجارت میں عدل سے مراد پورا، پورا ناپ تول کر دینا اور لینا...... معیشت میں عدل سے مراد سب کی جائز ضرورتوں کو پورا کرنا اور سب کو معاشی ترقی کے یکساں مواقع فراہم کرنا...... معاشرت میں عدل سے مراد سب کو یکساں عزت و احترام کا حق دار سمجھنا، کسی کو رنگ و نسل وغیرہ کی بنا پر حقیر نہ سمجھنا...... معیار شرافت، تقویٰ کو سمجھنا...... عائلی و ازدواجی زندگی میں عدل سے مراد تمام ازواج کے ساتھ مساوی سلوک کرنا اور بیوی، بچوں کے حقوق کو ادا کرنا وغیرہ، وغیرہ......

حضرت سیدنا احمد بن عاصم انطاکیؒ فرماتے ہیں کہ ”عدل دو طرح کا ہوتا ہے۔

1۔ عدلِ ظاہری جو تیرے اور لوگوں کے درمیان ہو......

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

2۔ عدلِ باطنی جو تیرے اور اللہ کے درمیان ہو۔ عدل کا راستہ استقامت کا راستہ ہوتا ہے۔"

حضرت شیخ ابوعثمان الحیریؒ فرماتے ہیں اخوت کا حق یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کو اپنا مال پیش کرو مگر خود اس کے مال کی طمع نہ رکھو...... اس کے ساتھ انصاف کرو مگر اس سے انصاف کا مطالبہ نہ کرو...... تم اس کے تابع رہو مگر یہ توقع نہ رکھو کہ وہ تمہارے تابع رہے اس کی طرف سے جو چیز ہے اس کو بہت سمجھو مگر تمہاری طرف سے اس کے ساتھ جو سلوک ہو...... اسے کم سمجھو۔

عدل ان فضائلِ اخلاق میں ہے کہ اس پر عمل کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور دوستی کی شہادت سناتا ہے۔

علمائے کرام نے عدل کی دو قسمیں بیان کی ہیں، انفرادی عدل، اجتماعی عدل۔ عدل جب کسی فرد کی صفت بنتا ہے تو انفرادی عدل کہلاتا ہے اور جب عدل جماعت یا حکومت کی صفت کی حیثیت سے ظاہر ہوتا ہے تو اجتماعی عدل کہلاتا ہے۔

صاحبِ حق کا اپنے حق کو لینا اور دوسرے شخص کا اسے دے دینا انفرادی عدل ہے۔ اسی طرح اپنی ذات کے حقوق ادا نہ کرنا یا بیوی بچوں کی ضروریات پوری نہ کرنا بھی عدل کے منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے رہبانیت کو منع کیا ہے اور وہ صحابی جنہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ہمیشہ عبادت میں رہیں گے، روزے رکھیں گے اور شادی نہ کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلا کر اس ارادے پر عمل کرنے سے روک دیا اس لیے کہ جسم کے حقوق ادا کرنا بھی انصاف کا تقاضا ہے۔

ایسا انصاف جس کا تعلق معاشرے سے ہو، اجتماعی عدل کہلاتا ہے اور اس پر عمل کے مواقع حکام اور سلاطین کو زیادہ ملتے ہیں۔ جن کو اللہ نے اقتدار دیا...... مگر انہوں نے اختیارات کا ناجائز استعمال کیا یعنی کسی کو غیر ضروری طور پر بخش دیا اور کسی کو محروم کر دیا۔ اسلام نے ایسی ناانصافی کو شدت کے ساتھ روکا ہے...... خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوۂ امت کے سامنے ہے۔ جہاں معاشرتی عدل کی متعدد مثالیں ہیں۔

غزوۂ بدر میں قیدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے جو اس وقت تک دینِ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ صحابہ کے ذہن میں اس رشتے داری کا خیال تھا۔ انہوں نے حضرت عباسؓ کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا چاہا تو آپؐ نے اس سے منع فرما دیا۔

سورۂ نسا میں بھی جہاں عدل کا حکم دیا گیا اس سے اجتماعی عدل ہی مراد ہے۔

"اور جب تم لوگوں کے ساتھ فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کیا کرو......" معاشرتی انصاف حقیقتاً حاکم کی ذمے داری ہے اور جو حاکم اس فرض کو بخوبی نبھاتا ہے اس کا مقام بہت زیادہ بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ جن سات اشخاص کو روزِ قیامت اپنے عرش کے سایہ میں لے گا ان میں سے ایک عادل حاکم بھی ہوگا۔

☆☆☆

اللہ کے مقدس رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہان میں سب سے زیادہ امین، سب سے بڑھ کر عادل تھے۔ مکہ والوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ آپؐ اعلیٰ درجے کے امین اور عادل ہیں، یہی وجہ تھی کہ اعلانِ نبوت سے پہلے اہلِ مکہ اپنے مقدمات اور جھگڑوں کا آپؐ سے فیصلہ کرایا کرتے تھے اور آپؐ کے تمام فیصلوں کا احترام کرتے ہوئے ان کو بلاچوں وچرا تسلیم کر لیتے تھے۔

قبیلۂ قریش کے خاندان بنی مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی...... اسلام میں چور کی یہ سزا ہے کہ اس کا دایاں ہاتھ پہنچوں سے کاٹ دیا جائے۔ قبیلۂ قریش کو اس واقعے سے بڑی فکر لاحق ہوگئی کہ اگر ہمارے قبیلے کی اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو یہ ہماری خاندانی شرافت پر ایسا بدنما داغ ہوگا جو کبھی مٹ نہ سکے گا اور ہم لوگ تمام عرب کی نگاہوں میں ذلیل وخوار ہو جائیں گے، اس لیے ان لوگوں نے طے کیا کہ بارگاہِ رسالت میں کوئی زبردست سفارش پیش کر دی جائے تاکہ آپؐ اس عورت کا ہاتھ نہ کاٹیں چنانچہ ان لوگوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو جو نگاہِ نبوت میں انتہائی محبوب تھے دباؤ ڈال کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ دربارِ اقدس میں سفارش پیش کریں۔ حضرت اسامہؓ نے اشرافِ قریش کے اصرار پر سفارش عرض کر دی...... یہ سن کر پیشانی نبوتؐ پر جلال کے آثار نمودار ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی غضبناک لہجے میں فرمایا۔ "اے اسامہ تو اللہ تعالیٰ کی

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

مقرر کی ہوئی سزاؤں میں سے ایک سزا کے بارے میں سفارش کرتا ہے؟" پھر اس کے بعد آپؐ نے کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا اور یہ ارشاد فرمایا......

"اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس وجہ سے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں سے شریف چوری کرتا تھا تو اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر سزائیں قائم کرتے تھے...... اللہ کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے گی تو یقیناً محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کا ہاتھ کاٹ لے گا۔"

☆☆☆

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی کا ایک واقعہ ہے

ایک بار ایک یہودی نے آپؓ کی زرہ چرالی۔ حسنِ اتفاق جب وہ یہودی بازار میں اس زرہ کو فروخت کر رہا تھا آپؓ وہاں تشریف لے آئے اور اپنی زرہ کو پہچان لیا، اب کیا تھا یہودی گرفتار کر لیا گیا اور قاضی کی عدالت میں مقدمہ شروع ہو گیا۔

حضرت علیؓ کی شان ایسی تھی کہ اگر آپؓ چاہتے تو خود ہی اس یہودی کو بڑی سے بڑی سزا دے سکتے تھے لیکن اپنے اختیار سے فائدہ نہ اٹھایا...... جس طرح اور لوگوں کے مقدمے کا فیصلہ ہوتا تھا اسی طرح اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں لے گئے...... اور اس ایماندار قاضی نے بھی اس مقدمے کا فیصلہ انصاف کے مطابق کیا...... اس نے حضرت علیؓ سے کہا...... "اگر یہ زرہ آپ کی ہے تو کوئی گواہ پیش کیجیے جو اس بات کی شہادت دے کہ آپؓ جو کچھ فرما رہے ہیں سچ ہے۔"

قاضی کی یہ بات سن کر حضرت علیؓ نے جواب دیا......

"اس بات کی گواہی میرا بیٹا حسنؓ دے سکتا ہے......" جبکہ حضرت حسنؓ ہر لحاظ سے اعتبار کے قابل تھے...... لیکن اسلامی شریعت میں یہ مسئلہ ہے کہ قریب کے رشتے داروں کو گواہ نہیں بنایا جا سکتا شبہ ہو سکتا ہے کہ کہیں وہ محبت کی وجہ سے غلط بات نہ کہہ دیں...... چنانچہ قاضی نے یہ گواہی قبول نہ کی...... "آپ کوئی اور گواہ لائیں......" کوئی اور آدمی ہوتا تو مقدمہ جیتنے کے لیے کتنے ہی آدمیوں کے نام لکھوا دیتا...... لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔

"ان کے سوا کوئی اور گواہ ایسا نہیں ہے جسے یہ معلوم ہو کہ یہ زرہ میری ہی ہے......"

"تو پھر میں یہ زرہ آپ کو نہیں دلوا سکتا......" قاضی نے فیصلہ سنا دیا...... اس انصاف کا یہودی کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ فوراً مسلمان ہو گیا اور خود یہ بات مان لی کہ زرہ واقعی حضرت علیؓ کی ہے...... اس نے کہا۔ "جس قوم کے لوگ غیروں کے ساتھ بھی ایسا انصاف کرتے ہیں وہ ضرور سچائی کے راستے پر ہیں۔"

☆☆☆

ایک شخص نے حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس حضرت علیؓ کے خلاف دعویٰ دائر کیا...... حضرت علیؓ اس وقت حضرت عمرؓ کی مجلس میں ہی بیٹھے تھے...... حضرت عمرؓ نے مدعی کا بیان سن کر ان کی طرف دیکھا اور کہا...... "اے ابوالحسنؓ اٹھیے اور مدعی کے ساتھ جا کر بیٹھیے......" حضرت علیؓ نے آپ کی بات پر عمل کیا...... حضرت عمرؓ نے بیانات سن کر فیصلہ دے دیا...... مدعی چلا گیا تو حضرت علیؓ پھر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔

حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے...... حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھ کر کہا...... "اے ابوالحسن! آپ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے کیا آپ کو کوئی بات ناگوار گزری ہے؟"

"ہاں......" حضرت علیؓ نے کہا۔

"کون سی بات؟"

"یہ کہ آپؓ نے مجھے نام کے بجائے کنیت سے پکارا آپ کو کہنا چاہیے تھا کہ "علیؓ اٹھو اور مدعی کے پاس جا کر بیٹھو......"

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ کا ماتھا چوم لیا اور فرمایا...... "میرا باپ آپؓ پر قربان ہو آپؓ لوگوں کے ہی ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دی اور آپؓ ہی کے ذریعے ہم کفر کے اندھیرے سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آئے۔"

☆☆☆

حضرت ابن عباسؓ نے خلیفہ دوئم حضرت عمرؓ کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے سامنے اس دلسوز سانحے کا ذکر کیا جسے یاد کر کے آپؓ بے ہوش ہو گئے تھے...... صحابہ کرامؓ کے پوچھنے پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا...... میں ایک روز مسجد نبوی میں امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا...... کچھ اور حضرات بھی بیٹھے ہوئے تھے...... یکا یک سامنے سے ایک نوجوان لڑکی آئی اور حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی گود میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا جو شاید

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اسی روز پیدا ہوا تھا...... لڑکی نے کہا ''السلام علیک یا امیر المومنین......! '' آپؓ نے فرمایا...... ''وعلیک السلام......'' لڑکی نے کہا۔ '' مجھے آپ سے کچھ عرض کرنی ہے......'' آپؓ نے کہا...... ''کہو کیا مدعا ہے؟''

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ اس لڑکی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے پھر اس نے کہا۔ ''یہ بچہ آپ کے فرزند سے پیدا ہوا ہے......'' آپؓ نے فرمایا...... ''کون سے بیٹے سے؟'' اس نے کہا۔ ''ابوشحمہؓ سے۔''

آپ نے فرمایا۔ ''اے لڑکی......! سب سے پہلے تجھے خوفِ خدا کی طرف توجہ دلاتا ہوں اس کے بعد تجھ سے دریافت کرتا ہوں کہ بتا اصل واقعہ کیا ہے اور بلا دہشت و خوف کے بیان کر......''

لڑکی نے کہا۔ ''اے امیر المومنین......! میں ایک روز باغ میں سے گزر رہی تھی کہ یکا یک آپ کے بیٹے ابوشحمہ نے بحالتِ نشہ مجھے آن گھیرا اور زبردستی میری عصمت دری کی جس کے نتیجے میں......'' آپ نے اس کی پوری بات تحمل سے سنی......

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپؓ نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور اپنے مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا...... ''کہاں ہے ابوشحمہ......؟'' جواب ملا، کھانا کھا رہا ہے...... آپؓ نے فرمایا۔ ''ابوشحمہ دنیا میں تیرا یہ آخری کھانا ہے... کھالے جتنا جی چاہے۔''

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ابوشحمہ کے چہرے کا رنگ زرد ہوگیا، ہاتھ تھرتھرانے لگا اور نوالہ ہاتھ سے گر گیا۔

حضرت عمرؓ نے لڑکی کے متعلق اس سے دریافت کیا۔ ''اے فرزند! سچ کہہ دے کیونکہ اللہ سچ بولنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ جواب ملا...... ''بے شک ایسا ہی ہوا تھا۔ مگر اس کے بعد میں سخت نادم ہوا اور اللہ کی جناب میں ہی تائب ہو چکا ہوں۔'' بس اتنا سننا تھا کہ حضرت عمر فاروقؓ کا چہرہ سرخ ہوگیا اور ابوشحمہ کا ہاتھ پکڑ کر مسجد کی طرف چلے...... فرزند نے التجا کی...... ''اے والد...... خدارا مجھے رسوا نہ کیجیے مکان کے اندر ہی مجھے قتل کر دیجیے۔'' آپؓ نے فرمایا۔ ''اے فرزند......! میں تیری اس التجا کی طرف دیکھوں یا اس فرمان پر عمل کروں جہاں رب کریم فرماتا ہے......'' یعنی دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیے۔'' (سورۂ نور) اس کے بعد آپؓ نے تمام مسلمانوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا...... ''لوگو! یہ عورت سچی ہے جس کی صداقت کا اقرار بھی ابوشحمہ اپنی زبان سے کرتا ہے......'' چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی وقت غلام کو آواز دی اور کہا پکڑ لو ابوشحمہ کو اور زنا کی حد یعنی سو کوڑے اس کے لگاؤ...... افلح غلام لرزتا کانپتا سامنے آیا...... اور عرض کیا کہ افلح سے یہ کام ہرگز نہ ہو سکے گا آپؓ نے فرمایا......'' تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے......'' یعنی زنا کرنے والی اور زنا کرنے والا تو ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو...... اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ذرا رحم نہ آنا چاہیے...... اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔'' پھر فرمایا...... ''اے افلح......! تجھے خدا اور رسول کی اطاعت سے غرض ہے یا میری اولاد کی پاسداری سے ہے۔ اطاعت کر میرے حکم کی جو اطاعت ہے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو اطاعت ہے پروردگار عالم کی۔ پھر افلح سے کہا سو کوڑے پورے کرو۔''

چنانچہ جب نوے کوڑوں پر نوبت پہنچی تو ابوشحمہ کی آواز بند ہوگئی اور صورت مرجھا گئی یہ حالت دیکھ کر اصحابِ رسول بے چین ہوگئے پھر سب نے کہا...... ''اے امیر المومنین......! بس کیجیے اور ٹھہر جائیے ذرا ہم دیکھ لیں کہ ابوشحمہ زندہ بھی ہیں یا ان کی روح پرواز کر چکی ہے......'' حضرت عمرؓ نے فرمایا...... ''اللہ کا حکم پورا ہوگا اور سو کوڑے پورے کیے جائیں گے۔'' اور پھر لوگوں نے آہ وزاری شروع کی اتنی دیر میں ابوشحمہ کی والدہ چادر اوڑھے آ پہنچیں اور کہا۔ ''اے امیر المومنین! بقیہ دس کوڑے نہ ماریں میرے نازک ابوشحمہ پر رحم کیجیے، میں اس کے بدلے میں دس حج پیدل کروں گی اور اسی قدر صدقہ دوں گی......'' جس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ''حج و صدقہ حد کا بدلہ نہیں ہو سکتا اے افلح سو کوڑے پورے کر......'' آہ جب آخری کوڑا لگا تو ابوشحمہ کی جانِ قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی اس کا جسم زمین پر گر پڑا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے آنسو جاری ہوئے اور بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا......

''اے فرزند......! تمہارا باپ تم پر قربان ہو کہ تم حکم الٰہی پر قربان ہوئے...... اے فرزند! قربان اس بیٹے پر جس نے حکم خدا اور رسولؐ کو پورا کرنے میں نہ اس کے باپ نے

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

اس پر رحم کھایا اور نہ اس کے قرابت داروں نے......"
حضرت عمرؓ کے ان فقروں سے لوگوں کے دل پھٹے جا رہے تھے۔ بہر حال حضرت عمرؓ نے احکام قرآن پر عمل کیا......اور عدل کیا۔

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ کے عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ کسی مجرم کو اگر مقررہ حد سے زیادہ سزا دی جاتی تو زائد سزا دینے والے کو اس جرم کا مرتکب قرار دیتے ہوئے وہ سزا اس پر نافذ کرنے کا حکم صادر فرما دیتے۔

ایک دفعہ آپؓ نے اپنے غلام کو کسی کو سزا دینے کا حکم دیا کہ جاؤ اسے باہر لے جا کر اتنے درے لگاؤ جب اسے سزا دی گئی تو مجرم نے آپ کی خدمت میں پیش ہو کر استغاثہ دائر کر دیا کہ قنبر نے مجھے مقررہ حد سے تین دُرّے زائد لگائے ہیں...... آپؓ نے قنبر سے پوچھا تو اس نے تصدیق کر دی......کہ ہاں اسے تین درے زیادہ لگائے گئے ہیں تو آپؓ نے مجرم کو کہا...... یہ کوڑا پکڑو اور اسے تین کوڑے رسید کرو......اور پھر اپنے غلام قنبر کو تاکید کی کہ آئندہ کبھی حد سے تجاوز نہ کرنا......یہ تھا آپ کا عدل و انصاف......

☆☆☆

اپنے دشمن کے ساتھ پورا، پورا انصاف کرنے کے سلسلے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زندگی کا یہ واقعہ حیرت ناک ہے۔

جس زمانے میں آپ خلیفہ تھے تب ان پر ایک بہت ہی برے شخص عبدالرحمٰن ابن ملجم نے نماز کی حالت میں تلوار سے قاتلانہ حملہ کیا......آپؓ کے سر پر گہرا زخم آیا لوگوں نے اس ظالم شخص کو پکڑ لیا اور مارنے لگے......ایسے ظالم کو جس نے آپ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا تکلیف پہنچانا کوئی بری بات نہ تھی، آپ کو اس بات سے خوش ہونا چاہیے تھا کہ آپ کے دوست' ہمدرد اسے پیٹ رہے ہیں۔ لیکن جب آپ کو ہوش آیا اور آپؓ نے ابن ملجم کو پٹتے ہوئے دیکھا تو فرمایا......

"لوگو! اسے چھوڑ دو......اگر میں زندہ رہا تو اس مقدمے کا فیصلہ خود کروں گا اور اگر میرا انتقال ہو گیا تو اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا......" مسلمانوں نے آپؓ کا حکم مانا اور قاتل کو مارنے سے ہاتھ روک لیا۔

اس کے ساتھ، ساتھ حضرت علیؓ کی ایک اور بڑی نیکی دیکھیے جب ابن ملجم کے حواس درست ہوئے تو اس نے پانی مانگا بھلا ایسے برے آدمی کو کون پانی دے لیکن جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو آپؓ نے حکم دیا اسے شربت پلایا جائے چنانچہ آپؓ کا یہ حکم بھی پورا کیا گیا...... جو لوگ معمولی، معمولی غلطیوں پر دوسروں کو سخت سزا دینے کے عادی ہیں انہیں اس واقعے پر غور کرنا چاہیے۔

عدل و انصاف کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ انسان جب کسی معاملے پر غور و خوض کرے تو اپنی خواہش نفس کو سامنے نہ رکھے پھر نظر میں وسعت پائی جائے تنگ نظری سے پرہیز کیا جائے...... کسی طرح کی بھی جذباتی وابستگی اور ذاتی نفع، نقصان اور تنگ نظروں سے پرہیز کیا جائے......انصاف تمام معاملات میں حسن پیدا کرتا ہے......اور انبیائے کرام کو اسی لیے مبعوث کیا گیا کہ وہ لوگوں میں انصاف کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ......"ہم نے بلاشبہ رسولوں کو دلائل دے کر بھیجا ہے اور ان کے ساتھ عدل کے ترازو کو اتارا ہے تاکہ وہ لوگوں میں انصاف قائم کریں۔" (سورۂ حدید)

عدل و انصاف کے معاملے میں دوست و دشمن کے درمیان کسی بھی قسم کا فرق نہیں کرنا چاہیے۔ سچا مسلمان وہ ہے جو اپنے دشمن کے ساتھ بھی پورا، پورا انصاف کرے...... اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائے...... آمین...... اور خاص طور پر ہم اپنے باہمی رشتوں میں ایک دوسرے کے ساتھ عدل و انصاف سے کام لیں۔

حرف آخر......!

خدا کے فضل سے ہمارے عزت والے بزرگوں نے اس عدل و انصاف کے حکم پر پورا، پورا عمل کیا اور ہم یہ بات پورے یقین سے کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے ان عظیم نیکیوں کی ہی وجہ سے ایسی شان اور عزت دی کہ غیر قوموں کے لوگ بھی سچے دل سے ان کی عزت کرتے ہیں۔

اس مضمون کی تیاری میں کوئی غلطی کوئی کمی کوتاہی ہو گئی ہو تو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں نادم دل کے ساتھ معافی کی طلبگار ہوں......اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے اور میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے......ان تمام لوگوں کے لیے دعا گو ہوں کہ جن کے کتب سے میں نے مضامین منتخب کیے اور اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے......آمین۔

ختم شد

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

سنگ، سنگ چلیں پاکیزہ کے

کراچی

قاری بہنیں

وقت کا پہیا اپنی مخصوص رفتار سے رواں دواں ہے......کبھی معلوم ہوتا ہے یہ پہیا رک گیا ہے اور کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تیز بہت تیز گھومتا چلا جا رہا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ اس کا گھومنا سب کو اپنے، اپنے حساب سے کم یا زیادہ لگا کرتا ہے۔ انسانی زندگی کے پانچ دور بچپن، نوعمری، جوانی، ادھیڑ عمری اور بڑھاپا ویسے عام طور پر تو لوگ چار دور ہی شمار کرتے ہیں خیر جانے دیجیے۔ ہمیں تو اپنے پاکیزہ ساتھیوں سے ان کا بچپن، نوعمری، جوانی اور ادھیڑ عمری کے تجربات، واقعات، مشاہدات سننے ہیں تو پھر آپ بھی تیار ہو جائیں۔ خصوصیت سے وہ تمام بہنیں جو اوّل دنوں سے ماہنامہ پاکیزہ کے ساتھ ہیں اس سلسلے میں ضرور حصہ لیں اور نئے قارئین بھی اپنی رائے سے آگاہ کریں۔ اگر پرانا ترین رسالہ ابھی تک موجود ہے تو اس کے سرورق کی واضح تصویر بھی بھیج سکتی ہیں۔ اس کے لیے یہ سوالات مرتب کیے ہیں۔

1۔ ماہنامہ پاکیزہ سے تعارف کی مختصر کہانی اپنے الفاظ میں......؟

2۔ اس پورے عرصے میں پانچ ایسی نمایاں باتیں جو پاکیزہ سے ناتا جوڑے رہیں۔ مثلاً کہانیاں، سلسلے، مصنفات یا کچھ اور......؟

3۔ ماہنامہ پاکیزہ کس طرح آپ کا دوست، رہنما اور ناصح ثابت ہوا؟

☆طیبہ عنصر مغل...... راول پنڈی

1: ماہنامہ پاکیزہ سے تعارف تو تب کا ہے جب ابھی ہم دنیا میں تشریف بھی نہیں لائے تھے.... کیونکہ ہماری والدہ مرحومہ کو پہلے سے ماہنامہ پاکیزہ پڑھنے کی نشے کی حد تک عادت تھی پھر ہم جب اس دنیا میں تشریف لائے تو کھلونوں کے بجائے ہماری والدہ کے بقول ہم پاکیزہ سے کھیلتے تھے، شعور کی دنیا میں آتے ہی اسٹور میں چھپ، چھپ کر پاکیزہ کو پڑھتے تھے اور اب تک ایک سال بھی ایسا نہیں گزرا کہ جب بارہ، بارہ رسالے ہمارے پاس نہ ہوں۔ ہم اس پاکیزہ کے پرانے رسالوں کی تصاویر فخریہ دیتے لیکن وہ ہمارے آبائی گھر میں محفوظ ہیں۔ اس سے تعارف کی وجہ انجم آپی کی محبت کہ ان کی رہنمائی نے مجھے لکھنا سکھا دیا، عذرا آپا کی توجہ اور اہمیت جو انہوں نے مجھے دی، نزہت اصغر کی کھنکتی ہنسی، آمنہ کی پزیرائی بھی اس سے جڑے رہنے کی وجوہات ہیں۔

2۔ پاکیزہ کی پہلی بات جو ہمیں پاکیزہ سے جوڑے ہے، وہ ہے بہنوں کی محفل جو میرا میکا ہے، اس میں انجم آپی اور عذرا رسول جیسی آپیاں اور نزہت، عقیلہ اور بہت ساری قاری بہنوں کے درمیان بہت مزہ آتا ہے۔

دوسری وجہ ہے کہ پاکیزہ کی پاکیزہ مصنفات اور اس کی بہت بہترین تحاریر جن کا کوئی مول نہیں ہے نہ مقابلہ......

تیسری وجہ یہ ہے کہ پاکیزہ ایک ایسا ادارہ ہے کہ جو اپنی مصنفات و قارئین کو بہت اہمیت دیتا ہے فوری رسپانس اور خوش مزاجی سے ہمیں وقت دینے والی مدیران خاص طور پر نزہت اصغر نے تو بہت ہی خوش اخلاقی سے ہمارے دل جیت لیے ہیں۔

3۔ پاکیزہ ہمیشہ سے میرا دوست، ناصح اور رہنما رہا، مجھے یاد ہے کہ ہماری ماؤں سے زیادہ اس رسالے میں موجود کہانیوں نے ہمیں صراط مستقیم پر چلنے میں مدد کی، کہانیوں میں موجود نصیحت نے بھٹکنے سے بچایا، اس کی ہیروئن جب جھٹ پٹ کام نمٹاتی اور سگھڑاپے کی انتہا کرتی تو ہم بھی سگھڑ بننے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے اور دوست اس وجہ سے کہ ہم نے اپنے میاں جانی کو راضی رکھنے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کے بہت سے طریقے اسی مہربان دوست سے ہی سیکھے ہیں، یہی دوست ہمیں اپنے حسن کو نکھارنے کے طور طریقے بھی بتاتا ہے۔

☆انجم مشیر......کراچی

1: کوئی پندرہ سال ادھر کی بات ہے ہماری دوست جو ماڈل کالونی میں رہتی ہیں ان کے گھر گئے یہ خاتون جو بہت......... ہی لا ابالی سی ہیں دل میں ڈھیروں دکھ درد چھپائے ہر ایک کو پیار بانٹتی ہیں تین سال ..... پہلے تک ایک سرکاری ادارے میں 17 گریڈ کی ملازم تھیں خیر محترمہ



چائے بنانے گئیں تو ہمیں لگا کچن میں سوگئی ہیں وقت گزاری کو اِدھر اُدھر دیکھا بستر پر ماہنامہ پاکیزہ رکھا تھا اٹھا کر پڑھنا شروع کیا بہت ہی دلچسپ لگا۔ بس وہ دن اور آج کا دن کبھی اگر پاکیزہ لیٹ ہوجائے تو لگتا ہے کہ کوئی سکھی روٹھ گئی ہے۔

2: عظمت عزمی، رخ چوہدری، شازیہ چوہدری، حیا بخاری، ناہید سلطانہ اختر، رفعت سراج، نمرہ احمد وغیرہ، وغیرہ کی تحریریں لگاؤ کا سبب بنیں، جانتے، جانتے عذرا رسول جیسے پاکیزہ، شوہر سے محبت کرنے والے حسین لوگ ملے۔

انجم انصار کا پرخلوص بیٹا، چندا، گڑیا کہہ کر مخاطب کرنا، بہنوں کی محفل ......

وقت پر پاکیزہ کا آنا۔

افسانوں کا بہترین سلیکشن۔

3: پاکیزہ میں جوبات' جو تحریر دل کو چھوگئی وہ دوسروں کو بھی پڑھوائی اور صبر کی عادت دیکھی کہ صبر کا پھل ملتا ہے۔ رسالے آئے چلے' بند ہوئے مگر پاکیزہ برسوں سے ترقی کی جانب گامزن ہے۔ ماشاءاللہ......

بچپن کھیل کود اور پڑھائی میں گزرا.....نوجوانی میں تعلیم کے ساتھ، ساتھ جاب بھی کی۔ sessi میں گریڈ 18 میں بحیثیت ڈپٹی ڈائریکٹر تعینات رہے دوسروں کے کام آنا زندگی کا اولین مقصد اور دوسرے کا خیال کرتے، کرتے ایک نسل جوان کرکے اب ان کی اولادوں کو دیکھ رہے ہیں کہ یہی زندگی ہے۔

زندگی میں جو چاہا میرے رب نے جی بھر کر دیا، علم میں ایم اے ایل، ایل بی کیا..... حج کیا، عمرہ کیا والدین کی خدمت، دوستوں کے دوست، دشمنوں سے بھی انکساری برتی، اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ہر نعمت عطا کی شکر ہے اب کوئی گلہ نہیں زندگی سے۔

☆نرگس نسیم......صابہ موڑہ، چکوال

1۔ ماہنامہ پاکیزہ سے تعارف......یہ بھی کوئی بھولنے کی بات ہے یوں لگتا ہے جیسے کل کی بات ہو.....آج سے تقریباً 25 سال پہلے جب ساتویں کلاس کی اسٹوڈنٹ تھی یہ تب کی بات ہے کہ ہماری ایک ٹیچر کے شوہر کی اپنی بک شاپ تھی۔ اب ہر ماہ جس لڑکی اور ٹیچر نے رسالے منگوانے ہوتے وہ اس ٹیچر سے منگوالیتیں۔ ایک دن ٹیچر نے ہم دولڑکیوں کو چند رسالوں کے نام لکھ کر دیے کہ جاکر لے آئیں۔ ہم رسالے لے کر واپس آئیں تو میرے ساتھ والی لڑکی ایک جگہ بیٹھ گئی اور لگی رسالے دیکھنے، اس کی دیکھا دیکھی میں نے بھی سرسری طور پر رسالوں پر نظر ڈالی ایک آدھ نظر



ڈال کر واپس رکھ دیے.....لیکن پاکیزہ کے صفحات پلٹتے ہی نظریں بے اختیار ٹھٹک کر وہیں جمی کی جمی رہ گئیں...... وجہ فیشن ماڈل کے رنگین صفحات، مجھے ماڈل کے کپڑے اتنے اچھے لگے کہ وہ ڈیزائن اتارنے کے لیے چھٹی ٹائم

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

میں خود ہی پاکیزہ رسالہ خرید لیا، اس وقت پاکیزہ رسالہ پچیس روپے کا ملا کرتا تھا...... پہلے دن رنگین صفحات پھر جلترنگ، جلترنگ سے بزم پاکیزہ اور بزم پاکیزہ سے بہنوں کی محفل تک چند ماہ اور پھر آہستہ، آہستہ پورے رسالے کی دیوانی، یہ تھا میرا پاکیزہ سے مختصر تعارف......

2۔ پہلے میں پاکیزہ رسالہ دوسرے رسالوں کی طرح سرسری سا پڑھتی تھی پھر جب پاکیزہ رسالے میں تبصرے لکھنے شروع کیے۔ سویٹ انجم آپی سے رابطہ ہوا...... ہر بار جب بھی میں فون کرتی آگے سے صرف میرے ہیلو کہنے پر...... آپ نرگس بات کر رہی ہیں ناں اور انتہائی پیار سے بیٹا کہہ کر بات کرنا ہر دکھ سکھ شیئر کرنا، صفحے کے صفحے سیاہ ہو جائیں بہر حال اول وجہ انجم آپی پاکیزہ سے جڑنے کی دوسری وجہ بہنوں کی محفل...... نمبر 3 پاکیزہ کی صاف ستھری تحریریں چوتھی اور پانچویں وجہ بھی بس آپی اور بہنوں کی محفل اور عذرا آپی کا قارئین کے ساتھ اچھا سلوک......

3۔ ماہنامہ پاکیزہ شادی کے بعد ہر، ہر معاملے میں میرا دوست راہنما اور ناصح ثابت ہوا...... میں فقط سترہ برس کی تھی جب شادی ہوئی اور وہ بھی غیروں میں...... مجھے زندگی میں اتنے دکھ ملے کہ کبھی، کبھی جی چاہتا تھا...... خودکشی کرلوں، بچوں کو لے کر کہیں بھاگ جاؤ...... یا پھر جب سسرال والے انتہائی تنگ کرتے، میں ان سے بدلہ لینے کا سوچتی تب پاکیزہ کی کوئی نہ کوئی تحریر میری راہنمائی کرتی اور میرے اندر کے منفی خیالات کو باہر نکال کر مثبت سوچوں کو جگہ دیتی میری تو تربیت پاکیزہ ہی نے کی میرے اندر برداشت وصبر کا مادہ پاکیزہ ہی نے پیدا کیا۔ شکریہ پاکیزہ......

☆عطیہ ھدایت اللہ......پشاور

میری والدہ بیگم عائشہ داؤد شاہ ایک ماہر تعلیم تھیں۔ وہ بہت جوانی میں بیوہ ہوگئی تھیں، ہم بہن، بھائی کو انہوں نے بہت سلیقے، طریقے سے بڑا کیا...... اردو میں کمزور تھے تو بچوں کے رسائل باقاعدہ تکیے یا کشن پر رکھ کر ہم سے پڑھواتیں۔ ان کی اپنی تنہائی کا سہارا پاکیزہ ڈائجسٹ تھا۔ ان کے سرہانے اسی رسالے کے سلسلے وار شمارے پڑے رہتے، جب وہ کالج سے تھکی ہاری آتیں، گھر کے کچھ ضروری کام نبٹاتیں، ہم بہن، بھائی کو سپارہ اور پھر اسکول کا کام کرواتیں، رات کھانے کے بعد ان کے کمرے میں جانا ہوتا تو وہ پاکیزہ کی بغل مارے بستر پر نیم دراز ملتیں۔ جب کبھی چھٹی کا دن ہوتا اور اماں کہیں گئی ہوتیں تو ہم پاکیزہ کی ڈھیری سے ایک رسالہ چرا کر پڑھتے، میری بڑی خالہ جو ڈائریکٹر ایجوکیشن تھیں ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے چھوٹے بیٹے کے پاس رہائش پزیر تھیں ایک دن جو اُن سے ملنے گئی تو خالہ زاد گاڑی نکال کر کہیں جا رہا تھا۔ ہم نے پوچھا۔ ”خیریت؟“

”یہ جو آپ کی خالہ امی ہیں ناں بعض وقت ناک میں دم کر دیتی ہیں، (کہیں انہیں بتا نہ دیں) ابھی میں اسپتال سے تھکا ہارا آیا ہوں اور ان کی ایک ہی رٹ...... پاکیزہ کا تازہ شمارہ مارکیٹ میں آ گیا ہوگا، تم روز لانا بھول جاتے ہو، ابھی تنگ آ کر خود ہی لینے جا رہا ہوں۔ آج بھی پرچا نہ لایا تو آپ کو اپنی خالہ کا غصہ اور چڑ چڑا پن تو یاد ہے ناں...... پتا نہیں ان خواتین کو کیا مزہ ملتا ہے ان جھوٹی بچی کہانیوں کو پڑھنے کا۔“ بھائی بڑبڑاتا ہوا گاڑی زن سے باہر لے گیا۔

”خالہ امی، کیا میں آپ کی کلیکشن سے دو تین رسالے لے جاؤں؟“ ان دو بہنوں کے بعد اب پاکیزہ میرے اعصاب پر سوار ہو گیا تھا۔ خالہ امی کینیئرڈ کالج سے پڑھی ہوئی تھیں۔ جتنی انگریزی اچھی تھی اس سے بہتر اردو تھی۔ اکثر پاکیزہ کے افسانوں پر تبادلۂ خیال کچھ اس طرح کرتیں۔ ”بعض افسانوں کے الفاظ بڑے مرصع ہوتے ہیں، یہ انسان کے ذہن پر بھاری گزرتے ہیں، اچھے افسانے میں سادہ الفاظ، واضح میسج اور رفتار تیز رکھنی چاہیے، یہ آراستہ، پیراستہ الفاظ قاری کو جال میں گرفتار کر لیتے ہیں، وہ افسانے کی جگہ ان الفاظ کا مطلب جاننے کی کوشش میں لگ جاتا ہے، دیکھو تم بھی تو سمجھتی ہو ناں...... مشکل اور مرصع الفاظ سے احتراز کرنا۔“ پھر وہ کسی نہ کسی افسانے کے بخیے ادھیڑنے میں لگ جاتیں۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

"اچھا آپ مجھے دیں پھر تبصرہ کروں گی۔" میں پر چا تھیانے کے چکر میں ہوتی۔ میرے خیال میں پڑھنا اور وہ بھی کسی خاص نام کو پڑھنا یہ کوئی موروثی بیماری لگتی ہے، جسے اپنے پہلے والوں سے منتقل ہو جائے...... الامان الحفیظ...... اب یہ بیماری پرانی ہو چکی ہے تو اس کی وجوہات، اثرات اور مورال کے بارے میں تو بتانا ہی پڑے گا کیونکہ آنربیل ایڈیٹر نے حکم بھی دیا ہے۔ وجوہات تو خیر موروثی بیماری تھی۔ لیکن اثرات ہر کسی پر اس کی سوچ اور شخصیت کے مطابق لگتے ہیں، ایک سخت قسم کا اثر تو یہ تھا کہ بعض افسانوں میں صبر، شکر، خاموشی اور برداشت کی اتنی تلقین اور فائدے بتائے جاتے کہ جب ہماری کسی نمایاں بے وقوفی پر مرحومہ ساس صاحبہ بگڑ اٹھتیں تو اندر سے کم عمری کی بے وقوفی سے ایک کرارا جواب ہونٹوں پر آ جاتا لیکن فوراً ہی کسی پسندیدہ افسانے کا مورال آنکھیں نکال کر ڈانٹنا شروع کر دیتا۔ اور ہم غصے کے مارے دانت بھینچے (دوپٹے کے اندر) مکمل خاموشی اختیار کر لیتے۔ شمیم فضل خالق کے مختلف گھریلو موضوعات پر لکھے افسانے ہمیں بہت پسند ہیں، ایک افسانے میں انہوں نے اپنے قارئین کو بتانے بلکہ سبق سکھانے کے لیے یہ بتایا کہ ہمیں اپنی عزت خود کرنی چاہیے تو دوسرے بھی ہمیں عزت دیں گے اور یہ کہ ہر دم، ہر کسی کے لیے اپنے آپ کو قربانی کا بکرا بنانا ٹھیک نہیں...... یعنی کہ self respect بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ جب ہم نے افسانہ ختم کیا تو بالکل اچانک realization کا ایک جھٹکا سا لگا۔ اُف اللہ میاں افسانے کی ہیروئن کی طرح تو ہم خود ہیں گویا انہوں نے ہمیں آئینہ دکھا دیا۔ اور مورال یا سبق یہ سیکھا کہ ہر کسی کے آگے گھگیانا اور دوڑ، دوڑ کر ان کا بوجھ سر پر لینا ختم کر دیا...... واقعی جن لوگوں کو آپ کے پیار و خدمت کی قدر نہ ہو، وہ کبھی آپ کے شکر گزار نہیں رہتے۔
شیریں حیدر کے ایک افسانے میں اپنی بچیوں کی protection کے بارے میں معلومات دی گئی تھیں تو آج اگر دیکھتے ہیں تو بے پروائی کے نتائج کتنے بھیانک ہیں لیکن شومئی قسمت بعض افسانوں میں اتنے بیبے اور پیار کرنے والے شوہروں اور محبوب کی اتنی اچھائیاں بیان کی جاتی ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے۔

خیر تصورِ جاناں کا تو اماں نے موقع ہی نہیں دیا لیکن تصورِ شوہر کچھ ایسا خوشگوار نہیں ہوتا۔ کبھی کسی افسانے میں رومانوی ماحول پڑھ کر ہونٹوں سے کچھ نکل جائے تو فوراً سے بیشتر زمینی حقائق کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔ ہم نے شروع، شروع میں کھانا پکانے کے معاملے میں سسرال میں خوب ڈانٹ کھائی، ہنڈیا جل کر کوئلہ بن جاتی یا سبزی اور گوشت پانی کے تالاب میں ڈبکیاں لگا رہے ہوتے لیکن جلد ہی پاکیزہ بی بی ہماری مدد کو آ گئیں اور ہم ایک سگھڑ بی بی میں تبدیل ہو گئے۔ شاعری، ہومیو پیتھک مشورے، وظائف، اسلامی صفحات اور بہن ذکیہ بلگرامی کے قرآن کریم پر مشتمل اسباق سوچ و فکر کے لیے ایک نیا gate way کھول دیتے ہیں، ہم مشرقی عورتیں جب سجی سجائی کار میں بیٹھنے لگتی ہیں (کیونکہ ڈولی کا زمانہ ختم ہو گیا ہے) تو اماں کان میں کھسر پھسر شروع کر دیتی ہیں۔ "یہ گھر چھوٹ گیا...... اب تم اصلی گھر جا رہی ہو...... کسی رشتے سے بے وفائی نہ کرنا...... یہاں سے پھولوں سے سجی سجائی ڈولی میں جا رہی ہو...... اب وہاں سے بکسے میں بند جاؤ گی۔" ہر قدم پر اماں کے کہے یہی الفاظ ڈراتے اور سبق دُہراتے رہتے، ہم ایک پڑھا کو خاتون ٹھہرے نہ مزیدار...... چٹپٹے کھانوں سے رغبت، نہ برانڈڈ کپڑوں کی تمنا...... بس فالتو وقت میں پڑھنے کو کچھ مل جائے۔ ہم ماضی میں بہت سے رسائل کی خریداری پر اپنی پاکٹ منی خرچ کر ڈالتے تھے لیکن جب سے دو بہنوں (خالہ اور اماں) کے توسط سے پاکیزہ ہاتھ لگا تو بس اسی کے وفادار بندے بن گئے۔ پاکیزہ سلامت رہے، دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرتا جائے۔ بس اس سے چھٹکارے کی ایک ہی صورت ہوگی کہ بقول اماں کے بکسے میں بند چلے جائیں۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

وہ آئے بزم میں

ہما بیگ



مایہ ناز مصنفہ، یادگار ڈراما سیریلز کی خالق.....

حسینہ معین سے دلکش ملاقات

فنونِ لطیفہ اصل میں وہ فن ہے جو لطیف جذبات کی مزید تطہیر کر کے اسے پیش کرے۔ موسیقی، ڈراما اور اداکاری کو بھی فنونِ لطیفہ میں ہی شمار کیا جاتا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ محض تعلیم ہی سے اچھا فنکار، موسیقار یا گائیک بن سکتا ہے۔ یہ صلاحیتیں تو قدرت کی طرف سے ودیعت کی جاتی ہیں۔ ہاں تعلیم ان کی سمت ضرور متعین کرتی ہے۔ پاکستانی ڈراموں کا سنہری دور دیکھا جائے تو اس میں پڑھے لکھے، باشعور افراد نظر آتے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ہیں۔ جنہوں نے لگن سے ایک دوسرے کی اصلاح کرتے ہوئے ایسے،ایسے شاہکار تخلیق کیے جو ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

عزیز قارئین شہزوری سے لے کر آہن تک بہترین ڈراموں کی تخلیق کار محترمہ حسینہ معین کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ منظر نگاری سے لے کر برجستہ جملے، جذبات و احساسات کی عکاسی، لطیف مزاح اور المیہ لمحات کو جس دل پزیر انداز میں اُنہوں نے پیش کیا۔ شاید ہی کسی اور نے کیا ہو۔

ایک حسین شام میں اُنہوں نے انتہائی محبت اور روایتی رواداری سے ہمیں ملاقات کا موقع دیا اور جو باتیں کیں وہ آپ کی حاضرِ خدمت ہیں۔

☆......☆......☆

پاکیزہ ✧......آپ نے پہلا ڈراما کب لکھا اور کون سا؟

حسینہ معین ✧......زندگی کا پہلا ڈراما میں نے کالج میں لکھا، ریڈیو پاکستان سے سب کالجز میں سرکولر آئے تھے کہ ۲۰ منٹ کا ایک ایک ڈراما بنا کر بھیج دیں۔ میری لیکچرار نے لکھنے کو کہا تو میں نے کہا کہ کہانیاں، افسانے لکھنا الگ بات ہے۔ڈراما لکھنے کے لیے مخصوص تکنیک کی ضرورت ہوتی ہے تو اُنہوں نے کہا جیسا تم سوچو ویسا لکھ لو۔ اتفاق سے اس کو پروڈیوسر آغا ناصر صاحب نے کیا تھا۔ اس ڈرامے پر مجھے ایوارڈ ملا تھا۔

پاکیزہ ✧......اس کے بعد کیا ہوا؟

حسینہ معین ✧...... پھر ریڈیو پاکستان والوں کی گزارش پر اسٹوڈیو نمبر ۹ کے لیے باقاعدہ ڈرامے لکھے۔ کچھ عرصے یہ سلسلہ چلتا رہا۔ جب کالج سے نکل کر یونیورسٹی گئی تو یہ سلسلہ رُک گیا۔ ۱۹۶۹ء میں جب کراچی سے ٹی وی کی نشریات شروع ہوئیں تو اُنہوں نے مجھے بلوایا اور ریڈیو کا میرا ایک پلے لے کر کہا کہ اس کو ٹی وی کے لیے کر دیجیے۔ ریڈیو پر اس کا نام بھول بھلیاں تھا اور ٹی وی پر نیا راستہ کے نام سے آیا تھا۔ اس کے بعد دو سال کا وقفہ آیا۔ جس میں بی ایڈ کیا، جاب کی۔ پھر ٹی وی سے بلاوا آ گیا اور عید کے لیے Play لکھوایا۔ پہلی عید مبارک میرا ٹی وی کے لیے باقاعدہ طور پر پہلا ڈراما تھا اور پھر یہ سلسلہ جاری ہو گیا۔

پاکیزہ ✧......آپ نے مرزا عظیم بیگ چغتائی کے ناول پر بھی ڈراما لکھا تھا؟

حسینہ معین ✧......جی ہاں ٹی وی والوں کے کہنے پر میں نے اُن کے ناول پر Pre-adoptation کی۔ ناول خاصا پتلا تھا اور



WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اس میں گفتگو مختلف انداز کی تھی۔تو میں نے اس کو ماڈرن اسٹیج میں کر کے شہزوری لکھا۔شہزوری میری پہلی سیریل تھی۔اس کے ختم ہونے کے فوراً بعد کرن کہانی لکھی۔

پاکیزہ ✧...... ہر تخلیق کار کے نزدیک اس کی ہر تخلیق معتبر ہوتی ہے۔لیکن کوئی ایک شاہکار سدا بہار کی حیثیت رکھتا ہے۔آپ کے نزدیک کون سی تخلیق کو یہ اعزاز حاصل ہے؟

حسینہ معین ✤...... میرے لیے نہیں ہوتی۔میری تقریباً ۳۵/۴۰ سیریلز ۳۵ سال میں ہوچکی ہیں۔ان میں مجھے انکل عرفی، تنہائیاں، دھوپ کنارے، تان سین، ان کہی اور آہٹ، مجھے اچھے لگتے ہیں ان سے میں مطمئن ہوں۔

پاکیزہ ✧...... ایک بہت بڑا فرق اس وقت کے ڈراموں میں اور آج کل کے ڈراموں میں آگیا ہے۔اس کی کیا وجہ ہے؟

حسینہ معین ✤...... مجھ سے پہلے اور میرے ساتھ سارے بڑے ادیب لکھ رہے تھے جیسے ریاض فرشوری صاحب، اشفاق احمد صاحب، بانو قدسیہ صاحبہ اور کافی لوگ تھے جو باقاعدہ لکھ رہے تھے۔میرے بعد تھوڑی سی تبدیلی آئی۔ وہ سارے سیریس پلے تھے۔ میں نے کامیڈی لکھنی شروع کی۔ جو لوگوں کو پسند آئی لیکن اس کے بعد لوگوں کی گرومنگ نہیں ہوسکی۔اس زمانے میں جو ڈائریکٹر تھے وہ باہر سے باقاعدہ تربیت حاصل کر کے آتے تھے۔اُن کا تقرر بھی ان کی جمالیاتی حس کو دیکھ کر کیا جاتا تھا۔اس کے بعد جب کوٹا سسٹم شروع ہوا تو اس میں لازمی طور پر ہر صوبے سے افسروں کو رکھا جاتا تھا۔اس میں ضروری نہیں تھا کہ ہر ایک میں جمالیاتی حس ہو بعض میں ہوتی تھی بعض میں نہیں۔مگر چونکہ انہیں رکھنا ہوتا تھا۔ایم اے کیے ہوئے تھے تو رکھ لیا گیا تھا۔آفس جاب کی طرح کام ہوتا تھا۔

پاکیزہ ✧...... ٹی وی اکیڈمی کے قیام سے کوئی فرق پڑا یا نہیں؟

حسینہ معین ✤...... اس اکیڈمی کو رعنا شیخ، شعیب منصور اور خواجہ نجم الحسن چلا رہے تھے۔اس میں نئے آنے والے پروڈیوسر کو ٹریننگ دی جاتی تھی۔اس کے لیے کیمرا مین، رائٹر اور ہر طرح کے لوگ آتے تھے اور اپنے، اپنے سبجیکٹ پر لیکچر دیتے تھے یا کہانی بنواتے تھے۔اُس وقت جب ان بچوں کا امتحان ہوا تو تقریباً سب فیل تھے۔اب ہم اُن کو ہٹا بھی نہیں سکتے تھے۔کیونکہ وہ سب جاب میں تھے اور فیل ہونے کے باوجود ان کی جاب چلتی رہی۔ دوسری جنریشن جو ڈائریکٹرز کی آئی وہ کمزور تھی۔ تیسری بالکل اس قابل نہیں تھی کہ ٹی وی پر کام کرسکے۔ دیکھ لیجیے کام کا حشر تو ایسے ہی خراب ہوتا ہے۔

پاکیزہ ✧...... شروع کے ڈائریکٹرز کی اور کیا خاص بات تھی؟

حسینہ معین ✤...... وہ بذاتِ خود ہر Play کے بارے میں دلچسپی لیتے تھے۔ پوچھ گچھ ہوتی تھی، ڈراما کامیاب ہوتا تھا تو ان کی طرف سے تعریفی خط آتا تھا کہ آپ نے بہت اچھا لکھا یا بہت اچھا کیا۔اس سے لوگوں کی ہمت افزائی ہوتی ہے اور لوگ خوش ہو کر مزید اچھا کام کرتے ہیں۔اب ایسا نہیں ہے۔اب آپ جو بھی کر لیجیے وہ چل جاتا ہے۔کب ختم ہوا کسی کو نہیں پتا، کب شروع ہوا کسی کو نہیں معلوم۔

پاکیزہ ✧...... پڑوسی ملک کے ڈراموں کی یلغار نے جو ہمارے معاشرے پر منفی اثرات ڈالے ہیں۔ان کو روکنے کے لیے آپ کیا تجاویز دیتی ہیں؟

حسینہ معین ✤...... اس یلغار کو روکنے کے لیے ہم سب اپنے، اپنے طور پر کوشش کر رہے ہیں۔مختلف انداز میں ڈرامے لکھے جا رہے ہیں۔ اس میں ہمارے معاشرے کی صحیح عکاسی کی جارہی ہے۔کچھ لوگ سنجیدگی سے بہتری کی کوشش کر رہے ہیں۔مجبوری یہ ہوگئی ہے کہ ہمارے پاس اچھے ڈائریکٹرز کی کمی ہوگئی ہے۔کچھ کا تو انتقال ہوگیا ہے۔کچھ ٹی وی چھوڑ کر فلموں کی طرف چلے گئے ہیں۔جیسے شعیب منصور۔ہمارے پاس اب صرف دوسرا پورشن رہ گیا ہے اور اسی پر گزارہ ہو رہا ہے۔اس میں بھی لوگ بددل ہوجاتے ہیں۔یوں تو ملک کا پیسہ اُڑا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



حسینہ معین ایک محفل میں ڈرامے پر گفتگو کرتے ہوئے

دیں جتنا چاہیں۔ لیکن پروگرام بناتے وقت بڑی فکر ہوتی ہے کہ خرچہ نہ ہو۔ بڑے سے بڑا گھر دکھائیں گے مگر پلیٹیں پلاسٹک کی ہوں۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ڈرامے کے اسٹینڈرڈ کو گرادیتی ہیں۔

پاکیزہ ✧...... مختلف چینلو کے آنے سے کیا فرق پڑا ہے؟

حسینہ معین ✤...... مختلف چینلو کے آنے سے فائدہ ہونا چاہیے تھا جو ہوا نہیں۔ کیونکہ ہر چینل دن میں چار ڈرامے کررہا ہے۔ ۴۷ ہر چینل جب ہیں تو کوئی کیسے دیکھ سکتا ہے۔ معلوم بھی نہیں ہوتا کون سا ڈراما کب آیا ہے کب چلا گیا۔ ہونا یہ چاہیے تھا ہر چینل پر مختلف پروگرام ہوتے۔ اس میں ایک سیریز ہوتی یا ٹیلی فلم ہوتی تو لوگوں کی پسند ہوتی کہ وہ کیا دیکھنا چاہ رہے ہیں اور وہ دیکھ لیتے لیکن جب ایک وقت میں تین چار ڈرامے ہوں گے تو لوگ کیا دیکھیں گے۔

پاکیزہ ✧...... آپ کے ڈراموں میں کامیڈی اور ٹریجڈی کا انتہائی خوب صورت امتزاج ہوتا ہے۔ جو بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ اس کی کوئی خاص وجہ؟

حسینہ معین ✤...... کامیڈی اور ٹریجڈی میں لائن برابر فرق ہوتا ہے۔ تو اس کو بہت سنبھال کر رکھنا ہوتا ہے کیونکہ صرف کامیڈی، پھکڑ پن میں آجاتی ہے۔

پاکیزہ ✧...... مختلف ملکوں کے ڈرامے کی جو نقل کی جارہی ہے اس سے ہمارے معاشرے پر کیسے اثرات مرتب ہورہے ہیں؟

حسینہ معین ✤...... اِدھر اُدھر سے لے کر جو لوگ لمبی لمبی کہانیاں بنارہے ہیں اس میں جو دکھایا جارہا ہے۔ وہ ہمارے کلچر میں نہیں ہوتا۔ شادی شدہ مرد وخواتین کھلے عام عشق کررہے ہیں۔ پہلے نام بھی نہیں لیا جاتا تھا۔ اب کھلے عام دکھایا جارہا ہے۔ ہر آدمی کسی اور عورت سے تعلقات رکھتا ہے۔ ہر عورت دوسرے آدمی میں انوالو ہے اور پھر اس کی صفائی بھی دی جارہی ہے۔ یہ رواج ہماری معاشرتی زندگی کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ اس طرح ہم لوگوں کو چھوٹ دے رہے ہیں اور ذہنی طور پر احساسِ گناہ سے آزاد کررہے ہیں۔ کہ ایسا ہو رہا ہے اور ایسا ہوسکتا ہے کوئی معیوب بات نہیں ہے۔

پاکیزہ ✧...... آپ کی تحریر میں ایک خاص ربط پایا جاتا ہے اور یہ تسلسل ٹوٹ نہیں پاتا تو کیا آپ ایک ہی نشست میں لکھتی ہیں؟

حسینہ معین ✤...... ایک نشست میں نہیں لکھتی۔ اصل میں کہانی کا تانا بانا پہلے سے تیار کرلیتے ہیں۔ اس کے بعد ہم اس کو تقسیم کرلیتے ہیں کہ ۱۳ قسطوں میں یا جتنی بھی ہوں تو ہمیں یہ یاد رکھنا ہوتا ہے کہ ہم کردار کو کس

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

طرح لے کر چلے تھے، اس کی سوچ کیا تھی، کہانی میں کس طرح یہ کردار انوالو ہورہا تھا۔ اسی طرح ہر کردار کا الگ کیریکٹر اسکیچ ہوتا ہے۔ جس کو ہم ساتھ ساتھ لے کر چلتے ہیں۔

پاکیزہ ✧......آپ کے ڈراموں میں محبت کا ایک خاص ٹچ ہوتا ہے۔ یہ محبت آپ کی نظر میں ہے کیا؟

حسینہ معین ❖......محبت ایک قدرتی جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے کچھ انسانوں کو ودیعت کیا ہے۔ سب کو نہیں، یہ دل کی گہرائیوں سے اُبھرتا ہے کسی بچے کے لیے، ماحول کے لیے، فطرت کے لیے، دوست کے لیے، بہت سارے رشتے داروں میں سے کسی ایک کے لیے۔ یہ انسان کے بس میں نہیں ہوتا، بغیر سوچے سمجھے کوئی بھی اچھا لگنے لگتا ہے اور جن کو یہ جذبہ ملتا ہے اُن کی فطرت بدل جاتی ہے۔ مزاج میں ملائمت آجاتی ہے۔ فطرت میں خوب صورتی آجاتی ہے۔ دوسروں کے احساسات سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔ چونکہ وہ خود تکلیف کے احساس سے آشنا ہوتا ہے۔ اس لیے دوسروں کی تکلیف کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔ وہ سراپا محبت بن جاتا ہے۔ محبت انسان کو اعلیٰ و ارفع بنا دیتی ہے۔ اس کی شخصیت میں نکھار آجاتا ہے۔

پاکیزہ ✧......ہماری نوجوان نسل جس قسم کی محبت کررہی ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

حسینہ معین ❖......جس محبت کا آپ ذکر کررہی ہیں۔ وہ گلیوں، کوچوں میں جگہ جگہ ہوتی ہے۔ ٹیلیفون، موبائل ہر جگہ i love you ہوتا رہتا ہے۔ اس کے معنی نہ کہنے والے کو معلوم ہوتے ہیں۔ نہ سُننے والے کو اس کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے۔ فلموں میں سُن کر انہیں لگتا ہے یہ جملہ کہنا فرض ہے۔ ایک وقتی تفریح چاہیے۔ وقت گزاری کے لیے یہ سب کرتے ہیں۔

پاکیزہ ✧......اس سے نقصان کس کو پہنچ رہا ہے؟

حسینہ معین ❖......ایسی محبت سے نقصان لڑکیاں ہی اُٹھا رہی ہیں۔ اخباروں میں کبھی لڑکیوں کے خطوط سے متعلق پڑھ کر دیکھو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ خاصے عرصے تک وہ اس غلط فہمی کا شکار رہتی ہیں کہ لڑکا اُن سے محبت کررہا ہے۔ پھر اس نے دھوکا دے دیا۔ زبردستی ان کی دوسری جگہ شادی کردی گئی۔ سسرال جاکر وہ ایڈجسٹ نہیں کرپاتیں۔ ان جھمیلوں میں وہ سوچے سمجھے بغیر پڑجاتی ہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ کھڑکی میں کسی کو کھڑا دیکھ کر یا سڑک پر مل کر محبت نہیں ہوجاتی۔ محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو کسی پودے کی طرح دھیرے دھیرے پنپتا ہے، پھلتا پھولتا ہے۔ اس طرح تو نہیں ہوتا کہ خوب صورتی دیکھ کر فدا ہوگئے کسی کی آنکھیں، ناک، ہونٹ اچھے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کی آنکھوں یا ہونٹوں کے صرف اچھا ہونے پر پورے انسان پر مرنے لگیں۔ اس کے سہارے زندگی تو نہیں گزاری جاسکتی۔ برداشت کم ہوگئی ہے لوگوں میں۔ توقعات حد سے زیادہ بڑھ گئی ہیں۔

پاکیزہ ✧......بچوں کی بے راہ روی میں زیادہ ہاتھ کس کا ہے کہیں والدین کا تو نہیں کہ انہیں معلوم ہی نہیں وہ کس طرف جارہے ہیں؟

حسینہ معین ❖......آج کل والدین کا مسئلہ اچھے رشتوں کی کمی ہے۔ لڑکیوں کی شادی نہیں ہورہی۔ اس کے لیے وہ لڑکیوں کو free hand دے دیتے ہیں۔ اگر اس طرح شادی ہوجائے تو اُن کا بوجھ کم ہوجائے گا۔ تو اس کا وقتی فائدہ لڑکے اور لڑکیاں دونوں اُٹھاتی ہیں۔ جب والدین آزادی سے میل جول کے مواقع دیتے ہیں۔ بعض دفعہ تو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ شادی ہوجاتی ہے۔ اکثر نہیں ہوپاتی۔ اگر ہو بھی جائے تو کامیابی کے چانس کم ہوتے ہیں۔ تھوڑے دن شادی ہوکر کہانی ختم ہوجاتی ہے۔ اس کے بعد والدین اور لڑکیاں غلط فیصلوں کے نتائج بھگتتے ہیں۔ اس دوران اگر بچے ہوگئے تو وہ والدین کی غلطی کا خمیازہ بھگتتے ہیں۔

پاکیزہ ✧......آج کل ادب کی جو صورتِ حال نظر آرہی ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے آپ کے نزدیک دس، بیس سال بعد کیا حالات ہوں گے؟

حسینہ معین ❖......حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی۔ جب انڈیا نے امرتسر سے فلمیں دکھانی شروع کیں تو لاہور والوں نے گھر کی چھتوں پر انٹینا لگا لیے اور اس پر پتیلیاں اور گھر کے برتن لگا لیے تا کہ انڈین فلمیں دیکھ سکیں۔ اس کے بعد VCR آ گئے۔ تو ہمارے لیے یہ خطرہ ہوا کہ culture invasion ہمارے کلچر کو ختم نہ کر دے۔ خوش قسمتی سے یہ وہی وقت تھا جب ہم لوگوں نے لکھنا شروع کیا اور اس وقت اُلٹا ہوا۔ بجائے اس کے اُن کا اثر ہم پر پڑتا۔ ہمارے ڈراموں کے اثرات ان پر پڑے۔ ۱۹۸۰ء میں جب راج کپور کے بلاوے پر میں انڈیا گئی تو مجھے پتا چلا کہ انڈیا والے کتنے ذوق شوق سے ہمارے ڈرامے دیکھتے ہیں۔ اتفاق سے ہمارے یہاں اچھے ڈرامے پروڈیوس ہوئے۔ جن میں اُن کو نیا پن لگا اور وہ سب اس میں involve ہو گئے۔ آج تک وہ اُن ڈراموں کو یاد کرتے ہیں۔ تو ہم آگے کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہماری نئی جنریشن میں ٹیلنٹ کی کمی نہیں ہے۔ کچھ لوگ آئیں گے جو بہتر لکھیں گے، بہتر کام کریں گے۔ اب تو mass media کو بطور مضمون پڑھایا بھی جا رہا ہے۔ لوگوں میں دلچسپی پیدا ہو رہی ہے۔ وہ باہر سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے واپس آ رہے ہیں۔ اس سے بہتر نتائج کی توقع ہے۔ میں Optimistic (روشن فکر) ہوں، میں کبھی مایوس نہیں ہوتی۔ اس لیے مجھے یقین ہے ایک دور آئے گا جب حالات بہتر ہو جائیں گے۔

پاکیزہ ✧......ڈراموں اور فلموں میں بھی نقل کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے، اس کا انجام کیا ہوگا؟

حسینہ معین ✧......یہ نقل، یہ چوری کی چیزیں، اِدھر اُدھر سے چیزیں لینا، یہ دیرپا نہیں ہوتیں۔ فوراً پتا چل جاتا ہے۔ adoptation غلط چیز نہیں ہے۔ صرف بتا دیا جائے کہ مرکزی خیال کہاں سے لیا گیا ہے۔ موضوعات کی کمی نہیں ہے۔ فلم "خدا کے لیے" کو



دیکھ لیجیے کتنی زبردست ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ چلے گی نہیں۔ وہ چلی اور اس نے ثابت کر دیا کہ جب بھی کوئی نیا اور اچھوتا خیال لے کر آئے گا اس کی دل کھول کر پزیرائی کی جائے گی۔

پاکیزہ ✧......کبھی آپ کو خیال آیا کہ آپ ملک سے باہر جا کر سیٹل ہو جائیں؟

حسینہ معین ✧......سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہیں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اسی سے ہماری شناخت ہے۔ مجھے اپنے وطن سے بے حد محبت ہے۔ باہر جاؤ تو پتا چل جاتا ہے وہاں ہم سیکنڈ کلاس شہری ہی ہوتے ہیں۔ ہمارے خاندان کا کوئی بھی فرد باہر نہیں رہنا چاہتا۔ جس حال میں بھی رہیں اپنی مٹی کا قرض ادا کرنا ہے۔

پاکیزہ ✧......آج کل آپ کیا کر رہی ہیں؟

حسینہ معین ✧......حال ہی میں ایک سیریل مکمل کی ہے۔ ستیش آنند کے لیے وہ بہت اچھے انسان ہیں۔

پاکیزہ ✧......لکھنے کے لیے کون سے مخصوص

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



اوقات ہیں؟

حسینہ معین ❖......زیادہ تر تو رات کو لکھتی ہوں۔ اگر کام کا دباؤ زیادہ ہو تو دن میں بھی لکھ لیتی ہوں۔ جو ڈیڈ لائن دی جاتی ہے اس کے مطابق لکھ لیتی ہوں۔

پاکیزہ ❖......آپ کو کامیڈی لکھنے میں لطف آتا ہے یا ٹریجڈی؟

حسینہ معین ❖......کامیڈی میں مزہ آتا ہے۔ اگر کوئی اچھا پرفارم کر سکے۔ مشکل یہ آن پڑی ہے کہ اچھی اداکاری کرنے والوں کی کمی ہوگئی ہے۔

پاکیزہ ❖......کس شخصیت کے زیرِ سایہ آپ نے اتنی کامیابیاں حاصل کیں؟

حسینہ معین ❖......یہ میری خوش قسمتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہوئی ہے۔ گھر پر بھی میری حوصلہ افزائی ہوئی اور اسکول کالج میں بھی۔ حالانکہ میں بے حد شریر تھی۔ اسکول اور کالج میں لوگ میری شرارتوں سے عاجز تھے۔ میری گورنمنٹ کالج کی جنرل ہسٹری کی لیکچرار جن کا نام مس گلزار تھا وہ کہتی تھیں she is devil, she makes my life miserable لیکن چونکہ پڑھنے میں اچھے تھے اس لیے وہ خود بھی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ اس زمانے کے اساتذہ آج کل کے مقابلے میں بہت اچھے تھے۔ آج کل کے اساتذہ میں برداشت کی کمی ہے۔ اس زمانے میں وہ دیکھتے تھے شرارت کے ساتھ، ساتھ تعلیم کی طرف کیسا رجحان ہے۔ وہ مختلف انداز میں حوصلہ افزائی کرتے تھے۔

پاکیزہ ❖......تعلیمی ماحول پہلے کیسا تھا؟

حسینہ معین ❖......اس وقت تعلیمی ماحول بہت اچھا تھا۔ نہ لڑائی جھگڑے تھے نہ فرقہ واریت تھی۔ آپس میں دوستیاں ہوتی تھیں ہر ڈپارٹمنٹ اپنی، اپنی جگہ پر بڑا مضبوط ڈپارٹمنٹ تھا۔ اب وہ بات نہیں ہے۔ بہت عجیب زمانہ آگیا ہے۔ پوری قوم ہر کام میں شارٹ کٹ راستہ پکڑنے کی کوشش کررہی ہے۔ جس کو دیکھیے اپنی زندگی سے مطمئن نہیں ہے، سکیورٹی کا احساس ختم ہوگیا۔

پاکیزہ ❖......مطالعے کا شوق ہے؟ کب اور کیا پڑھتی ہیں؟

حسینہ معین ❖......یہ میری لڑکپن سے عادت ہے میں پڑھے بغیر سو نہیں سکتی۔ چاہے چار نظمیں پڑھ لوں۔ چاہے کوئی کتاب مہینے میں پڑھ لی، چاہے دو دن میں ختم کرلی۔ جتنا بھی وقت ملا پڑھنا ضرور ہے۔ اس سے سکون ملتا ہے۔ شعرا میں غالب، اقبال، فراز، فیض کو پسند کرتی ہوں۔ ان کو پڑھ کر ان کے اشعار میں کئی کئی معنی نظر آتے ہیں۔ بہت خوب صورتی اور دلکشی ہوتی ہے اُن کے کلام میں۔

پاکیزہ ❖......نامور ادیب اشفاق احمد کی تحریر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

حسینہ معین ❖......اُن کے باکمال ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ وہ رومانٹک مزاج تھے۔ اُن کے افسانوں میں بھی محبت مختلف اور مخصوص انداز لیے ہوتی ہے۔ بعض افسانوں میں آپ کو تلخی نظر آئے گی۔ اس کی وجہ حالات ہیں جن کی وجہ سے وہ تلخ ہوگئے تھے۔ کوئی بھی باشعور انسان حالات سے کٹ کر کوئی لازوال چیز تخلیق نہیں کرسکتا۔ آپ سعادت حسن منٹو کو پڑھ کر دیکھیں۔ اس میں تلخی ہے۔ جب آپ پورا افسانہ پڑھیں گے تو ختم ہونے کے بعد کوئی ولگر بات آپ کے دل میں نہیں رہے

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

گی۔ تلخی نہیں رہتی، صرف یہ بات رہتی ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟ یہ اس افسانہ نگار کی اتنی بڑی کاوش ہے کہ آپ کے ذہن میں صرف وہی پیغام رہتا ہے جو وہ دینا چاہتا ہے۔ لوگ مختلف قسم کے اعتراضات کرتے ہیں مگر کم از کم مجھے یہ یاد رہ جاتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا؟

پاکیزہ ✧......اچھا اپنا پسندیدہ موسم، کھانا، لباس، رنگ، پھول، خوشبو وغیرہ بھی ہمارے قارئین کو ضرور بتائیں؟

حسینہ معین ❖......بارش اور کھانے میں بہت ساری چیزیں پسند ہیں، چٹ پٹی، لباس میں ساڑی اور شلوار قمیص بھی پسند ہے۔ کلر مجھے پنک پسند ہے۔ پنک مجھے اس لیے اچھا لگتا ہے کہ میری والدہ نے بی اے تک صرف پنک کلر ہی پہنایا تھا تو بعد میں میری کالج کی لڑکیوں نے کہنا شروع کر دیا تھا کہ خدا کے واسطے اب یہ رنگ بدل لو۔ پھول مجھے ہر طرح کے اچھے لگتے ہیں اور خوشبو ظاہر ہے کہ وقت کے ساتھ بدلتی رہی ہے۔ ایوننگ ان پیرس میری والدہ استعمال کرتی تھیں، وہ مجھے آج بھی پسند ہے۔

پاکیزہ ✧......ابھی تک آپ نے اتنا کام کیا، اب کیا لکھنے کی خواہش ہے؟

حسینہ معین ❖......ہاں کافی کچھ تو لکھا اب میں اپنی memoirs (یادداشتیں) لکھنا چاہتی ہوں۔

پاکیزہ ✧......حسینہ صاحبہ ذرا ماہنامہ پاکیزہ کے حوالے سے بات ہو جائے آپ کی کس قدر دوستی رہی اور آپ ہماری رائٹرز کے لیے کیا کہیں گی؟

حسینہ معین ❖...... پاکیزہ ہمارے گھر آتا رہا ہے اور میں وقت اور موقع ملنے پر مطالعہ بھی کرتی رہی ہوں۔ ہاں اس میں لکھا نہیں بس میں اپنی لکھاری بہنوں سے یہی کہوں گی کہ عورت کو صرف مظلوم نہیں مضبوط دکھائیں ان کے مسائل کے حل بتائیں اور انہیں شعور دیں کہ وہ زندگی کی راہیں ثابت قدمی سے طے کریں اور اپنے آپ کو بہترین اور فعال شہری بنانے کی کوشش کریں اور سب رائٹرز خوب لکھیں، اچھا لکھیں، ہمارے ملک کو ضرورت ہے اچھے ادب کی۔ نیا ذہن اچھا ہونا چاہیے۔

پاکیزہ ✧...... بہت شکریہ حسینہ معین صاحبہ آپ نے اپنی ناسازیٔ طبع کے باوجود پاکیزہ کے لیے وقت نکالا اور اتنی سیر حاصل گفتگو کی۔ اللہ آپ کو صحت و سلامتی سے رکھے۔

حسینہ معین ❖......جی بہت شکریہ آپ کا بھی کہ مجھے پاکیزہ قارئین کے لیے بات کرنے کا موقع ملا۔

☆☆☆

میں روزے سے ہوں

مجھ سے مت کر یار کچھ گفتار میں روزے سے ہوں
ہو نہ جائے تجھ سے بھی تکرار میں روزے سے ہوں

ہر کسی سے کرب کا اظہار میں روزے سے ہوں
دو کسی اخبار کو یہ تار میں روزے سے ہوں

میرا روزہ اک بڑا احسان ہے لوگوں کے سر
مجھ کو ڈالو موتیے کے ہار میں روزے سے ہوں

میں نے ہر فائل کی دمچی پر یہ مصرع لکھ دیا
کام ہو سکتا نہیں سرکار میں روزے سے ہوں

اے مری بیوی مرے رستے سے کچھ کترا کے چل
اے مرے بچوں ذرا ہشیار میں روزے سے ہوں

شام کو بہرِ زیارت آ تو سکتا ہوں مگر
نوٹ کر لیں دوست رشتے دار میں روزے سے ہوں

تُو یہ کہتا ہے لحن تر ہو کوئی تازہ غزل
میں یہ کہتا ہوں کہ برخوردار میں روزے سے ہوں

کلام: ضمیر جعفری
پسند: فضہ بتول، بہارہ کہو

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

عید آئی ہے کئی رنگ کے جلوے لے کر

شائستہ زرّیں

قارئینِ کرام! السلام علیکم

عید کا مژدہ سناتی چاند رات خوشیوں کا پیغام لاتی ہے اور کبھی کبھی اسی چاند رات سے کوئی ایسی بات منسوب ہو جاتی ہے کہ یہ ہمارے لیے یادگار بن جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی عید کارڈ اور عید ایس ایم ایس کی اپنی اہمیت ہے۔ لیکن عہدِ حاضر میں عید کارڈ سے زیادہ عید ایس ایم ایس کا رواج تیزی سے بڑھتا جا رہا ہے۔ جس کا آغاز عید کا چاند دیکھتے ہی ہو جاتا ہے گویا عید ایس ایم ایس، چاند رات کی اولین اور لازمی مصروفیت ہے جس میں اب بلا مبالغہ صنف اور عمر کی کوئی قید نہیں۔

سدا ہنستے رہیں جیسے ہنستے ہیں پھول
دنیا کے سارے غم آپ کو جائیں بھول
چاروں طرف پھیلائیں خوشیوں کے پھول
اس امید کے ساتھ آپ منائیں عید

یہ اور اس جیسے دیگر موصول ہونے والے عید ایس ایم ایس عید کی رونق میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ عید کی خوشی اس وقت دوبالا ہو جاتی ہے جب کوئی ایسی ہستی عید کے دن ہمارے ساتھ ہو جس کی موجودگی سے ہماری عید کی خوشی دوچند ہو جاتی ہے ورنہ بہ صورت دیگر میٹھی عید بھی پھیکی پھیکی لگتی ہے۔

گل نہ ہوگا تو جشنِ خوشبو کیا
تم نہ ہوگے تو عید کیا ہوگی

انہی خوشگوار امور کے پیشِ نظر عید سروے میں شریک معززین سے ہم نے معلوم کیا کہ

سوال 1: وہ کون سی چاند رات ہے جو آپ کے لیے یادگار بن گئی؟

سوال 2: کوئی ایسا فقرہ یا شعر جو آپ کو عید کارڈ یا ایس ایم ایس میں موصول ہوا جسے پڑھ کر آپ کو بے ساختہ ہنسی آ گئی ہو اور وہ کس نے بھیجا تھا؟

سوال 3: کس کی آمد یا موجودگی آپ کی عید کی خوشیوں کو دوبالا کر دے گی؟



نمرہ سلیم

(نعت خواں)

1: بچپن کی ہر چاند رات ایک یادگار چاند رات ہے۔ بچپن میں مہندی لگانا۔ چوڑیاں خریدنا اور مہندی لگا کر کوئی کام نہ کرنا حتیٰ کہ امی کے ہاتھ سے کھانا کھانا اور ان میں سے کسی ایک چاند رات کا تعین کرنا بہت مشکل ہے کہ ہر چاند رات کی اپنی یاد اور اپنا ہی لطف تھا۔

2: جب اسکول میں پڑھتی تھی تو ایک شعر بہت مشہور ہوا تھا جو مجھے ایک سے زائد دوستوں نے بھیجا تھا کہ

ڈبے میں ڈبا ڈبے میں کیک
میری دوست ہے لاکھوں میں ایک

3: میرے ماموں کی آمد اور موجودگی سے لطفِ عید بڑھ جائے گا۔

محترمہ سیدہ سلطانہ تجمل

(ماہر نفسیات)

1: ویسے تو میری ہر چاند رات ہی یادگار ہے لیکن ایک چاند رات جو سب پر سبقت لے گئی اور میرے لیے ناقابلِ فراموش چاند رات بن گئی۔ وہ چاند رات جب میری بیٹی کا پی ایچ ڈی کا نتیجہ آیا اور اس نے اپنے انسٹی ٹیوٹ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com



۲: ''اللہ کرے آپ کو پیسوں سے بھرا ہوا بیگ ملے اور ہر نوٹ پر لکھا ہو۔ عید مبارک، عید مبارک، عید مبارک'' یہ عید میسج میری چھوٹی بہن نے بھیجا تھا جس کو پڑھ کر مجھے بہت ہنسی آئی۔

۳: میری بچپن کی سہیلی جو میری کزن بھی ہے، وہ لندن میں رہتی ہے اور ہمیں ملے ہوئے عرصہ ہو گیا۔ اگر وہ عید پر آجائے تو میری خوشیاں دوبالا ہو جائیں گی۔

عائشہ عارف

(پروجیکٹ انجینئر FND)

۱: ویسے تو ہر چاند رات ہی اپنی مثال آپ ہے لیکن تین، چار سال پہلے کی ایک چاند رات بہت ہی یادگار ہے۔ انتیسویں روزے کو ہم لوگ شاپنگ کرنے واٹر پمپ گئے اور وہیں افطار کا فیصلہ کر لیا۔ خوب اچھے افطار کے بعد چاند بھی دیکھنے کی کوشش کی لیکن نہ تو چاند کا کوئی نشان تھا اور نہ ہی اس کے دیکھے جانے کا اعلان ہوا۔ کل عید نہ ہونے کے اعلان کے بعد ہم لوگ سکون سے شاپنگ کرنے لگے، اسی میں رات کے ساڑھے دس بج گئے اور شہادتوں کے پیشِ نظر اگلے دن عید کا اعلان ہو گیا تو جلدی، جلدی شاپنگ مکمل کر کے ہم گھر پہنچے اور عید کی تیاریاں کیں۔



۲: اسکول میں جب میں تیسری کلاس میں پڑھتی تھی۔ جب میری سہیلی فاطمہ نے عید کارڈ پر یہ شعر لکھا تھا۔

عید نے عید سے پوچھا عید کب آئے گی
عید نے عید سے کہا جب عائشہ مسکرائے گی

۳: ایسے بہت سارے لوگ ہیں جن کی عید پر آمد اور موجودگی عید کی خوشیوں کو دوبالا کر دیتی ہے اور کر دے گی۔ خاص طور پر میری پھپوئیں اور کزنز جو پاکستان سے باہر قیام پزیر ہیں۔ ان کی آمد اور موجودگی بچپن کی عید کی یاد تازہ کر کے عید کی خوشیاں دوبالا کر دے گی۔

ڈاکٹر سیدہ عائشہ

(اسسٹنٹ پروفیسر دادا بھائی انسٹی ٹیوٹ آف ہائیر ایجوکیشن)

۱: میری زندگی کی سب سے زیادہ خوب صورت اور یادگار چاند رات جسے میں آج تک نہیں بھولی اور نہ کبھی بھلا پاؤں گی۔ اس رات میری سالگرہ تھی مجھے بالکل یاد نہیں تھا۔ اور سب نے مجھے سرپرائز دیا ساتھ میں قیمتی تحائف اور بہت دعاؤں سے نوازا۔ اس چاند رات کو ہم نے بہت انجوائے کیا۔

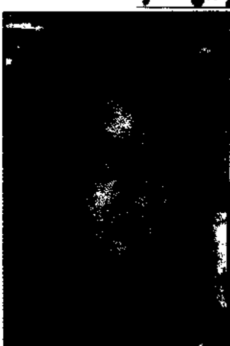
۲: گرم گرم روٹی توڑی نہیں جاتی
آپ سے دوستی چھوڑی نہیں جاتی

اس خوشی میں گفٹ اور وہ کیا؟ بے حد لذیذ شیر خرما...... میری دوست نے بھیجا تھا۔

۳: میری سب سے گہری سہیلی افشاں جو بچپن میں میرے ساتھ اسکول میں پڑھتی تھی۔ ہم ہر سال عید ساتھ منایا کرتے تھے۔ لیکن اسکول کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد افشاں کے گھر والے دوسرے شہر منتقل ہو گئے۔ مجھے ہر عید پر افشاں کی بہت یاد آتی ہے۔ اگر وہ عید پر آجائے تو بچپن کی یادیں تازہ اور عید کی خوشیاں دوبالا ہو جائیں گی۔

ماہ وش اختر

(شیف)



۱: گزشتہ برس چاند رات تک میرا ہی عید ڈریس نہیں آیا تو عجیب ہی لگا کہ سب آئیں گے پرانا سوٹ پہننا ہو گا لیکن پھر مسئلے کا حل نکل آیا، دو بجے شب عید ڈریس آگیا

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اس طرح یہ میری یادگار چاند رات بن گئی۔

۲: میری زندگی کا پہلا عید کارڈ میرے کزن فہد نے دیا تھا جس پہ لکھا ہوا تھا کہ

صبر کرو صبر کرو صبر اچھی چیز ہے
آج چاند رات ہے کل عید ہے

۳: میری فیملی ہی ہے جو میری عید کی خوشیاں دوبالا کیا سہ بالا بھی کر دیتی ہے۔ باقی آپ بھی آئیں اس عید پر میرے گھر تو یہ ہوگی مزے کی عید۔

سعدیہ نواب علی

(نعت خواں)

۱: اب سے دو سال پہلے کی بات ہے میں اعتکاف میں بیٹھی تھی۔ جب چاند رات میں باہر آئی تو میری خوشی دوبالا ہوگئی کہ مجھ سے کئی لوگ ناراض تھے۔ بات چیت نہیں تھی کافی عرصے سے۔ لیکن اس وقت ہم سب گلے ملے اور الحمدللہ آج ہم ایک ساتھ خوش ہیں۔ وہ میری یادگار چاند رات تھی جب اعتکاف کی برکت سے روٹھے ہوئے من گئے تھے۔



۲: میری ایک دوست راحت نے بہت پرانا شعر لکھ کر بھیجا جس کو پڑھ کر ہنسی بھی آئی اور پرانی یاد بھی تازہ ہوگئی تھی۔

سویاں پکی ہیں سب نے چکھی ہیں
سعدیہ کیوں روتی ہو تمہارے لیے بھی رکھی ہیں

۳: وہ انسان ابھی تک میری زندگی میں نہیں آیا جس کی عید کے روز آمد اور موجودگی میرے لیے عید کی سب سے بڑی خوشی ہوگی۔

وجیہہ عادل

(طالبہ)

۱: پچھلے سال عیدالفطر کی چاند رات کو بہت لطف آیا تھا۔ آج تک ذہن نشین ہے کیونکہ اگلے دن میری سالگرہ



تھی اور عید بھی اور چاند رات کو مجھے سالگرہ اور عید کی مبارک بادیں ساتھ، ساتھ مل رہی تھیں۔

۲: ایک مرتبہ میری ایک دوست نے عید کے دن مجھے یہ ایس ایم ایس بھیجا تھا کہ "سمجھ نہیں آ رہی کہ عید کی خوشیاں منائیں یا روز لائٹ نہ جانے کی"۔

۳: کوئی فردِ واحد نہیں سارے خاندان والے ایک ساتھ عید کی خوشیاں مناتے ہیں۔

سرویٰ ناز تشکیل

(گھریلو خاتون)

۱: شادی کے بعد کی پہلی چاند رات بہت یادگار تھی۔ جس میں چاند نظر آتے ہی ہم سب نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ میرے شوہر مجھے ڈنر پر لے گئے اور گھر آ کر اپنی جیٹھانی کے ساتھ کام میں لگ گئی۔



۲: شادی کے بعد پہلی عید پر چھوٹے بھائی نے ایس ایم ایس بھیجا تھا کہ......

میٹھی سویاں کھاؤ گی ناں
عید پر ہمارے گھر آؤ گی ناں

۳: میکے اور سسرال والوں کے ساتھ عید کا مزہ دوبالا ہو جاتا ہے خاص کر بڑوں سے عیدی ملتی ہے تو لگتا ہے کہ عید مکمل ہوگئی۔ اس دفعہ میں عید کو لے کر یوں بھی بہت خوش اور پُرجوش ہوں کہ یہ عید میرے بیٹے کے ساتھ میری

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

پہلی عید ہوگی۔ جوانشاء اللہ میری زندگی کی سب سے اچھی اور یادگار عید رہے گی۔

ایمن راشد
(طالبہ میڈیکل)

ا: اس وقت میں بہت چھوٹی تھی۔ چاندرات کو امی اور بڑی بہنوں کے ساتھ بیوٹی پارلر گئی۔ امی اور بہنیں تیار ہو کر مزے سے گاڑی میں بیٹھ کر بازار کی طرف چل پڑیں۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا اور جب امی اور بہنوں کو وہاں نہ پایا تو خوب روئی۔ اتنی دیر میں امی بھاگم بھاگ پارلر میں داخل ہوئیں تو میں امی سے ملنے کی خوشی میں دوبارہ رو دی، امی نے مجھے آئس کریم کھلائی۔ کیسے بھلاؤں وہ چاندرات؟ ہر سال یاد آجاتی ہے۔



۲: عید کے دوسرے دن گھر کا کام کاج کر کے، امی کا ہاتھ بٹا کر جب بیڈ پر لیٹی تو میری دوست کا ایس ایم ایس آیا جو انتہائی دلچسپ تھا۔

عید آئی ہے زمانے میں
ایمن پھسل گئی غسل خانے میں

۳: اگر عید کے دن میرے پسندیدہ فنکار عمر شریف آجائیں تو ان کے چٹکلے، شگوفے اور باتیں سن کر نہ صرف ہم لوگ محظوظ ہوں گے بلکہ ان کی آمد اور موجودگی ہمارے لیے عید کو بہت یادگار بنادے گی۔

فارینہ گل
(طالبہ)

ا: میرے دادا کے انتقال کے بعد وہ پہلی چاندرات تھی جس کی وجہ سے میں بے حد افسردہ اور مایوس تھی۔ دادا اور دادی کی یاد میں گزرنے والی وہ چاندرات میں کبھی نہ بھلا پاؤں گی۔

۲: میری دوست نے عید پر مجھے یہ مزاحیہ شعر بھیجا تھا کہ

عید آئی ہے کیا تحفہ بھیجوں
جی چاہتا ہے پلاسٹک کا لوٹا بھیجوں

۳: ہر سال گھر میں عید پر رشتے داروں کی آمد سے میری خوشیوں میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ اور ان کی آمد میری خوشیوں کو دوبالا کر دیتی ہے اور ساتھ ہی عیدی ملنے کی بھی خوشی ہوتی ہے اور ہمیشہ کی طرح اس عید پر بھی انشاء اللہ ان سب کی موجودگی میری عید کی خوشیاں بڑھادے گی۔



عزیز قارئین!

سروے پڑھ کر یقیناً آپ کو بھی کوئی یادگار چاندرات اور عید ایس ایم ایس یاد آ گیا ہوگا۔ جیسے ہمارے سروے کی بیشتر شرکاء کو اپنے اسکول کے زمانے میں موصول ہونے والے ایس ایم ایس یاد آگئے۔ یوں تو عید پر آنے والے سارے ہی مہمانوں سے مل کر خوشی محسوس ہوتی ہے پر وہ مہمان جن سے رشتے کی نوعیت خواہ کچھ بھی ہو لیکن ان سے دلی اور جذباتی وابستگی ہو تو ان کی آمد بلاشبہ لطفِ عید بڑھا دیتی ہے۔ ان کا انتظار تو چاندرات سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔

عید کا چاند دیکھ کر دل میں
تیرے دیدار کی طلب جاگی

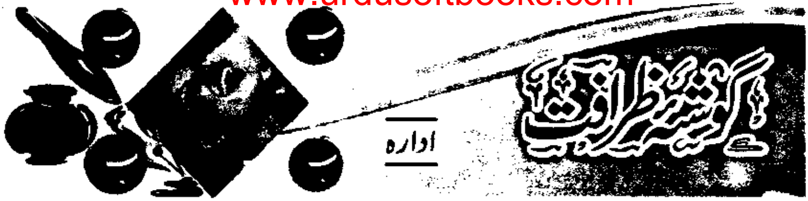
اپنی اور ادارہ پاکیزہ کی جانب سے تمام قارئین کو دلی عید مبارک پیش کرتی ہوں اس دعا کے ساتھ کہ عید کی مسرتیں اور اس سے قبل رمضان المبارک کے تمام فیوض و برکات سمیٹنے کی سعادتیں ہمارے حصے میں آئیں (آمین) کہ بے شک عید روزوں کا انعام ہے۔

دعا ہے آپ دیکھیں زندگی میں بے شمار عیدیں
خوشی سے رقص کرتی مسکراتی پُر بہار عیدیں
(آمین)

☆☆☆

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



مزاح نگاری، کمال کی صنف ادب ہے کہ جس میں وہ بات بھی بہ آسانی کہہ دی جاتی ہے کہ جسے سوچنے میں زمانے لگیں...... مگر ایسی نشتر زنی بخاطر اصلاح کا فن بھی کسی کسی کو آتا ہے۔ ورنہ مزاح نگاری کو عامیانہ طرزِ تحریر بننے میں دیر نہیں لگتی۔

اس ماہ آپ جیسے خوش ذوق پڑھنے والوں کے لیے نامور استاد مزاح نگار شفیق الرحمٰن کی کتاب **پرواز** سے اقتباس حاضر ہے......

مجبوریاں

ڈاکٹروں کی گفتگو بھی بڑی عجیب ہوتی ہے۔ ایسی کہ آدمی سنتے ہی کہہ دے کہ ڈاکٹر بول رہے ہیں۔ کوئی بھی موضوع ہو، کیسا ہی موقع ہو لیکن ان کی گفتگو میں بیماریوں اور دواؤں کے نام باقاعدہ آتے رہیں گے اور کچھ اس قسم کی باتیں آپ سنیں گے۔ ”مجھے اقبال کا کلام بے حد پسند ہے۔ ٹیگور بھی پسند ہے۔ یہ دونوں شاعر ہندوستان کی ناک ہیں اور بھلا اس نمونیے والے کیس کا کیا بنا؟“

”آپ پرانے شاعروں کو ہمیشہ نظر انداز کردیتے ہیں، بھلا آپ غالب کو شعرا کی صف میں شامل کیوں نہیں کرتے؟ شکر ہے کہ وہ مریض اب اچھا ہے، اسے سلفانمائیڈ دے رہا ہوں۔ ڈاکٹر ق صاحب سمجھتے تھے کہ اکیوٹ برانکائٹس ہے حالانکہ صاف نمونیہ تھا۔“

”لیکن جو جدت اور ندرتِ خیال اقبال کے کلام میں ہے، جو سادگی و پرکاری ٹیگور کی شاعری میں ہے اس سے پرانے شعرا محروم ہیں، پرانے شعرا کے موضوعِ سخن ایک جیسے ہیں۔ ایک حد تک فرسودہ ہیں اور وہ ملیریا والا مریض تو آپ نے دیکھا ہی ہوگا اسے ساتھ ہی ٹانسلائیٹس بھی تھا۔ ن صاحب اسے ڈپھتھیریا سمجھ رہے تھے۔“

”اگر آپ غالب کی عظمت سے منکر ہیں تو میں آپ کے مذاق پر افسوس ظاہر کرتا ہوں آپ نے بجنوری مرحوم کا وہ فقرہ سنا ہوگا کہ ہندوستان میں آسمانی کتابیں دو ہیں، ایک وید، دوسری دیوان غالب، وہ تپ دق کا مریض تھا......“ وغیرہ، وغیرہ...... یا پھر اس طرح کی گفتگو ہوگی۔

”جب میں پیرس میں تھا تو ایک نہایت ہی لاجواب کیس دیکھا...... کسی حادثے سے ایک شخص کی ساری ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔“

”میں نے لیور پول میں نہایت ہی حسین کیس دیکھے تھے۔ ایک شخص کے کان چھ، چھ انچ لمبے ہوگئے تھے اور ایک شخص کے ماتھے پر سینگ اُگ رہا تھا۔“

”اور لندن میں، میں نے ایک خوب صورت کیس دیکھا تھا جس کی ناک اس قدر موٹی ہوگئی تھی کہ دور سے بالکل گینڈا معلوم ہو رہا تھا۔“

☆☆☆

قنوطیت ایک ایسی چیز ہے جو کبھی چھپی نہیں رہتی...... قنوطی صاحب گویا چیخ، چیخ کر کہتے ہیں کہ ادھر دیکھو لوگو میں قنوطی ہوں۔

ایک قنوطی حضرت...... جب کبھی ملنے آتے تو

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کچھ اس طرح گفتگو شروع کرتے۔

''میں ستایا ہوا ہوں، بوکھلایا ہوا ہوں، رنجیدہ ہوں، غم دیدہ ہوں، غمگین ہوں، غمزدہ ہوں، غم کا مارا ہوں۔''

میں جواب دیتا...... ''مجھے افسوس ہے، تاسف ہے، قلق ہے، فکر ہے، تشویش ہے۔'' اس کے بعد باتیں شروع ہوئیں، جن سے ظاہر ہوتا کہ قدرت خاص طور پر ان کے پیچھے لٹھ لے کر پڑی ہوئی ہے۔ فرشتے محض ان کو ستانے کے لیے اپنے پروگرام بدلتے ہیں۔ چاند، سورج، آندھی، مینہ سب ان کے دشمن ہیں، اگر یہ فٹ بال کا میچ دیکھنے جاتے ہیں تو ان کی محبوب ٹیم اس لیے ہار جاتی ہے کہ ان جیسا بدقسمت میچ دیکھ رہا ہے۔ اگر جیتتی ہے تو ان کی موجودگی کی وجہ سے گول کم ہوتے ہیں۔ چھوٹی، چھوٹی باتوں کا ہوا بنا لیتے، فرماتے۔ ''میاں اگر قسمت اچھی ہوتی تو کل تاش کی بازی ہی کیوں ہارتے''...... یا...... ''زندگی میں اگر کچھ ملنا ہوتا تو پرسوں سینما کے ٹکٹ ہی کیوں نہ مل گئے۔'' اور...... ''مجھ سا بدقسمت اس شہر میں آ گیا ہے تبھی تو یہاں ہر روز آندھیاں آتی ہیں، جھکڑ چلتے ہیں اور اتنی گرمی پڑتی ہے۔'' جیسے ان کے چلے جانے سے شہر کی آب و ہوا بدل جائے گی۔

آپ کسی کالج یا اسکول کے اسٹاف روم میں جا بیٹھیں۔ پندرہ منٹ کے بعد بغیر کسی تعارف کے آپ ہر ٹیچر یا پروفیسر کو پہچان لیں گے۔

ایک مرتبہ میں ایک تقریب میں گیا اور میں نے ذرا سی دیر میں سب کو پہچان لیا۔ باتیں ہو رہی تھیں۔ جغرافیے کے پروفیسر نے کسی جگہ کے متعلق دریافت کیا۔ جب انہیں اس جگہ کی آب و ہوا بتائی گئی تو مسکرا کر بولے۔ ''تو یوں کیوں نہیں فرماتے کہ بحیرۂ روم کے خطے جیسی آب و ہوا ہے۔'' تاریخ کے پروفیسر بولے۔ ''سلوک؟ ایمان کی بات تو ہے کہ یہاں وہی سلوک ہونا چاہیے جو سکندر نے پورس کے ساتھ کیا تھا۔''

ریاضی کے پروفیسر فیصدی کے سوا بات ہی نہ کرتے تھے۔ مثلاً...... ''ہندوستان میں اسی فیصد آدمی چڑچڑے ہیں۔ افغانستان میں ساٹھ فیصدی آدمی چھینکیں مارتے رہتے ہیں۔ عرب میں نوے فی صدی آدمی بات، بات پر لاحول پڑھتے ہیں۔''

انہوں نے فلاسفی کے پروفیسر پر چوٹ کی۔ وہ چڑ گئے اور بحث ہونے لگی۔ ریاضی کے پروفیسر بولے۔ ''ریاضی ایک سچا علم ہے۔ اس میں صداقت ہے کیونکہ ہندسے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ مثال کے طور پر اگر ایک آدمی ایک کمرا دس روز میں بنا سکتا ہے تو دس آدمی اس کمرے کو ایک روز میں بنا سکتے ہیں۔''

فلاسفی کے پروفیسر کچھ دیر حساب لگاتے رہے پھر بولے۔ ''اگر دس آدمی اس کمرے کو ایک روز میں بنا سکتے ہیں تو 240 آدمی ایک گھنٹے میں بنا سکتے ہیں۔ 14400 آدمی ایک منٹ اور 864000 آدمی اسی کمرے کو بخوبی ایک سیکنڈ میں بنا لیں گے۔''

''ہندوستان میں اسی فیصدی آدمی چڑچڑے ہوتے ہیں۔'' ریاضی کے پروفیسر کھسیانے ہو کر بولے۔

ایک مرتبہ ایک لیڈر سے ملاقات ہوئی۔ وہ باتیں کرتے وقت بار، بار کہتے تھے۔

''خواتین و حضرات......!'' حالانکہ محفل میں صرف حضرات تھے۔ ایک دو مرتبہ ان کی زبان سے ''بہنو اور بھائیو......'' بھی نکل گیا۔ بعض اوقات وہ جوش میں آ کر میز پر مکا بھی مار دیتے تھے۔ ظاہر تھے کہ وہ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔

چند لڑکوں نے شرارتاً ان کو ایک آسیب زدہ کمرے میں سلا دیا...... جہاں سچ مچ بھوت رہتا تھا۔ رات کو جب بھوت نظر آیا تو یہ اسے دیکھ کر بولے۔

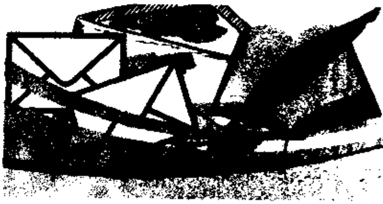
''تم جو کچھ بھی اور جہاں کہیں بھی رہتے ہو، مجھے امید کامل ہے کہ تم انسانی، ہمدردی اور اخوت کا ثبوت دیتے ہوئے قصبہ سدھار کمیٹی کی ضرور مدد کرو گے اور دنیا اور عقبیٰ دونوں میں سرخرو ہو گے۔ تم اپنا چندہ سیکرٹری صاحب کے نام بھیج سکتے ہو۔''

اور سنتے ہیں کہ بھوت وہاں سے ایسا غائب ہوا کہ آج تک لوٹ کر نہیں آیا۔

☆☆☆

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



بہنوں کی محفل

مدیرہ

خط کتابت کے لیے پی او باکس 662 جی پی او کراچی 74200 ای میل: jdpgroup@hotmail.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

پیاری پاکیزہ بہنو! السلام علیکم رحمتہ اللہ و برکاتہ

تمام حمد و ستائش اس ذات والاصفات کو زیبا جو کل کائنات کا خلق کرنے والا ہے۔ یکتا و وحدہ لاشریک ہے اور کروڑوں درود و سلام حبیب خدا رحمتہ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ذاتِ اقدس پر جو وجۂ تخلیق کائنات ہیں۔ پروردگار عالم کے حضور دست بستہ دعا گو ہیں کہ اپنے خزانۂ غیب سے وہ سب کچھ عطا کرے جو ہمارے حق میں بہترین ہو۔ ہمارے وطن پاکستان میں امن وآشتی کی فضا اور خوش حالی رہے اور تمام اہلِ وطن اس کی ترقی و نیک نامی کے لیے کوشاں رہیں۔ (الٰہی آمین)

کچھ باتیں اپنی بہنوں سے

پیاری بہنو! سلام اور پُر خلوص دعائیں لیے آپ کی محفل میں حاضر ہوں۔ گزشتہ شمارے میں میری ممانی جان کے انتقال کی خبر پڑھ کر بہت سی بہنوں نے تعزیت کی، اللہ انہیں جزائے خیر دے خاص طور پر انجم انصار اور طیبہ عنصر مغل نے بڑے خلوص اور محبت سے اس غم کے موقع پر مجھے حوصلہ دیا اور رضوانہ پرنس تو ہر موقع پر میرے ساتھ رہیں اور میری دوستیں شائستہ اعجاز، یاسمین رشید اور حمیرا طارق نے بھی برابر سے میری دلجوئی کی۔ ان سب کا بے حد شکریہ...... انجم انصار نے یہ بھی بتایا کہ وہ اب ماشاء اللہ بالکل ٹھیک ہیں اور آج کل قرآن شریف کے ترجمے اور تفسیر کے حوالے سے کچھ کام کر رہی ہیں، طیبہ عنصر مغل نے اپنی طبیعت کی خرابی کے باوجود مجھے فون کیا، اللہ اسے جلد صحت عطا کرے۔

پیاری فریدہ افتخار تمہارا بے حد شکریہ..... تم نے بڑی محبت سے میرا ذکر کیا، تمہاری تو اپنی شخصیت ہی بڑی مسحور کُن ہے۔ ڈاکٹر ممتاز ضیا کا بھی معراج صاحب اور ان کی بہن کے لیے دعا کرنے کا شکریہ...... عقیلہ تمہارے تبصرے کا شکریہ اگر پہلے تم ریگولر تبصرہ نگار نہیں بھی تھیں مگر اب ریگولر رہنا ہے...... ہماری پیاری دوست تسنیم ماپارا کو عمرے کی سعادت حاصل کرنے کی دلی مبارک باد انہوں نے بتایا کہ بہت عمدہ طریقے سے عمرے کی ادائیگی ہوئی سن کر بہت دل خوش ہوا اور تسنیم تمہارا تبرکات بھیجنے کا بھی شکریہ......

رمضان المبارک کی عبادتوں اور اس ماہ کی عظیم ساعتوں میں معراج رسول صاحب اور ان کی بہن سمیت جو، جو بہنیں بیمار ہیں ان سب کو اپنی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔

تمام بہنوں کو رمضان کی سعادتیں مبارک ہوں کیونکہ ہمارا اگلا شمارہ عید الفطر کے بعد آپ لوگوں کے ہاتھوں میں آئے گا لہٰذا میری طرف سے عید کی پیشگی مبارک باد قبول کریں اور اپنی خوشیوں میں دوسروں کو ضرور شریک کیجیے۔ پیاری بہنو! انشاء اللہ پھر گفتگو ہوگی۔

اللہ نگہبان......!

دعا گو عذرا رسول......!

☆☆☆

پیاری روزہ دار بہنو! کیسے موسم گرما سے کیسے نبرد آزما ہیں ...... سحر اور افطار کی تیاری میں تو باقاعدہ جنگ کا سا سماں ہوتا ہے۔ مقررہ وقت پر تمام گھر والوں کو حسبِ ضرورت و خواہش تمام چیزیں پہنچانا پھر اپنے کھانے پینے اور سب سے بڑھ کر

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

فرض اور نفلی عبادات کا اہتمام یقیناً یہ مشکل امر ہے مگر ہمارا پروردگار بہت مہربان ہے...... چوبیس گھنٹوں میں اتنی برکت ہو جاتی ہے کہ روزمرہ کے دیگر امور کے ساتھ، ساتھ ماہ رمضان کے یہ خصوصی امور بھی بہ احسن پورے ہو جاتے ہیں الحمدللہ بس اس کے لیے تھوڑی حکمتِ عملی اور گھر والوں کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں ہم خواتین اپنے بچوں، شوہر، باپ، بھائی و دیگر رشتوں کے لیے مددگار ہیں وہیں یہ رشتے بھی یقیناً خیال رکھتے ہیں۔بس کسی کو بھی بساط سے زیادہ ڈیمانڈنگ نہیں ہونا چاہیے جہاں تجاوزات ہوں وہیں خرابی ہوتی ہے چاہے راستے کی رکاوٹیں ہوں یا گھریلو امور میں بے جا مداخلت یا حاکمانہ رویہ...... اعتدال پسندی اخلاقیات میں بے حد اہم ہے اور رمضان المبارک کی سعادتوں اور ان عبادات کا ثمر ہمیں بہترین اخلاقی تربیت کی صورت میں نظر آتا ہے کہ جہاں اپنے سے زیادہ دوسرے مسلمان بھائی کا خیال رکھنے کا جذبہ ہر آن متحرک رہتا ہے۔بس بہنوں اس سے زیادہ اور کیا کہیں اب تو عید کی تیاریاں شروع ہوں گی۔ اسی ماہ جون میں عید کی صورت خاص انعام مسلمانوں کے گھروں میں خوشیاں بکھیرنے آرہا ہے لہٰذا پیشگی عید مبارک بھی قبول کیجیے۔سویاں بنائیے، کھائیے اور اپنے پیاروں کو کھلائیے ماہنامہ پاکیزہ کا جولائی کا شمارہ عید نمبر ہوگا اگرچہ اس ماہ بھی عید کی کہانیاں ہیں اور یہ شاید اگست تک سلسلہ جائے۔تمام رائٹرز بہنوں و قارئین کو دلی عید مبارک اور میں خاص طور پر شکریہ ادا کروں گی اپنے تمام بھی خواہوں کا کہ جنہوں نے قدم، قدم پر میری حوصلہ افزائی کی، تعاون کیا اور قیمتی رائے مشورے و تعمیری اصلاحی تنقید سے نوازا۔ اپنی ان بہنوں کو خصوصی مبارک باد جو اس ماہ مبارک میں اعتکاف میں بیٹھیں گی اور آخرت کے لیے زادِ راہ اکٹھا کریں گی۔

پیاری بہنو! اپنے پیغام سلام، رائے مشورے اور شکایات کے لیے بھی مندرجہ ذیل نمبر حاضر ہیں۔

03316266612,021.35386783.021.35802552.Ext:122.107 ہیں۔

اور حسبِ روایت نت نئی خبروں اور سرگرمیوں پر ایک نظر ڈالنے سے قبل ایک بار خلوصِ دل سے درود ابراہیمی اور اس کے بعد تین بار آیت کریمہ ضرور پڑھ لیں اور اپنی دعاؤں میں اپنے پیاروں کے ساتھ، ساتھ تمام اہلِ وطن کو بھی یاد رکھیں۔اللہ رب العزت عالم اسلام کی تمام پریشانیوں کو رفع کرے اور تمام مسلمانانِ عالم کو کامیابی نصیب ہو۔(الٰہی آمین)

مصنفات، شاعرات اور قارئین پاکیزہ بہنوں کی تازہ بہ تازہ سرگرمیاں

☆حرا قریشی، ملتان کی نسبت ماشاء اللہ سے طے ہوگئی ہے۔(مبارک باد)

☆رائٹر شگفتہ بھٹی کا لکھا ڈراما بے دردی جو ایڈز کی بیماری کے موضوع پر ہے جلد ہی ایک نجی چینل سے پیش کیا جارہا ہے۔

☆مستقل قاری نرگس، آزاد کشمیر کی بچیاں ماشاء اللہ ابھی بی ایس اور میٹرک کے امتحانات دے کر فارغ ہوئی ہیں۔(اللہ تعالیٰ کامیابی دے، آمین)

☆مستقل پاکیزہ قاری آسیہ عامر، کراچی کے بیٹے محمد شیبث عامر نے اپنی کلاس تھری میں.... 95 پرسنٹ نمبر حاصل کر کے پہلی پوزیشن لی ہے۔(مبارک باد)

☆خواجہ فرید لٹریری فورم کے تحت ضلع کوٹ ادو جنوبی پنجاب پریس کلب میں رائٹر اور صحافی دردانہ نوشین خان کی ادبی خدمات کو سراہنے کے لیے ایک باوقار تقریب منعقد ہوئی جس میں علاقے کے اسکالرز، ادیب اور شعرا کے ساتھ، ساتھ بڑی تعداد میں ادب شناس خواتین اور حضرات نے شرکت کی۔(مبارک ہو دردانہ)

☆ریڈیو براڈ کاسٹر اور پروڈیوسر سیما رضا ردا کے زیرِ انتظام ریڈیو پاکستان کراچی اسٹیشن پر ایک مشاعرہ بعنوان ہاں کے نام منعقد ہوا جس کی صدارت نامور شاعر اور اسکالر فراست رضوی کے حصے میں آئی جبکہ مہمان شعرا میں وضاحت نسیم ریحانہ روحی، رخسانہ صبا، افروز رضوی، ناصرہ زبیری، سحر علی، یاسمین یاس، سلمان صدیقی، راشد نور.... الحکیم ناصف، خالد معین بیگ اور نسیم نازش نے شرکت کی جبکہ نظامت کے فرائض عنبرین حسیب عنبر نے انجام دیے۔

دعائے صحت کے لیے التماس ہے

☆پاکیزہ کی مستقل قاری سیما محمد عالم کراچی اور ان کے بھائی مقبول عالم کی صحت کافی خراب ہے۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

☆ پیاری شگفتہ شفیق کی مکمل صحت یابی کے لیے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔
☆ مصنفہ عائشہ خان، لاہور دعائے صحت کی طلب گار ہیں۔
☆ مصنفہ اور شاعرہ پروین عذرا تشنہ کی مکمل صحت یابی کے لیے دعا۔
☆ پیاری فریدہ جاوید فری کی طبیعت ہنوز ناساز ہے۔
☆ پاکیزہ سے دیرینہ وابستگی رکھنے والی شائستہ اعجاز کے شوہر نامدار دل کے عارضے میں مبتلا ہوگئے۔ ڈاکٹرز نے انہیں پیس میکر تجویز کیا۔ جسے لگانے کے لیے پچھلے دنوں ان کا ایک آپریشن بھی ہوا...... اب الحمدللہ وہ بہتر ہیں دوسری طرف شائستہ اعجاز کی والدہ محترمہ کی طبیعت بھی خراب ہے۔ (اللہ تعالیٰ شائستہ کے ان پیاروں کو صحت کلی عطا ہو الٰہی آمین)

انتقالِ پُرملال

☆ اس ماہ عذرا رسول صاحبہ کی والدہ محترمہ رقیہ خاتون بجیہ کی برسی ہے۔
☆ مستقل قاری شاہدہ، ملتان کے جواں سال فرزند عمران سعید کا انتقال ہوگیا۔
☆ پاکیزہ کی مستقل قاری نسا آصف، عارف والہ کے دادا جان رحلت فرما گئے۔
☆ مستقل قاری سیما محمد عالم، کراچی کے والدین اور ان کے مرحوم بھائی مقصود عالم کے لیے دعائے مغفرت۔
☆ ایک مرتبہ سورۂ حمد اور تین بار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر تمام مرحومین کی بلندیٔ درجات کی دعا مانگیں۔

☆☆☆

☆ اب آتے ہیں آپ بہنوں کے کھٹے میٹھے خطوط کی جانب......

✉ عطیہ ہدایت اللہ، پشاور۔ آپا آپ کی طرف سے کتب موصول ہوگئی ہیں آپ کی تعریف اور خیریت دریافت کرنے کا بہت شکریہ...... ہمارے پیارے خطے خیبر پختونخواہ میں بہت ٹیلنٹ ہے۔ قسیم فضل خالق اور آپ جیسے سینئر قلم کار ہمارا سرمایہ ہیں ویسے پروفیسر عابدہ رؤف سے بھی رابطہ ہے یا نہیں؟ آپ کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کا بہت شکریہ......

✉ شگفتہ غزل، کراچی سے۔ ''اس مرتبہ مجھے کچھ کہنا ہے واقعی حقیقت کا آئینہ دار تھا ہم مزدوروں کا دن صرف چھٹی کے لیے ہی مناتے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ امریکا میں یہ دن پہلی مئی کو منایا ہی نہیں جاتا ویسے میری نواسی نے ماں سے ضرور کہا۔ ''ماما آج تو ماسی کو چھٹی دینی تھی آج مزدوروں کا دن ہے۔'' تو وہ بھنا کر بولی۔ '' چھٹی میں دے دیتی ہوں کام تم کر لینا۔'' کیونکہ ماں، بیٹی دونوں کے ہی امتحان ہو رہے ہیں ایک کا میڈیکل کا دوسری کا اے لیول کا.......... اور آپ...... اب ذرا افسانوں کا رنگ بھی دیکھ لیں ویسے تو میں سلسلے وار بالکل نہیں پڑھتی مگر حیا بخاری کو چھوڑنا مشکل ہے، عالیہ حرا تو ہیں ہی اچھی رائٹر مگر یہاں بھی طوالت نے تھوڑا سا بور کیا۔ عنیزہ سید کا درد آئے گا دبے پاؤں، زبردست لیکن اینڈ میں دو چار لائنوں کی گنجائش تھی تیمور کو آنسوؤں میں بہنے کی جگہ جذبوں کو زبان دینی چاہیے تھی۔ عقیلہ حق تو ہمیشہ ہی اچھا لکھتی ہیں سائرہ مثال، رئیس ڈے کا تو جواب ہی نہیں آپ کے مجھے کچھ کہنا ہے کا افسانوی رنگ محبت کی راہ گزر، کو قرۃ العین سکندر نے دریا کو کوزے میں بند کیا ہے وہ بھی بے حد خوب صورتی سے ویل ڈن...... نفیسہ سعید نے ماں جی لکھ کر حق ادا کر دیا لگتا ہے گھر، گھر کی یہی کہانی ہے اصل میں جوانی میں ہم بھول جاتے ہیں کہ بڑھاپا ہم پر بھی آنا ہے۔ ماڈرن تہذیب کے یہی تو شاخسانے ہیں نگہت سیما تو ہمیشہ ہی اچھا لکھتی ہیں مگر بقیہ اگلے ماہ پڑھ کر منہ سے کراہ نکل گئی۔ ہما بیگ نے بھی خوب لکھا، تعویذ حُب بھی اچھا لگا نبیلہ نازش نے لڑکیوں کو خوددار اور باہمت دکھایا لڑکیوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ثمینہ جلیل کا انٹرویو بھی خوب تھا لیکن انہوں نے کوئی خاص پکوان نہیں بتایا یہ تو عام سا گھر میں بنتا ہے۔ عذرا آفتاب کا شکوہ دل خوش کر گیا۔ پتا نہیں ڈراموں، افسانوں اور قصے کہانیوں میں ہم عورت کو دنیا کی کمزور ترین اور کمتر مخلوق کیوں بنا دیتے ہیں اپنے حق کے لیے لڑنا جہاد ہے۔ اپنی صفائی میں کچھ کہنے سے پہلے لڑکیاں گونگی کیوں ہو جاتی ہیں۔ کب تک ہم عورتوں کو بے بس اور مجبور اور لاچار دکھاتے رہیں گے، گھر یا باہر ہر طرف عورت جو بھی جنگ لڑ رہی ہے مگر ستائش کا ایک لفظ نہیں نہ شوہر کی طرف سے نہ سسرال کی طرف سے نہ معاشرے کی طرف سے کیونکہ عورت پر تنقید کرنے والے تو سب سے پہلے ہم خود ہوتے ہیں، دل جلتا بھی ہے اور خون

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

کھولنا بھی ہے۔'' (واہ سلمیٰ آپ نے تو ہر عورت کے دل کی بات کہہ دی۔ تفصیلی تبصرے کا شکریہ)

✍ تسنیم ماپارا کا نامۂ خاص کراچی سے۔''بہت ہی پیاری نزہت اور ادارے کے تمام لوگوں کو خلوص بھرا سلام قبول ہو۔ الحمدللہ رجب، شعبان کے مہینے میں عمرے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے نصیب فرمائی۔ (سبحان اللہ) یہ اس کا فضل ہی ہے جو ہم گناہ گاروں کو اپنے در کا دیدار نصیب کراتے ہیں۔ شکر ہے اس مالک کا۔ آج میں کچھ عرض کرنا چاہوں گی کہ زائرین عمرہ و حج کے لیے...... خصوصاً جو خواتین ہمارے پاکستان سے جاتی ہیں۔ ہر ملک کی خواتین کو وہاں دیکھا سر سے پیر تک ڈھکی ہوئیں، اس قدر برا لگتا ہے کہ جب ہماری پاکستانی بہنیں لان کی پتلی قمیصوں اور شفون دوپٹے اور بغیر عبائے کے نظر آتی ہیں۔ پھر دھکم پیلی میں دوپٹا کہاں خود کہاں سر ننگا جبکہ باقی تمام ممالک کی خواتین پوری ڈھکی چھپی ہوتی ہیں، خدارا یہ سوچیے کہ ہمارا عمل تو ایسا نہیں ہے کہ ہم اس پاک جگہ اپنی مرضی سے جائیں یہ اللہ کا ہم پر خاص کرم ہوتا ہے جو ہم اس در پر بیٹھے ہوتے ہیں، ہر جگہ جانے کے کچھ اصول ہوتے ہیں اگر آپ کسی کی میت پر ناچتے گاتے جائیں گے تو گھر والے دھکے دے کر نکال دیں گے۔ اسی طرح ان مقدس جگہوں کی حرمت کا تقاضا ہے کہ ہم اسی پروٹوکول کو مدنظر رکھیں...... خدارا جو بہنیں جانے والی ہوں وہ اپنے گروپ میں سب کو تاکید کریں کہ باپردہ جائیں اور اس مبارک جگہ کی رونقوں اور عبادتوں کا لطف اٹھائیں اللہ ہم سب کو ہدایت کے راستے پر رکھے۔ آمین۔ چونکہ اپریل کے مہینے میں نہیں تھی پیاری عذرا کی مہربانی سے رسالہ ملا۔ کچھ افسانے پڑھے یہ کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں نزہت، بہت خوب صورت افسانے سبق آموز و دلچسپ ماشاءاللہ آپ کی محنت نظر آرہی ہے۔ جیتی رہیں (بہت نوازش تسنیم) پیاری عذرا کا مختصر سا سلام دعا بھی خوب ہوتا ہے۔ اور نہایت مفید و شعور و آگہی دلاتا ہوا۔ آپ کا شکریہ اچھے لفظوں میں ہمارا تذکرہ کرنے کا آپ کی محبت ہے، خوش رہیں۔'' (عمرے کی سعادت کی مبارک باد بہت خوب صورت بات آپ نے شیئر کی۔ انشاءاللہ سب بہنیں یاد رکھیں گی، شکریہ)

✍ تسنیم کوثر، کراچی سے۔ آج ابتدا میں دلکش اور خوب صورت افسانوں سے کرتی ہوں۔ درد آئے گا دبے پاؤں' عنیزہ سید نے عمدہ لکھا۔ لیکن نفیسہ سعید کے ماں جی کا تو جواب نہیں حقیقت سے قریب یہ کہانی دل کو چھو گئی۔ ایک دن نادرہ کے ساتھ شمع تفسیر کی اس اسٹوری کو بھی بہترین کہہ سکتے ہیں۔ پپی بر تھ ڈے تیمور ایک بچکانہ افسانہ لگا کسی زمانے میں ہم نونہال اور بچوں کی دنیا میں ایسی ہی ملتی جلتی کہانیاں پڑھتے تھے بہر حال برا پھر بھی نہیں کہہ سکتے۔ (رائٹرز باتوں ہی باتوں میں تو پتے کی بات کہہ جاتی ہیں) ہاجرہ ریحان کا راز بس سو سو تھا۔ ناولٹ میں سیمار ضا ردا کا چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں اچھا لگا۔ مگر عالیہ حرا کا جب پھاگن پھول کھلائے بے تحاشا طویل ہونے کے باوجود بھی بس مناسب ہی رہا پوری کہانی میں ہیروئن کی بیماری ہی فوکس رہی۔ نگہت سیما کا پیارا سا ناول کوئی شہر یار وفاؤں کا...... خوب صورت طرز تحریر سے سجا یہ ناول بہت اچھا لگا لاسٹ قسط کا شدت سے انتظار ہے۔ محبت لفظ ہے لیکن بھی ٹھیک ٹھاک جا رہا ہے۔ سنگ سنگ چلیں یہ سلسلہ تو بہت ہی شاندار ہے، ہم بھی اس سلسلے میں شامل ہونے کی کوشش کریں گے (جی ضرور) روحانی مشورے اور ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کی تحریر اللہ اور اس کا نور پڑھ کر دلی سکون اور معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ آخر میں آپ کو اور پاکیزہ کے تمام اسٹاف ممبران کو رمضان اور عید کی پیشگی مبارک باد۔ (جی آپ کو بھی رمضان کی برکتیں مبارک ہوں، تبصرے کا شکریہ......)

✍ ایمان، کوٹلہ جام سے۔'' آپی مجھے پاکیزہ بہت پسند ہے، نزہت جی آپ کے آتے ہی پاکیزہ اور جگمگ کرنے لگا ہے۔ اللہ پاک انجم آپی اور عذرا آپی کو صحت کے ساتھ لمبی عمر عطا کرے آمین۔ سب کہانیاں زبردست ہیں، حیا بخاری کے ناولٹ میں مجھے ضیا کا کردار بہت پسند ہے۔'' (شکریہ کہانی آپ ضرور بھیجیں مگر پہلے پورے رسالے کو اچھی طرح پڑھیں۔ سینئر رائٹرز کی تحریروں کو غور سے پڑھیں، اچھا لکھنے کے لیے بہت زیادہ پڑھنا چاہیے)

✍ عائشہ گل سندھو، حیدر آباد سے۔'' آپی مجھے پاکیزہ بہت پسند ہے اس کا ہر سلسلہ ہر کہانی حقیقت کے بہت قریب ہوتی ہے۔ خصوصاً پچھلے چند ماہ میں اس کا معیار اتنی تیزی سے بلند ہوا ہے کہ لمبی دوپہروں کا یہ پھر سے ساتھی بن گیا ہے۔ خاص کر رفعت سراج اور حیا بخاری کی کہانیوں کا سارا ماہ انتظار رہتا ہے، ضیا اور لالہ میرے فیورٹ کردار ہیں، نگہت عبداللہ سے بھی کچھ لکھوائیں بہت یاد آتی ہیں۔'' (جی ضرور)

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

نجو، ایمان، فری سرگودھا سے۔ ’’آپی پاکیزہ روز بروز بہترین ہوتا جارہا ہے، ہمارا فیورٹ ڈائجسٹ بن گیا ہے بس ایک درخواست ہے کہ ہر ماہ ایک مکمل ناول رکھا جائے جو زیادہ رو کھانہ ہو ہلکا سا ہو اور رومینٹک بھی...... امرت اور کہاں بچیں کہ دل نے تو دل ہی جیت لیے ہیں۔ ہر قسط بہت خوب، ناولٹ محبت لفظ ہے لیکن نے تو ہمیں دیوانہ بنادیا ہے۔ اٹھان، بُنت سب لاجواب اور سسپنس جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ پشتو ثقافت پر ناول ہم سب دوستوں کی پسند...... بار بال کا مطلب بھی بتادیں پلیز...... (چلیں حیا جلدی سے بتائیں) باقی رائٹرز میں طیبہ عنصر مغل، عقیلہ، شمیم فضل اور سدرۃ المنتہٰی فیورٹ ہیں، ان سب کو سلام......‘‘ (سب کی طرف سے وعلیکم السلام)

صائمہ پرویز، کراچی سے۔ ’’میں پاکیزہ کی بہت پرانی قاری ہوں، بچوں کی پیدائش کے بعد سے ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں کچھ اس طرح سے کھوئی کہ پاکیزہ سے کچھ عرصہ ناتا ٹوٹ گیا لیکن دل میں ہمیشہ یاد رکھا۔ اور آج پھر سے میں پاکیزہ میں شمولیت اختیار کرنے والی ہوں۔ مئی کا سالگرہ نمبر دو ملا سرورق پر خوب صورت سی ماڈلز نے اٹریکٹ کیا۔ ذکیہ بلگرامی کا اللہ اور اس کا نور پڑھ کر دلی سکون ملتا ہے۔ افسانے تمام اچھے تھے، عالیہ حرا کا مکمل ناول بہت پسند آیا۔ سنگ سنگ چلیں میں بہنوں سے ملاقات کا سلسلہ بہت اچھا لگا آپی میں بھی اس میں شامل ہونا چاہتی ہوں، آپی بہنوں کی محفل میں بہت ساری پرانی بہنیں غائب ہیں جیسے صائمہ اکرم، سعدیہ سعید، سیدہ غزالہ عالم وغیرہ، عظمیٰ آفاق نے پاکیزہ ڈائری بہت ہی پیاری پھولوں کی طرح سجائی ہوئی تھی۔ جس کی ہر تحریر پھولوں کی پتی کے مانند ہوتی ہے بہنوں کی محفل ہمیشہ ستاروں کے مانند چمکتی رہتی ہے، اللہ کرے ہمیشہ اس طرح چمکتی رہے اور خوب پھولے پھلے۔‘‘ (جی آپ کو پھر سے جگہ مل گئی۔ پاکیزہ کسی کو نہیں بھولتا آئندہ بھی باقاعدگی سے آیئے گا)

انجم مشیر، کراچی سے۔ ’’ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کا مضمون اللہ اور اس کا نور ڈاکٹر صاحبہ کو صحت اور لمبی زندگی عطا کرے ان کی نرم، نرم نصیحت آمیز گفتگو پھر قرآن پاک کے حوالے کے ساتھ دل پگھل جاتا ہے ہم کتنے نادان ہیں کہ ایک مکمل کتاب ضابطۂ حیات کے باوجود اِدھر اُدھر بھٹکتے ہیں۔ یہ کہاں بچیں کہ دل ہے رفعت سراج کا پختہ اندازِ بیاں ناول سے نظر و ذہن ہٹنے نہیں دیتا، رفعت نے جنوری میں ناول کو ایک نیا موڑ دیا جس سے دلچسپی اور بڑھی ہے پرنس کی سمندر جیسی پُرسکون زندگی میں کنکر پھینک سلمان...... یہ امرت روز بروز کچھ زیادہ ہی دردانگیز نہیں ہورہا زین کو کہیں اتنے بھی بے لگام نہ بنو اور امرت کو کیوں اتنا دبو بنادیا ہے۔ زبردست شیریں ہر بار ایسے موڑ پر اختتام کرتی ہیں کہ دل مانگے اور...... پچھلے شمارے میں عقیلہ حق کی تحریر میرے خواب چھین لو یہ صرف ماسیوں کے گھر کا قصہ نہیں ہے بلکہ متوسط طبقے کی وہ لڑکیاں جہاں تعلیم اور پیسہ اب میسر آیا ہے۔ موبائل فون کے سستے پیکجز کے باعث فیس بک، ٹوئیٹر، واٹس ایپ کا استعمال اتنا بڑھالیا ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی کسی بات کو اہمیت ہی نہیں دیتیں اور خود کو عقلِ کل سمجھ کر ماڈرن بن کر بغیر سوچے سمجھے بس محبت کی راہ پر دوڑنے لگی ہیں۔ آنکھیں بند کرکے دروازے سے ٹھوکر تو لگے گی۔ عطیہ ہدایت اللہ کی شارٹ اسٹوری اچھی ہے، حیا بخاری کا ناولٹ محبت لفظ ہے لیکن...... زن زر زمین کے پلاٹ پر لکھی اچھی کاوش ہے وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوا۔ عین عورت پہ پیاری اچھی اور اسلامی کہانیاں ہیں مزہ آتا ہے پڑھ کر اور سوچ کے در بھی کھلتے ہیں۔ غزالہ رشید مایہ ناز رائٹر سے ملاقات نزہت بہت خوب زورِ قلم اور زیادہ...... گوشۂ ظرافت زبردست اب یہ نامور لکھنے والے کہاں...... اور آخر میں جناب وجۂ ملاقات جی بہنوں کی محفل اللہ اسے یونہی قائم رکھے، آمین۔ سب بہنیں مل کر گپ شپ تنقید، تعریف کرتی ہیں بس مزہ ہی آجاتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ معراج رسول صاحب کو صحتِ کاملہ عطا کرے عذرا رسول کو سلامِ عقیدت آپ بھی بہت محبت سے محنت سے اپنا حصہ میگزین کو خوب صورت اور دلچسپ بنانے میں برابر ادا کررہی ہیں۔ انشاء اللہ پھر حاضر ہوں گے۔‘‘ (بہت عرصے بعد حاضری دی بہرحال تبصرے کا شکریہ)

لائبہ اعوان، لاہور سے۔ ’’اپریل کا شاندار سالگرہ نمبر نکالنے پر آپ سب کی محنتوں کو سلام...... سلسلہ سنگ، سنگ چلیں، بہت پسند آیا۔ عہدِ رفتہ کو آواز دینا، میں ہم بھی آپ کے ساتھ ہم آواز ہیں کہ پلیز رائٹرز اب لوٹ آئیں کہ ہم انتظار کی شمعیں جلائے بیٹھے ہیں۔ آپی عذرا رسول جس محبت اور اپنائیت سے قارئین و مصنفین کو یاد رکھتی ہیں۔ وہ قابلِ تحسین ہے، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ معراج رسول صاحب اور ان کی بہن اور تمام بیماروں کو صحتِ کاملہ عطا فرمائیں، آمین۔ افسانوں میں ثمینہ عظمت

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

اور فرحین اظفر ٹاپ پر رہیں۔ ناہید سلطانہ، قانتہ رابعہ اور ہما علی کی تحاریر اچھی تھیں مگر ایک ہی موضوع ہونے کے باعث یکسانیت محسوس ہونے لگی۔ (جی کبھی اتفاق ہو جاتا ہے مگر تینوں افسانوں میں بے انتہا سبق تھا۔) میراث میں ریمل آرزو نے اچھا پیغام دیا۔ رفاقت جاوید صاحبہ نے بھی بہت اچھی سوچ دی کہ انفرادی کوشش کے بجائے اگر اجتماعی کوشش کی جائے تو تبدیلی آکر رہتی ہے، ہاں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شروعات ہمیشہ فرد سے ہی ہوتی ہے۔ سحر ساجد کا ناول ہم دو اور دریار ناولٹ دونوں ہی لاجواب رہے۔'' (بہت شکریہ مختصر سے تبصرے کا)

✍ عائشہ خان، لاہور سے۔ ''سب سے پہلے تو آپ لوگوں کے خلوص و محبت کا بے حد شکریہ...... عذرا آپی نے جس طرح اسپیشل میرے خط، فون اور مجھے یاد کرنے کا ذکر کیا ان کی اس محبت کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔ محبت ہمیشہ سے میرے لیے بے حد اہم رہی ہے لیکن بیمار بندے کے لیے اس کی اہمیت کچھ اور بڑھ جاتی ہے کہ بیماری میں دل بے حد حساس ہو جاتا ہے۔ سالگرہ نمبر کی یوں تو سبھی تحاریر زبردست تھیں لیکن رفاقت جاوید، قانتہ رابعہ اور ہما علی کی تحاریر بیسٹ تھیں۔ سحر ساجد کا ناول ہم دو پسند آیا۔ وقت کی ضرورت کے مطابق انہوں نے ایک اچھا ٹاپک چنا۔ سب کہانیاں ایک مقصدیت اور معنویت سے بھرپور تھیں۔ اس کے لیے تحریر نگار تو مبارک باد کی مستحق ہیں ہی لیکن یہ چیز پاکیزہ کے مالکان اور مدیران کی بہترین سوچ کی بھی عکاسی کرتی ہے۔ رمضان المبارک کی آمد، آمد ہے۔ اس ماہ مقدس کے ہر ہر لمحے میں رحمتوں اور برکتوں کا اک خزانہ پوشیدہ ہے بڑا خوش نصیب ہے وہ انسان جو رحمتوں اور برکتوں کے اس خزانے کو سمیٹ لے، کامیاب اور قیمتی وہ ہی لمحات ہیں جو اپنے خالق و مالک کو راضی کرنے کی سعی میں گزریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کے اک، اک لمحے سے پوری طرح فیض یاب ہونے والوں میں سے بنا دیں۔'' (الٰہی آمین، اللہ آپ کو صحت دے)

✍ نرگس ..... آزاد کشمیر سے۔ ''میرا نام ناہید نہیں نرگس ہے۔ (فون پر ہمیں ناہید سنائی دیا تھا اچھا ہوا بتا دیا) پاکیزہ روز بروز نکھرتا جا رہا ہے۔ سحر ساجد کا ناول بہت دلچسپ اور نئی نسل کے لیے رہنما ہے جو آج کل فرینڈشپ کی نئی راہیں تلاشتی ہیں، آج کے اس بے حیائی کے دور میں ان کا ناول بہت سبق آموز تھا۔ اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو۔'' (مختصر تبصرے کا شکریہ)

✍ مسز یٰسین، لیہ شہر سے۔ '' آنٹی جان بہت شکریہ محفل میں مجھے شامل کرنے کا...... سارا رسالہ بیسٹ جا رہا ہے، انکل معراج کے لیے بہت دعائیں (جزاک اللہ) حیا بخاری پلیز لالہ کے ساتھ کچھ برا نہ کرنا، آنٹی جان میں ماما بننے والی ہوں، (بہت مبارک ہو) سب بہنوں کا شکریہ جنہوں نے میرے لیے دعا کی۔ آنٹی پروین کے لیے بھی میری بہت دعائیں ہیں۔'' (اللہ آپ کو خوشیاں دے)

✍ فرخندہ جعفری، گجرات سے۔ ''ہمیشہ کی طرح اس ماہ اپریل میں بھی خوب صورت ٹائٹل سے سجا پاکیزہ ملا۔ پہلے حصے سے لے کر آخری حصے تک رسالہ پڑھا بہت خوب اچھی تحریریں پڑھنے کو ملیں۔ رسالے میں اپنا خط، دعا اور آپ سب کی طرف سے صحت کی دعا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی، آدھی بیماری دور ہو گئی۔ بہت، بہت شکریہ۔ (شکر ہے آپ کی طبیعت بحال ہو گئی۔) امرت، شیریں حیدر صاحبہ نے بہت خوب قسط لکھی ہے، واقعی بیٹیاں ماں باپ کا مان رکھنے کے لیے ساری زندگی دکھ، اذیت اور نہ جانے کیا، کیا کچھ سہتی ہیں مگر اُف تک نہیں کرتیں۔ رفعت سراج، یہ کہاں بچیں کہ دل ہے، امرت کے مقابلے پر جا رہا ہے، رائٹرز کو مبارک ہو، بنت زہرا ثانی، دامن میں جس کے ایک بھی تارِ وفا نہیں بالکل حقیقی کہانی ہے، مرد اپنے پاس سے جو چاہے قانون بنا لے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ثمینہ عظمت علی، بہت دلچسپ بھی اور دکھیا کہانی بھی ہے، ان پڑھ یا کم پڑھے لکھے لوگوں میں بندہ اپنی زندگی مشکل ہی سے گزارتا ہے۔ مزے کی بات بتاؤں، پاکیزہ رسالے میں رفاقت جاوید صاحبہ کی بہت ہی سبق آموز کہانی پڑھ رہی تھی۔ پڑوسن آئی آپ کیا پڑھتی رہتی ہیں، ہر وقت رسالے میں منہ دیے رہتی ہیں۔ نہ کہیں آتی ہیں نہ جاتی ہیں یہ کوئی عمر ہے رسالے پڑھنے کی اگر کہہ دوں کہ دیکھو رسالے میں میرے آئٹم آئے ہیں تو کوئی نہیں دیکھتا نہ کوئی پڑھتا ہے بہو چاہے پڑھی لکھی ہو یا ان پڑھ...... سسرال کو وہی بہو اچھی لگے گی جو اُن کے سارے خاندانوں کی خدمت کرے گی۔ بیچاری ایسے ماحول میں ماسٹر ڈگری کو کہیں رکھ کر بھول ہی جائے گی پھر اس کا امتحان لیا جاتا ہے۔ ثمینہ عظمت کی بہت ہی اچھی کہانی ہے اس میں میری اپنی زندگی کا عکس بھی شامل ہے۔ بہت خوب مبارک ہو۔ قانتہ رابعہ، وہی رکھتا ہے ساعتیں بھی اچھی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

کہانی ہے، رب ہی انسانوں کو مشکل سے نکالتا ہے۔ والدین بیٹیوں کے بوجھ سے جلدی فارغ ہونے کی کوشش کرتے ہیں مگر ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ ناہید سلطانہ اختر، راضی بہ رضا۔ میری فیورٹ رائٹر ہیں انہوں نے جب لکھا خوب لکھا۔ کہانی کے اتار چڑھاؤ اور اس کو اصلی موڑ پر لانا کہ بندہ دنگ رہ جائے یہ صرف ان کا ہی کمال ہے، مبارک ہو۔ آج کل تو سب سے بڑا مسئلہ بیٹیوں کی شادی کا ہے، لڑکیاں ماسٹر ڈگری تک کرلیتی ہیں اس میں عمر تو لگتی ہے مگر رشتہ لینے والے کہتے ہیں لڑکی پڑھی لکھی بھی ہو اور عمر کی بھی کم ہو، بھلا ایسا کیسے ہوسکتا ہے۔ مری جنت لاجواب، رفاقت جاوید، دوستی ایسا ناتا، شمیم فضل خالق بہت اچھی کہانیاں ہیں، نصیحت پکڑنے والی ہیں، دریار، بنت سحر، بہت سچی اور دلوں پر اثر کرنے والی کہانی لکھی ہے، بہت اچھے الفاظ اور محبت کو دل میں راز اس طرح بنایا ہے کہ کسی کو پتا نہیں لگے۔ میراث، ایمل آرزو، یہ حقیقی کہانی ہے ہمارے گاؤں میں اس طرح کی کئی مثالیں موجود ہیں جب کوئی بیٹی شادی کے بعد کی مجبوری کے تحت اپنا حق والدین یا بھائیوں سے مانگنے جاتی ہے تو اسے بے عزت کرکے گھر سے نکال دیا جاتا ہے کہ ہم نے تجھے جہیز دیا تھا وہی تمہارا حصہ تھا اب اس مقصد کے لیے مت آنا۔ شمع ہدایت، اختر شجاعت، حیا فشائے الٰہی بہت محنت سے اور بہت زیادہ کتابوں کی اسٹڈی کرنے کے بعد ایسے مضامین عمل میں آتے ہیں بندے کو چاہیے کہ ایسے اچھے سبق آموز مضامین صرف پڑھنے تک محدود نہ رہے بلکہ اس پر عمل بھی کرے اور دوسروں تک بڑھائے، اللہ اور اس کا نور ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی صاحبہ...... اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحبہ کو صحت تندرستی دے اور وہ اسی طرح قرآن پاک کا ترجمہ کھول، کھول کر ہمارے دل و دماغ کو روشن کرتی ہیں۔ وہ آئے بزم میں نزہت اصغر آپ نے رضوانہ پرنس صاحبہ کا بہت اچھا اور معلوماتی انٹرویو کیا ہے، اتنے غم دل میں سمونے کے باوجود وہ کس طرح ہر وقت مسکراہٹ سجائے رکھتی ہیں، اتنی چھوٹی سی عمر میں شوہر کے بغیر بچوں کی تربیت کتنی اچھی کی ہے، اللہ تعالیٰ انہیں مزید ہمت اور صحت تندرستی دے۔" (تفصیلی تبصرے کا شکریہ پیاری فرخندہ آپ کی پُرخلوص دعاؤں کے لیے جزاک اللہ آپ کو بھی صحت و تندرستی سے رکھے الٰہی آمین)

☜ حیا بخاری کا نامۂ خصوصی ڈیرہ اسماعیل خان سے۔ "زندگی میں اگر کوئی مقصد بھی شامل ہوجائے تو زندگی کامیاب ہوجاتی ہے، میری زندگی میں کئی ایسے لوگ ہیں جنہیں میں اکثر دیکھتی ہوں، رات کو جاگتے ہیں، صبح دیر سے اٹھتے ہیں، ناشتا پھر موبائل پھر کھانا پھر میوزک پھر ساری رات موبائل اور وہ...... مشین نے زندگی کتنی آسان کردی ہے ناں...... لیکن بے مقصد بھی ......نہیں...... ایسے لوگوں کو دیکھ کے مجھے تو یہی لگتا ہے لیکن آج کے دور میں با مقصد انداز سے لوگوں تک با مقصد باتیں پہنچانا...... میرے خیال میں تو فنِ کامل ہے۔ اور پاکیزہ نے یہ مقصد بخوبی حاصل کیا ہے، سالگرہ کے موقع پہ دلی مبارک باد اور ایسے ہی با مقصد اشاعت کی کئی اور کامیاب منازل طے کرنے کی دعا...... (بہت بہت شکریہ حیا) اپریل کے پاکیزہ کی لسٹ اس دفعہ شاندار تھی لیکن ایک نام کو مس کیا...... طیبہ عنصر مغل...... ماشاء اللہ بہت پیارا لکھتی ہیں طیبہ...... ان کا افسانہ ہوش کے ناخن، زبردست طیبہ...... اللہ تمہیں قدم قدم پر کامیابیاں عطا کرے، آمین (اس دفعہ طیبہ کی تحریر شامل ہے) سلسلے وار ناولز تبصرہ ادھار...... ویسے اتنے بڑے نام ہیں کہ نام ہی گارنٹی ہے کہ دونوں ناول زبردست ہیں لیکن مکمل پڑھ کر ہی رائے دیں گے (جی ضرور) سحر ساجد کا نام دیکھ کر دل خوش ہوگیا، بہت اچھا لکھنے پر مبارک باد سحر...... افسانوں میں ثمینہ عظمت علی، قانتہ رابعہ، شمیم فضل خالق، رفاقت جاوید، ایمل اور فرحین کو پڑھ کر مزہ آگیا، اللہ مالک بھی خوب تحریر تھی۔ جن بہنوں نے میرا ناولٹ پسند کیا اور جنہیں اچھا نہیں لگا ان سب کا بہت شکریہ، یہ میری پہلی طویل تحریر ہے اور آپ قارئین ہی ہیں جو ہماری تحریر کو رواں رکھتے ہیں، آپ کے تبصرے اس میں جان بھر دیتے ہیں، تخیل نکھار دیتے ہیں، آپ سب کے لیے دعائیں اور محبت...... ویسے تبصرہ نگاروں میں مجھے ڈاکٹر ممتاز، شاہدہ، صبا آصف، نازنین آفریدی، ارم کمال، فصیحہ آصف، حرا قریشی، تسنیم کوثر، فریدہ فری کے تبصرے زبردست ہوتے ہیں، بہت جامع تبصرہ لکھتی ہیں یہ بہنیں...... (جی ہاں ویسے سب ہی بہنیں بہت صائب رائے دیتی ہیں) میں اکثر گنگناتی ہوں میں صباحت ضیا، کراچی اور سعدیہ بتول کے انتخابات کمال کے تھے، اللہ پاک محبتوں کی یہ محفلیں یونہی سجائے رکھے آمین۔" (بہت پیارے نامے کا ڈھیروں شکریہ...... اپنی صحت کا بھی خصوصی خیال رکھیں حیا)

☜ حمیرا اقبال، کراچی سے۔ "میں پہلی بار آپ کی محفل میں شامل ہورہی ہوں، بچپن سے اپنی امی کو پاکیزہ پڑھتے دیکھا اور بڑے ہونے پر ہم نے بھی باقاعدگی سے پڑھنا شروع کیا اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ امی نے تو کبھی خط لکھنے کی

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

کوشش نہ کی مگر ہم نے اس بار ہمت کی اور آپ کی محفل میں شامل ہو رہے ہیں امید ہے حوصلہ افزائی ہوگی۔ سب سے پہلے بات کرتے ہیں دین کی، ذکیہ بلگرامی صاحبہ، اختر شجاعت صاحبہ اور اداریہ کی۔ یہ سلسلے ہمیں بہت ہی زیادہ پسند ہیں اور ہم سب سے پہلے انہیں ہی پڑھتے ہیں اور ان کو پڑھ کر دلی سکون ملتا ہے۔ اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف...... طیبہ عنصر مغل کی کہانیاں اچھی لگتی ہیں۔ ہالہ احمد کا افسانہ پڑھ کر ہم دم بخود رہ گئے۔ انسان کیا اتنا مجبور ہو جاتا ہے کہ اپنے خونی رشتوں کو بھی برداشت نہیں کرسکتا...... صرف جہالت اور بھوک کی وجہ سے لیکن ماں کی محبت ان سب چیزوں پر حاوی رہی...... شمع تفسیر نے ایک دن نادرہ کے ساتھ افسانے میں ہمیں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ یہ جو پولیو ویکسینیشن کا شعبہ ہے اسے گورنمنٹ کی طرف سے عوام کو سمجھانے کے لیے کوئی طریقۂ کار ہونا چاہیے کہ جس سے لوگوں میں شعور آئے کہ یہ ہمارے بچوں کی صحت کے لیے ہے۔ شمع تفسیر نے بہت ہی اہم ایشو کی طرف توجہ دلائی ہے، بہت خوب شمع...... عقیلہ حق نے بیبی برتھ ڈے میں بہت ہی اچھی بات کہی کہ ہم ہر مسئلے کا حل ہر جگہ تلاش کرتے ہیں لیکن جس کے پاس مسئلے کا حل ہوتا ہے اسے ہی بھول جاتے ہیں، اللہ ہم سب کو نیک ہدایت دے۔ عالیہ حرا، جب پیا گن پھول کھلائے زبردست لکھا۔ عالیہ کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ دردانہ نوشین نے سدا بہار سرائے میں بہت ہی اعلیٰ میسج دیا کہ چاہے محل ہو یا جھونپڑی یہ دنیا سرائے ہی ہے، بہت خوب دردانہ بہت اچھا افسانہ تھا۔ سائرہ مشال، رئیس ڈے بالکل حقیقت پر مبنی لکھا واقعی مزدوروں کا کوئی عالمی دن نہیں ہوتا سب دن امیروں کے ہی ہوتے ہیں۔ تمام ناولٹ اور ناول بہت ہی بہترین جا رہے ہیں، سسپنس سے بھرپور، حیا بخاری، ناہید سلطانہ اختر، بنت سحر، سحر ساجد بہت خوب لکھا۔ تعریف کے لائق لکھاری ہیں، سلسلے سارے ہی بہت اچھے ہیں اور رائٹرز کی محنت نظر آتی ہے، بہنوں کی محفل کی کیا بات ہے، سب رائٹرز اور قاری بہنوں سے ملاقات ہو جاتی ہے اور بہترین تبصرے اور تنقید پڑھنے کو ملتی ہے۔ سنگ، سنگ چلیں پاکیزہ کا نیا سلسلہ بھی بے حد دلچسپ ہے۔ ہمارے لیے یہ اضافہ بہت بڑی سوغات ہے۔" (خوش آمدید حمیرا، تفصیلی تبصرے کا شکریہ)

☜ **سنبل ملک اعوان، لاہور سے۔** "چھ ماہ کی غیر حاضری کے بعد ایک دفعہ پھر حاضر ہوں۔ آپ سب کیسے ہیں؟ میں نے ایک خط میں ذکر کیا تھا کہ میں بے سہارا بچوں کے لیے کچھ کرنا چاہتی ہوں، آنٹی اس مقصد کے لیے میں نے اپنی پاکٹ منی سے پلاٹ لے کر تعمیر کرلیا ہے انشاء اللہ دسمبر تک افتتاح کروں گی۔ (بہت خوب یہ تو بڑی اچھی بات ہے اللہ آپ کے نیک ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے) اور ساتھ ہی دسترخوان کے نام سے فری کھانا بھی نادار اور مستحق لوگوں کو فراہم کرنے کا ارادہ ہے۔ اللہ مجھے کامیاب کرے آمین۔ آنٹی میرے اس نیک مقصد اور کام میں کسی نے بھی مدد نہیں کی۔ میں پریشان بھی ہوئی تنہا بھی تھی اور سب سے بڑی بات مجھے کسی مرد کا ساتھ بھی میسر نہیں، تو مجھے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا پھر محلے دار بھی بہت سی رکاوٹیں کھڑی کرنے لگے۔ (اللہ آپ کے مسائل حل کرے) مگر میرے ساتھ میری والدہ اور سرپردہ واحد ذات اللہ پاک کی تھی اور ہے، میرے اللہ کی مدد شامل حال رہی تو انشاء اللہ میں مزید کامیاب ہو جاؤں گی۔" (جی ضرور، ہمت مرداں، مدد خدا، کبھی، کبھی ایسا ہوتا ہے آپ کے نزدیکی رشتے دور ہو جاتے ہیں مگر آپ اپنے عمل کی سچائی سے ثابت کیجیے کہ آپ بھی مخلص ہیں۔ ہم آپ کے لیے دعا کریں گے، اپنی کوششیں جاری رکھیں، تبصرہ بھی ضرور لکھیں۔)

☜ **ہما صوفی کی ای میل......** (اگلی مرتبہ شہر کا نام بھی ضرور لکھیے گا) "میں پاکیزہ کی بہت پرانی اور بڑی فین ہوں، گزشتہ چند ماہ سے چلنے والے ناول امرت کے متعلق بات ضرور کروں گی کہ اس میں ڈاکٹر یاسمین مریضہ (امرت) کی پرسنل انفارمیشن ہر ایک سے شیئر کر رہی ہے جبکہ ڈاکٹرز ایسا نہیں کرتیں انہیں اس بات کی اخلاقی طور پر بالکل اجازت نہیں ہوتی یہ بات مجھے مناسب نہیں لگی۔" (ڈیئر ہما، اتنی گہرائی سے پڑھنے کا شکریہ مگر تعجب ہے آپ کو ایسا کیوں لگا امرت کے ساتھ سارہ ڈاکٹر کے پاس جاتی رہی ہے اس کے علاوہ پچھلی دونوں اقساط میں ڈاکٹر کے پاس تمنا کے ساتھ جانا بھی کلیئر ہے آپ دوبارہ پڑھیں۔ اگر کوئی مریض کے ساتھ، ساتھ ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے تو ظاہر ہے وہ بھی تمام صورتِ حال سے آگاہ ہوتا ہے)

☜ **صدف جاوید، لاہور سے۔** "جس تحریر کا ذکر کرنے جا رہی ہوں وہ ہے سحر ساجد کی ہم دو...... آغاز سے ہی بہت دلچسپ لگی رائٹر نے مزاحیہ انداز اپنایا اور کہیں بھی بوریت نہیں ہوئی لیکن جو پیغام رائٹر نے دینا چاہا وہ بہت اچھا تھا خاص طور پر لاسٹ پیراگراف...... جنسِ مخالف میں دوستی آشنائی ہیلو ہائے اور اس طرح کے دوسرے تعلقات ان دریاؤں کے مانند ہوتے

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

ہیں جو ہمیشہ محبت کے پاکیزہ اور خوب صورت سمندر میں نہیں گرتے...... کبھی، کبھی یہ کسی گندے نالے کسی بدبودار کیچڑ بھرے تالاب میں بھی جا گرتے ہیں تو دریا کو چڑھنے سے پہلے ہی بند باندھیے کہ فطرت کے قوانین کا انحراف تباہ کن ہے۔'' (بہت خوب صدف، آپ مصنفہ کا مقصد جان گئیں)

✍ مریم، گڑھی شاہو لاہور سے۔ ''میں پاکیزہ رسالہ بہت عرصے سے پڑھ رہی ہوں بہت ہی اچھا چینج کیا ہے آپ نے، ہم سب شوق سے پڑھتے ہیں مگر ایک گزارش کہ اس کے الفاظ کا پوائنٹ سائز بڑا کر دیں اتنا چھوٹا ہوتا ہے پڑھنے میں مشکل ہوتی ہے۔'' (ڈیئر مریم، ہمارا تو فونٹ پھر بھی بڑا ہے، ہم الفاظ بڑے کر دیں تو آپ کے پڑھنے کے لیے میٹر کم کرنا پڑے گا، لیٹ کر نہ پڑھا کریں اور روشنی میں پڑھیں)

✍ حافظہ ست البنات، تونسہ شریف سے۔ ''اپریل کے پاکیزہ کا اداریہ ہم کو اپنے پاکیزہ کی مبارک باد کہہ رہا تھا۔ خیر مبارک، آپ کو محترمہ عذرا رسول صاحبہ اور ادارے کے تمام کام کرنے والوں کو ہماری طرف سے بہت، بہت مبارک باد...... یہ کہاں بچیں کہ دل ہے، بہت اچھے انداز میں آگے بڑھ رہا ہے، زارا اور ساحل دونوں دوسروں کی چیزوں پر نظر رکھنے والے ہیں، لالچی...... اگر دونوں کی شادی ہوگئی تو پتا نہیں کیا گل کھلائیں گے۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے زارا سنبھل جائے ماہین پر بہت ترس آیا سفینہ اس بیچاری سے سیدھے منہ بات جو نہیں کر رہی تھی۔ پڑھی لکھی واقعی پڑھی لکھی لڑکیوں کے گلے جب ان پڑھ سسرال پڑ جاتا ہے تو ان کے لیے بہت ہی مشکل ہو جاتی ہے ان کو بہت مشکل حالات کا تنہا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ محترمہ قانتہ رابعہ کا تو نام ہی کافی ہے ہر بار بہترین کہانی ہوتی ہے۔ حیا بخاری صاحبہ کا ناولٹ بہت ہی زبردست ہے، سہراب علی خان دوسروں کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اپنی شہزادی، ڈرائیور پر دل ہار بیٹھی ہے۔ ہما علی مایوس لوگوں کے لیے روشنی کی کرن لائی ہیں، امرت ابھی لگتا ہے بہت راز کھلنے ہیں۔ نگہت غفار جی موت کا ذائقہ ہر نفس نے چکھنا ہے، آپ کی بیٹی چھوٹی عمر میں آپ کو جدائی کا دکھ دے گئی ہے۔ اسی میں اللہ کی کوئی حکمت پوشیدہ ہوگی۔ نزہت آپی! آپ نے میرے تبصروں کو محبت بھرے تبصرے کہہ کر مجھے جو خوشی دی ہے میں بہت شکر گزار ہوں آپ کی اور محترمہ عذرا رسول صاحبہ کی کہ آپ کا ادارہ ہم ایسی ناکارہ کے ٹوٹے پھوٹے الفاظ شائع کرتا ہے۔'' (ارے ناکارہ کیوں، آپ قارئین تو ہمارا قیمتی سرمایہ ہیں)

✍ آسیہ عامر، کراچی سے۔ ''پیاری، پیاری پاکیزہ بہنو اور پاکیزہ اسٹاف، پاکیزہ آنٹیاں السلام علیکم آپ سب کو پاکیزہ کی سالگرہ بہت، بہت مبارک ہو اور مجھے میری شادی کی سالگرہ...... اگر کوئی بہن مجھے گفٹ دینا چاہے تو میں نہر والے پل پر ایک مہینے تک انتظار کرلوں گی اب آتے ہیں تبصرے کی طرف (بہت خوب بھئی) سب سے پہلے تو بہنوں کی محفل میں اپنا نام ڈھونڈا ڈھونڈنے کے بعد پڑھا پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ اسی خوشی میں ہماری پیاری نازوں پلی لاڈلی رضوانہ پرنس کا انٹرویو پڑھا نزہت جی جتنے کمال سوال آپ نے کیے اتنے ہی شاہانہ جواب ہماری پرنس نے دیے...... لفظ، لفظ میں سادگی اور معصومیت ہے میں نے رضوانہ پرنس کو ہمیشہ ہنستے مسکراتے دیکھا ہے اللہ میاں انہیں ہمیشہ خوش رکھے اس کے بعد یہ کہاں بچیں کہ دل ہے...... پرنس نے سفینہ کو کیوں ستا کر رکھا ہوا ہے فون کیوں نہیں کر رہا؟ ڈاکٹر ذکیہ کا اللہ کا نور لاجواب ہے۔ پڑھی لکھی پورے کا پورا ٹبر ان پڑھ ہو تو ایک پڑھی لکھی بہو کا یہی حال ہوتا ہے، ہم دو سحر ساجد سردی کی دھوپ جیسی رائٹر، جب لکھتی ہیں کمال لکھتی ہیں پھر کہوں گی کمال لکھ دیتی ہیں، میری جنت لاجواب، رفاقت جاوید نے اچھا پیغام دیا ہے ہما علی کا اللہ مالک اور قانتہ رابعہ کا وہی ہے رکھتا سماعتیں تقریباً مقصد دونوں کا ایک ہی ہے۔ دریار، بنت سحر کا پڑھ کر ہلکا ہلکا سرور آیا آخر میں تو سحر جی آپ نے اچھا خاصا رُلا دیا۔ دوستی ایسا ناتا، معذرت کے ساتھ بہت پرانی کہانی ہے۔ امرت، اجلی کرن جیسی شیریں حیدر ویسے تو ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لکھا ہے لیکن اگر زائنہ مر گئی ہے تو شیریں جی آپ جیسی حساس رائٹر اسپتال میں مٹھائی کیسے بانٹ سکتی ہیں؟ راضی بہ رضا، ناہید سلطانہ اختر نے بہت اچھا لکھا اس ماہ تو پاکیزہ پر یہی موضوع سوار رہا۔ پاکیزہ سے وابستہ تمام لوگوں کو شب برات اور رمضان المبارک کی مبارک باد......'' (دوبارہ سے امرت پڑھیں سمجھ آجائے گا، تبصرے کا شکریہ)

✍ غزنہ مہناز گل، راولپنڈی سے۔ ''آنٹی بہت سالوں کے بعد لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں امید ہے انشاء اللہ آپ ناامید نہیں کریں گی اگر آپ نے حوصلہ افزائی کی تو آئندہ مستقل پاکیزہ میں لکھنے کا ارادہ ہے۔'' (جی غزنہ بیٹی، آپ کو دوبارہ

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

سے خوش آمدید، باقاعدگی سے تبصرہ بھی لکھیں، کہانی کے لیے عرض ہے کہ صفحے کے ایک طرف، ایک سطر چھوڑ کر لکھیں، اصل مسودہ ہمیں ارسال کریں اور ایک فوٹو کاپی اپنے پاس رکھ کر رجسٹرڈ پوسٹ کردیں۔ اپنا مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی ضرور لکھیں۔)

ساجدہ ظفر۔۔۔ کمالیہ سے۔ ''اپریل کا پاکیزہ سالگرہ نمبر 2 کی شکل میں جلوہ گر ہوا۔ دیدہ زیب اور خوب صورت سرورق پر موجود حسینہ یوں ہشاش بشاش اور خوش و خرم نظر آئی جیسے موسم بہار میں کسی گلشن کی خوب صورتی سے لطف اندوز ہورہی ہو۔ آگے بڑھے تو دین کی باتیں پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ کیا، ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی کی قرآن مجید سے متعلق معلوماتی باتیں قابلِ ستائش ہیں۔ میں اکثر گنگناتی ہوں میں قارئین بہنوں کے اشعار ان کے اعلیٰ ذوق کی ترجمانی کررہے تھے جبکہ بزم پاکیزہ میں سوالات و جوابات تو دلچسپ، کرارے اور بارہ مسالے والی چاٹ کا مزہ دے رہے تھے۔ پاکیزہ ڈائری میں زیادہ تحریریں سالگرہ کے حوالے سے تھیں۔ بہنوں کی محفل میں دیگر نامور بہنوں کے بیچ میں اپنا نام پڑھنے کو ملا تو آنکھوں کو یقین نہیں آرہا تھا کہ ہمارا نام بھی آپ کو اتنی جلد یاد ہوجائے گا۔ بہر کیف! آپ کی یادداشت اور نوازشات کی داد دینی پڑی کہ آپ نے مجھ کمترین کو بھی یاد رکھا۔ (کم ترین کیوں بھئی بہت اہم ہیں آپ لوگ) ویسے میرا اس میگزین سے بہت پرانا ناتا ہے اور بہت پہلے سالگرہ کے ایک شمارے میں آپی انجم انصار سے ایوارڈ بھی لے چکی ہوں، (جبھی یاد رکھا) شمع ہدایت میں حیا...... منشائے الٰہی ایمان افروز تحریر تھی۔ اختر شجاعت صاحبہ ہمیشہ اپنے مضامین نہایت محنت اور عرق ریزی سے تحریر فرماتی ہیں جن کے لیے وہ مبارک باد کی حقدار ہیں۔ سنگ، سنگ چلیں میں رائٹر تسنیم علوی کے جوابات پڑھ کر مزہ آگیا۔ وہ آئے بزم میں، میں رضوانہ پرنس کی باتیں دل کے تاروں کو چھو گئیں۔ سالگرہ کے حوالے سے بہنوں کی نظمیں اور دیگر تحریریں بہت عمدہ تھیں۔ ہاں آپی! گزشتہ ماہ ہم لاہور گئے اور میرے میاں محمد ظفر اللہ ضیا نے پی ٹی وی کے شو بزم طارق عزیز میں شرکت کی اور پوچھے گئے سوالوں کے جوابات دے کر ایک عدد ریفریجریٹر جیت لیا۔ واضح رہے کہ اس سے قبل وہ ایک عدد بائیک بعد ازاں ایک عدد اے سی (ایئر کنڈیشن) بھی اس پروگرام سے سوال و جواب کے ذریعے جیت چکے ہیں۔'' (ارے واہ بھئی ہمارے قارئین کو بھی کوئی گُر بتادو انعام جیتنے کا)

قرۃ العین، بھکر سے۔ ''مئی کا پاکیزہ خوب صورت سرورق کے ساتھ ملا، مستقل سلسلے سارے لاجواب، عنیزہ سید دل میں درد بھر گئیں اتنا عمدہ لکھا کہ دل پر نقش ہوگیا، مبارک باد اتنا اچھا لکھنے پر نفیسہ سعید، قرۃ العین سکندر فرحین اظفر، ہاجرہ ریحان اور فرح طاہر کے افسانے زبردست رہے۔ رفعت آپا بہت روانی سے ناول کو آگے بڑھا رہی ہیں بے صبری سے اگلی قسط کا انتظار رہتا ہے، حیا بخاری کا محبت لفظ ہے لیکن ہمیشہ کی طرح سے جاندار رہا زرینہ بیگم سے تو نفرت ہوگئی ہے۔ ام حمزہ کے بیٹے کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا اللہ پاک انہیں صبر دیں پلیز اقبال بانو سے بھی کچھ لکھوالیں۔'' (جی ضرور، چلیں اقبال بانو جلدی سے افسانہ بھیج دیں۔ ویسے اقبال بانو تو آج کل اسکرپٹ رائٹنگ میں مصروف ہیں)

ماہا اکبر ملک، سرگودھا سے۔ ''پاکیزہ بیسٹ جارہا ہے اس بار کا شمارہ بھی اعلیٰ تھا قسط وار دونوں ناول ٹھیک جارہے ہیں، سحر ساجد کا ناول عام سا تھا، بنت سحر اور ناہید نے کمال کا لکھا افسانے بھی بیسٹ تھے۔ خصوصاً ثمینہ عظمت اور شمیم فضل خالق نے بہت اچھا لکھا پاکیزہ میں اس وقت سب سے اچھا ذکیہ آپا کا اللہ کا نور مضمون ہے سارا پاکیزہ جگمگا دیتا ہے اور سب سے آخر میں پڑھا اپنا فیورٹ ناولٹ محبت لفظ ہے لیکن حیا بخاری کے ساتھ محبت کا یہ سفر بہت مزیدار ہے۔ باریال دلی میرا فیورٹ کردار ہے سہراب علی خان کا کردار بہت جاندار ہے لوگوں کو درد دے کے اسے کیا مزہ آتا ہے اس کا انجام بھی دردناک ہو تو مزہ آجائے لالہ کی ماں سے بدتمیزی بھلے ماحول کی دین ہو مگر برداشت نہیں ہوتی بندہ منہ پر چماٹ دے اس کو، لگتا ہے اسے بھی ٹھوکر لگے گی زمزمہ مجھے بہت اچھی لگتی ہے اس کا کردار ضیا سے جڑا جڑا لگتا ہے اس کا مقصد کیا ہے آگے پتا چلے گا جب کہانی مزید کھلے گی ہر قسط پہلے سے زیادہ جاندار ہوتی ہے اور اتنا ہی سسپنس سے بھرپور بھی۔ حرا قریشی، شمیم خالق، ارم کمال کے تبصرے مجھے بہت پسند ہیں ان سب کو میرا اسلام...... ماہ مئی میں پاکیزہ میں اپنا نام ڈھونڈتی ہی رہ گئی...... عنیزہ سید نام ہی کافی ہے والی بات ہے، اس افسانے نے رُلا کے رکھ دیا۔ نفیسہ سعید کا ماں جی نفیسہ جی آپ کے چڑیاں واجبہ سے آپ میری فیورٹ رائٹرز میں سے ہو۔ باقی سارے افسانے گوارا تھے، نزہت ماننا پڑے گا جس طرح آپ نے پاکیزہ کی گرتی صحت ایک دم اچھی کی ہے دل آپ کی بڑائی مان گیا ہے (بہت شکریہ) خاص کر آپ جو قارئین اور رائٹرز سب کو ایک ساتھ لے کے چلتی ہیں محبت سے وہ قابلِ ستائش ہے

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

آپ کی اس محبت کی وجہ سے میں نے منع کیے ہوئے ہا کر کو دوبارہ مستقل طور پر پاکیزہ لانے کا کہہ دیا ہے۔(ارے بہت نوازش...... یہ سب آپ لوگوں کے تعاون سے ہی ممکن ہوتا ہے) قسط وار ناول بہت اچھے جا رہے ہیں، ناولٹ میں دونوں سمائیں ...... نظر آئیں دونوں ہی چھا گئیں، نگہت کے دوسرے حصے کے منتظر ہیں، محبت لفظ ہے لیکن، ہمیشہ کی طرح جاندار قسط اور سانسیں روکتا اینڈ دیا جی لاسٹ والا سین بہت اعلیٰ، باقی سب سلسلے بھی زبردست...... ڈاکٹر ممتاز ضیا کا تبصرہ بہت پسند ہے مجھے، عذرا رسول کی ممانی اور ام حمزہ بہن کا دکھ پڑھ کر دل رو دیا، اللہ آپ پر رحم کرے۔ سب بہنوں کو سلام......"(سب کی طرف سے وعلیکم السلام...... اور جزاک اللہ خیر آپ کا تبصرہ دیر سے ملا تھا لہٰذا اس دفعہ شامل ہے)

✉ سیدہ عروج فاطمہ، ملتان سے۔"میں بہنوں کی عدالت میں حاضر ہوں جو کچھ کہوں گی سچ کہوں گی اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہوں گی۔ ہوا کچھ یوں کہ طیبہ عنصر آپی کا میسج آیا کہ عروج آپ کا ذکر شائع ہوا ہے ماہنامہ پاکیزہ میں اور تب مجھ پر حیرت کا پہاڑ ٹوٹا تھا۔ میں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کچھ ماہ سے میں نے تو کوئی تحریر نہیں بھیجی تب طیبہ عنصر آپی نے کہا۔"سیدہ بیٹی پاکیزہ رسالہ تمام رائٹرز کو یاد رکھتا ہے۔"تب میرا دل چاہا کہ میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کراچی پہنچ جاؤں اور نزہت اصغر آپی سے کہوں کہ آپ نے مجھے یاد کیا، لیس جی میں آپ کے سامنے ہوں۔(ارے تو آجاتی ناں) میں نے اندازہ لگا لیا کہ کراچی کے لوگوں میں وفا کوٹ، کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ نزہت اصغر آپی اس قدر محبت سے بات کرتی ہیں کہ دل چاہتا ہے کہ کال بھی منقطع نہ ہو۔ امید ہے اب نزہت اصغر آپی کی شکایت دور ہوگئی ہوگی کیونکہ میں نے اپنے ہاتھوں سے خط لکھ کر اپنی حاضری کا یقین دلا دیا ہے۔ اللہ پاک پاکیزہ کو بے پناہ ترقی دے اور ہم رائٹرز کا ساتھ یوں ہی برقرار رہے۔"(پیارے سے خط کا بہت شکریہ...... اب باقاعدگی سے آتی رہنا)

✉ عائشہ یوسف، اسلام آباد۔ جی یاددہانی کا شکریہ آپ کی کہانی جلد لگے گی۔

✉ نفیسہ سعید، کراچی سے۔"نزہت صاحبہ بہت شکریہ آپ نے اس ماہ میرا افسانہ لگایا، باقی کہانیوں پر بھی نظرِ کرم کر دیں تاکہ مزید لکھ کر بھیج سکوں۔"(جی ضرور انشاء اللہ)

✉ نسا آصف، عارف والا سے۔"اس بار سالگرہ نمبر کا ٹائٹل بہت شاندار تھا۔ ٹائٹل بھی کمال اور اسٹوریز بھی بہت اچھی...... میری صحت یابی کی جن بہنوں نے بھی دعا کی ان کے لیے جزاک اللہ"(شکریہ، اب تم ٹھیک ہو، اب تفصیلی تبصرہ لکھنا)

✉ صغریٰ یاسر، کوئٹہ سے۔"پاکیزہ بہت بہترین رسالہ ہے میں اس کی بہت پرانی قاری ہوں، مجھے اس کے سارے سلسلے بہت پسند ہیں، عذرا رسول بہت گریٹ خاتون ہیں (ان کی طرف سے شکریہ، رسالے کی تعریف کا بھی شکریہ، کہانیوں پر بھی تبصرہ کریں)

✉ انعم بتول، لاہور۔ آپ کی کہانی قابلِ اشاعت ہے انشاء اللہ جلد لگے گی۔ پاکیزہ آپ بہنوں کے لیے ہی ہے ضرور لکھیں۔

✉ حمیرا وحید، واہ کینٹ سے۔"جس خلوص اور محنت سے آپی آپ نے سالگرہ نمبر کے حوالے سے پاکیزہ کو چار چاند لگائے، آپ کی محنت قابلِ ستائش ہے۔ رائٹرز اور قاری کو اس طرح یاد رکھا میں تو پڑھ کر حیران رہ گئی۔ آپ سے فون پر بات کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔ آپ کی میٹھی اور شیریں گفتگو سے میں بہت متاثر ہوں۔(بہت شکریہ آپ بھی تو خوش مزاجی سے بات کرتی ہیں) اللہ پاک ہمیں صحیح معنوں میں ماہ رمضان المبارک میں اپنی عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ میری طرف سے آپ کو اور تمام اسٹاف کو پیشگی عید مبارک......"(آپ کو بھی عید مبارک)

✉ افشاں خان، رحیم یار خان سے۔"میں ایک ریگولر رائٹر ہوں کافی جگہ اپنے آرٹیکل لکھ چکی ہوں پاکیزہ کی مستقل قاری ہوں اور آپ کے ادارے میں لکھنا چاہتی ہوں۔"(جی ضرور لکھیں، ہم دیکھیں گے آپ کیا لکھتی ہیں)

✉ فریحہ حبیب، چکوال۔ پاکیزہ پسند کرنے کا شکریہ، آپ تبصرہ بھی بھیجیں۔

✉ کلثوم علی، تلہ گنگ۔ پیاری بیٹی آپ کی ایک کہانی منتخب ہوئی ہے، انشاء اللہ جلد لگے گی۔ ویسے آپ پڑھنے پر زیادہ زور دیں۔

✉ ماریہ آصف، اسلام آباد۔ بہت شکریہ پاکیزہ کی پسندیدگی کا۔ آپ سے ماہِ جنوری میں ملاقات ہوئی تھی۔ مگر

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

معذرت آپ کی رائے نہ لکھ پائے تھے۔ یہ جان کر خوشی ہوئی تھی کہ آپ کے سب گھر والے پاکیزہ کے فین ہیں انشاء اللہ آپ سے رابطہ رہے گا۔ ماریہ آپ تبصرہ بھی لکھیں رسالے کی بہتری کے لیے آپ کی دی گئی تجاویز قابل قدر ہیں۔

✉ سعدیہ، بنوں سے۔ ''باجی مجھے پاکیزہ بہت پسند ہے۔ میری سہیلیاں بھی شوق سے پڑھتی ہیں، حیا بخاری کے ناولٹ کی قسط کا انتظار رہتا ہے۔ ہم پاکیزہ میں آئی کہانیوں سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔''

✉ آغا اویس، اور زبیر عباس، میر پور خاص۔ آپ بھائیوں کا پاکیزہ پڑھنے کا شکریہ...... ہاں آپ جیسے حساس لوگ اگر کہانیوں سے سبق حاصل کر لیں تو بہت اچھا ہے۔ ہمارے اور رسالے سرگزشت، جاسوسی اور سسپنس ڈائجسٹ بھی تفریح کے ساتھ معلومات اور سبق آموز کہانیاں رکھتے ہیں۔

✉ نگینہ ضیا بنگش، کراچی سے۔ ''باجی آپ سب کے لیے ڈھیروں دعائیں، میری بیٹیاں پاکیزہ میں اپنے مراسلے پڑھ کر بہت خوش ہوتی ہیں۔ میں بھی تو شادی سے پہلے سے لکھ رہی ہوں پاکیزہ تو ہماری جان ہے..... پہلے انجم انصار اور اب نزہت آپی بہت اچھے سے کر رہی ہیں، عذرا رسول آپی کی آمد محفل میں رونق کر دیتی ہے۔ ہم سب کی دعائیں پاکیزہ کے لیے اور تمام رائٹرز کے لیے۔ دونوں ناول بھی بہترین جا رہے ہیں، کہانیوں میں نگہت سیما، عنیزہ سید، نفیسہ سعید، شمع تفسیر، فرحین اظفر، نے کمال لکھا۔ وردانہ نوشین کی کہانی تو بہت زبردست خوب صورت الفاظ و خیالات کا مجموعہ..... تمام پاکیزہ بہنوں کے خط پڑھ کر بہت مزہ آتا ہے۔'' (نگینہ تمہارا بھی شکریہ کہ اتنے اچھے مراسلات بھیجتی ہو، بچوں کے لیے ہماری طرف سے دعائیں اور پیار)

✉ فریدہ ہاشمی تخلی، کراچی سے۔ ''پاکیزہ میں اپنی نظم دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سچی بات ہے آپ سب کا دل رکھتی ہیں، ہر شمارہ ایک سے بڑھ کر ایک ہے۔ سالگرہ نمبر دونوں بہت عمدہ تھے۔ رضوانہ پرنس کا انٹرویو زبردست رہا۔ ثمینہ جلیل سے مل کر خوشی ہوئی۔ نگہت سیما، عنیزہ سید اور وردانہ نوشین، نفیسہ سعید کے افسانے بہت بہترین تھے۔'' (بہت شکریہ)

✉ حریم فاطمہ، ضلع قصور۔ آپ کی تحریر ابھی پڑھی نہیں گئی ہے تسلی رکھیں ویسے مختصر کہانی جلد جگہ پاتی ہے۔

✉ صائمہ سید، کراچی سے۔ ''باجی پاکیزہ کے دونوں سالگرہ نمبرز بہت اچھے تھے بلکہ ایک سے بڑھ کر ایک...... سینئر قلم کاروں کی تحریریں پڑھ کر بہت مزہ آیا...... بہنوں کی محفل میں بہت رونق تھی۔ عذرا آنٹی کے ہزبینڈ کی اب کیسی طبیعت ہے؟ انجم آنٹی کو بھی میرا اسلام پہنچادیں۔'' (بہت شکریہ چھوٹے سے خط کا، معراج صاحب کی طبیعت کبھی بہتر اور کبھی نہیں ایسی ہی چلتی ہے۔ بس دعاؤں میں یاد رکھیں۔)

✉ طیبہ الیاس، سرگودھا۔ پاکیزہ پسند کرنے کا شکریہ...... آپ باقاعدہ تبصرہ بھی لکھیں...... آپ کے شوہر جی کی سالگرہ کی مبارک باد دے دیتے ہیں آئندہ سال اپریل میں یاد رکھیں گے۔ انشاءاللہ۔

☆☆☆

اچھا تو پیاری بہنو! اب اجازت چاہتے ہیں ماہ رمضان کی دعاؤں میں ہم سب کو بھی یاد رکھیے گا۔ پروردگار عالم سے دعا گو ہیں کہ ہم سب کو رزق حلال نصیب ہو خصوصی طور پر ماہ رمضان کے تینوں بابرکت عشروں کے فیوض نصیب ہوں اور عید الفطر کی خوشیاں ہمارے اہلِ وطن پر انعام کی صورت برسیں۔ اے رب کریم اپنے حبیب پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ہمارے گناہانِ کبیرہ و صغیرہ کو معاف فرما اور ہمارا خاتمہ ایمانِ کامل پر ہو۔ بے شک تو بڑا بخشنے والا الغفور الرحیم ہے۔

آپ کی خیر خواہ

نزہت اصغر

پاکیزہ میں خط لکھنے کا پتا

مدیرہ ماہنامہ پاکیزہ۔ 63.C فیز III ایکسٹینشن، ڈیفنس۔ مین کورنگی روڈ۔ کراچی۔ پوسٹ کوڈ 75500

فون نمبر 021-35804200 , 021-35386783,021-35802552 EXT 107,118

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

پاکیزہ ڈائری



عظمیٰ آفاق سعید

حمد باری تعالیٰ

نظاروں میں بہاروں میں جھلکتی ہے ادا تیری
ستاروں میں چمکتی ہے سہانی سی ضیا تیری
مساجد میں، مجالس میں ترے ہی نام کے چرچے
میں روز و شب ہی سنتا ہوں ہواؤں میں صدا تیری
زمیں کے ذرّے، ذرّے سے اشارے ہم کو ملتے ہیں
ازل سے تو ہی حاکم ہے ابد تک ہے بقا تیری
مسلماں ہوں کہ کافر ہوں تجھی سے فیض پاتے ہیں
کہ ہر بندے پہ ہوتی ہے مرے مولا عطا تیری
زمیں بھی پہن لیتی ہے لبادہ سبز پتوں کا
جو صحرا پر برستی ہے یہ مہکی سی گھٹا تیری
چمن کے پتے، پتے پر تیرا ہی نام لکھا ہے
معطر ہے ترے ہی دردِ سے مولا صبا تیری
کسی کو تختِ شاہی دے، کسی کو دے فقیری تو
کہ جس حالت میں رکھے تو وہی اچھی رضا تیری
ملائک ہو کہ جن و انس تری عظمت کے قائل ہیں
کہ ذرّہ، ذرّہ کرتا ہے یہاں حمد و ثنا تیری
کوئی بندہ نہ گن پائے جہاں میں تیری خلقت کو
کہ جس جانب نظر جائے ہے نعمت بے بہا تیری
چمن میں ہر شجر پر پھول کلیوں سے سجاوٹ ہے
یہ ساگر سوچ میں گم ہے کہ ہو تعریف کیا تیری

شاعر: محمد ایوب ساگر
انتخاب: عابدہ شاہین، ضلع اوکاڑہ

نعتِ رسول مقبول ﷺ

مومنوں کو جب مدینہ مل گیا
بندگی کا بھی قرینہ مل گیا
مل گئی جس کو عقیدت آپؐ کی
دو جہانوں کا خزینہ مل گیا
آپؐ جگ میں آئے بگڑی بن گئی
ڈوبتوں کو بھی سفینہ مل گیا
آپؐ آئے ظلمتیں سب چھٹ گئیں
غمزدوں کو ایسے جینا مل گیا
مصطفیٰؐ کی ہستی ہم کو کیا ملی
رب کو پانے کا یہ زینہ مل گیا
آرزوئیں دل کی پوری ہوگئیں
نور سے بھرپور سینہ مل گیا
جستجو تھی جس کو ہم کو سال بھر
وہ مبارک اب مہینہ مل گیا
مل گئیں سارے جہاں کی دولتیں
جسمِ اطہر کا پسینہ مل گیا
بادشاہِ دو جہاں کا در ملا
سمجھو ساگر کو نگینہ مل گیا

پسند: نمرہ نور، رینالہ خورد

گزارش بحضور سرور کونین
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سلطانِ عربؐ
سلطانِ عربؐ سے!
بس اتنی سی گزارش ہے
ہمیں پاس بلالیں اب
یا اتنا کرم کردیں!
تیری یاد میں ڈوبیں ہم
پھر آنکھ نہ کھولیں ہم
سلطانِ عربؐ سلطانِ عربؐ

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

عقیدت گزار: افتخار شوق، میاں چنوں

طالب دعا ہوں

آقاؐ در پہ بلاؤ کہ منتظر ہوں میں
دامن میں چھپاؤ بے گھر ہوں میں
افلاکِ مغفرت تک پہنچوں میں کیسے
مجھ کو اونچا اڑاؤ بے پر ہوں میں
عطا کرو مجھے اپنی رحمتوں کا نور
تاریک سے تاریک تر ہوں میں
مجھ پر برساؤ گھٹائے رحمت
خطاؤں کا شہر ہوں میں
الٰہی! عشق دیجیے کچھ شناسائی ہو
بہت بے خبر، نہ جانے کدھر ہوں میں

شاعرہ: نجل سعدی آرائیں، گولارچی

دعا

الٰہی جھولیاں سب کی تو بھر دے
جو بے گھر ہوگئے ان کو تو گھر دے
جو آسیں اور امیدیں ہیں دل میں
انہیں تو غیب سے اب پورا کردے
جھکے سجدے میں تیرے رات اور دن
الٰہی آرزو ہے ایسا سر دے
میرے قلب و نظر روشن ہوں جس سے
میری ہستی میں ایسا نور بھر دے
کنول کی یہ دعا ہے میرے ربّا
کہ سایہ رحمتوں کا عام کردے

(رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اپنی دعاؤں میں مجھ سمیت تمام پاکیزہ قارئین کو شامل رکھیں)

کاوش: یاسمین کنول، پسرور

کیا کرنے

ہم سادہ طبیعت لوگوں نے تخّل کے ٹکڑے کیا کرنے
ہمیں کام ہے اپنے کام سے بس کچھ نخرے وخرے کیا کرنے
معلوم ہے دنیا فانی ہے یوں موت کو تکتے رہتے ہیں
پیٹ بھرا اور کام میں جت گئے جھے بخرے کیا کرنے
پڑھنا لکھنا ہے مرغوب، فارغ وقت میں پڑھتے ہیں
کتاب ہمارا میک اپ فیک اپ پھول اور گجرے کیا کرنے
خوشیوں سے ہم عاری ہیں، غم ہے کس چڑیا کا نام
دل کا ایک ہی موسم ہے موسم سے جھگڑے کیا کرنے
اپنی سوچ میں رہتے ہیں، حق اور سچ بس کہتے ہیں
سچ کا ثمرہ ملتا ہے جھوٹ کے ثمرے کیا کرنے
کوثر جانا اس دنیا سے نام نبیؐ کا لیتے، لیتے
رب کا جلوہ دیکھ لیا مزید اب عمرے کیا کرنے

کاوش: کوثر خالد، جڑانوالہ

رشتے

کچھ رشتے استوار کرنے میں بیچارہ انسان کتنی جدوجہد.... کرتا ہے کڑی سے کڑی ملا کر مالا تیار کرتا ہے لیکن توڑنے والا ایک پل میں سب کچھ توڑ دیتا ہے...... چاہے وہ دل ہو یا کوئی موتیوں کی مالا...... وہ یہ جاننے کی بھی کوشش نہیں کرتا کہ یہ شخص کتنی مسافتوں کے بعد اس مقام تک پہنچا ہے اور اس نے اس عرصے میں کیا کچھ قربان کیا ہوگا۔

از: مہرین ضیا بخش، کراچی

بہترین بات

ہمیشہ اپنے آپ کو مار کر ہی حقیقی خوشیاں ملتی ہیں، جو اپنی خوشیاں قربان کر کے دوسروں کو خوشی پہنچاتے ہیں وہ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں، ان کے دل اللہ خوشیوں کے نور سے بھر دیتا ہے۔

از: رفعت یونس، ملتان

سنہری کرنیں

1۔ اگر تمہیں یہ یقین ہو جائے کہ تمہارا رزق اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو پھر رزق تلاش نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کو تلاش کرو جس کے پاس تمہارا رزق ہے۔

2۔ زندہ رہنا چاہو تو موت، قیامت ہے اور مرنا چاہو تو زندگی قیامت ہے۔

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

3۔چھوٹی نیکی کو کبھی چھوٹی نہ سمجھنا......چھوٹے گناہ کو کبھی چھوٹا گناہ نہ سمجھنا۔

4۔اگر ایک ہاتھ اللہ کے لیے رکھ دو تو سارا وجود اللہ کا ہو جائے گا۔

5۔پیسہ آتا ہے"غرور" دینے کے لیے اور جاتا ہے مسکینی دے کر۔

6۔جس سے ایک لفظ بھی سیکھو دل سے اس کی عزت کرو۔

7۔خیرات دیا کرو تا کہ تمہارے بچے کبھی بھیک نہ مانگیں۔

8۔قلم تمہارے ہاتھ کی زبان ہے اسے درست استعمال کرو۔

9۔سزا دینے کے بجائے معاف کر دینا اچھا فعل ہے۔

10۔وقت ایک ایسی زمین ہے جس پر محنت کے بغیر کچھ پیدا نہیں ہوتا۔

مرسلہ:مسز نگہت غفار،کراچی

انسان کی حقیقت

انسان اپنی مرضی کے بنا اس دنیا میں آتا ہے اور اپنی مرضی کے بنا یہاں سے چلا جاتا ہے۔بچپن میں فرشتہ، جوانی میں شیطان اور بڑھاپے میں بے وقوف سمجھا جاتا ہے

غریب ہے تو فضول ہے امیر ہے تو مغرور ہے مگر نیک ہے تو دنیا و آخرت کی نعمتیں اس کا مقدر ہوتی ہیں۔

از:ہمشیرہ علیم نظامی،لاہور

عہد و پیمان

(شادی سے پہلے)

لڑکا......وہ دن کب آئے گا؟

لڑکی......تم مجھے چھوڑ تو نہیں دو گے؟

لڑکا......ایسا سوچنا بھی مت

لڑکی......روز شاپنگ کراؤ گے

لڑکا......کیوں نہیں بہت ساری

لڑکی......تمہاری زندگی میں کوئی اور تو نہیں

لڑکا......نہیں یار......

لڑکی......کیا تم مجھ سے پیار کرتے ہو

لڑکا......یس ڈیئر

لڑکی......اوڈیئر

شادی کے بعد

(اب ذرا یہ سب نیچے سے اوپر پڑھیں)

از:ارم کمال،فیصل آباد

چوڑیاں

میری کلائیوں کو ستاتی ہیں چوڑیاں
ساجن کو صبح شام بلاتی ہیں چوڑیاں
لگتی ہیں زہر جب بھی چلا جائے اٹھ کے وہ
ہو سامنے تو پھر مجھے بھاتی ہیں چوڑیاں
ٹوٹی ہوئی جو ملتی ہیں کمرے میں ہر جگہ
اس کی بہت یاد دلاتی ہیں چوڑیاں
جب گنگناؤں اس کی محبت میں، میں کبھی
سکھیوں کی طرح ساتھ یہ گاتی ہیں چوڑیاں
لگتی ہیں ہتھکڑی کی طرح اپنے ہاتھ میں
مجھ کو کبھی، کبھی تو ڈراتی ہیں چوڑیاں
تمثیلہ جب وہ مجھ سے خفا ہو بھی تو پھر
اس کو بہت ادا سے مناتی ہیں چوڑیاں

کاوش:تمثیلہ لطیف،لاہور

غزل

خوابوں کی تصویر کو پانا چاہوں گی
میں تیری تصویر کو پانا چاہوں گی
تیری یادیں بھی میری ملکیت ہیں
میں ایسی جاگیر کو پانا چاہوں گی
ساری عمر گزاروں تیرے پہلو میں
پاؤں کی زنجیر کو پانا چاہوں گی
تیرے ہاتھوں کی تقدیریں سچی ہیں
میں سچی تقدیر کو پانا چاہوں گی
میرے جذبوں میں تم آتے رہتے ہو

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

جذبوں کی تحریر کو پانا چاہوں گی
میر کے جیسی غزلیں کاش کہ لکھ پاؤں
میں اس دور کے میر کو پانا چاہوں گی

کلام: فریدہ جاوید فری، لاہور

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

1۔انسان ایک ایسا غافل منصوبہ ساز ہے کہ وہ اپنی منصوبہ بندی میں کبھی اپنی موت کو شامل نہیں کرتا...... (ابن بطوطہ)

2۔اگر تم مضبوط بننا چاہتے ہو تو اکیلے لڑنا سیکھو......(محمد علی)

3۔اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم کتنا آہستہ آگے بڑھ رہے ہو......ناکامی آتی ہے جب تم رک جاتے ہو۔(کنفیوشس)

4۔قابلِ رحم ہے وہ شخص جس کو مشورہ دینے والے جاہل ہوں۔(سقراط)

5۔دانش مند آدمی کبھی اپنی تکلیف کا رونا نہیں روتا بلکہ اپنی کیفیت کے رفع کرنے میں خوشی سے مصروفِ عمل ہو جاتا ہے۔(شیکسپیئر)

مرسلہ: ثمینہ کوکب، جہلم

پچھلا دروازہ

یہاں رمضان کے مہینے میں کھانے پینے کی دکانیں شام تک بند رہتی ہیں، ایک روز شہر میں گھومتے پھرتے مجھے بھوک محسوس ہوئی تو میں نے اپنے ایک مقامی دوست کو جو میرے ہمراہ تھا......اس ہنگامی صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ وہ چلتے، چلتے ایک جگہ رک گیا اور ایک بند دکان کے باہر آویزاں گتے پر لکھی عبارت پڑھنے لگا۔ میں نے پوچھا کیا لکھا ہے؟ بولا لکھا ہے رمضان المبارک کے احترام میں ہوٹل بند ہے۔ کھانا کھانے کے لیے پچھلے دروازے سے تشریف لائیں......چنانچہ ہم کھانا کھانے کے لیے پچھلے دروازے سے داخل ہوئے۔

اور کھانا کھا کر پچھلے دروازے ہی سے باہر آگئے......مجھے بتایا گیا کہ یہاں پچھلے دروازے کا استعمال بہت عام ہے۔لوگ سیاست اور اقتدار میں بھی پچھلے دروازے سے داخل ہوتے ہیں پھر ایک روز ان کی واپسی بھی پچھلے دروازے سے ہی ہوتی ہے۔

تحریر: عطاالحق قاسمی

انتخاب: یاسمین اقبال، لاہور

انمول موتی

☆ضروری نہیں کہ کسی کی آہ یا بددعا ہی تمہارا پیچھا کر رہی ہو بعض اوقات کسی کا ضبط اور بے پناہ صبر بھی تمہاری خوشیوں کی راہ میں رکاوٹ ہو سکتا ہے۔

☆انسان کو اپنی اوقات اس وقت پتا چلتی ہے جب اسے وہاں سے ٹھوکر پڑے جہاں اس نے سب سے زیادہ بھروسا کیا ہوتا ہے۔

☆کسی کو معاف کر کے اچھے ضرور بنو مگر اس پر دوبارہ اعتبار کر کے بے وقوف مت بنو۔

☆اپنے سوا کوئی بھی اپنا نہیں ہوتا سو اپنی قدر کیجیے۔

مرسلہ: نگینہ ضیا بنگش، کراچی

روٹی کیسے ملتی ہے

فصلِ بہار کب کھلتی ہے
کلی چٹخ کر پھول کب بنتی ہے
نغمۂ گل کوئل کب کوکتی ہے
کب انجمنِ گل میں دل ملتے ہیں
جشنِ بہاراں کب آتا ہے
کب خوشیوں کے جھولے جھولتے ہیں
یہ سب تمہارے لیے ہیں
ہمیں تو غمِ حیات سے فرصت نہیں
کہ زیست کی بے پہیا گاڑی کو
کھینچنا بھی تو ہوتا ہے اور صرف
یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ
بچوں کو روٹی کیسے ملتی ہے

پیغام: گلشاد نذیر، مری

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



میں اکثر گنگناتی ہوں

صغریٰ زیدی

☆ظلِ شاہین......رحیم یار خان
فریب عہدِ محبت کی سادگی کی قسم
وہ جھوٹ بول کہ سچ کو بھی پیار آجائے

☆جبیں نیاز......ملتان
رات ساری کسی ٹوٹی ہوئی کشتی میں کٹی
آنکھ بستر پہ کھلی خواب میں دریا دیکھا

☆مہرین ضیا بنگش......کراچی
میں تیری راہوں میں سورج کی طرح روشن رہا
تو نے تو میرے اجالوں کو فقط سائے دیے

☆ایمن زرناب......کمالیہ
سوچتا ہوں کہ اب انجامِ سفر کیا ہوگا
پاؤں بھی کانچ کے ہیں راہ بھی پتھریلی ہے

☆سعدیہ وحید سعدی......اسلام آباد
سلگتی تلخ باتوں سے
بڑے بے درد ہاتھوں سے
لو دیکھو ہار دی تم نے
محبت مار دی تم نے

☆گل شاد نذیر......مری
پیتل کی بالیوں میں بیٹی بیاہ دی
اور باپ کام کرتا تھا سونے کی کان میں

☆ارم کمال......فیصل آباد
یہ الگ بات کہ خاموش کھڑے رہتے ہیں
پھر بھی جو لوگ بڑے ہیں، بڑے رہتے ہیں
ایسے درویشوں سے ملتا ہے ہمارا شجرہ
جن کے قدموں میں کئی تاج پڑے رہتے ہیں

☆کرن......کراچی
آواز میں ٹھہراؤ تھا آنکھوں میں نمی تھی
اور کہہ رہا تھا میں نے سب کچھ بھلا دیا

☆تسنیم کوثر......کراچی
تصویر میں نے مانگی تھی شوخی تو دیکھیے
ایک پھول اس نے بھیج دیا ہے گلاب کا

☆زرینہ خان......بھارہ کہو
نازک خیال وہ ہیں قاصد خیال رکھنا
عنواں بدل، بدل کر کہنا میری کہانی

☆ثوبیہ ظہور......ضلع اٹک
نقاب کہتا ہے میں پردۂ قیامت ہوں
اگر یقین نہ ہو دیکھ لو اٹھا کے مجھے

☆نفیسہ آرا......راس الخیمہ
آنگن ہمارے آ کہ یہ تنہائی دور ہو
رونق ہمارے گھر کی بڑھا چاند عید کے
کس سے ملیں گے عید ہمارا کوئی تو ہو
تو ہی ہمیں گلے سے لگا چاند عید کے

☆نسا آصف......عارف والہ
لوٹ آئے نہ کسی روز وہ آوارہ مزاج
کھول رکھے ہیں اسی آس پہ در شام کے بعد

☆نگہت آصف......لاہور
اس نے پیکر میں نہ ڈھلنے کی قسم کھائی ہے
اور مجھے شوقِ ملاقات لیے پھرتا ہے

☆غزالہ طارق......سرگودھا
اب دیکھتے ہیں کون توڑے گا
دل بنا لائے ہیں ہم پتھر کا

☆سعیدہ بانو......لوئر مال مری
الفت بنا رقیب کے دیتی نہیں مزہ
الجھن اگر نہ ہو تو محبت فضول ہے

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

☆شازیہ سردار......کراچی
میرے اوصاف سے ہوتی نہیں پہچان میری
اپنے عیبوں سے نمایاں ہوں ہمیشہ کی طرح

☆آمنہ نثار......فیصل آباد
گل نہ ہوگا تو جشنِ خوشبو کیا
تم نہ ہوگے تو عید کیا ہوگی

☆غزالہ بھٹی......مریدکے
سب لوگ دیکھتے ہیں کھڑے چاند عید کا
مشتاق ہوں میں رشکِ قمر تیری دید کا

☆رابعہ عمران چوہدری......رحیم یار خان
آج کے دن صاف ہوتا ہے دلِ اغیار کا
آؤ مل لو عید یہ موقع نہیں تکرار کا

☆سعدیہ......بنوں شہر
شام بھی تھی دھواں، دھواں حسن بھی تھا اداس، اداس
دل کو کئی کہانیاں یاد سی آکے رہ گئیں

☆دلنواز رانی......گوجرہ
تعین کیوں کرے کوئی، ہماری رہ گزاروں کا
کہ ہم دریا ہیں اور دریا تو خود رستہ بناتے ہیں
یہی اک دل سلامت رہ گیا ہے یارو جس کو ہم
کبھی پتھر بناتے ہیں، کبھی شیشہ بناتے ہیں

☆فریدہ فضل......ڈالاس
جب یاد تیری آجاتی ہے، دل خون کے آنسو روتا ہے
سب سوئے زخم جگاتی ہے، دل خون کے آنسو روتا ہے
دن بھر تو جھمیلوں میں اکثر ہم الجھے، الجھے رہتے ہیں
پر شب جب پر پھیلاتی ہے دل خون کے آنسو روتا ہے

☆پروین افضل شاہین......بہاول نگر
تو ساتھ تھا تو ہر اک روز روزِ عید لگا
ہوا تو آج خفا ہے تو عید کیسے کریں
یہ عید کارڈ پہ تحفہ تو رسمِ دنیا ہے
کہ آشیانہ جلا ہے تو عید کیسے کریں

☆زرینہ مشتاق......منڈی بہاؤالدین
تیری یادوں کی کتابیں سامنے رکھ کر
میری عیدیں بند کمروں میں گزر جاتی ہیں

☆رفیعہ ابدالی......کراچی
شگفتہ لفظ لکھے جارہے ہیں
مگر لہجوں میں ویرانی بہت ہے

☆عروبہ ناز......کوٹلی
دکھ دے بھانبھڑ چار چفیرے
سکھ بس تیرا پیار نی مائے

☆کوثر خالد......جڑانوالہ
مجھے جن سے ملنے کی آس تھی ملے راہ میں تو یوں ملے
میں نظر اٹھا کے تڑپ گیا وہ نظر جھکا کے گزر گئے

☆حسینہ ممتاز خان......اسلام آباد
وہ ملا تو برسوں بعد بھی
میرے لب پہ کوئی گلہ نہ تھا
اسے میری چپ نے رلا دیا
جسے گفتگو میں کمال تھا

☆نرگس نسیم......صابہ موہڑہ
امجد طریقِ مے میں ہے یہ احتیاط شرط
اک داغ بھی کہیں نہ سرِ پیرہن پڑے

☆نگینہ ضیا بنگش......کراچی
خواب وہ نہیں جو ہم دیکھتے ہیں
بلکہ خواب وہ ہیں جن کے لیے ہم جیتے ہیں

☆ممتاز خانم......کراچی
خوشیوں کے لمحات میں عالمِ جذبات میں
تم ہمیں بھی یاد رکھنا عید کے لمحات میں

☆حمیرا فاروق......اسلام آباد
کوئی دھاگا تجھ سے جوڑے تو منت کی باندھوں ڈور پیا
چل مجھ سے عشق دوبارہ کر چل پھر سے ناتا جوڑ پیا

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

منتخب غزلیں

ابنِ انشا ....اردو شاعری کا ایک درخشندہ ستارہ....
اس مرتبہ ان کے ماہِ پیدائش کی مناسبت سے ان
کا خوب صورت کلام حاضر ہے۔

دیکھ ہماری دید کے کارن کیسا قابلِ دید ہوا
ایک ستارہ بیٹھے بیٹھے تابش میں خورشید ہوا

آج تو جانی رستہ تکتے شام کا چاند پدید ہوا
تونے تو انکار کیا تھا دل کب ناامید ہوا

آن کے اس بیمار کو دیکھے تجھ کو بھی توفیق ہوئی
لب پر اس کے نام تھا تیرا جب بھی درد شدید ہوا

ہاں اس نے جھلکی دکھلائی ایک ہی پل کو دریچے میں
جانو اک بجلی لہرائی عالم ایک شہید ہوا

تونے ہم سے کلام بھی چھوڑا عرضِ وفا کے سنتے ہی
پہلے کون قریب تھا ہم سے اب تو اور بعید ہوا

دنیا کے سب کارج چھوڑے نام پہ تیرے انشاؔ نے
اور اسے کیا تھوڑے غم تھے تیرا عشق مزید ہوا

لوگ ہلالِ شام سے بڑھ کر پل میں ماہِ تمام ہوئے
ہم ہر بُرج میں گھٹتے گھٹتے صبح تلک گمنام ہوئے

ان لوگوں کی بات کرو جو عشق میں خوش انجام ہوئے
نجد میں قیس یہاں پر انشاؔ خار ہوئے ناکام ہوئے

کس کا چمکتا چہرہ لائیں کس سورج سے مانگیں دھوپ
گھور اندھیرا چھا جاتا ہے خلوتِ دل میں شام ہوئے

ایک سے ایک جنوں کا مارا اس بستی میں رہتا ہے
ایک ہمی ہشیار تھے یارو ایک ہمی بدنام ہوئے

شوق کی آگ نفس کی گرمی گھٹتے گھٹتے سرد نہ ہو
چاہ کی راہ دکھا کر تم تو وقف دریچہ و بام ہوئے

ان سے بہار و باغ کی باتیں کر کے جی کو دکھانا کیا
جن کو ایک زمانہ گزرا کنجِ قفس میں رام ہوئے

انشاؔ صاحب پو پھٹتی ہے تارے ڈوبے صبح ہوئی
بات تمہاری مان کے ہم تو شب بھر بے آرام ہوئے

15 جون 1927ء تا 11 جنوری 1978ء

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



قلفی

اشیا: دودھ، ایک کلو۔ کارن فلاور کھانے کے دو چمچ۔ کھویا، ایک پاؤ۔ چینی، حسبِ ذائقہ۔ بادام، پستے، چائے کے دو، دو چمچ۔ چھوٹی الائچی، (پسی ہوئی) چائے کا آدھا چمچ۔ کریم، آدھی پیالی۔

ترکیب: دودھ میں کریم اور کارن فلاور ڈال کر درمیانی آنچ پر پکالیں۔ دودھ گاڑھا ہونے لگے تو چینی ڈال کر پانچ منٹ پکائیں، پھر اسے ٹھنڈا کرلیں بعد ازاں اس میں کھویا ڈال کر چمچ سے اچھی طرح ملائیں۔ پھر پسی ہوئی الائچی، بادام، پستے، کتر کر کیوڑے کے چند قطرے ملادیں۔ اس آمیزے کو قلفی کے سانچوں میں بھر کر فریزر میں رکھ دیں، ہلکی جم جائے تو نکال کر چمچ سے ملائیں اور پھر دوبارہ فریزر میں رکھ دیں، چند منٹ میں قلفی تیار ہوجائے گی۔

از: بینا عباس، کراچی

قیمہ آلو کے رولز

اشیا: قیمہ، ایک پاؤ۔ آلو، تین پاؤ۔ پیاز، ایک عدد۔ لہسن، سات جوے۔ ادرک، ایک انچ کا ٹکڑا۔ گرم مسالا، چائے کا ایک چمچ۔ زیرہ، پسا ہوا، چائے کا ایک چمچ۔ انڈے، تین عدد۔ لیموں کا عرق، چائے کے دو چمچ۔ بیسن آدھا کپ ۔ ڈبل روٹی، آدھی (درمیانے سائز کی)۔ گھی، ایک پاؤ۔ نمک، سرخ مرچ، ہری مرچ، ہرادھنیا، حسبِ منشا۔

ترکیب: گھی میں پیاز سرخ کر کے قیمہ ڈال دیں۔ تھوڑا سا بھون کر پسا ہوا ادرک، لہسن، سرخ مرچ ڈال کر اچھی طرح بھون لیں پھر اس میں ہری مرچ اور ہرادھنیا کاٹ کر ڈال دیں۔ آدھا گرم مسالا اور زیرہ ملا کر تھوڑا سا قیمے میں ڈال کر دم پر رکھ دیں۔ پسے ہوئے آلوؤں میں بیسن بھون کر ڈال لیں۔ ٹھنڈا کر کے لیموں کا عرق اور دو انڈوں کی زردی بھی بیسن میں شامل کرلیں۔ نمک، سرخ مرچ، زیرہ، گرم مسالا ڈال کر ہاتھوں سے اچھی طرح ملائیں اور قیمہ بھر کر آلو کے ایک جیسے رول بنالیں اور انڈے میں ڈبو کر ڈبل روٹی کا چورا لگا کر تل لیں۔ پھر درمیان سے کاٹ کر املی کی چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔

چکن چیز بال

اشیا: چکن کا قیمہ، آدھا کلو۔ ادرک، لہسن پیسٹ، ایک، ایک چائے کا چمچ۔ ہرادھنیا، ہری مرچ، پودینہ، باریک کاٹ کر آدھ کپ۔ پیاز، ایک عدد چوپ کرلیں۔ ٹماٹر، ایک عدد باریک چوپ کرلیں۔ کارن فلاور' دو چمچ' بریڈ کرمبز' میدہ، دو چمچ۔ نمک، کالی مرچ، سرخ مرچ۔ حسبِ ذائقہ۔

ترکیب: تمام اشیا چوپر میں یکجان کرلیں...... اب دو عدد انڈے پھینٹ لیں اور بالز بنا کر انڈے کے آمیزے میں ڈپ کر کے بریڈ کرمبز میں رول کر کے فرائی کرتے جائیں اور پھر فرنچ فرائز اور چٹنی کیچپ کے ساتھ پیش کریں۔

از: نیلوفر خان، بہارہ کہو

دودھ سویاں

اشیا: سویاں کھائی تو عید میں جاتی ہیں مگر پورے رمضان بھی اس کا استعمال رہتا ہے۔ بازاری پھینیاں، لچھے، کھجلے، بہت زیادہ چکنائی لیے ہوتے ہیں، آج کل گرمیوں میں انہیں کھا کر طبیعت بھاری ہوجاتی ہے۔ اس لیے ہلکی غذا کھائیں۔ سادہ سویوں کو دودھ میں ابال لیں اور چینی ڈال کر نوش فرمائیں، اکثر لوگ پانی میں ابال کر گلا لیتے ہیں اور پھر اوپر سے دودھ، چینی ڈال کر کھاتے ہیں۔ بہر حال یہ کافی غذائیت بخش بھی ہیں اور ہلکی بھی رہتی ہیں۔

از: ثنا مرتضیٰ، کراچی

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

کیری کی چٹنی

اشیا: کیریاں، ایک کلو۔ چینی، پانچ سو گرام۔ سرکہ، چھ سو ملی لیٹر۔ ادرک تازہ، پانچ سینٹی میٹر کا ٹکڑا۔ لہسن، (کچلا ہوا) مرچ، ایک کھانے کا چمچ۔ نمک، دو کھانے کے چمچ۔ سرسوں کے بیج، ایک کھانے کا چمچ۔ کشمش، ایک سو پچیس گرام۔

ترکیب: کیری چھیل لیں اور چھوٹے، چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ ایک پین میں چینی اور سرکہ ڈال دیں۔ اب اسے دس منٹ تک پکائیں۔ جب چینی حل ہو جائے اور محلول گاڑھا ہونے لگے تو کیری کے کٹے چھوٹے ٹکڑے، ادرک، لہسن، پسی ہوئی سرخ مرچ، نمک، سرسوں کے بیج اور کشمش ڈال دیں۔ دھیمی آنچ پر پکائیں۔ جب گودا گل جائے اور مرکب گاڑھا بن جائے تو چولھے سے اتار لیں۔ مزے دار چٹنی تیار ہے۔

از: نفیسہ آرا، راس الخیمہ

کریلے پیاز

اشیا: کریلے، آدھا کلو۔ پیاز، ایک پاؤ۔ تیل، ایک پیالی۔ سبز مرچ، چھ عدد۔ زیرہ، نمک، سرخ مرچ، ہلدی، حسب ضرورت۔

ترکیب: سب سے پہلے آپ کریلے چھیلے بغیر لچھوں میں کاٹ لیں باریک، باریک۔ نمک چھڑک کر دھوپ میں رکھ دیں۔ دو گھنٹے بعد ہاتھوں سے مسل لیں اور دبا کر پانی نکال لیں (یہ پانی بھی استعمال کر سکتے ہیں جس کو دانے نکلتے ہیں یا شوگر ہو) پھر کریلوں کو زیادہ پانی سے دھو کر پھر نچوڑ لیں دبا کر نچوڑیں کہ سارا پانی نکل جائے۔ اب فرائی پین میں تیل گرم کریں پھر کریلے ڈال کر کریلے سنہری کر لیں۔ جب کریلے ہلکے براؤن ہو جائیں تو کٹی ہوئی پیاز ڈال دیں۔ زیرہ، نمک، ہلدی، سرخ مرچ ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں پھر سبز مرچ شامل کریں اور پانچ منٹ کے لیے ہلکی آنچ پر دم دے لیں۔

لیں جی مزیدار کڑواہٹ سے پاک کریلے تیار ہیں تندوری روٹی اور کچی لسی کے ساتھ دوپہر میں تناول فرمائیں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔

دو پیازہ

اشیا: پیاز، چار عدد بڑی۔ انڈے، چھ عدد۔ تیل، ایک پیالی۔ نمک، مرچ، حسب ذائقہ۔ سبز مرچ، چار عدد۔ ٹماٹر، ایک عدد۔ سبز دھنیا، آدھی گٹھی۔

ترکیب: سب سے پہلے تیل گرم کریں اور پیاز کاٹ کر فرائی کریں جب پیاز سنہری ہو جائے تو نمک، مرچ ملا کر ہلائیں پھر انڈے اچھی طرح پھینٹ کر مکس کریں کہ بالکل خشک ہو جائے اور پھر سبز دھنیا، سبز مرچ باریک کاٹ کر ڈال کر اچھی طرح مکس کریں۔ اور پانچ منٹ ہلائیں اور پھر چولھے سے اتار لیں۔

دو پیازہ انڈے تندور کی روٹی سے تناول کریں آپ کو قیمے کا ذائقہ دیں گے۔

مرسلہ: سنبل ملک اعوان، شاہدرہ لاہور

ونیلا آئس کریم

اشیا: انڈے، (صرف زردی) چار عدد۔ چینی پاؤڈر، آدھا کپ۔ دودھ، ایک کپ۔ کریم، ایک کپ۔ ونیلا ایکسٹریکٹ، دو چائے کے چمچ۔

ترکیب: پین میں انڈوں کی زردی اور چینی ڈال کر خوب اچھی طرح پھینٹ لیں۔ دودھ کو دوسرے پین میں ڈال کر گرم کریں۔ دو سے تین ابال آنے پر اسے آہستگی سے انڈوں کے مکسچر میں ڈال کر مکس کرتے جائیں۔ اب دوبارہ چولھے پر رکھیں اور ہلکی آنچ پر دو سے تین منٹ پکائیں۔ کسٹرڈ کی طرح گاڑھا مکسچر ہو جائے تو اسے روم ٹمپریچر پر ٹھنڈا کر کے تیس منٹ کے لیے ریفریجریٹر میں رکھ دیں۔ پھر نکال کر کریم اور ونیلا ایکسٹریکٹ ڈال کر ایک انداز سے چلائیں یعنی فولڈ کر لیں۔ مکسچر یکجا ہو جائے تو دوبارہ سے فریز کر لیں۔

مزیدار آئس کریم تیار ہے۔

از: رابعہ شاہد، دبئی

☆☆☆

www.urdusoftbooks.com

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com



بزمِ پاکیزہ

پاکیزہ بہنیں

پہلا انعام یافتہ سوال

☆نسیم منظر......کراچی

سوال: بگلا ہمیشہ ایک ٹانگ پر ہی کیوں کھڑا رہوتا ہے؟

جواب: اب کے تم اسے دیکھو تو پوچھ کر ہمیں بھی ضرور بتانا۔

دوسرا انعام یافتہ سوال

☆پروین افضل شاہین......بہاول نگر

سوال: میں نے اپنے میاں سے کہا رمضان میں شیطان کو باندھ دیا جاتا ہے مگر آپ......پھر بھلا کیا ہوا تھا؟

جواب: ارے تعجب ہے تم یہ سوال لکھنے کے بھی قابل رہ گئیں۔

☆فرخندہ جعفری......گجرات

سوال: کوا ہنس کی چال کب چلتا ہے؟

جواب: آج کل مارننگ شوز دیکھ لیجیے، پتا چل جائے گا۔

سوال: جب دیوار میں دراڑ پڑ جائے تو وہ گر جاتی ہے مگر جب دل میں دراڑ پڑ جائے تو؟

جواب: ناسور ہو جایا کرتے ہیں۔

☆مریم بنت کاشف......حیدرآباد

سوال: میں جہاں بھی جاتی ہوں نظر لگ جاتی ہے کیا کروں؟

جواب: جانا چھوڑ دو۔

سوال: مچھر اور مکھی گرمیوں میں کیوں آتے ہیں؟

جواب: تم صفائی سے رہا کرو ناں، نہیں آئیں گے۔

سوال: جب کوئی آنسو بہاتا ہے تو اس کے آنسوؤں کو مگر مچھ کے آنسوؤں سے کیوں تشبیہ دی جاتی ہے؟

جواب: ہر کسی کے آنسوؤں کو نہیں...... لگتا ہے تمہارے آنسوؤں کو یہ خطاب مل چکا ہے۔

☆پروین افضل شاہین......بہاول نگر

سوال: صرف رمضان شریف میں ہی میرے میاں ایسے شریف کیوں ہو جاتے ہیں جیسے انہوں نے کسی خاتون کو دیکھا بھی نہ ہو؟

جواب: بھئی شیطان تو قید ہو جاتے ہیں تو پھر شریف بننا پڑتا ہے ناں۔

سوال: میری جیٹھانی اپنے درجن بھر بچوں کو لے کر رمضان میں میرے گھر رہنے کے لیے آجاتی ہیں کوئی ایسی ترکیب بتائیں کہ وہ آئندہ ہمارے گھر رمضان میں نہ آئیں؟

جواب: آپ رمضان سے پہلے ہی ان کے گھر دھرنا دے دیتیں، آپ نے بھی ناں دیر کر دی۔

سوال: ہر رمضان میں، میرے میاں جانی میرے ہی ہاتھ کے سموسے، پکوڑے بنے ہوئے پسند کیوں کرتے ہیں؟

جواب: تمہارے ہاتھ کی میل...... مطلب ذائقے کے عادی ہو چکے ہیں بیچارے!

سوال: ہم دونوں میاں بیوی میں کتنا اتفاق ہے کہ سحری میں بناتی ہوں اور افطاری میرے میاں بناتے ہیں؟

جواب: یہ تو بہت اچھی بات ہے، ایک دوسرے کی مدد تو کرنی چاہیے ناں......!

☆شہلا نواز......لاہور

سوال: کہتے ہیں کہ چھینک آئے تو کوئی یاد کرتا ہے لیکن اگر ہچکی آئے تو......؟

جواب: معدے میں خشکی ہو جاتی ہے۔

www.urdusoftbooks.com
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

سوال: میری نند کے سر پر ڈھائی بال ہیں، وہ کسی تقریب میں جائے تو اسے کون سا ہیئر اسٹائل بنانا چاہیے؟

جواب: آج کھلا ہی چھوڑ دیں۔

سوال: کہتے ہیں لمبے قد والوں کی عقل گھٹنوں میں ہوتی ہے، چھوٹے قد والوں کی عقل کہاں ہوتی ہے؟

جواب: شاید کہنیوں میں ہوتی ہو......

☆ شمیم احمد......کراچی

سوال: آخر مجھ میں ایسی کیا چیز ہے کہ میری ساس مجھے آنکھیں پھاڑ، پھاڑ کر دیکھتی رہتی ہیں؟

جواب: پہلے آئینہ تو دیکھ لو۔

سوال: معاشرے کا ناسور کون لوگ ہیں؟

جواب: بے حس، کم ظرف، خود غرض اور مفاد پرست۔

سوال: رائی کا پہاڑ بنانے کی آسان ترکیب کیا ہے؟

جواب: پانچ کلو رائی لاؤ اور صحن کے بیچ میں بیٹھ جاؤ اب پہاڑ بناؤ یا دیوار ہم سے کیا مطلب......

☆ ایمن رانی......کمالیہ

سوال: وہ مجھے عید پر چوڑیاں پیش کریں تو میں جواباً انہیں کیا تحفہ دوں؟

جواب: مزیدار سی سویاں کھلا دو۔

سوال: عید کی حقیقی مسرت کن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے؟

جواب: جو اپنی خوشیوں میں حقیقی ضرورت مندوں کو یاد رکھتے ہیں۔

☆ اقرا جٹ......منچن آباد

سوال: محبت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا حسین انعام۔

سوال: فیس بک کیا ہے؟

جواب: شوقینوں کی ڈائریکٹری اور......

سوال: کیا مرنے کے بعد ایک روح کا دوسری روح کے ساتھ رشتہ قائم رہتا ہے؟

جواب: کہتے ہیں، رہتا تو ہے، آگے اللہ جانے۔

☆ شاہینہ مسعود......کمالیہ

سوال: کون سی زنجیر زیادہ پائیدار ہوتی ہے؟

جواب: خلوص و محبت سے سنواری پیار کی زنجیر۔

سوال: فیشن کی سر پرستی کرنے میں کس کا زیادہ ہاتھ ہے عورت کا، مرد کا یا درزی کا؟

جواب: اندھی تقلید کرنے والوں کا۔

☆ سائرہ ارم ڈوگر......کمالیہ

سوال: پہلے نیکی کر کے دریا میں ڈال دیتے تھے اور اب؟

جواب: فیس بک پر ڈال دیتے ہیں۔

سوال: دل اگر سونے کے ہوتے تو؟

جواب: اگر ہوتے تو تب ناں شکر ہے ابھی صرف پتھر کے ہی ہوتے ہیں۔

☆ آسیہ عامر......کراچی

سوال: شادی کی پہلی سالگرہ سے لے کر اب تک سیٹھ عامر صاحب ہمیشہ مجھے پرفیوم گفٹ کرتے ہیں وہ بھی کوبرا......کھولتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں سانپ نہ نکل آئے، آپی آپ بتائیں کیا کروں؟

جواب: ابھی تک تو نہیں نکلا ناں، ہاں ایسا ہی اعتماد ہونا چاہیے شوہر پر، کیوں ٹھیک کہا ناں۔

☆ سحرش جبیں......بستی لالہ رخ واہ کینٹ

سوال: آپ کے بالوں کی خوب صورتی کا کیا راز ہے اس عید پر میں بھی چاہتی ہوں، ہیئر اسٹائل اور بال سب سے منفرد ہوں؟

جواب: میرے گھر میں کافی ساری وگیں پڑی ہیں آپ جب چاہیں آ کر پسند کر کے لے جائیں۔

☆ ارم کمال......فیصل آباد

سوال: ضرورت ایجاد کی ماں ہے تو اس کا باپ کون ہے؟

جواب: سوچ

سوال: موسیقی کے تو سات سُر ہوتے ہیں پیار کے کتنے سُر ہوتے ہیں؟

جواب: پیار کا تو ایک ہی سُر ہوتا ہے جس کے بھی دل میں اتر جائے۔

سوال: پیار کا لڈو کھانے کی کوشش میں اگر حلق میں پھنس جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اسی لڈو دینے والے سے کہو کہ ذرا پیٹھ تو ٹھوک دے۔

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



میک اپ کی خامیاں کیسے دور کریں

اگر فاؤنڈیشن گاڑھا لگ جائے تو ہلکے گیلے میک اپ اسفنج کی مدد سے اسے پورے چہرے پر ہم رنگ کرلیں۔ اب انگلی پر تھوڑا سا موئسچرائزر لے کر چہرے پر اس طرح لگائیں کہ وہ جلد میں اچھی طرح جذب ہوجائے۔

فیس پاؤڈر لگانے کے بعد اگر اس کی تہیں نظر آئیں تو ٹشو سے صاف کرنے کے بجائے ایک گول برش سے فیس پاؤڈر جھاڑ لیں کیونکہ ٹشو سے فیس پاؤڈر کی اضافی مقدار کم ہونے کے بجائے جلد میں جذب ہو کر مزید تہوں کا باعث بنتی ہے۔ سیاہ حلقوں پر اگر آپ کنسیلر استعمال کررہی ہیں اور مجموعی چہرے پر وہ مختلف نظر آئیں تو اس کے لیے متعلقہ حصے پر موئسچرائزر کی تھوڑی سی مقدار لگا کر اسے جلد کے ہم رنگ کرلیں۔

آئی بروشیڈ اگر گہرا لگ جائے تو بھنوؤں پر آئی برو برش کی مدد سے ہلکا کرلیں۔ اگر اس سے صحیح نہ ہو تو سخت ٹوتھ برش کی مدد لیں اسے لوز پاؤڈر یا نیچرل آئی شیڈ میں ڈبو کر آئی بروز پر اوپر کی طرف چلائیں۔

آئی شیڈ گہرا لگ جائے تو پپوٹوں پر لوز پاؤڈر لگا کر اس طرح پھیلائیں کہ وہ آئی شیڈز کے ساتھ ہم رنگ ہو کر اس کی گہرائی کو کم کردے۔ آنکھوں پر پتلے چھوٹے برش استعمال کریں جن کی ڈنڈی لمبی ہو۔

آئی لائنر لگانے کے بعد کھردرا سا لگ رہا ہو تو دوبارہ سے لائن پھیر لیں۔

مصنوعی پلکیں لگانے کے بعد اگر آپ کو وہ چپکی ہوئی یا ایک دوسرے سے بہت ملی ہوئی نظر آئیں تو انہیں آئی لیش کنگھے سے نکال لیں۔ مگر نکالتے وقت آنکھوں کے نیچے پلکوں کے بالکل قریب ایک ٹشو رکھ لیں تاکہ پلکیں نکل کر ٹشو پر گریں۔

مسکارے کا داغ آنکھوں کے نیچے لگ جائے تو کاٹن کو پانی یا میک اپ ریموور میں ذرا سا بھگو کر داغ پر لگا کر اس طرح دبائیں کہ داغ کاٹن میں جذب ہوجائے۔

بلشر بہت زیادہ لگ جائے تو لوز پاؤڈر بلینڈ کریں یا پھر کاٹن مذکورہ حصے پر رکھ کر دبائیں۔

تیز لپ اسٹک کم کرنے کے لیے پہلے اسے ٹشو کی مدد سے ہلکا کرلیں اور اس کا ہلکا شیڈ لگا کر اوپر سے لپ گلوز یا لپ بام لگالیں۔ تاکہ ہونٹ نیچرل نظر آئیں۔

فائدہ حاصل کیجیے

لیموں: لیموں بھرپور قدرتی کلینزر کی خاصیت رکھتا ہے، جلد کی فطری خاصیت برقرار رکھتے ہوئے جلد کی صفائی کرتا ہے۔ شادابی اور تازگی مہیا کرتا ہے۔ چہرے کے داغ دھبوں اور چھائیوں کو دور کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے۔ فربہ خواتین پکے ہوئے لیموں کے رس میں شہد ملا کر نیم گرم پانی کے ساتھ نہار منہ پئیں۔ جسم کی چربی اور کولیسٹرول کم کرتا ہے۔ بھوک بڑھاتا ہے، بال بڑھنے اور رنگت نکھارنے کے لیے بہترین ہے۔

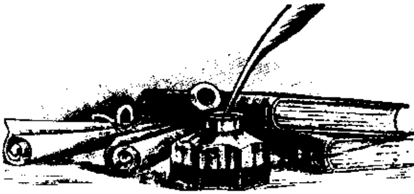
لہسن: کولیسٹرول کم کرنے کے لیے بہترین اینٹی سیپٹک ہے۔ یہ طاقت بخش ٹانک بھی ہے۔ سستی، کاہلی، نقاہت دور کرنے کے لیے لہسن کے دو تین جوے استعمال کریں۔ معدے اور آنتوں کی بہت سی بیماریوں کے لیے مفید ہے۔ خون کی شریانوں میں سختی اور کلوٹنگ پیدا ہونے سے روکتا ہے۔ مختلف قسم کے جلدی امراض میں موثر ہے۔ نقصان دہ کولیسٹرول LDL کو کم کرتا ہے۔

پیاز: روزمرہ کھانے میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی یہ سبزی انتہائی ہاضم اور ریاحی تکالیف کو دور کرنے والی ہے۔ خون کی چربی کو تحلیل کرکے جسم کو متناسب بناتی ہے۔ جسم میں گندھک کی کمی کو دور کرتی ہے۔ سلاد میں گاجر، کھیرا، ککڑی، ٹماٹر، لیموں، پودینہ کے ساتھ اس کا استعمال خوراک کو زود ہضم بنا دیتا ہے۔

ادرک: انتہائی مفید سبزی ہے، معدے کی کمزوری اور بلغم کی زیادتی کو دور کرکے بینائی کو تیز کرتا ہے۔ دماغ کو ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ گردوں کو قوت بخشتا ہے۔

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



روحانی مشورے

ادارہ

روزے کی اہمیت......

جس نے ایمانی کیفیت اور اجرِ آخرت کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے سابقہ گناہوں کو اللہ بخش دے گا (بخاری، مسلم)

روزے کی فرضیت

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔'' (سورۂ بقرہ 183)

رمضان اور قرآن

رمضان کی عظمت و برکت کی بنیادی وجہ اس مہینے میں قرآن کا نزول ہے۔ اسی لیے یہ تلاوت کی بہار کا مہینہ ہے۔

ترجمہ: ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو تمام انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو سیدھا راستہ دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔'' (سورۂ بقرہ 185)

قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھنے کا اہتمام کریں۔

روزے کے آداب

امام غزالیؒ نے روزے کے چند آداب بیان کیے ہیں جن سے روزہ مکمل ہوتا ہے۔

1۔ جن چیزوں کو دیکھنے سے دل بھٹکتا ہو، اللہ کی یاد سے غفلت ہوتی ہو اور جن چیزوں کی طرف دیکھنا اللہ کو ناپسند ہوں، ان کو نہ دیکھا جائے۔

2۔ بے ہودگی، بے مقصد اور فضول باتوں سے زبان کو بچائے، ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہے۔

3۔ کانوں کو بری بات سننے سے روکے، جن باتوں کا زبان سے نکالنا حرام ہے ان کا سننا بھی حرام ہے۔

4۔ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا کو ناشائستہ حرکات سے بچائے۔

5۔ افطار کے وقت حرام اور مشتبہ چیزیں نہ کھائے اور حلال کھانا بھی بہت زیادہ مقدار میں نہ کھائے۔

لیلۃ القدر کی تلاش

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں تلاش کرو یعنی اکیس، تئیس، پچیس، ستائیس اور انتیسویں رات۔'' (بخاری)

لیلۃ القدر کی دعا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر مجھے لیلۃ القدر مل جائے تو مجھے کیا کہنا چاہیے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! یوں کہو۔

''اے اللہ تو بہت معاف کرنے والا ہے، معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس مجھے معاف کر دے۔''

قرآن اور لیلۃ القدر

اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ اس سے مراد لیلۃ القدر ہے یعنی وہ رات جس میں قرآن مجید نازل ہوا۔ جیسا کہ خود قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

’’ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے اور تم کیا جانو شبِ قدر کیا ہے۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔‘‘

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول انسانیت کے لیے عظیم الشان خیر کی حیثیت رکھتا ہے اور انسان کے لیے اس سے بڑی کوئی خیر نہیں ہوسکتی...... اس لیے فرمایا گیا کہ وہ رات جس میں یہ قرآن مجید نازل ہوا ہے، ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔ دوسرے لفظوں میں پوری انسانی تاریخ میں کبھی ہزار مہینوں میں بھی انسانیت کی بھلائی کے لیے وہ کام نہیں ہوا ہے جو اس ایک رات میں ہوا ہے۔ ہزار مہینوں کے لفظ کو گنے ہوئے ہزار نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس سے بہت بڑی کثرت مراد ہے۔ چنانچہ اس رات میں، جو اپنی بھلائی کے لحاظ سے ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے، جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس سے لو لگائی، اس نے بہت بڑی بھلائی حاصل کرلی کیونکہ اس رات میں بندے کا اللہ کی طرف رجوع کرنا یہی معنی تو رکھتا ہے کہ اسے اس رات کی اہمیت کا پورا، پورا احساس ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر یہ کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ اپنا کلام نازل فرمایا...... اس لیے جس آدمی نے اس رات میں عبادت کا اہتمام کیا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ اس کے دل میں قرآن مجید کی صحیح قدرو قیمت کا احساس موجود ہے۔

معتکف کی نیکیاں......

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معتکف (اعتکاف کرنے والے) کے بارے میں فرمایا۔

’’اعتکاف کرنے والا چونکہ (اعتکاف کے زمانے میں) گناہوں سے رکا رہتا ہے، اس لیے اس کے حق میں وہ تمام نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو اس شخص کے حق میں لکھی جاتی ہیں جو تمام نیکیوں پر عمل پیرا ہو۔‘‘ (ابن ماجہ)

یہ خلق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا انتہائی فیاضانہ اور مربیانہ معاملہ ہے کہ گناہ تو اس وقت تک نہیں لکھا جاتا جب تک کہ آدمی سے اس کا صدور نہ ہوجائے اور پھر جتنا گناہ صادر ہوتا ہے تو صرف اسی قدر لکھا جاتا ہے۔ لیکن نیکی کا معاملہ جدا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ بندۂ مومن کے حق میں وہ نیکی لکھی جاتی ہے جو اس سے صادر ہوتی ہے بلکہ وہ نیکی بھی لکھ دی جاتی ہے جس کے متعلق یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کا موقع ملنے کی صورت میں وہ اسے انجام دیتا۔ اسی طرح اگر اس کے دل میں نیکی کا ارادہ ہی آیا ہو اور وہ اسے کسی وجہ سے پورا نہ کرسکا ہو تب بھی وہ نیکی اس کے حق میں لکھ دی جاتی ہے۔

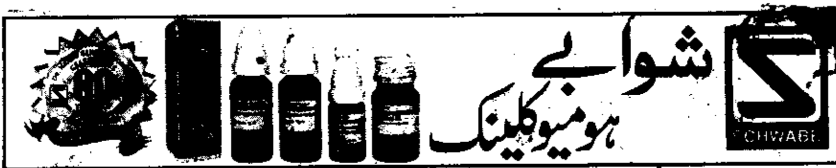
ہمیشہ کا روزہ

حضرت مسلم قرشیؓ سے روایت ہے کہ میں نے یا کسی اور شخص نے رسول اللہؐ سے صوم دہر (یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے) کے متعلق سوال کیا (کہ اس کا کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ’’تمہارے بال بچوں کا بھی تم پر حق ہے۔ رمضان کے روزے رکھو اس سے ملحقہ مہینے، یعنی شوال کے (چھ دنوں کے) روزے رکھو، اور پھر ہر بدھ اور جمعرات کو بھی روزہ رکھ لیا کرو۔ اس طرح گویا تم ہمیشہ روزہ رکھنے والوں میں شمار ہوگے۔‘‘ (ابوداؤد و ترمذی)

☆☆☆

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com



اس بات کی ضرورت کافی عرصے سے محسوس کرائی جارہی تھی کہ کسی مستند ادارے کے تحت ماہر تجربہ کار ہومیو پیتھک ڈاکٹروں کا بورڈ ہو جو لوگوں کی صحت کے مسائل کو اپنی ماہرانہ رائے اور تجربے کی روشنی میں نہ صرف حل کرے بلکہ ان کی رہنمائی بھی کرے۔ لہٰذا اس سلسلے کے تحت ہماری کوشش ہوگی کہ ہم آپ کو مختلف امراض کے متعلق آگاہی بھی فراہم کریں اور آپ کے جو صحت کے مسائل ہوں اس کو بورڈ کے ماہر و تجربہ کار ڈاکٹرز کے ذریعے حل کرائیں تاکہ آپ کا معیارِ صحت بلند ہو لہٰذا آپ کے جو بھی صحت کے مسائل ہیں انہیں ہمیں اس پتے پر لکھ بھیجیں، ڈاکٹر حامد جنرل ہومیو پرائیویٹ لمیٹڈ آرام باغ روڈ کراچی 74200۔ ہم ماہنامہ پاکیزہ کے ذریعے آپ کی بیماری کے متعلق آپ کی رہنمائی کریں گے لیکن اس کے لیے اپنا مکمل نام، عمر، پتا اور جو کام کرتے ہیں اس کے متعلق، ازدواجی حیثیت، بیماری کے متعلق، کب سے ہوئی، کیا علاج کیا؟ کسی قسم کی کوئی رپورٹس ہوں تو اس کی فوٹو کاپی جو پڑھنے کے قابل ہوں ساتھ بھیجیں تاکہ صحیح تشخیص کی جاسکے اور دوا بھی صحیح تجویز ہو۔ (اپنے علاقے میں دوا نہ ملنے کی صورت میں ہم سے رجوع کریں)

عمر سے کم نظر آنا

عائزہ نور......سیالکوٹ

میں پاکیزہ بہت شوق سے پڑھتی ہوں۔ آپ کو بہت امید سے خط لکھ رہی ہوں۔ میرے ساتھ بہت سے مسائل ہیں۔ اپنی عمر سے بہت کم دکھائی دیتی ہوں۔ بہت کمزور ہوں۔ ہڈیوں کا ڈھانچا لگتی ہوں۔ نسوانی حُسن کی بے حد کمی ہے۔ لیکوریا کی بہت شکایت ہے۔ رنگ سانولا ہوگیا ہے۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے ہیں۔ نیند کا بھی مسئلہ ہے۔ نظر بہت کمزور ہوگئی ہے۔ حافظہ بھی کمزور ہوگیا ہے۔ کچھ بھی پڑھا ہوا یاد نہیں رہتا۔ ہر وقت جسم سُست رہتا ہے۔ دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے۔ کچھ دنوں سے آنکھیں بہت درد کر رہی ہیں۔ بہت سی دوائیاں استعمال کیں لیکن کچھ عرصے کے لیے فرق پڑتا بعد میں پھر پہلے والا حال۔ پیریڈز سے کچھ دن پہلے کمر میں درد شروع ہوجاتا ہے۔ عجیب سی طبیعت ہوجاتی ہے اور پیریڈز کے دوران بائیں طرف کی ٹانگ، بازو اور کمر میں درد ہوتا ہے۔ میرے جسم میں کہیں بھی درد ہو، سر میں درد ہو، بازو میں، ٹانگ میں یا کمر میں ہمیشہ بائیں طرف ہی ہوتا ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے اچھا سا علاج تجویز کریں۔

ٹوکن

برائے شوابے ہومیو کلینک

جولائی 2018ء

اپنا مسئلہ اس ٹوکن کے ساتھ روانہ کریں۔ ٹوکن کے بغیر آئے ہوئے مسئلوں پر توجہ نہیں دی جائے گی۔ اپنا مسئلہ جس مہینے بھیجیں اسی مہینے کا ٹوکن استعمال کریں۔

نام: ____________

پتا: ____________

____

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

جواب: اتنے سال گزرنے کے بعد یہ خیال کیوں آیا؟ جسمانی نشوونما کے لیے 7/8 سال کی عمر میں توجہ دینی چاہیے۔ اور جب ایام شروع ہوں اس وقت خاص توجہ دینی چاہیے تاکہ صحت کے مسائل بڑھ نہ جائیں۔ لڑکیوں میں مسلسل جسمانی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جن کا ہمیں خیال رکھنا چاہیے۔ یاد رکھیں ذہنی تناؤ پڑھائی کا ہو یا گھریلو ماحول کا اثر انداز ہوتا ہے اور اچھی متوازن غذا اور ساتھ ورزش جسمانی صحت و نشوونما پر بڑا اچھا اثر ڈالتی ہے۔ متوازن غذا لیں۔ فاسٹ/ جنک فوڈ نہ لیں نہ مرغن کھانے، گوشت گائے/ بکرا، مچھلی، انڈا دیسی، پنیر، دودھ، دہی، مکھن (زیادہ مقدار میں نہ لیں) دالیں، سبزیاں، پھل موسم کے استعمال کریں۔ کھانے کو اچھی طرح چبا کر کھائیں۔ پانی نہار منہ اور کھانے سے پہلے پئیں۔ اچھل کود والی ورزش یا کھیل کھیلیں۔ آدھے مسئلے حل ہو جائیں گے ان شاء اللہ! آپ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Baryta Carb 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر دن میں 3 مرتبہ استعمال کریں Magnesium Phos. PTK 60 کی ایک، ایک گولی دن میں 3 مرتبہ لیں۔ ایک ماہ بعد تفصیل کے ساتھ کیفیت سے مطلع کریں۔

جسمانی کمزوری

اسلم بٹ...... لاہور

عرض ہے کہ میں نے اور میری فیملی نے کئی بار آپ سے اپنے مسئلے بیان کیے ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے ہر بار بہت فائدہ ہوا۔ میرے پاپا مجھے آرمی میں بھرتی کروانا چاہتے ہیں مگر میں اپنے آپ کو بہت کمزور محسوس کر رہا ہوں۔ میرے گھٹنوں اور پنڈلیوں میں بہت درد رہتا ہے۔ ہر وقت بہت کمزوری محسوس ہوتی رہتی ہے۔ کوئی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا، کھڑے کھڑے گرنے لگتا ہوں، گردن اور ریڑھ کی ہڈی میں کھنچاؤ رہتا ہے، دل کرتا ہے کہ لیٹا رہوں اور کوئی کام کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، آپ یقین کیجیے کہ کمزوری اتنی زیادہ ہے کہ مجھ سے یہ خط بھی نہیں لکھا جا رہا ہے۔ میرے ہاتھ بھی ہلکے ہلکے کانپتے ہیں۔ مجھے Dr. Schwabe کی بہترین دوائیں تجویز کریں جو مجھے اندرونی اور بیرونی طور پر بالکل فٹ کر دیں۔

جواب: نماز کی پابندی کریں۔ اچھے لوگوں کی صحبت میں رہیں، اچھی اخلاقی اور اسلامی چیزوں کا مطالعہ کریں۔ اچھے دوستوں کے ساتھ رہیں۔ متوازن غذا لیں۔ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی مندرجہ ذیل ادویات لیں۔ Staphisagria 30، Bufo 30 کے 5, 5 قطرے آدھا گلاس پانی میں دن میں 3 مرتبہ لیں۔ Alfalfa Q کے 15 قطرے 1/2 کپ پانی میں ہر کھانے کے 2 گھنٹے بعد لیں۔ ایک ماہ بعد کیفیت سے آگاہ کریں۔

نسوانی حُسن

سیمابی بی...... راولپنڈی

میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری 2 بیٹیاں ہیں جن کا نسوانی حُسن نہ ہونے کے برابر ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ صحت بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ میری بیٹیاں ہر وقت احساسِ کمتری کا شکار رہتی ہیں۔ برائے مہربانی اچھی سی دوا تجویز کر کے میری بیٹیوں کا مسئلہ حل کریں۔

جواب: متوازن غذا کا خیال رکھیں۔ ورزش کرائیں، مساج کرائیں اور ساتھ ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی مندرجہ ذیل ادویات دیں Onosmodium 30، Chimaphila 30، کے 7، 7 قطرے اور Sabal SerrulataQ کے 10 قطرے 1/2 کپ پانی میں دن میں 3 مرتبہ دیں۔ ایک ماہ بعد حال بتائیں۔

بڑھا ہوا بریسٹ

مسز ثمرہ...... لیّہ

میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرا بریسٹ بڑھ گیا ہے اور روز

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ میں ہارٹ پیشنٹ ہوں۔ میرے دل کا وال بند ہو رہا ہے یعنی اس کا منہ سکڑ رہا ہے۔ میڈیسن کھاتی ہوں۔ میں نے اپنے معالج سے پوچھا کہ کہیں ہارٹ کی میڈیسن کی وجہ سے یہ مسئلہ پیدا ہو گیا ہو۔ معالج کا کہنا ہے کہ ہارٹ کی میڈیسن کی وجہ سے ایسا نہیں ہے کوئی اور مسئلہ ہوگا۔ برائے مہربانی کسی قریبی اشاعت میں جگہ دے کر مشکور فرمائیں۔

جواب : Sabal Serrulata 30 ، Onosmodium 30 اور Chimephila Q کے 7 قطرے 1/2 کپ پانی میں دن میں 3 مرتبہ لیں۔ ایک ماہ بعد دوبارہ حال بتائیں۔

بدنما ناک

قربان علی......سبی، بلوچستان

سوال: ڈاکٹر صاحب میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری ناک کی نرم والی ہڈی، یعنی دونوں نتھنوں کے درمیان والی ہڈی ٹیڑھی ہے۔ اس طرح کہ الٹی طرف والی سیدھی طرف ہے یعنی الٹی طرف چنے کی دال جتنا گڑھا بنا ہوا ہے اور وہ سیدھی طرف کو نکلا ہوا ہے اور ناک تھوڑی بڑی ہے۔ جب چھوٹا تھا تو ناک چھوٹی تھی اور ہڈی بھی سیدھی تھی مگر میں نے ناک کو دبا دبا کر اور نتھنوں میں انگلیاں مار مار کر اس طرح کر دیا ہے۔ ناک کی تھوڑی بہت چونچ بھی نکلی ہوئی ہے۔ برائے کرم ایسا علاج بتائیں کہ ناک کی ہڈی سیدھی ہو جائے اور ناک کی چونچ بھی درست ہو جائے اور ساتھ ساتھ ناک چھوٹی بھی ہو جائے' بہت ہی پریشان رہتا ہوں۔ جب آپ محترم کا نام اور قابلیت سنی اور پڑھی تو مجھے میری منزل نظر آئی۔ ہاتھ جوڑ کر آپ سے فریاد کرتا ہوں میری مدد فرمائیں، مجھے تسلی بخش جواب دیں۔ تاعمر دعائیں دوں گا۔

جواب: تم خود یہ کیسے تشخیص کر رہے ہو کہ تمہاری ناک کی ہڈی ٹیڑھی ہے۔ اس کے علاوہ تمہیں اس ہڈی کے ٹیڑھے ہونے سے کیا تکلیف ہوتی ہے یہ تم نے نہیں لکھا۔ میری رائے میں کسی پلاسٹک سرجن کو دکھاؤ وہ تمہارا صحیح حل نکال سکتا ہے۔ ویسے تسلی کے لیے ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Calc.Flour 30 کے پانچ قطرے آدھ گلاس پانی میں ڈال کر دن میں تین مرتبہ استعمال کریں۔ دو ماہ بعد کیفیت سے مطلع کریں۔

شوگر کی دوا

ڈاکٹر غلام صدیق......ڈیرہ غازی خان

نہایت مؤدبانہ گزارش ہے کہ دو سال سے شوگر کے مرض میں مبتلا ہوں۔ شوگر تقریباً 240 تک رہتی ہے اگر دوائی استعمال کرلوں تو نارمل ہو جاتی ہے۔ برائے کرم ہومیوپیتھی کی میڈیسن تجویز کریں چونکہ انگریزی میڈیسن میں مضر اثرات زیادہ ہیں۔

میری اہلیہ بھی معدے کی مریضہ ہیں اور بلڈ پریشر بھی ساتھ ہے ان کے لیے بھی اچھی سی دوا تجویز کریں۔

جواب: محترم ..... بیماری کی تفصیل یعنی کب سے ہے؟ کس طرح اور کیوں ہوئی اور اس سے متعلق علامات بھوک، پیاس، پیشاب پاخانہ، ازدواجی زندگی، جسم کے کسی حصے میں درد کمزوری' بلڈ پریشر وغیرہ کے متعلق تفصیل سے لکھیں' فی الحال ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی syzygium کے 15 قطرے 1/2 کپ پانی میں دن میں 3 مرتبہ لیں، تفصیل سے حال بتائیں گے تو پھر ادویات تجویز کردی جائیں گی۔

اہلیہ کے بارے میں بھی علامات تفصیل سے لکھیں۔ فی الحال ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Carbo Vegetablis Pentarkan Ptk 22 کی ایک گولی دن میں 3 مرتبہ تھوڑے پانی کے ساتھ لیں۔ Viscum Pertaken Ptk 59 کے 10 قطرے ایک گھونٹ پانی

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM

www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

دن میں 3 مرتبہ لیں۔

پتلے اور روکھے بال

سمعیہ سہیل..........کراچی

سوال:۔میں 19 سال کی ہوں اور مجھے آپ سے اپنا یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ میرے بال بہت ہلکے ہیں، ٹوٹتے بھی ہیں، میں انہیں تیل بھی لگاتی ہوں، ہفتے میں دو دفعہ سے زیادہ شیمپو بھی استعمال نہیں کرتی۔لیکن بال بہت ہلکے اُگتے ہیں۔میں انہیں مہینے دو مہینے کے گیپ سے کٹواتی بھی رہتی ہوں (جو نوکیں نکل آتی ہیں) لیکن پھر بھی بہت پتلے اور روکھے ہیں۔میں یہ نہیں کہہ رہی کہ وہ بڑھتے نہیں ہیں لیکن صرف نوکیں ہی بڑھتی ہیں۔مجھے بڑے اور لمبے بالوں کا بہت شوق ہے۔اس کے ساتھ ساتھ میرا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میری آنکھ میں ایک دانہ ہوا تھا جیسے ہوجاتے ہیں آنکھ کی کھال پر۔مجھے اس میں کوئی تکلیف یا چبھن نہیں ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ وہ ٹھیک ہوجائے۔مجھے کسی نے بتایا کہ گرم کپڑے کی سکائی کرو، میں نے کی، ڈاکٹر کو دکھایا، کھانے کے لیے دوا دی اور کہا کہ بیس دن بعد آکر نتیجہ بتائیں۔لیکن مجھے اس سے کوئی اثر نہیں ہوا۔تھوڑی سی سوجن کم ہوگئی لیکن دانہ ابھی تک ہے اور اس کو ہوئے تقریباً تین مہینے ہوچکے ہیں۔مجھے کسی نے اس پر مٹی کے پیالے کا لیپ لگانے کا کہا لیکن ابھی تک یہ ٹوٹکا میں نے نہیں آزمایا۔مہربانی فرما کر مجھے میرے دونوں مسائل کا حل بتادیجیے، میں آپ کو ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھوں گی۔

جواب:۔بی بی، آنکھ کا معاملہ ہے بغیر دیکھے دوا تجویز نہیں کی جاسکتی۔ہاں البتہ بالوں کے لیے زیتون کا تیل استعمال کریں تو ایک شیمپو بھی دیں گے۔کھانے کے لیے ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Calc.Phos 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر استعمال کریں اور Alfalfa Q کے سات قطرے آدھا گلاس پانی میں ڈال کر دن میں تین مرتبہ استعمال کریں اور ایک ماہ بعد کیفیت سے آگاہ کریں۔

قد بڑھانے کا طریقہ

نام شائع نہ کریں

میں بڑی امید کے ساتھ اپنا مسئلہ آپ کو بتا رہا ہوں اور مجھے پوری امید ہے کہ آپ مجھے کوئی اچھی دوا قد کے لیے دیں گے جس سے میرے قد میں کافی اضافہ ہو جائے۔میرے والد کا قد چھوٹا ہے اور والدہ کا قد نارمل جبکہ خاندان والوں کے قد بھی بہت اچھے ہیں۔

جواب: بیٹا نماز کی پابندی کرو۔صبح فجر کے بعد کھلی فضا میں اچھل کود والی ورزش کرو۔متوازن غذا لو (دودھ دہی، انڈا مکھن پنیر فروٹ سبزیاں، دالیں گوشت بکرا / گائے مچھلی استعمال کریں۔جسمانی نشوونما اور صحت کے لیے بڑی اہم چیز ہے جسے ہم نظر انداز کرتے ہیں۔جنک / فاسٹ فوڈز اور مرغن غذاؤں سے پرہیز کریں۔انسانی اخلاق اور ایسی خوبیوں پر توجہ دیجیے جو انسان کو بڑا بناتی ہیں۔قد آپ کا مناسب ہے۔بہرحال 6 ماہ تک ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی کی Baryta Carb 30، Calc Phos 30 کے 5، 5 قطرے 1/2 کپ پانی میں 3 بار لیں۔ AlfalfaQ کے 15 قطرے 1/2 کپ پانی میں ہر کھانے کے دو گھنٹے بعد دن میں 3 مرتبہ لیں۔

عید پر بھی احتیاط کی ضرورت

ماہِ رمضان ہمیں درس دیتا ہے کہ ہم صبر، برداشت، نظم و ضبط سے کام لیں اور اللہ پر یقین رکھیں۔لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔افطار کے وقت دیکھ لیں۔ویسے تو سارا رمضان عید کی تیاریوں میں ہی گزر جاتا ہے لیکن عید کا چاند دیکھنے کے بعد

WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
www.urdusoftbooks.com

www.urdusoftbooks.com

سارے نظم وضبط ٹوٹ جاتے ہیں۔ پوری رات جاگتے ہیں۔ تفریح گانے، ہلڑبازی اور مختلف قسم کے کھانے، کیک مٹھائیاں اور ڈرنکس۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سارا مہینہ کچھ نہ کھایا نہ پیا۔ یہ تمہید اس لیے باندھی ہے کہ شاید لوگ سمجھ جائیں۔ کیونکہ اس طرح صحت پر بہت بُرے اثرات ہوتے ہیں۔ جاگنے سے (بلاضرورت) ذہن اعصاب، جسم ہاضمے پر بُرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں ہاضمہ ست پڑ جاتا ہے۔ مرغن یا اوورایٹنگ سے الٹی/قے، دست کی شکایت ہوتی ہے۔ بلڈ پریشر کولیسٹرول بڑھتا ہے۔ دل کے دورے کے چانس بھی بڑھ جاتے ہیں۔ جب سب لوگ ان کھانے، پینے کی چیزوں کی طرف دوڑتے ہیں تو ان کو وافر مقدار میں بنانے کے لیے (1) معیار کا کوئی خیال نہیں رکھ پاتا (2) مانگ پوری کرنے کے لیے عید سے 10 دن پہلے سے ان کو تیار کیا جاتا ہے۔ کیمیکل پری زرویٹو ڈال کر ان کو تازہ رکھا جاتا ہے۔ 10 روزہ باسی چیز کو ہم عید پر تازہ سمجھ کر خریدتے اور کھاتے ہیں۔

مہمانوں کی تواضع کے لیے شارٹ کٹ کولڈ ڈرنکس نہیں تو ریڈی میڈ لال، پیلے شربت جس میں پانی ملایا، برف ڈالی اور مہمانوں کو پیش کر دیا۔

بارہا اس پر توجہ دلائی ہے کہ یہ معصوم کولڈ ڈرنکس اور شربت صحت کے لیے زہر کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ان سے جگر گردے، ہاضمہ خراب ہوتا ہے۔ شوگر، بلڈ پریشر، کولسٹرول وزن بڑھتا ہے۔ دل کے دورے کا باعث بنتا ہے۔ جسم میں موجود کیلشیم کو ختم کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عید پر دل، بلڈ پریشر، کولسٹرول، شوگر، یورک ایسڈ کے مریضوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور اس کے ساتھ ٹانسیلائٹس، نزلہ، کھانسی، بدہضمی اور دست کے مریضوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

کیا کریں؟

ا۔ صحت کو قائم رکھنے کا فیصلہ کریں کہ صحت ہوگی تو سب کچھ ہوگا۔

۲۔ مصنوعی رنگ، مزہ اور محفوظ رکھنے والی چیزوں سے بچیں۔

۳۔ کھاتے وقت خیال رکھیں کہ یہ آخری کھانا نہیں آئندہ بھی ملے گا (انشاءاللہ) یعنی اعتدال سے کھائیں۔

۴۔ بازاری اشیا کو اگر لینا ضروری ہے تو کم سے کم مقدار میں لیں۔ عید کے بعد زیادہ تازہ مل جائیں گی۔

۵۔ موسم گرم ہے اس لحاظ سے پانی پر توجہ دیں تاکہ گردے صحیح کام کریں، انفیکشن نہ ہو اور نہ ہی پتھری بنے۔ نمکیات کا تناسب خون میں صحیح رہے گا تو بلڈ پریشر بھی نارمل رہے گا۔

٦۔ مرغن کھانوں کے بجائے سادہ کھانے سبزیوں اور ..... پھلوں پر توجہ دیں۔

۷۔ تازہ پھلوں کے جوس فائدہ مند ہوتے ہیں لیکن ہلکے ٹھنڈے (ستو، لسی فالسہ لیمو، املی، گڑ، بیل گیری، آلو بخارا، اناس، آم، کیری وغیرہ) اس طرح سے عید سب کی اچھی گزرے گی آپ کی بھی اور آپ کے عزیز واقارب اور دوستوں کی بھی۔

☆☆☆

تمام قارئین کو ڈاکٹر ولمار شوابے جرمنی اور ڈاکٹر حمید جنرل ہومیو پرائیویٹ لمیٹڈ کی پُرخلوص دعائیں کہ اللہ کریم رمضان کی عبادات و روزوں کو قبول ومقبول فرما کر عید سعید کی بھرپور خوشیاں صحت وتندرستی کے ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اس پُرمسرت موقع پر ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

☆☆☆

Dr.Willmar Schwabe Germany
Available at All Medical & Homoeopathic Stores
شوابے سنگل ریمیڈیز گھر بھر کی صحت کے لیے کلاسیکل ہومیوپیتھی

www.urdusoftbooks.com